سلسلۂ تاریخ عالم

نمبر ۲

تاریخ اسلام

جلد دوم

(خلاصۃ الکلام فی تاریخ خیر الانام)

اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی مفصل و مکمل سوانح عمری زمانہ پیدائش سے وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ صلح حدیبیہ۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ ایام مرض۔ تجہیز جیش اسامہ۔ پیشتازی حضرت ابوبکر۔ وفات و تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیہ فدک کے حالات خصوصاً زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

از

ایس۔ ذاکر حسین جعفر۔ پروپرائیٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

مصنف

سیزدہ ۱۳ مجلدات اتالیق انگریزی۔ پاکٹ بک آف ہسٹری۔ مختصر تاریخ اسلام۔ تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب وغیرہ

سنہ ۱۳۳۱ھ
۱۹۱۳ء

مقبول پریس دہلی میں منشی سید ظفریاب علی جوہر کے اہتمام سے چھپی

قیمت کاغذ رسمی ۱ روپیہ۔ کاغذ اعلیٰ ۱۲ (رجسٹری شدہ) محصول ڈاک وغیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ مسبب الاسباب و مفتح الابواب - مقدر الامور و مدبر الدہور - واجب الوجود و خالق الاخلاق والجود بفیض العقل وواہب الکل - اقرانہ المالک الوجود مملوکا لعظمتہ واشہد انہ الفاطروان الغیب غیر مستور لحکمتہ - واعوذ بجلال عزہ من ذل الحجاب و بفضل جودہ من نقاش الحساب وبخافی علمہ ممانی الکتاب من العذاب - واصلی علی النفوس العلویہ المطہرۃ من الاوناس وعلی الاجسام الارضیۃ المنزہۃ عن الارجاس - واخص من بینہم بافضل الصلوات الزاکیات والکمل التحیات النامیات من نادی والالسن حداد وارشد والاکباد غلاظ والقلوب جلاد - محمد النبی الامی ذا التائیدات الالٰہیہ والتاکیدات الجلالیہ - وآلہ الطیبین واصحابہ الصالحین - الذین کانوا اصدقوہ وقد ارذل ونصرہ وقد خذل - اسمع جواد دور زمانا

اما بعد - میں نے اپنی تاریخ اسلام کی پہلی جلد شایع کرنے کے بعد ہی دوسری جلد لکھنی شروع کر دی تھی - مگر اس زمانہ کی تاریخ جس سے ہماری جلد دوم و سوم کو تعلق ہے اسقدر سخت اور دشوار ہے کہ مضامین کے اخذ اور تحقیق میں ۹ سال کا طولانی زمانہ گذر گیا - اگرچہ اس عرصہ میں میں نے دیگر جلدوں کے واسطے بھی بہت کچھ لازمہ جمع کر لیا ہے +

جس زمانہ سے ہماری تاریخ کی جلد دوم و سوم کو تعلق ہے اُسکے راوی و مورخ وہی لوگ ہیں جو آخر عہد بنی اُمیہ اور عہد حکومت بنی عباس میں ہوئے ہیں - ابن ہشام - اعثم کوفی - طبری - واقدی - ابن قتیبہ - بلاذری - مسعودی - ابن اثیر - ابن خلکان وغیرہ تمام مشہور مورخین عباسیوں کے ہی عہد حکومت میں ہوئے ہیں - یافعی - ابوالفدا - ابن خلدون - ذہبی وغیرہ جو بعد میں ہوئے انہیں کے خوشہ چین ہیں + الناس علی دین ملوکہم - رعایا عموماً اپنے بادشاہوں کے رنگ پر ہوا کرتی ہے بعض دیندار خدا پرست ہی ایسے ہوتے ہیں جو اس رنگ میں نہ رنگے جاتے ہوں - اور چھینٹوں سے تو سوائے ایسے شخص کے جسے خدا ہی بچائے کوئی بچ نہیں سکتا + دنیا بری بلا ہے - بنی اُمیہ اور بنی عباس کو دنیا طلبی نے حق سے کوسوں دور کر دیا تھا یہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام دنیائے اسلام کو مٹھی میں لئے ہوئے تھے انکا اثر اپنی رعایا پر اتنا بڑھا ہوا تھا کہ معاویہ نے بدہ کے روز جمعہ کی نماز پڑھا دی اور اُنہوں نے پڑھ لی - منصور عباسی نے اپنی استحکام حکومت کی غرض سے اجماع کو نص ربانی کا حکم دیا اور ایسے بادشاہ کو جو لوگوں کے اجماع سے بنایا گیا ہو خلیفہ منصوص من اللہ منوا دیا +

جب معمولی بادشاہوں کے رنگ میں رعایا رنگی جاتی ہے تو ایسے بادشاہوں کا جو سچ مچ خلیفہ رسول ہی مانے جاتے ہوں کیا کچھ اثر نہ پڑتا ہوگا خصوصاً ایسی صورت میں کہ ایک طرف تلوار بھی میان سے نکلی ہو اور دوسری طرف خزانوں کے منہ بھی کھلے ہوں + چونکہ اس زمانہ کی تاریخ سے مذہب کو بہت کچھ تعلق ہے اور مورخ ہیں ایسے زمانے کے جس کا ہمنے ذکر کیا - اس سبب سے اس زمانہ کے اکثر واقعات گڑبڑ اور اکثر مخالف رنگ میں بادشاہوں کے اعتقاد کے موافق دکھائے گئے ہیں تاہم تاریخ کی ہر کتاب میں کہیں کہیں حق کی بھی جھلک دکھائی دیجاتی ہے + اُس زمانہ کے مورخ مجبور ہونے کی حیثیت سے معذور ہیں - مگر یہ عہد ہے سرکار انگلشیہ کا جس میں جہاں بہت کچھ مذہبی آزادی حاصل ہے - تحقیق حق کیلئے اس سے بہتر زمانہ ہو نہیں سکتا - پس اس زمانہ کے مورخ کا فرض ہے کہ تعصب و ہٹ دہرمی کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے گورستان میں دفن کر کے روایت کو اصول درایت سے مقابلہ کر کے صحیح صحیح واقعات کو کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد درج کرے + ہمنے اپنی تاریخ میں اسی اصول پر چلنے کی کوشش کی ہے اس امر کا اندازہ کہ ہم کہانتک کامیاب ہوئے ہیں ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں + ہاں مجھے دو شخصوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے ایک منشی شہاب الدین صاحب انبالوی کا خدا انکی عمر دراز اور خاتمہ بخیر ایمان پر کرے کہ مرد نیک اور تاریخ کے کمال شوقین ہیں - میری تاریخ کی پہلی جلد دیکھتے ہی برابر ۹ سال سے ہر مہینہ جوابی پوسٹ کارڈ سے آگے کی جلدوں کی تکمیل کا تقاضا کرتے رہے ہیں اور مجھکو جگاتے اور ہوشیار کرتے رہے ہیں - دوسرے اپنے برادر خورد عزیزمن منشی اشفاق حسین سلمہ کا جو کاپیاں لکھوانے اور کاپیاں اور پروف دیکھنے میں میری بہت کچھ مدد کرتے رہے ہیں احقر ذاکر حسین جعفر - دفتر اتالیق انگریزی دہلی +

۵۶ [illegible] جان کھا [illegible] انعام کی اُمید ہے

Checked 1965

ہماری تاریخ اسلام کیا چیز ہے؟

یہ اسلام کی ایک تاریخ ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کتب تاریخ وسیر کا لب لباب ہے۔ تاریخی مادہ کی کوئی معتبر اور متداول کتاب ایسی نہیں ہے جس سے اسکی تیاری میں مدد نہ لی گئی ہو۔ کتب تفاسیر واحادیث سے بھی بہت کچھ لیا گیا ہے برخلاف تمام دیگر تاریخوں کے اس تاریخ میں اسلام کی ہر شاخ وشعبہ سے بحث کیگئی ہے۔ سہولت کی نظر سے ہمنے اسکو سات جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) تاریخ اسلام جلد اول۔ اسمیں عرب کے زمانہ جاہلیت۔ رسول اللہ صلعم۔ خلفاء راشدین۔ خلفاء بنی اُمیہ و بنی عباس سلاطین آل سلجوق وسلاطین مغول کے حالات لکھنے کے بعد تمام ممالک اسلام ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ایران۔ روم۔ عرب۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ اندلس (سپین) اور اُن تمام مسلمان خاندانوں کی تاریخ جو ان ممالک میں ابتدائے اسلام سے زمانہ حال تک حکمران ہوئے ہیں درج کی گئی ہے۔ ۳۵۰ انبیائے کرام۔ سو مشایخ صوفیۂ عظام۔ سوا سات سو علمائے اسلام اور دو سو کے قریب عربی۔ فارسی اور اُردو شعرا کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت عہ محصولڈاک وغیرہ ۳ر

(۲) تاریخ اسلام جلد دوم۔ اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی پوری سوانح عمری زمان پیدائش سے وقت وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت جنگ بدر جنگ احد جنگ خندق جنگ خیبر۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ تجہیز جیش اسامہ۔ ایام مرض پیش نمازی حضرت ابوبکر تجہیز وتکفین حضرت رسول اور قضیۂ فدک کے حالات خصوصًا زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

قیمت کاغذ رسمی عہ کاغذ اعلیٰ عہ محصولڈاک وغیرہ ۳ر

(۳) تاریخ اسلام جلد سوم۔ اسمیں خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی کی پوری سوانح عمریاں قلمبند کی گئی ہیں۔ واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت فتوحات مصر وشام وایران۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قیمت کاغذ رسمی عہ کاغذ اعلیٰ عہ

اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس سے جلد دوم وجلد سوم میں بحث کیگئی ہے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق مگر ساتھ ہی سب سے زیادہ دلچسپ مفید بھی ہے اس زمانہ سے وہ واقعات متعلق ہیں جنکی تحقیق کی نظر سے ارباب تحقیق و علمائے اسلام مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی مشقت اُٹھاتے ہیں اور پھر بھی عمومًا بسبب کمیابی کتب تحقیق حق سے محروم رہتے ہیں ایسے واقعات خصوصًا معتبر اور مستند کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد مع حوالہ کتب لکھے گئے اور بہت سے عقدے حل کردیئے گئے ہیں۔ اس مادہ میں دنیا بھر کی اسلامی تاریخوں میں یہ دونو جلدیں منفرد ہیں۔ چونکہ بہت سا حصہ اس زمانہ کے واقعات کا مذہب سے تعلق رکھتا ہے مورخین اکثر واقعات دیدہ و دانستہ نظر انداز کر گئے ہیں اور بعض بہت سے واقعات کو برخلاف رنگ میں دکھا گئے ہیں ایسے واقعات کو مختلف کتابوں سے تحقیق کرنیمیں جو کچھ کاہش اُٹھانی پڑی ہے اُسے مؤلف ہی کا دل جانتا ہے کیسے کیسے گہرے سمندروں میں غوطہ لگا کر جواہر آبدار نکالے ہیں زیادہ تر مصیبت یہ ہوئی کہ مؤلف نے کسی خاص فرقے کی جنبہ داری نہیں کی سنی شیعہ کے تفرقہ کو بالائے طاق رکھکر تعصب اور ہٹ دھرمی کو شیطان کے حوالے کرکے اصلی اور حقیقی واقعات کا کھوج نکالنے کی کوشش کی ہے۔

(۴) جلد چہارم تاریخ بنی امیہ و بنی ہاشم (۵) جلد پنجم میں دو ہزار سے زیادہ مشاہیر اسلام۔ اصحاب۔ تابعین۔ علماء۔ فقہاء۔ محدثین۔ مفسرین۔ مورخین۔ ادباء۔ شعراء۔ حکماء۔ اطباء اور ہر علم وفن کے کاملین کے حالات لکھے گئے ہیں (۶) جلد ششم۔ تمدن اسلام کی ہر شاخ سے بحث کیگئی ہے (۷) جلد ہفتم میں تمام اسلامی ملکوں کے تاریخی مقامات اور مشہور شہروں کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی مع نقشہ جات

جلد چہارم سے ہفتم تک بعض تو قریب الاختتام ہیں اور بعض لکھی جارہی ہیں اگر پبلک جلد اول و دوم وسوم کی قدر کریگی تو وہ بھی طبع کرادی جائینگی۔

ہماری جانفشانی کا اندازہ اُن سینکڑوں بیش قیمت بڑی بڑی کتابوں کی فہرست سے ہوگا جن سے ہزارہا ورق پڑھکر مضامین اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ علاوہ ۱۲۷ کتب تاریخ وسیر جن کے نام درج ہیں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ موطائے امام مالک۔ سنن۔ دار قطنی۔ مشکوٰۃ۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر درالمنثور۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر طبری۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ نور الابصار ینابیع المودہ۔ نزہۃ المجالس۔ سیل کا ترجمہ قرآن اور ڈیون پورٹ کے رسالہ طلاقت اور اپولوجی اور بہت سی اور کتابوں سے بھی مضامین لئے گئے ہیں۔

عہ ضمیمہ جلد سوم (تاریخ الائمہ من کتب اہل السنہ) دوازدہ امام علیہ السلام کے حالات

فہرست اُن کتابوں کی جنسے ہم نے اپنی تاریخ اسلام کے مضامین اخذ کئے ہیں

عربی کتب تاریخ وسیر و رجال

(۱) تاریخ طبری
(۲) تاریخ ابن اثیر
(۳) تاریخ مروج الذہب مسعودی
(۴) تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ
(۵) تاریخ ابو الفدا
(۶) تاریخ ابن خلدون
(۷) تاریخ الخمیس
(۸) تاریخ الخلفاء سیوطی
(۹) اخبار الدول و آثار الاول
(۱۰) تاریخ مختصر الدول ابن العبری
(۱۱) فتوح البلدان بلاذری
(۱۲) الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ
(۱۳) تمدن اسلام جرجی زیدان
(۱۴) بدایع الزہور
(۱۵) حسن المحاضرہ
(۱۶) کتاب الفخری
(۱۷) عجایب المقدور
(۱۸) اعلام الناس
(۱۹) عرائس المجالس
(۲۰) مطالب السؤل
(۲۱) اقوم المسالک
(۲۲) سیرۃ ابن ہشام
(۲۳) زاد المعاد ابن قیم
(۲۴) سیرۃ الحلبیہ (انسان العیون)
(۲۵) سیرۃ المحمدیہ (مولوی کرامت علی)
(۲۶) سیرۃ النبویہ (دحلان)
(۲۷) کشف الغمہ
(۲۸) اعلام الوریٰ
(۲۹) تحفۃ الناظرین
(۳۰) اخبار الاول فی آثار الدول
(۳۱) تاریخ اسحٰقی
(۳۲) فتوحات الاسلامیہ (دحلان)
(۳۳) معلم الاسلامیہ (دحلان)
(۳۴) حقایق الاخبار (اسمعیل آفندی)
(۳۵) نفح الطیب (مقری)
(۳۶) فریدۃ العجایب
(۳۷) معجم البلدان (یاقوت حموی)
(۳۸) معجم العمران
(۳۹) رحلہ ابن بطوطہ
(۴۰) استیعاب (ابن عبد البر)
(۴۱) اصابہ (ابن حجر)
(۴۲) میزان الاعتدال (ذہبی)
(۴۳) طبقات الحفاظ (ذہبی)
(۴۴) التقریب التہذیب (ابن حجر)
(۴۵) خلاصۃ تذہیب التہذیب
(۴۶) طبقات الکبریٰ (شعرانی)
(۴۷) طبقات الشافعیہ (سبکی)
(۴۸) فواید البہیہ
(۴۹) منہج المقال
(۵۰) روضات الجنات
(۵۱) عیون الانباء
(۵۲) صحاح الاخبار
(۵۳) کتاب الاذکیاء
(۵۴) اسماء رجال مشکوٰۃ
(۵۵) کشف الظنون
(۵۶) مفتاح السعادہ
(۵۷) اکتفاء القنوع
(۵۸) محاضرۃ الاوائل والاواخر
(۵۹) عمدۃ الطالب
(۶۰) عقد الفرید ابن عبد ربہ
(۶۱) سبائک الذہب
(۶۲) عمدۃ الطالب
(۶۳) وفیات الاعیان ابن خلکان
(۶۴) فوات الوفیات
(۶۵) ملل ونحل شہرستانی
(۶۶) حیٰوۃ الحیوان (دمیری)

فارسی کتب تاریخ وسیر وغیرہ

(۶۷) روضۃ الصفاء
(۶۸) حبیب السیر
(۶۹) روضۃ الاحباب
(۷۰) تاریخ طبری فارسی
(۷۱) تاریخ منتظم ناصری
(۷۲) جامع التواریخ
(۷۳) مفتاح التواریخ
(۷۴) حدیقۃ الاقالیم
(۷۵) انوار النہر
(۷۶) تاریخ التواریخ
(۷۷) حیات القلوب
(۷۸) تحفۃ العالم
(۷۹) تاریخ فرشتہ
(۸۰) سیر المتاخرین
(۸۱) نامۂ خسروان
(۸۲) تاریخ ملکم
(۸۳) تاریخ نگارستان
(۸۴) طبقات اکبری
(۸۵) منتخب التواریخ
(۸۶) سلطان نامہ
(۸۷) قصص الخلفا
(۸۸) نامۂ دانشوران
(۸۹) مجالس المومنین
(۹۰) اکسیر التواریخ
(۹۱) معارج النبوۃ
(۹۲) مدارج النبوۃ
(۹۳) شواہد النبوۃ
(۹۴) روائح المصطفٰے
(۹۵) جنات الخلود
(۹۶) سفرنامہ ناصر خسرو
(۹۷) نجوم السماء
(۹۸) بستان المحدثین
(۹۹) دبستان المذاہب
(۱۰۰) کشف القناع
(۱۰۱) قلائد الجواہر
(۱۰۲) خزانۂ عامرہ
(۱۰۳) تذکرہ حسینی
(۱۰۴) تذکرہ مراۃ الخیال
(۱۰۵) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی
(۱۰۶) گلشن تجارہ
(۱۰۷) آتش کدہ آذر
(۱۰۸) خزینۃ الاصفیاء
(۱۰۹) تاریخ آل نجاد

کتب تاریخ وسیر اردو

(۱۱۰) تمدن عرب
(۱۱۱) تاریخ اسلام (علا عباسی)
(۱۱۲) تذکرۃ الکرام
(۱۱۳) بہارستان تاریخ
(۱۱۴) منہاج النبوۃ
(۱۱۵) سنین الاسلام
(۱۱۶) مذاہب الاسلام
(۱۱۷) تاریخ جدولیہ
(۱۱۸) تاریخ عرب
(۱۱۹) کارنامہ ترک
(۱۲۰) فتوحات اسلام
(۱۲۱) تفریح الاذکیاء
(۱۲۲) ترجمہ اعثم کوفی
(۱۲۳) ترجمہ جذب القلوب
(۱۲۴) تاریخ مکہ معظمہ
(۱۲۵) اقصائے مغرب
(۱۲۶) تہذیب السلاطین
(۱۲۷) الکرار
(۱۲۸) تاریخ المطالب
(۱۲۹) المرتضیٰ
(۱۳۰) سوانح عمری حضرت علی
(۱۳۱) سوانح عمری رسول کریم
(۱۳۲) تاریخ خورشید جاہی
(۱۳۳) گلزار آصفیہ
(۱۳۴) ترجمہ معارف ابن قتیبہ
(۱۳۵) تذکرہ گلشن ہند
(۱۳۶) تاریخ طرابلس و تونس
(۱۳۷) تاریخ الجزایر
(۱۳۸) تاریخ مراکش
(۱۳۹) دنیائے اسلام
(۱۴۰) تاریخ ایران (بنجمن)
(۱۴۱) تاریخ اسپین
(۱۴۲) مشاہیر نسواں
(۱۴۳) تذکرہ آب حیات
(۱۴۴) تاریخ القرآن (اسلم)
(۱۴۵) تذکرۃ المعصومین
(۱۴۶) ازالۃ الخفاء (ترجمہ)
(۱۴۷) تاج الاقبال
(۱۴۸) تذکرہ علماء ہند (فارسی)
(۱۴۹) تذکرۂ علمائے حال
(۱۵۰) قصص الارب
(۱۵۱) قصص الانبیاء
(۱۵۲) تاریخ عالم
(۱۵۳) اعدائے الخلیفہ
(۱۵۴) تذکرہ فریدالدہر
(۱۵۵) تاریخ شعرائے اردو

کتب تاریخ وسیر انگریزی

(۱۵۶) پریچنگ آف اسلام
(۱۵۷) امیر علی شورٹ ہسٹری آف سیراسینز
(۱۵۸) اوکلی ہسٹری آف سیراسینز
(۱۵۹) لین پول محمڈن ڈائی نیسٹیز
(۱۶۰) ارونگ لائف آف محمد
(۱۶۱) اسکیچز آف محمد
(۱۶۲) دی سیراسینز (گلمن)
(۱۶۳) گبن فال آف رومن امپائر
(۱۶۴) کانڈیز ہسٹری آف اسپین
(۱۶۵) کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ
(۱۶۶) تاریخ خاندان عثمانیہ (اردو)

العبد — ایس۔ ذاکر حسین جعفر۔ پروپرائٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

غلط نامہ جلد دوم تاریخ اسلام

صفحہ/سطر	غلط	صحیح	صفحہ/سطر	غلط	صحیح	صفحہ/سطر	غلط	صحیح	صفحہ/سطر	غلط	صحیح
۲/۲۷	نضاریہ	نصاریہ	۳۵/۲۱	بہت سی منافع	دو چند منافع	۷۶/۲۸	رہیں	رہیں عسہ	۱۲۷/۱۴	زین	زید
۴/۱	ویساہی	پھر ویساہی	۳۵/۱۲	تا تھا	تاجر تھا	۷۷/۲۸	مشکیزہ آپ	مشکیزہ آب	۱۲۹/۹	بہانے	بھاگے
۴/۲	گاہ سے	کی نگاہ سے	۳۵/۱۹	بحیر	بحیرا	۷۹/۳۱	سریہ	سریہ	۱۳۱/۲	امرالظہران	مرالظہران
۴/۳	ستان	عبلستان	۳۵/۲۰	بتادیا	بتایا	۸۱/۱۰	مطابعت	متابعت	۱۳۹/۷	مسلمان	سلمان
۶/۱۲	کی	کو	۳۵/۳۱	کی حالت	کی مالی حالت	۸۱/۲۳	نظر نہ تھا	مد نظر نہ تھا	۱۳۹/۲۸	۱۲ اوقیہ ۴۰ درہم	۱۲ اوقیہ ۱۰ درہم
۸/۲	ہے کہ فرج	ہے فرج	۳۶/۵	خویلد زہ	خویلد زندہ	۹۳/۱۳	قوت	فوت	۱۴۰/۶	لیگیا ہے	لیا گیا ہے
۹/۲۵	حجر	ہجر	۳۶/۸	زندہ رہیں	زندہ نہ رہیں	۹۵/۱۹	درد	درہ	۱۴۳/۷	رکیکر	لکھکر
۱۰/۴	عقرباء	عقرباء	۳۶/۱۲	حسین وحیات	حسین حیات	۹۷/۱۵	النہزمین	المنہزمین	۱۴۴/۱۰	ناتفاقی	نا اتفاقی
۱۱/۲۶	حجاز	حجاز	۳۶/۱۹	ہوئی تھی	ہوا تھا	۱۰۱/۳	ساتھیوں نے جو معبد	ساتھی معبد	۱۴۶/۲۲	نو	تو
۱۲/۳۰	سبیل	سیل	۳۶/۲۳	معاہدہ میں	معاہدہ کیا ہیں	۱۰۳/۳۱	خطمہ	حطمہ	۱۴۶/۲۶	ابر	اور
〃	رعاں	راعیان	۳۶/۲۴	کو جو	کو جو	۱۰۵/۶	توریت پڑھائیں	توریت پڑھیں	۱۵۷/۳۱	مہام	مہام
۱۳/۳۳	دسمہ فوج	دستہ فوج	۳۸/۲۶	درگزرسے	درگزریے	۱۰۵/۷	واقعا	واقعات	۱۵۹/۲۶	زیاد بن ولید	زیاد بن لبید
۱۵/۱۳	جزہم	جرہم	۴۱/۲	اسلام علیک	السلام علیک	[illegible]/۴	تسب	نصب	〃	حضرت موت	حضر موت
۱۵/۲۵	کو سے	سے	۴۳/۲۳	الخمیص	الخمیس	۱۰۸/۱۲	اور تھی	اور بھی تھی	۱۶۲/۹	اوافتاد	اوقتاد
۱۶/۱۷	بعض اودالیس	بعض دالیس	۴۵/۳	سرو	ہیرو	۱۱۰/۳۱	حدیث انس	حدیث المسن	۱۶۵/۲	جو مدینہ	مدینہ
۱۸/۲۳	ـہ	یہ	۶۰/۹	بن احسن	بن حسن	۱۱۱/۲۰	یوم السنت	یوم السبت	۱۶۷/۱۰	پاس تر	پاس کے تر
۲۶/۳۰	بسلیوں	پسلیوں	۶۰/۱۷	ادیان	ادیان	۱۱۲/۱۱	حیوۃ الحیوان	صاحب حیوۃ الحیوان	۱۷۲/۱۵	حلق	قلق
۲۷/۲	جرھلی	جھلی	۶۱/۱۷	غیر الکش	غیر طالکش	۱۱۳/۷	ریحانہ بنت عمر	ریحانہ بنت زید	۱۸۰/۱۸	حدے	حد کے
۲۷/۶	نایت	نابت	۶۳/۱۷	نفیل	طفیل			بن عمرو	۱۸۱/۲۵	شرہ	شرح
۲۷/۸	بنونان	بنوعدنان	۶۶/۲۹	روایت	بروایت	۱۱۳/۹	شریک	شہید	۱۸۲/۱۵	رم پٹی	دم پٹی
〃	سے	کے	۶۶/۱۷	طالف	طائف	۱۱۳/۱۲	کیا اسی	کہ اسی	۱۸۳/۳	حذیفہ یا سہل	یا ابن ابی حذیفہ
۲۷/۱۹	وعہدہ	عہدہ	۶۷/۴	پرکے	کے	۱۱۳/۱۴	اپنی	اتنی	۱۸۳/۵	اور ام سلمہ	اور ابو سلمہ
۲۸/۱۱	شنبہ	شیبہ	۶۷/۲۱	ننیہ	نبیہ	۱۱۵/۱۸	کہ میں	مکہ میں	۱۸۳/۹	سنہ ۶۱	سنہ ۶۱ یا ۶۳
۲۸/۱۷	بھی	ہی	۶۸/۲۹	گی میں	کہتی ہیں	۱۱۵/۲۸	عردہ	عروہ	۱۸۵/۳۰	دونی لڑکوں کو	دوسری لڑکی کیونکو
۳۳/۲۸	صرے	صدمے	۶۹/۲۰	تیرسے	تیسرے	۱۱۵/۲۸	اعانت	اہانت	۱۸۶/۱۷	واہی ہے	لکھی ہے
۳۴/۱۳	رکھتے تھے	رہتے تھے	۶۹/۲۴	لون الورس	لون الورس (زرد)	۱۱۶/۳۱	اتنثال	امتثال	۱۸۶/۲۷	سبتے	جنتے
۳۴/۸	انکو	وہ	۶۹/۳۱	ذانوناء	رانوناء	۱۲۱/۲	دونوں	دنوں	۱۸۸/۱۱	سے	نے
۳۵/۳	تخمیر	تیر	۷۲/۱۸	گے آئیں	لے آئیں	۱۲۲/۲۷	رج	مدارج	〃	فاصمہ	فاطمہ
〃	دیتے رہتے	دیتے	۷۲/۲۲	سنہ ۱	۵۳	۱۲۴/۱۹	رہی	وہی	۱۸۸/۲۹	ہدد	ہذہ

۱۹۰/۳۰	۴۴ ہزار	۴۰ ہزار	۱۹۲/۳۱	دوصیت	توصیت	۱۹۳/۳۰	ہم منازعت	ہم سے منازعت	۱۹۴/۱۰	عن	ان	۱۹۵/۲۱	ضبط کر	ضبط کرلیا

۲۵/۲۶ خیال ہیں (کے آگے) یہی بات ہے اور وہ حدیث بھی تائید کرتی ہے جسمیں حضرت علی نے اپنے کو بائے بسم اللہ کا نقطہ فرمایا ہے
۳۰/۱۱ ہالہ (کے بدلے) ہالہ
ابوالعاص بن ربیع
۳۰/۲۲ عتبہ (کے بدلے) عتبہ
ولید ولید (عامل مدینہ)
۳۵/۱۴ اُن کی خانگی امور (تا) درکار ہوا (کے بدلہ) تو وہ کارندہ کی معرفت اپنی طرز پر تجارت کرتی تھیں کہ جو نفع ہوتا اُسمیں سے ایک معینہ حصّہ اُسے دیدیا کرتیں بوجہ عشر رسول اللہ کو
۳۵/۱۵ اور دوسرے دُگنا مشاہرہ دینا منظور کر کے (کے بدلہ) نفع میں حصّہ مقرر کر کے مال تجارت لیجانیکے لئے
۳۵/۲۲ دُگنی تنخواہ دی (کے بدلہ) اُس سے دُگنا یا جتنا دوسروں کو دیا کرتی تھیں۔
۳۵/۲۴ ایڈ نگ صفحہ ۲۷ (کے آگے) روضۃ الاحباب کامل ابن اثیر
۳۶/۲۳ جدید معاہدہ (کے بدلہ) جدید معاہدہ کیا اس
۳۶/۲۸ اوقیہ (اوقیہ پر نوٹ) اوقیہ تخمیناً تین تولہ ہوتا ہے
۴۶/۱۱ معالم التنزیل (کے آگے) مصری جلدہ صفحہ ۱۰۵
۵۴/۹ خمیس ابن ہشام (کے بدلہ) خمیس جلد اول صفحہ ۳۳۴۔
ابن ہشام۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۴۳
۵۴/۲۱ موت نہیں پاتا (کے آگے) ولید بن مغیرہ کے حق میں یہ آیۃ نازل ہوئی (سورہ ن والقلم میں) ولا تطع کل حلاف مہین الخ اسکی تفسیر میں تفسیر مدارک صفحہ ۹۸ میں اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ولید قبیلہ قریش سے تھا بلکہ اسکا باپ مغیرہ عنین تھا اسلئے ولید کی ماں نے ایک چرواہے سے زنا کیا اُس سے ولید پیدا ہوا (جو خالد سیف اللہ کا والد تھا)
۷۳/۲۸ موطا امام مالک (کے بدلہ) ترجمہ موطا امام مالک صفحہ ۳۸۴
۱۰۵/۴ کہ لوگوں کو توریت پڑھائیں (تا) پڑھا دیں (کے بدلہ) کہ وہ توریت پڑھیں چنانچہ زید نے بروایت انکی ۱۵ دن میں عبرانی سیکھ لی اور توریت سمجھنے لگے (انہوں نے ۱۸ دن میں فارسی بھی سیکھی تھی اور حبشیہ یونانی اور قبطی بھی جانتے تھے)

۱۰۵/۱۸ عبداللہ بن مسعود نے پڑھا (کے بدلہ) جو آیت عبداللہ بن مسعود پر نازل ہوئی
۱۱۶/۱ درخت کے نیچے (درخت پر یہ نوٹ بنالو) حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس درخت کو کٹوا ڈالا۔ ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۱۷۲ تفسیر در المنثور جلد ۶ سورہ فتح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۲ صفحہ ۶۵
۱۱۷/۱۱ پیدا ہوا (اسکے آگے) اور تفسیر عمدۃ البیان میں مفتاح النجا سے نقل کیا ہے کہ فرمایا
۱۳۱/۱۲ سیرۃ محمدیہ (کے آگے) وازالۃ الخفاء
۱۵۹/۱۲ کل مومن و مومنۃ (اسپر یہ نوٹ بنالو) اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۹۔ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۹
۱۵۹/۱۴ مبارک بادی (اسپر یہ نوٹ بناؤ) روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۴۳ حبیب السیر جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۴۳
۱۶۳/۲۸ ایک صاع سے پانچ روٹیاں پکائیں (اسپر یہ نوٹ بناؤ) صاع فقہ شیعہ کے موافق ۳ سیر انگریزی سے زائد ہوتا ہے پس ایک صاع کی پانچ روٹیاں پکانا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ یہ بزرگوار اتنا کھانے والے بھی نہ تھے حالانکہ انہیں میں دو کمسن بچے حسن اور حسین بھی تھے اگر فقہ مالکیہ کے موافق صاع کو متوسط ہاتھ والے کی چار لپوں کے برابر سمجھا جائے تو ممکن ہے جسکا اندازہ تقریباً پونے دو سیر لکھا ہے۔
۱۶۴/۴ ۹ھ ہجری کا واقعہ ہوگا (اسکے آگے) اگرچہ جناب سیدہ کی پانچ روٹیاں پکانی صحیح ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے تو ۲ھ سے بھی پہلے کا واقعہ ہوگا جبتک جناب زینب و ام کلثوم روٹی کھانیکے قابل نہ ہوئی تھیں دو سالہ بچے کے روٹیوں کا ذکر ہوتا۔
۱۶۱/۵ مدارج (کے بدلہ) ترجمہ مدارج جلد ۲ صفحہ ۶۹۷
۱۶۲/۱۹ بخاری (کے بدلہ) بخاری مطبع انصاری جلد ۲ صفحہ ۹۷
۱۶۶/۱۶ حکم دیا ہے (اسکے آگے) امریکہ کے پروفیسر سکاٹ نے اپنی کتاب "عرب و عجم" میں لکھا ہے کہ اگر عرب کا

مقصد اخلاق کا سکھانا۔ بدی کا گھٹانا انسان کی راحت کا بڑھانا اور عقل انسان کا نشو و نما دینا ہو اور اگر نیک کام اس سے بڑھکر کسی کام آسکینگے جب ہی نوع انسان کی آخری قسمت کا فیصلہ کیا جائیگا تو پھر اس بات کا اقرار کرنا خلاف شعائر مذہب یا خلاف مقتضیات عقل سلیم نہیں ہے کہ محمد حقیقت میں خدا کے رسول تھے۔
(منقول از ستارہ صبح بابت ۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ)
۱۸۰/۷ ایک لڑکا اور ایک لڑکی (کے بدلہ) ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی ہند
۱۸۰/۸ ہالہ او رہند (کے بدلہ) ہالہ اور ام ہند زینب اور ایک لڑکا ہند (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۲۹۷)
۱۸۱/۲۴ شرح صحیح بخاری (اسکے آگے) جزو ۳ صفحہ ۳۷۲
۱۸۲/۹ اُس مقام پر پہنچیں (اسکے آگے) اور کہنے لگیں کہ گھر میرا ہے میں دفن نہیں ہونے دیتی۔ روضۃ المناظر ج ۱۱ صفحہ ۱۳۳ ابوالفداء ج ۱ صفحہ ۱۸۳ اکمال صفحہ ۳۵۴ ایڈنگ صفحہ ۱۹ طبری فارسی صفحہ ۴۰۵ روضۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۷ حبیب السیر جلد ۲ جزو اول صفحہ ۱۹
۱۸۵/۲۱ حالانکہ نہیں ہیں (اسکے آگے) اسقدر میں ان کا جو سال ولادت بھی لکھا گیا ہے درست نہیں ٹھیرتا کیونکہ جناب رسول اللہ سے خدیجہ کا نکاح ہونے سے پہلے کی پیدائش ہیں
۱۸۸/۲ رافضی ہونے سے (اسکے آگے) جیسا کہ صواعق محرقہ صفحہ ۵۹ مدارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ میں ہے۔
۱۸۹/۵ تطہیر (کے آگے) ۶ مہینے اور بروایتے ۹ ماہ تک حضرت ایسا ہی کرتے رہے (ارجح المطالب صفحہ ۳۲ اور در المنثور وغیرہ)
۱۹۰/۱ حبیب السیر (کے آگے) جلد اول جزو ۳ صفحہ ۹۔ معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۷
۱۹۰/۱۲ کنز العمال (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۱۵۸
۱۹۱/۱۴ در المنثور (کے آگے) جلد ۵ صفحہ ۱۸۰
۱۹۱/۲۱ نزہۃ المجالس (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ ملل و نحل جلد ۱ صفحہ ۱۹
۱۹۱/۲۲ معلوم نہیں (کے آگے) تفسیر کبیر فخر رازی جلد ۷ صفحہ ۵
۱۹۱/۳۲ انسان العیون (کے آگے) جلد ۳ صفحہ ۴۰۰
۱۹۲/۱ ابوداؤد (کے آگے) جلد ۲ صفحہ ۵
۱۹۳/۱ اکمال المسلم (کے آگے) مشارق الانوار صفحہ ۴۲۰ حدیث ۷۶۸ بحوالہ مسلم و بخاری بہشتی زیور جلد ۸ صفحہ ۱۶۹
۱۹۴/۱۵ بروایت ابوالفدا (کے آگے) جلد اول صفحہ ۱۶۹
۱۹۴/۲۵ اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۶۸۳ فتح الباری جلد ۱۴ صفحہ ۹۴

حاشیہ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۵ از مرقاۃ + ۱۹۵/۲۱ شرح مشکوٰۃ (کے آگے) جلد ۴ صفحہ ۱۸۸ +

۷۸۶

مقدمہ

پہلی فصل ملک عرب کا جغرافیہ

(۱) حدود اربعہ عربستان گہوارہ مذہب اسلام اور مولد و موطن اُس عظیم الشان حکومت کا ہے جس کو حضرت محمد مصطفے صلعم اور اُن کے خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا یہ عرب ایک بہت بڑا جزیرہ نما ہے جس کا ایک حصہ ریگستان ہے اور جس کے تین طرف تین سمندر واقع ہوئے ہیں۔ یعنے مغرب کی جانب نہر سویس بحیرۂ احمر جسے بحیرۂ قلزم بھی کہتے ہیں اور باب المندب جنوب کی طرف بحر ہند۔ مشرق کی طرف بحیرہ عمان اور خلیج فارس۔ عراق اور الجزیرہ حد شمالی وہ صحرائے شام ہے۔ اور فلسطین اور الجزیرہ۔ اس جزیرہ نما کی حد شمالی اس طرح پر ہے کہ غزہ سے جو فلسطین کا ایک شہر ہے اور بحیرۂ روم پر واقع ہے ایک خط جنوب سے بحیرہ لوط تک کھینچا جائے۔ اور وہاں سے دمشق اور دمشق سے دریائے فرات کے کنارہ کنارہ لاکر خلیج فارس سے ملایا جائے تو اس خط کو حد شمالی عربستان کی کہہ سکتے ہیں۔ مغرب کی طرف خاکنائے سویس نے اس ملک کو مصر سے ملا دیا ہے۔ مگر ۱۸۶۹ء میں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ روم کو ملانے کی غرض سے انگریزوں فرانسیسوں اور خدیو مصر نے اتفاق کرکے اس خاکنائے میں ایک نہر کاٹ لی ہے جو ۱۰۰ میل لمبی اور پچاس سے سو گز تک چوڑی ہے اور نہر سویس کے نام سے مشہور ہے ✢

(۲) وسعت اس جزیرہ نما کا زیادہ سے زیادہ طول اٹھارہ ۱۸۰۰ سو میل اور عرض چھ ۶۰۰ سو میل اور کل رقبہ بارہ لاکھ تیس ہزار مربع میل جو ملک فرانس سے دگنا اور ہندوستان سے پونا ہے۔ اس رقبہ میں سے پانچویں حصہ سے کچھ کم سلطان روم کے زیر حکم ہے ✢

(۳) آبادی آبادی کا تخمینہ پچاس لاکھ سے ایک کروڑ تک کیا گیا ہے۔ اور صاحب حقایق الاخبار نے قریب ڈیڑھ کروڑ سے زائد لکھی ہے جس میں سے پانچواں حصہ بدوی ہیں۔ جن کو عرب البادیہ بھی کہتے ہیں۔ اور باقی متوطن عرب یا عرب الحضر ہیں بدو خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں۔ صحراؤں میں جہاں کہیں کوئی نخلستان یا سر سبز مقام دیکھتے ہیں اپنے مویشی کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ صحرائی زندگی کو شہر کے رہنے پر ترجیح دیتے ہیں ان کی یہ ترجیح کچھ آج سے نہیں ہے بلکہ ہزاروں برس سے ہے اور اُن کے رسوم و رواج و لباس بلا تغیر کے اسوقت تک وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ لوٹ مار اور جنگجوئی انکی جبلت میں داخل ہے۔ اسی لوٹنے اور لڑنے کی خاصیت کی بدولت بدوئیں عرب خلفائے راشدین کے وقت میں بڑے بہادر سپاہی نکلے۔ اور انہوں نے نہایت سرعت کے تمام عالم کو فتح کر لیا اگرچہ انکو جدید حالات و واقعات سے کام پڑا لیکن انکی جبلت نہیں بدلی۔ کیونکہ کسی قوم کی جبلت نہیں بدلتی البتہ وہ دوسرے رنگ میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ لوٹنے کی خاصیت ملک گیری سے بدل ہوگئی۔ سخاوت کی عادت سے وہ سپاہیانہ بہادری کا برتاؤ پیدا ہوا جس کی یورپ کی تمام اقوام نے تقلید کی۔ خلفائے راشدین کے وقت میں اسلامی فوج کا بہت بڑا حصہ یہی بدوی تھے۔ بدوی فہم و ادراک میں [illegible] گلہ چرانے والی اقوام پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یعنے اُن سے بارہا گفتگو کی ہے اُنکے خیالات معقول [illegible]

اہل یورپ سے بہتر پائے ہیں - عادات ورسوم میں نیم وحشی ہیں مگر خیالات میں وحشی نہیں ہیں - پس یہ لوگ نیم وحشی تو ہیں مگر فہمیدہ اور ذہین "

مستوطن عربوں اور بدوؤں میں بے انتہا فرق ہے یہ ہرگز اس قسم کے نیم وحشی نہیں ہیں جیسے سمجھ لئے گئے ہیں -

پالگریو نہایت حیرت کے ساتھ باشندگان عمان کے علم کی تعریف کرتا ہے اور اُسی کا قول ہے کہ نجد میں ایسے اشخاص بکثرت موجود ہیں جو مثل انگریزوں کے کلیں بنا سکتے ہیں - اور ریل کی پٹری بچھا سکتے ہیں - یمن میں دو دار العلوم ہیں ایک **زبید** میں اور دوسرا **ذمار** میں جو اگرچہ قاہرہ کی جامع ازہر کے برابر تو مشہور نہیں لیکن اس ملک کے روشن خیال گروہ میں اشاعت علم کا بڑا ذریعہ ہیں[عہ] "

پالگریو کہتا ہے میں نے بہت سفر کیا ہے اور مختلف اقوام کے ساتھ میرے روابط رہے ہیں - جن میں افریقی - ایشیائی - اہل یورپ سب ہیں لیکن کوئی قوم اُنمیں سے ایسی نہیں ہے جسے وسط عربستان کے عربوں پر ترجیح دے سکے - ان مستوطنین کی وہی زبان ہے جو صحرا کے بدویوں کی اور وہی خون اُنکی رگوں میں بھی دوڑتا ہے لیکن ان دونوں میں کسقدر بُعد عظیم ہے - پھر پالگریو کہتا ہے کہ وہابی بمقابل دوسرے عربوں کے بخیل اور مشکل مہموں میں شریک ہونے پر کم آمادہ ہیں اور نہ وہ مثل اور عربوں کے رنگیلے ہیں - اور نہ صاف دل اور کشادہ پیشانی - مگر اسکے ساتھ ہے وہ زیادہ ثابت قدم اور زیادہ عقلمند ہیں - اُنکی باتوں سے اُنکا اصلی خیال بہت کم ظاہر ہوتا ہے مگر وہ اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط ہیں - دشمنی میں سخت اور دوستی میں اُن لوگوں کے ساتھ جو اُنکے ہم قوم نہیں ہیں نہایت مشتبہ اُنکے خاموش اور خشن بلکہ عبوس صورتیں شمالی عربوں کے نیک اور ہنس مکھ چہروں کو یاد دلاتی ہیں - وہ ہرگز فوری اُمنگوں پر کام نہیں کر بیٹھتے بلکہ پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی چال پر چلتے ہیں اگرچہ اُنکی فہم اور ادراک محدود ہے لیکن اُنکے عزم قوی اور اُنکی [illegible] نے اُنہیں اس لائق بنایا ہے کہ وہ اپنی تمدنی حالت کو نہایت مضبوط کرلیں اور اپنے ہمسایوں پر ظالمانہ حکومت کرسکیں - شدید اتحاد باہمی کی وجہ سے اُنکی کامیابی بمقابل ایسے دشمن کے یقینی ہے جسے آپس کی پھوٹ نے کمزور کر دیا ہو - وہابیوں کی یہ خصائل اُنکی روزمرہ کی حرکات وسکنات سے ظاہر ہوتی ہیں - اور اُن سے گفتگو کرتے وقت انسان کو ضرور ہے کہ اپنے الفاظ اور اشارات کا ویسا ہی خیال رکھے جیسا کہ کسی دشمن سے گفتگو کرتے وقت رکھا جاتا ہے + شام کے بدوی چار قسم کے ہیں[عہ] -

(۱) **دروز** - بدویوں سے بہت قریب ہیں یہ مسلمانوں کا ایک مغرور اور خودمختار فرقہ ہے، یہ لوگ نہایت جری ہیں انہیں اور لبنان کے موارنہ میں سخت عداوت ہے +

(۲) **موارنہ** - یہ نصرانیوں کا ایک نہایت مغرور اور لافزن فرقہ ہے اگرچہ اصل مواقع پر ان سے کوئی کام بہادری کا سرزد نہیں ہوا

(۳) **متاولی** کوہستانی عرب انکا مذہب امامیہ ہے سخت متعصب ہیں کبھی کسی اجنبی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - بالکل علیحدہ رہتے ہیں +

(۴) **نصاریہ** - بالکل علیحدہ پہاڑی قوم ہے انکا مذہب اسلام کی ایک شاخ مگر نہایت مختلف ہے - تناسخ کے قائل ہیں اور سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں +

(۴) **آب وہوا اور سرزمین کی حالت** یہ ملک مثل صحرائے افریقہ کے ایک عظیم الشان مسطح میدان ہے جس میں صحرائے

عہ تمدن عرب گسٹاولیبان ص۹۳ تمدن عرب گسٹاولیبان -

عہ ایک انگریز سیاح تھا عربی خوب جانتا تھا اسنے ۱۸۶۲ء میں بھیس بدلکر سیاحت کی ۱۸۲۶ء ولادت کا سال ہے ۱۸۸۸ء وفات کا ص۹۳ تمدن عرب -

افریقہ کی طرح سوکھے ساکھے ریتیلے پتھریلے خطے شاداب زرخیز خطوں کے ساتھ ملے جلے ہیں۔ اس میدان کا اُتار خلیج فارس کی طرف واقع ہوا ہے۔ سرزمین کی غیر متناہی صحراؤں کے بیچ میں وادی اور پہاڑی حصے ہیں جن میں سینکڑوں قریے اور شہر آباد ہیں۔ اور جن کے باشندے زراعت پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ ریگستان کے رہنے والے وہی خانہ بدوش بدوی ہیں۔ جو ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں ؂

عربستان کے وسطی حصے کا نام نجد[1] یعنے سرزمین بلند ہے۔ یہ مثل سرسبز شاداب جزیرہ کے ہے جس کے اردگرد پانی کی عوض پہاڑ اور ریگستان واقع ہوئے ہیں۔ تخمیناً نصف ملک زرخیز اور شاداب ہے اور نصف ملک خشک و غیر آباد۔ عربستان کے ملک میں کئی زنجیرے پہاڑوں کے واقع ہوئے ہیں جنمیں سے ایک بحیرۂ قلزم کے ساحل کے قریب چلا گیا ہے مگر یہ پہاڑ کچھ بہت اونچے نہیں ہیں اُس خطہ میں جو بحیرۂ قلزم کے شمال میں واقع ہے۔ جبل سینا یا طور اور جبل حوریب واقع ہیں حوریب کے دامن میں صحرائے تیہ واقع ہے جہاں بنی اسرائیل نے مصر سے آتے ہوئے چھاونی ڈالی تھی۔ اسکے قریب مقام ایلہ ہے جسے اب عقبہ کہتے ہیں ؂ اس ملک میں ایسی ندیاں اور رود خانے نہیں ہیں جنمیں ہمیشہ پانی رہتا ہو جو ندیاں ہیں وہ بھی اکثر سال کے مہینوں میں خشک رہتی ہیں۔ یہ خشک ندیاں جنکو وادی کہتے ہیں ملک کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔ ایام بارش میں یہ ندیاں بہت بڑی بڑی نظر آتی ہیں۔ عربستان ہمیشہ سے خشکی گرمی اور کم خیزی میں مشہور رہا ہے اگر بارش کا موسم جو سال میں دو دفعہ ایک بہار میں اور دوسرا خزاں میں ہوا کرتا ہے اور اکثر کئی کئی مہینہ رہتا ہے نہوا کرتا تو عربستان کا ملک گویا بود و باش کے قابل ہی نہ ہوتا۔ اب بھی عرب کے جس حصہ میں کسی سال بارش نہیں ہوتی وہ تباہ ہو جاتا ہے ؂ اس ناقابل برداشت خشکی کے ساتھ وہ ظالم ہوا چلا کرتی ہے جسے باد سموم یا باد خمسین کہتے ہیں۔ یہی سموم اور پانی کا نہ ملنا دو چیزیں ہیں جو عربستان میں قافلہ کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

ایک عیسائی سیاح و مورخ **موسیو دیوڑری** جسکا سال ولادت ۱۸۰۶ء اور سال وفات ۱۸۶۴ء ہے لکھتا ہے کہ باد خمسین کی آمد کے آثار قافلہ پر فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر جانب اُفق پہلے ایک سرخی نظر آتی ہے اسکے بعد تاریکی اور پھر زردی آفتاب شعاعوں سے معرا مثل ایک کرۂ خون کے نظر آنے لگتا ہے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا بار یک ریت سے بھر جاتا ہے جسے ہوا اسیطرح پھیلاتی ہے جیسے طوفان سمندر کے جھاگ کو اُڑاتا ہے۔ یہی وقت سر پہ پاؤں رکھکر بھاگنے کا ہے کیونکہ ایک دم میں زمین و آسمان خمسین کی لپیٹ میں آنے والے ہیں۔ صحرا کی ریت ہوا کے زور سے اُڑ کر لہریں پیدا کر رہی ہے مسافر کا نفس تنگ ہو رہا ہے۔ آنکھیں سرخ ہیں۔ ہونٹ خشک۔ ہوش گم۔ اونٹوں کا یہ حال ہے کہ کبھی تو وہ گھبرا کر دوڑنے لگتے ہیں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی لمبی لمبی گردنیں ریگ کے اندر چھپاتے ہیں اور جوں جوں طوفان بڑھتا جاتا ہے اپنی تھوتھنیوں کو زمین پر ٹیکتی ہیں اور جان بچانے کی ہزاروں کوششیں کرتے ہیں۔ اگر طوفان کی گرد و باد میں قافلہ نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی پتھر کے نیچے یا کسی غار میں چھپ جاتا ہے اور طوفان کے گزر جانے تک انتظار کرتا ہے۔ لیکن اگر اس بادیہ غیر متناہی میں ملجاو مامن سے دور قافلہ راہ بھول گیا یا طوفان بڑھتا گیا تو پھر انسان چارپائے دونو کے حواس گم ہو جاتے ہیں طاقت سلب ہو جاتی ہے جان بچانے کی عقل جو ہر ذی روح میں نظر آتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔ اُسوقت گرمی کی شدت سے خستہ و پریشان دوران سر میں گرفتار ہاتھ پاؤں جواب دیدیتے ہیں۔ اور قافلہ کا قافلہ ریت میں بیٹھ جاتا ہے تھوڑی دیر میں ریت کی موجیں ہوا سے اُڑ کر اُسکو تہ خاک کر دیتی ہیں اُنکا نشان بھی باقی نہیں رہتا یہانتک کہ سالہائے دراز میں کسی سود

[1] یہ ایک بلند سطح مرتفع ہے جو کوہستان حجاز کے مشرق سے صحرای الاحسا اور بحرین تک پھیلی گئی ہے اسمیں ریگستان اور نخلستان بہت ہیں اور جا بجا نخلستان ہیں جو صحرا میں بہت بڑی جائے پناہ ہوا کرتے ہیں۔ اس وسیع خطہ میں کوئی بڑا دریا نہیں ہے کہیں کہیں ندیاں ہیں جو زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ مینہ کم برستا ہے اکثر علاقہ جو ہے مگر جہاں کہیں پانی ہے وہاں کی زرخیزی کا ٹھکانا نہیں۔ ساحلی مقامات میں سے اکثر سرسبز اور پُرفضا ہیں ؂

رو یسا ہی طوفان اُٹھے اور ریت کو اُٹھا کر اُنکی سفید سفید ہڈیوں کی داستان ہمارے سامنے کھولکر رکھدی کہ اسے عبرت نگاہ سے دیکھو یہ بادِ سموم کے کارنامے ہیں +

عربستان کے اندرونی حصہ میں گرمی ہمیشہ زیادہ رہتی ہے صحراؤں میں آلۂ مقیاس الحرارت کا پارہ ۱۰۹ درجے اور رات کو سو درجہ سے کم نہیں ہوتا۔ لیکن پہاڑی حصوں میں اور سواحل پر زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔ نیبور کا بیان ہے کہ یمن[۵۱] میں ... آخر جولائی تک کبھی پارہ ۸۴ درجہ سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اور صنعا میں تو جاڑوں میں برف پڑتی ہے۔ جس شدید گرمی و خشکی کا ذکر ہوا عربستان کے ہر خطہ میں نہیں پائی جاتی[۵۲]۔ بعض خطے جو رقبہ میں یورپ کے بڑے اور معتبر ممالک سے کم نہیں ایسے موجود ہیں جنکی زمین نہایت سیر حاصل ہے مثلاً خطۂ یمن اور خطۂ نجد جسکی آب و ہوا بقول پالگریو تمام دنیا کی ہوا سے بہتر ہے اور گھوڑے تو خاص اس مقام کے تمام دنیا میں لاجواب مانے گئے ہیں +

عربستان کے صحرا بالکل ریگستان ہیں اور اُن میں جابجا چشمے اور وادی واقع ہوئے ہیں۔ جہاں کہیں کھجور کے درخت اور جانوروں کا چارہ پیدا ہوتا ہے اُن صحراؤں میں اقوام بدوی رہا کرتی ہیں +

(۵) پیداوار بُن اور کھجور اس ملک کی مخصوص پیداوار ہے کہ دنیا میں کہیں اس سے بہتر نہیں ہوتی۔ کھجور اہل عرب کی خاص خوراک ہے نارئیل۔ لوبان۔ تیز پات۔ سنا مکی۔ مختلف قسم کے گوند۔ عود۔ مُر۔ بلسان بھی اس ملک سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ عربستان کے شاداب خطوں میں انار۔ خوبانی۔ شفتالو۔ سیب۔ بیر۔ انجیر۔ بادام۔ پستہ۔ انگور۔ لیموں۔ گیہوں جوار۔ جو۔ باجرا۔ گنا۔ سیم۔ مٹر۔ تماکو۔ خربزہ۔ بج۔ مرچ سیاہ۔ خوشبوئیں۔ مہندی۔ ادرک۔ جھاؤ۔ گلاب۔ نرگس۔ بنفشہ نیل ترکاریوں کی مختلف قسمیں وغیرہ بھی پیدا ہوتی ہیں کاشتکاروں کو مینہ کا پانی کنوؤں اور تالابوں میں جمع رکھنا پڑتا ہے +

(۶) حیوانات خچر۔ گدھا۔ بیل۔ بھینس۔ نیل گائے۔ بھیڑ۔ بکرا۔ ہرن وغیرہ پلاو جانوروں میں اور شیر ببر۔ چیتے۔ تیندوے چرخ۔ بھیڑیے۔ لومڑی۔ گیدڑ وغیرہ درندے بھی ہوتے ہیں۔ ٹڈیاں اگرچہ بعض وقت نقصان عظیم پہنچاتی ہیں مگر اکثر اوقات صحراؤں میں مدتوں مسافر اور اُسکے دواب کی غذا یہی ٹڈیاں ہوا کرتی ہیں۔ کل جانوروں میں گھوڑا اور اونٹ نہایت اعلےٰ درجہ کے اور مفید ہوتے ہیں۔ اونٹ تو گویا خاص الخاص عربستان کا جانور ہے اور صحرا میں بالکل ایسا ہی کام دیتا ہے جیسا سمندر میں جہاز۔ عرب کے یہ دونو جانور تمام عالم میں مشہور ہیں۔ عرب اپنے گھوڑوں کو مثل اپنے فرزندوں کے پالتے اور عزیز رکھتے ہیں۔ اور اُنکے نسل کو ہرگز بگڑنے نہیں دیتے۔ بلکہ آدمیوں کی طرح اُنکے نسب نامے رکھتے ہیں۔ پرندوں میں مرغ۔ شتر مرغ۔ بٹیر و باز۔ شکرا۔ کبوتر۔ فاختہ۔ گدھ۔ کوا۔ عقاب۔ چیل۔ ہدہد۔ حباری۔ آبی پرندے +

(۷) معدنیات تانبے اور لوہے کی کانیں تو جابجا ہیں۔ یمن میں لعل بھی ہوتا ہے اور عقیق یمنی تو قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ فیروزہ اور جزع یمانی بھی ہوتا ہے +

(۸) تجارت عرب کی تجارت روم۔ افریقہ۔ ایران۔ ہندوستان اور یورپ سے عرصۂ دراز سے جاری ہے[۵۳] مگر یہ تجارت بذریعہ قافلوں کے ہوتی ہے۔ عربستان میں سڑکیں بالکل نہیں ہیں۔ کارواں کے راستے اکثر وادیوں میں سے ہو کر نکلے ہیں۔ اسوقت تک متداولہ راہیں وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلی آتی ہیں۔ اور انمیں سے زیادہ معروف وہ ہیں جو دمشق سے بغداد اور ریاض سے مکہ معظمہ کو اور مسقط سے بغداد و دمشق کو جاتی ہیں +

---

۵۱ یمن کے بلند مقامات جنکو جبال الیمن کہتے ہیں ... بہت سی وسیع اور زرخیز وادیاں ہیں جہاں قہوہ نیل۔ کھجور سب قسم کی ترکاریاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں آب و ہوا معتدل ہی جاڑوں میں اکثر پالا پڑتا ہی۔ خزاں اور بہار میں دو دفعہ برسات کا موسم ہوتا ہی۔ قدیم الایام سے انکی تجارت مصر۔ ہند۔ ایران وغیرہ سے جاری ہی۔ یہاں کے اکثر باشندے یدیہ مذہب کے ہیں جن میں کچھ تو تجارت پیشہ ہیں اور کچھ کاشتکار ۵۲ تہامہ کا علاقہ بیشک دنیا کے گرم ترین علاقوں میں سے ہے۔

۵۳ ... انکی تجارت قدیم زمانہ میں بہت وسیع تھی یہانتک کہ پچھلے دنوں یعنی نہر سویز کے تیار ہونے سے قبل تک بھی اہل عرب تجارت میں تمام قوموں سے بڑھے ہوئے تھے

(۹) **ملکی تقسیم** عرب ۷ حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) جزیرہ نمائے طور جس میں وادی تیہ شامل ہے خلیج عقبہ اور خلیج سویس کے درمیان خدیو مصر کے تحت میں ہے۔

(۲) حجاز کا علاقہ عقبہ سے یمن کی شمالی حد تک۔ سلطان روم کے زیر فرمان ہے۔

(۳) یمن۔ اسکی شمالی حد حجاز۔ غربی بحیرہ قلزم شرقی حضرموت جنوبی خلیج عدن ہے سلطان روم کے زیر حکم ہے۔ تمام عرب میں سب علاقوں سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ قدیم زمانہ میں حضرموت مع مہرہ اور شحر کے اور علاقہ عمان یمن ہی میں شامل تھے

(۴) حضرموت جس میں مہرہ مع شحر کے شامل ہے۔ مختلف قبیلوں میں جدا جدا شیخ حکمرانی کرتے ہیں۔ ایک حصہ انگریزوں کے قبضہ میں ہے +

(۵) عمان۔ اسکی شمالی اور مشرقی حد خلیج فارس، جنوبی بحر ہند اور غربی حد حضرموت ہے۔ عرب کی آزاد ریاستوں میں یہ سب سے بڑی ہے۔ یہاں ایک خارجی سلطان کی حکومت ہے جو اب انگریزوں کا ماتحت ہو گیا ہے۔

(۶) الاحسا یا علاقہ بحرین جسکی شمال میں عراق عرب مشرق میں خلیج فارس جنوب میں عمان اور مغرب میں نجد ہے۔ یہ سلطان روم کے ماتحت ہے +

(۷) نجد جسکی شمال میں صحرائے شام مشرق میں عراق عرب اور بحرین جنوب میں ربع الخالی اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ ایک وہابی سلطان کی حکومت میں ہے۔ جو برائے نام سلطان روم کا باجگذار ہے۔ اسکے شمالی حصہ میں جبل الشمر کی مشہور ریاست ہے جو سلطان روم کو اپنا سردار مانتی ہے اور اس سبب سے شریف مکہ کو سالانہ خراج بھیجتی رہتی ہے۔

نوٹ (۱) حضرموت کے شمال میں ایک صحرا ہے جو ربع الخالی کے نام سے موسوم ہے اس صحرا کی شمال میں علاقہ یمامہ سلطنت نجد تک چلا گیا ہے۔ پس یمامہ کے شمال میں نجد جنوب میں ربع الخالی مشرق میں بحرین اور مغرب میں حجاز ہے۔ یمامہ بھی نجد ہی میں شامل ہے +

(۲) بحیرہ قلزم کے ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پس وہ میدان جو ساحل بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان جدہ اور مکہ سے لیکر یمن کے شہر مخا تک چلا گیا ہے تہامہ کے نام سے مشہور ہے اسکو غور بھی کہتے ہیں +

(۳) علاقہ یمامہ اور بحرین اور اُسکے توابع کو ملاکر عروض کے نام سے موسوم کرتے تھے اسکا دارالحکومت یمامہ تھا جسے پہلے جو کہتے تھے یاقوت معجم البلدان میں لکھتا ہے عروض صرف یمامہ سے مراد ہے۔

(۴) حجاز اور یمن کے درمیان ایک خطہ ہے اُسے دیار اثیر کہتے ہیں +

(۵) حجاز کے شمالی حصہ میں وہ پہاڑی علاقہ ہے جس میں قدیم زمانہ میں بنی ادوم اور بنی مدین رہتے تھے۔

مشہور شہر (۱) حجاز میں۔ مکہ (آبادی ساٹھ ہزار) جو بکہ اور بطحا کے نام سے بھی مشہور تھا۔ ایک تنگ ریتلی وادی میں واقع ہے چاروں طرف سے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ مکہ کے اردگرد کے پہاڑ جبال فاران کہلاتے ہیں۔ جدہ سے ۶۵ میل مشرق میں واقع ہے۔ اسی میں خانہ کعبہ ہے جہاں تمام دنیا کے مسلمان حج کو جاتے ہیں۔ صفا۔ مروہ۔ عرفات اسکے قریب مشہور پہاڑ اور وادی منیٰ اور مزدلفہ مشہور مقامات ہیں۔ منیٰ اور مزدلفہ کے پاس ہی کوہ ثبیر ہے۔ مکہ کے جنوب مشرق میں قریب ہی کوہ ثور واقع ہے جس کے غار میں رسول اللہ صلعم نے شب ہجرت پناہ لی تھی۔ اسی پہاڑ میں منیٰ کے راستہ میں آبادی مکہ سے مشرق میں ۳ میل کے فاصلہ پر غار حرا واقع ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے حرم شریف سے مشرق کی طرف کوہ ابوقبیس واقع

ملہ حجاز شمال سے جنوب کو بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان واقع ہے جو خلیج سویز سے بحر ہند تک چلا گیا ہے۔ حجاز کا خصوصاً وہ علاقہ جو مکہ کے گرد ہے بنجر ہے پہاڑ اور وادیاں دھوپ سے جلتی رہتی ہیں کہیں کہیں سبزہ نظر آتا ہے جس سے مویشی کا گذارہ ہوتا ہے مگر مشرق میں طائف کا علاقہ سبزی اور سایہ دار درختوں سے مستور ہے اور یہاں سیب انجیر انگور آڑو اور شفتالو بکثرت پیدا ہوتے ہیں +

ہے۔ مکہ کو عرب کا صدر مقام سمجھنا چاہیئے۔ شریف مکہ کو جو کعبہ کا متولی اور محافظ ہوتا ہے بہت بڑا رتبہ اور اقتدار حاصل ہے اسکو سلطان روم کی طرف سے بہت بڑا وظیفہ ملتا ہے۔ مکہ کے شمال مغرب میں ایک منزل پر قریۂ حدیبیہ ہے۔ یہاں سے مدینہ ۹ منزل ہے۔

حرم شریف یعنے خانۂ کعبہ وسط شہر میں واقع ہے پہلی مرتبہ اسکو دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا پھر اسکی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بامداد حضرت اسمعیل بعد طوفان نوح تعمیر کیا پھر عمالقہ نے اسکی مرمت کی اسکے بعد قصی بن کلاب نے کچھ مکانات جدید اصلی تعمیر کئے اور گرداگرد بنائے آنحضرت صلعم کی ولادت کے پینتیسویں سال اکابر قریش نے حرم شریف کی دیواریں اور کرسی بلند کرکے چھت بنائی اور آنحضرت صلعم نے حجر اسود کو اُسکی جگہ پر نصب کیا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھ مکانات توڑ دیے گئے۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد خلافت میں تعمیر میں کچھ اضافہ کیا سنہ ۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حطیم بذریعہ تعمیر جدید داخل حرم شریف کیا۔ سنہ ۷۴ھ میں بزمانہ حکومت عبدالملک حجاج بن یوسف نے شرارتاً حطیم حرم شریف سے خارج کردیا بعدہ ولید نے کچھ ترمیم کی۔ ابو جعفر منصور نے کچھ مکانات جدید گرداگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارہ تک پشت کعبہ کی طرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کرکے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا۔ سنہ ۹۸۹ھ میں سلیمان خاں بادشاہ قسطنطنیہ نے عمارت حرم شریف کی از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے سلطان مراد خاں کے عہد حکومت میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے خانہ کعبہ کے چار زاویہ ہیں اور قریب قریب مربع شکل ہے۔ خانہ کعبہ کی خدمت خاندان بنی شیبہ کے سپرد ہے یہ مکان مقدس باب الصفا کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ۱۹ ہاتھ اور باقی سمتوں سے ۱۸ ہاتھ بلند ہے۔ پہلا وہ کونا ہے جسمیں حجر اسود نصب ہے اسی کونہ سے طواف شروع کرتے ہیں اسکا رخ مشرق کو ہے اسکو رکن اسود کہتے ہیں۔ اسکے بعد رکن عراقی ہے جسکا رخ شمال کو ہے پھر رکن شامی جسکا رخ مغرب کو ہے پھر رکن یمانی جسکا رخ جنوب کو ہے۔ بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلہ پر ہے۔ اسی فاصلہ کا نام ملتزم ہے۔ دروازہ زمین سے آٹھ بالشت اونچا ہے چوکھٹ چاندی کی ہے اسپر سونا چڑھا ہوا ہے۔ دروازہ کے اوپر دو بالشت چوڑی سونے کی تختی نصب ہے۔ دروازہ میں چاندی کے دو کنڈے ہیں اُنمیں قفل پڑے رہتے ہیں دروازہ کا رخ مشرق کو ہے اسکا طول ۱۲ بالشت اور عرض ۶ بالشت ہے۔ مکان مقدس کے اندر دور تک پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدھی آدھی دیواروں پر چاندی کی تہ دیکر موٹا سونا چڑھایا ہے۔ دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساگوں کی لکڑی کے تین ستونوں پر قایم ہے جو عمارت کی لمبائی میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر ستون کے درمیان میں ۴ قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ باہر کا رخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ پردوں کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہے اور اسپر ریشم سے یہ آیت کڑھی ہوئی ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ +

اور غلاف کے بانی خلیفہ ناصر لدین اللہ عباسی کا نام بھی تین ہاتھ چوڑی جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے۔ اسکے علاوہ پردوں میں طرح طرح کے نقش و نگار اور دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ کل پردے تعداد میں ۳۴ ہیں مگر اُنکو آپس میں اسطرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ پردے سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں۔ پانچ روشندان ہیں چار چاروں گوشوں میں اور ایک وسط سقف میں اُنپر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ستونوں کے درمیان میں ۱۳ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی باقی چاندی کی۔ رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے جسکو باب الرحمۃ کہتے ہیں۔ اس دروازہ سے چھت پر جانیکا راستہ ہے۔ اس دروازہ میں گھستے ہی ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم کے رہنے کا بنا ہوا ہے۔ مقام کریم حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ ایک پتھر ہے تین بالشت بلند اور دو بالشت چوڑا چاندی سے منڈھا ہوا حضرت ابراہیم کے دو نوں قدموں

اور انگلیوں کے اُس پر نشان ہیں۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت لمبا ساڑھے پانچ بالشت چوڑا اور بالشت بھر اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلے کے پاس ہے۔ مقام کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے جسکا ہر ضلع چار بالشت کا ہے اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۷ قدم کا فاصلہ ہے اور ہر قدم ۲ بالشت کا ہوتا ہے۔ مقام کریم کا ایک لوہے کا قبہ قبۂ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے کاٹ کا قبہ ہٹا کر لوہے کا رکھ دیتے ہیں +

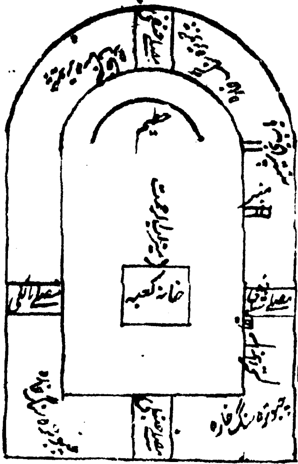
رکن اسود سے رکن عراقی تک چوّن بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے ۶ بالشت بلند لگا ہوا ہے۔ پستہ قد آدمی کو بوسہ لینے کے لئے اُچکنا پڑتا ہے ۔۔

رکن عراقی سے رکن شامی تک ۴۰ بالشت کا فاصلہ ہے مگر اس سمت کا یہ فاصلہ داخل حجر ہے بیرون حجر کا فاصلہ چالیس قدم یعنی ۱۲۰ بالشت ہے طواف بیرون حجر کرتے ہیں۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کے برابر تصور کرنا چاہیئے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چپاتو کا فرش ہے طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور سب دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں رکن عراقی اور حجر کے درمیان میں حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے۔ رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے +

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اس قبہ کے دہنی طرف دس قدم کے فاصلہ پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے کنویں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے۔ قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ اور کنوئیں کا من سنگ خام کا نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ پھر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گولے کے اندر بھی سیسہ سے جوڑ ملائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گولے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں اور من کے اوپر اُنکے سرے خوب اچھی طرح جما دئے ہیں من کا محیط چالیس بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت اور چوڑی ڈیڑھ بالشت ہے۔ قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا سقایہ بنا ہوا ہے اسمیں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے جسپر بیٹھکر لوگ وضو کرتے ہیں۔ حجر اسود سمت شرقی کے کونہ میں نصب ہے کہتے ہیں دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے دو ثلث بالشت کے قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک انگل لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑے جنکو قرمطی نے توڑا تھا چاندی کے پتروں سے باہم جڑے ہوئے ہیں حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونیوالے کے دہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہے ہر شخص کو چاہئے کہ اُس نقطہ کے چومنے میں کوشش کرے +

مسجد الحرام کی چار سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا ایک ہی دالان ہے درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طول اور تین سو ہاتھ عرض ہے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد ۴۷۱ ہے دار الندوہ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دار الندوہ حرم شریف میں شامل کر لیا ہے ۔۔

حنفیوں کا مصلے شمالی طرف دو منزلہ ہے۔ مالکیوں کا مصلے خانہ کعبہ کی پشت پر ہے۔ شافعیوں کا مصلے چاہ زمزم کے پاس ہے خانہ کعبہ کے دروازہ کی جانب۔ حنبلیوں کا مصلے چاہ زمزم کی دیوار کی طرف سامنے۔ مطاف کے گرداگرد ایک چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ کا ایک گز کنارہ چھوڑ کر یہ چاروں مصلے خانہ کعبہ کے چاروں جانب بنائے گئے ہیں جیسا کہ نقشہ مندرجہ ذیل



سے ظاہر ہے ۔ یہ چاروں مصلے جیسا کہ کتاب مذاہب الاسلام میں تاج المکلل سے
نقل کیا ہے اور امام شوکانی نے ارشاد السائل میں لکھا ہے کہ فرج بن برقوق چرکسی
بادشاہ مصر نے جسکا لقب ناصر ہے جو ۷۹۱ھ میں پیدا ہوا اور ۸۰۱ھ سے ۸۱۵ھ
تک بادشاہ رہا قایم کئے تھے ۔ مدینہ (آبادی بیس ہزار) جسکو ہجرت سے پہلے یثرب کہتے تھے
شہر مدینہ ایک میدان میں پہاڑیوں کے ایک سلسلہ میں واقع ہوا ہے اور
پہاڑیاں مغرب کی طرف سے ایک بڑی صحرا کی حدبندی کرتی ہیں ۔ شہر پناہ
چالیس فٹ اونچی ہے ۔ تین بڑی پھاٹک ہیں جن میں سے جنوبی کا نام
باب المصر ہے ۔ شہر پناہ کے باہر بھی کسیقدر آبادی ہے آب و ہوا خوش آیندہ
و معتدل زمین زرخیز و شاداب ہے ۔ کنوؤں کا پانی بمقابلہ مکہ شریف کے اچھا ہے
یہاں کے لوگ خوبصورت نیک سیرت نفیس مہمان نواز اور خوش پوشاک ہوتے ہیں مکہ سے گیارہ بارہ روز میں یہاں قافلہ
پہنچتا ہے ۔ قافلہ حجاج شہر پناہ کے باہر بمقام مناخہ میں ٹھیرتا ہے ۔ مناخہ کی چاردیواری مثل نصف دائرہ کے مدینہ کی شہر پناہ
کے غربی دروازہ سے شروع ہو کر جنوبی دیوار سے جاملی ہے ۔ شہر کے تمام کوچہ و بازار میں پٹی ہوئی نہر ہے ۔ جسمیں جابجا پیتل
کی پیچدار ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں ۔ تاکہ جسکا جی چاہے بلا تکلف پانی پی لے ۔ حرم شریف کے چاروں طرف نل لگے ہوئے ہیں ۔
باب السلام کے قریب گھنٹہ گھر ہے ۔ باب الشیبہ کی جانب ایک سنگین قلعہ بنا ہوا ہے ۔ جس میں ترکی فوج رہتی ہے ۔ گورنمنٹ
ترکی کیطرف سے ایک پاشا (گورنر) یہاں بھی رہتا ہے ✤ (ماخوذ از خیر الکلام فی بلاد العرب الاسلام)
بقیع الغرقد مدینہ کے مشرق میں ہے اسکا راستہ مدینہ کے دروازہ باب البقیع سے ہے ۔ یہ نہایت مشہور قبرستان ہے ۔ جسمیں
اکثر افراد خاندان نبوت و بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کے مقبرے ہیں حضرت فاطمہ ۔ حضرت امام حسن ۔ حضرت امام زین العابدین ۔
حضرت امام محمد باقر ۔ حضرت امام جعفر صادق ۔ عقیل بن ابیطالب ۔ عبداللہ بن جعفر طیار اور امہات المومنین اور حضرت عباس
عم رسول کے مزار ہیں ۔ حضرت عباس کے مقبرہ میں امام حسن مدفون ہیں اسی قبہ کے برابر بیت الحزن ہے جہاں جناب
فاطمہ بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے انکو رویا کرتی تھیں ۔ بقیع سے ملا ہوا حش کوکب گورستان یہود ہے جس میں حضرت
عثمان کو دفن کر دیا گیا تھا مگر معاویہ نے حضرت کی قبر کو بقیع میں شامل کر لیا ۔ مقام قبا مدینہ سے قبلہ کیجانب دو میل کے فاصلہ
پر ہے یہاں حضور صلعم نے مسجد تقویٰ بنائی تھی اسی کے قریب بیر اریس ہے جس میں حضرت عثمان کی انگوٹھی گری تھی قریب ہی
دار الصفہ ہے یہاں عمار اور سلمان وغیرہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے ✤
مدینہ کی دوہری چاردیواری اور چار دروازے ہیں باب الحدید ۔ باب الشریعہ ۔ باب القبلہ ۔ باب البقیع ۔ مغرب میں ایک پرتاب
تیر کے فاصلہ پر وہ خندق ہے جو مخالفین دین کے ہجوم کے وقت آنحضرت نے سلمان فارسی کی صلاح سے تیار کرائی تھی ۔ اور
جہاں لڑائی ہوئی تھی ✤ مدینہ میں رسول اللہ صلعم کا روضۂ اقدس ہے ۔ مکہ سے ۲۴۰ میل شمال کی طرف واقع ہے ۔ اسکے ۳ میل
شمال میں کوہ احد ہے اور جنوب میں کوہ عیر ۔ مدینہ کو طیبہ بھی کہتے ہیں ۔ مدینہ سے چار منزل کی مسافت پر شمال مشرق
کیطرف خیبر واقع ہے ۔ جار جو مدینہ کی بندرگاہ ہے مدینہ سے ایک شب و روز کی مسافت پر جنوب بہ مغرب میں واقع ہے ۔ جار
کے جنوب میں ایک [illegible] کی مسافت پر آبادیٔ قریۂ بدر واقع ہے ۔ بدر کے جنوب مشرق میں جحفہ[1] ہے ۔ جحفہ اور مکہ کے درمیان مکہ
سے دو منزل یا ۱۶ میل عسفان ہے جسکو مدرج عثمان بھی کہتے ہیں ۔ نواحی جحفہ میں جحفہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر مکہ اور مدینہ

[1] جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے تین یا چار منزل مدینہ سے ۶ منزل ۔ جار سے تین منزل ۔

کے درمیان غدیر خم واقع ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت سنہ ۱۰ھ میں پالانہائے شتر کا منبر تیار کرا کے خطبہ فصیح بلیغ فرما کر حضرت علیؓ و اہلبیت کے بارہ میں بہت کچھ وصیت کی تھی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا تھا۔

ینبع مدینہ کے مغرب میں ساحل قلزم پر ایک مشہور بندرگاہ مدینہ سے ۱۰۰ میل یعنی ۷ منزل پر ہے۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے دس بارہ میل پر۔ یلملم مکہ سے یمن کی طرف دو رات کی مسافت پر۔ قنفذہ حجاز کی بندرگاہ جدہ کی جنوب کی طرف۔

جدہ (آبادی تیس ہزار) مکہ کی بندرگاہ ہے۔ یہاں سلطان روم کا پاشا اور انگریزوں کا بالیوز رہتا ہے۔

طائف ۲۰ فرسخ مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اور حجاز کے مقاموں میں سب سے زیادہ سرد ہے۔ اس میں طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں بنی ثقیف کا مسکن ہے۔ طائف سے ایک رات کی اور مکہ سے تین رات کی مسافت پر عکاظ ہے جہاں زمانہ جاہلیت میں ہر سال بڑا بھاری میلہ ہوا کرتا تھا +

تبوک ایلہ یعنے عقبہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے مدینہ سے ۱۲ منزل کی مسافت پر + مدینہ اور عقبہ کے درمیان برابر فاصلہ پر تبوک سے ۴ منزل جنوب میں حجر جو قوم ثمود کا مسکن تھا وادی القریٰ کے علاقہ میں۔ اسکے پاس ہی مغرب کی طرف مدین تبوک سے ۶ منزل ہے +

(۲) یمن میں۔ صنعاء (آبادی پچاس ہزار) یمن کا دار الحکومت ہے اسے قدیم زمانہ میں اُزال کہتے تھے۔ تمام عرب میں سب سے عمدہ اور خوبصورت شہر ہے۔ عدن سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے۔ اسکی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔ اسکے جنوب مشرق میں ۳ دن کی مسافت پر شہر مارب ہے جسکو سبا بھی کہتے ہیں۔ صنعاء کے شمال مغرب میں ۶۰ فرسخ پر صعدہ ہے یہاں کا کمایا ہوا چمڑہ دور دور ملکوں میں تجارت کو جاتا ہے۔ صنعا کے مغرب میں بحرہ قلزم سے ایک منزل کی مسافت پر شہر زبید واقع ہے۔ جہاں سے قہوہ تجارت کے واسطے اطراف میں جاتا ہے زبید سے ۲ منزل اور صنعاء سے ۴ منزل پر بیت الفقیہ واقع ہے یہ بھی اراضی قہوہ میں ہے۔ زبید کے شمال مشرق میں شہر تہجم ہے صنعاء سے ۶ منزل کے فاصلہ پر۔ زبید کے جنوب میں قلعہ تعز ہے۔ صنعاء کے شمال میں دس منزل کی مسافت پر نجران ہے +

حدیدہ (آبادی تیس ہزار) صنعاء سے ۵۴ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے یہاں سے چمڑا اور قہوہ دساور کو جاتا ہے مشہور بندرگاہ ہے مخا آبنائے باب المندب پر واقع ہے پہلے قہوہ کے واسطے مشہور تھا۔ جند صنعاء سے ۵۰ فرسخ پر۔ ذمار صنعاء سے دو منزل جنوب میں حصن المواہب صنعاء سے ۵ فرسخ شمال میں +

عدن اور اسکے ساتھ ایک علاقہ حضر موت کا ۱۸۳۹ء سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ گورنر بمبئی کی حکومت میں ہے۔ عدن کی آبادی ۴۶ ہزار ہے۔ یہاں نہر سویس سے گزرنے والے جہاز ٹھیرتے ہیں + دیگر امصار۔ رداعہ۔ خمیر۔ خیوان۔ لحیہ۔ توس۔ قری۔ توران (نجران کے مغرب میں ہے) +

(۳) احسا یعنے بلاد بحرین میں جسکے جنوبی حصہ کو احسا اور شمالی کو حجر کہتے ہیں۔ جزیرہ بحرین جسمیں منامہ مشہور شہر ہے انگریزوں کی حمایت میں ہے۔ یہاں سے موتی بہت نکلتا ہے جو تمام دنیا میں بے نظیر ہوتا ہے۔ قطیف اچھی بندرگاہ ہے۔ دیگر امصار تویت۔ مغرلیس۔ ہجر۔ خوف +

(۴) عمان میں۔ مسقط خارجی سلطان کا دار الحکومت ہے مشہور بندرگاہ اور موتیوں کی منڈی ہے۔ خشک پھل اور میوہ دساور کو جاتا ہے۔ آب و ہوا خراب ہے عرب کی بندرگاہوں میں جسقدر عمدہ جہازات ہیں سب مسقط ہی کی ساخت ہیں۔ سلطان مسقط عرب میں سب سے بڑھکر مالدار تاجر ہے ۵۰ تجارتی جہازوں کا مالک ہے + دیگر امصار۔ ہجر۔ برکہ۔ رستاق۔ سوہار۔ مرباط۔ ظفار۔

لہ زبان عبری میں جہاں کہیں یا ماوران کا نام آیا ہے بعض کہتے ہیں یمن سے مراد ہے بعض کہتے ہیں شام سے مراد ہے۔ ہمارے خیال میں یمن سے مراد ہے

(۵) نجد میں ۔ ریاض (آبادی ۳۰۵ ہزار) وہابی سلطان کا دار الحکومت ہے مکہ سے چار سو پچاس میل کی مسافت پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے ۔ بڑا تجارتی مقام ہے ۔ یمامہ یا عقربا ، جو مسیلمہ کذاب کا صدر مقام تھا ریاض کے جنوب مشرق کی طرف قریب ہی واقع ہے ۔ درعیہ وہابیوں کا پہلا صدر مقام ریاض کے پاس شمال مغرب میں ہے ۔ دیگر امصار ۔ بریدہ ۔ خانقیہ اور اباناجہاں محمد بن عبد الوہاب مذہب وہابیہ کا سرغنہ پیدا ہوا تھا ۔

جبل الشمر کا دار الحکومت شہر حائل ہے جسکو بطن الرمہ بھی کہتے ہیں اسکے قریب جبل سلما میں حاتم طائی کی قبر ہے ۔ وادی جوف جسکا صدر مقام شہر جوف ہے ۔ جبل الشمر کے سلطان کا باجگزار ہے ۔ جوف کے شمال میں دومۃ الجندل واقع ہے تیماء حجر کے شمال مشرق میں ۔ تیماء کے شمال مشرق میں ثعلبیہ ہے ۔ ثعلبیہ کے شمال مشرق میں فیند ہے جو مدینہ کے شمال مشرق میں دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ قریب ہی کوہ سلما اور آجا واقع ہیں ۔

(۶) حضرموت میں ۔ مکلہ ۔ شحر ۔ ومقوط ۔ طریم ۔ ساوہ ۔ یا نع ۔ ظفار (صوبہ شحر کا صدر مقام) ظفار کے شمال کیطرف احقاف کا ریگستان ہے جو قوم عاد کا ملک تھا ۔

(۱۰) باشندوں کی حالت | عرب کے لوگ عموماً میانہ قد گندم گوں چھریرے ہوتے ہیں ۔ وہ جو سمندر کے کنارہ یا قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں غالباً تجارت زراعت و فلاحت اور کسب علوم میں مشغول رہتے ہیں ۔ وہ جو وسط میں رہتے ہیں اپنے گلے اور مویشی لئے ہوئے آب و گیاہ کی تلاش میں جابجا نقل مکان کرتے رہتے ہیں ۔ اور راہزنی اور دزدی سے گزران کرتے ہیں اور اُن کی غذا کے غالب اونٹ کا دودھ اور گوشت اور گوسفند ہے ۔ ہر قبیلہ کا ایک شیخ ہوتا ہے جو اُسکا رئیس سردار سمجھا جاتا ہے ۔

دوسری فصل ۔ عرب کی قدیم تاریخ

عرب جو اس وسیع ملک پر نہایت قدیم زمانہ سے قابض ہیں دو قسموں پر منقسم ہیں ۔ قدیم عرب (جو اب نیست و نابود ہو گئے ہیں) اور جدید عرب ۔

(۱) قدیم عرب یعنی عرب بائدہ | قدیم عرب اُسی نسل سے تھے جس سے قدیم کلدانی تھے ۔ اُنہوں نے تمدن و تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی تھی جس کے آثار ابتک جنوبی عرب میں پائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مصر و جزیرہ تک میں اُنہوں نے اپنا اقتدار بڑھا لیا تھا ۔ اُنہوں نے بڑے بڑے محل اور مندر بنائے تھے ۔ اور وہ بڑے بڑے تالاب جو عدن کے قریب ہیں انہیں سے منسوب کئے جاتے ہیں ۔ شریف الادریسی اپنی کتاب نزہت المشتاق میں لکھتا ہے کہ قدیم عرب بیشمار تھے اور اُنکے کئی قبیلے تھے وہ یا تو ہلاک و برباد ہو گئے یا دوسرے قبیلوں میں مخلوط ہو گئے اُنکے حالات کی کوئی تحریر نہیں ہے ۔ اگرچہ اُنکے بڑے بڑے واقعات کی روایتیں موجود ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے ۔

پس عرب کی قدیم تاریخ کا حال ہمیں کچھ تو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے جسمیں ملک کے پرانے قصص کا بھی تذکرہ ہے اور کچھ اُن روایتوں سے جو عربوں میں برابر سینہ بسینہ چلی آتی تھیں ۔ اور جنکو آٹھویں صدی مسیحی اور اُسکے بعد کے عرب مورخوں نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ جمع کیا ہے ۔ جہانتک کہ وہ کتبے پڑھے گئے ہیں جو یمن کے جنوب میں دستیاب ہوئے ہیں اُنسے اُس علم و واقفیت کی تصدیق ہوتی ہے جو قرآن اور روایتوں سے حاصل ہوا ہے ۔ اِن پرانے عربوں کے مشہور قبیلے یہ تھے ۔ عاد ۔ ثمود ۔ طسم ۔ جدیس ۔ جرہم اولیٰ اور عمالقہ ۔

(۱) قبیلہ عاد جو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھا جو اختلاف السنہ کے بعد حضرموت کے شمال احقاف میں [illegible]

[illegible] قدیم روایات حضرت ابراہیم کے متعلق [illegible]

کہتے ہیں کہ عاد عمیق بن عام بن نوح کا بیٹا تھا ۔

آ بسا تھا۔ یہاں اُسکی نسل بہت پھیلی - انکا پہلا بڑا بادشاہ شداد بن عاد تھا۔ جس نے اُس شہر کی تعمیر کو پورا کیا جسکی بنیاد اُسکے باپ نے ڈالی تھی۔ اسمیں اُس نے نہایت خوبصورت محل بنایا تھا۔ جسمیں بڑے بڑے نادر باغ تھے اور اُسکو مثل جنت کے آراستہ کیا تھا۔ تاکہ اپنی رعیت سے اپنے کو خدا کہوائے۔ اِس باغ کا نام باغ اِرَم تھا۔ اسکا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر اب بھی صحرائے عدن میں واقع ہے مگر ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے زمانہ میں ایک شخص کولا بہ نامی نے جو اپنا اونٹ ڈھونڈھنے آیا تھا اسکو بالکل ویرانی اور بربادی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اور وہاں سے چند نادر پتھر لایا تھا جو اُس نے معاویہ کو دکھائے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے یہ جنت اور باغ کا بنانا صرف ایک مصنوعی قصہ ہے۔ بلکہ قرآن میں جو ارم ذات العماد کا ذکر آیا ہے اُس سے قومی قوم عاد مراد ہے۔ جو ارم کی نسل سے تھے۔ کسی باغ یا شہر کا نام نہیں ہے۔ مسعودی اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شداد نے ممالک ہند و شام و عراق کو بھی فتح کر لیا تھا +

علامہ بیضاوی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قبیلۂ عاد جب خدا کی پرستش چھوڑ کر رفتہ رفتہ بت پرست ہوگئے تو خدا نے ہودؑ پیغمبر کو اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجا جب اُن لوگوں نے اُنکی رسالت کو نہ مانا تو خدا نے اُن کو ایک گرم اور دم گھونٹنے والی ہوا سے معذب کیا۔ یہ ہوا برابر ۷ رات اور ۸ دن چلتی رہی نتھنوں میں سے گھُسکر جسم میں سے نکل جاتی تھی۔ سب کو ہلاک کر دیا۔ صرف تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے بچگئے اور ہود کے ساتھ کہیں اور چلے گئے۔ اور پھر ہود حضرموت میں آ کر رہنے لگے۔ اور مقام مسقط کے قریب دفن ہوئے جہاں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہود کے نام سے آباد ہے۔ اِس عذاب سخت میں مبتلا کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قوم عاد میں عاجزی پیدا کرنے اور اپنے نبی کا کہا ماننے پر قائل کرنے کیلئے چار برس تک ایسا قحط بھیجا تھا کہ اُنکے تمام مویشی مرگئے تھے اور خود آپ بھی مرنے کے قریب پہنچگئے تھے۔ جب یہ نوبت پہنچی تو قوم عاد نے لقمانؑ کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مکہ بھیجا کہ مینہ کے واسطے دعا کریں دعا قبول نہ ہوئی۔ مگر لقمان اور اُن کے بعض ہمراہی مکہ ہی میں تھے کہ قوم عاد پر عذاب ہوا کا نازل ہوا اور یہ لوگ مکہ میں اِس عذاب سے بچگئے۔ اِن کی نسل کے لوگ عاد ثانی کہلاتے ہیں وہ بعد میں اپنی بداعمالی سے بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے۔ جلال الدین سیوطی اور زمخشری نے اپنی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عاد اول بڑے قدآور تھے زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ سو ہاتھ اور کم سے کم ساٹھ ہاتھ لمبے ہوتے تھے +

(۲) قبیلہ ثمود ــ ثمود بن کاثر یا جاثر (گیدر) بن ارم بن سام کی اولاد تھے۔ جب اُنہوں نے بت پرستی اختیار کی تو اُنکی ہدایت کے واسطے صالحؑ پیغمبر بھیجے گئے۔ یہ پیغمبر حضرت ہود اور حضرت ابراہیم کے درمیانی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ تھوڑے سے لوگ صالحؑ پر ایمان لائے۔ باقیوں نے کہا ہم اُسوقت ایمان لائینگے جب آپ ہمارے سامنے اِس پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکالیں۔ پس خدا نے صالح کی دُعا سے اونٹنی نکالی اور وہ نکلتے ہی بچہ جنی۔ مگر بجائے ایمان لانے کے اُن لوگوں نے اُس اونٹنی کو پے کر کے مار ڈالا۔ اُنکے اس کفران پر خدا نے ناراض ہو کر تین دن بعد زلزلہ اور گرج سے اُنکو ہلاک کر دیا۔ صالح اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے بچگئے۔ صالح پھر فلسطین کو چلے گئے پھر مکہ میں آ کر انتقال کیا۔ یہ قبیلہ پہلے یمن میں رہتا تھا۔ مگر جب حمیر بن سبا نے اُنکو نکال دیا تو صوبہ حجاز کے علاقہ حجر اور وادی القریٰ میں رہنے لگے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ۱۰ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ یہاں اُنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکان اب تک موجود ہیں۔ اور نیز اُس پہاڑ کا شگاف جسمیں سے اونٹنی نکلی تھی موجود ہے جسکو ابوموسیٰ اشعری نے دیکھکر کہا تھا کہ ساٹھ ہاتھ چوڑا ہے۔

سلہ ہود بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یا ہود بن عبد اللہ بن رباح بن خلود بن عاد - عمر ۱۵۰ سال یہ لقمان حکیم نہیں ہیں جو حضرت داؤد کے زمانہ میں تھے ۵۳ جو افضل لوکہارٹ کہ نزدیک فالوگ ہیں - ابن خلدون صالح بن عبیل بن اسف بن شالخ بن عبیل بن کاثر بن ثمود لکھتا ہے ۵۴ ابن شحنہ ۵۵ یہ علاقہ مدین کے نام سے مشہور تھا ۵۶ ابن خلدون لکھتا ہے کہ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کیطرح طویل القامت کثیر الاعمار تھے +

عاد اور ثمود کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کا ذکر کلام اللہ میں ہم لوگوں کی تنبیہ کے واسطے کئی جگہ آیا ہے +

(۳) قبیلہ طسم اور قبیلہ جدیس - طبری کہتا ہے کہ یہ دونو قبیلے لاوذ ابن سام کی نسل سے ہیں اور یہ دونو یمامہ میں رہتے تھے - مگر کلبی کہتا ہے کہ جدیس ارم بن سام کا لڑکا کاثر کا بھائی تھا - ابو الفدا کہتا ہے کہ طسم لاوذ بن سام کی نسل سے تھا اور جدیس کاثر بن ارم بن سام کی نسل سے تھا - یہ دونو قبیلے آپس میں مختلف طور پہلے جلے بحرین میں رہتے تھے - طسم اُنپر حکمرانی کرتا تھا یہانتک کہ بنی طسم کے بادشاہ عَشونامی نے جسکو عملوق بھی کہتے ہیں بنی جدیس کو ایسا ذلیل اور خوار کیا کہ بنی جدیس کی کوئی کواری اپنے شوہر کے پاس اُسوقت تک نہ جاسکتی تھی جبتک وہ اُسکا ازالۂ بکارت نہ کر لیتا تھا - اسکے بنی جدیس متحمل نہ ہو سکے - پس اُنہوں نے عملوق اور اُسکے قوم کے لوگوں کو بلاکر ضیافت کی اور جب وہ شراب میں بیہوش ہو گئے تو حملہ کرکے بنی طسم کے بہت بڑے حصہ کو نیست و نابود کر دیا - تھوڑے بچے بچکر بھاگے اُنہوں نے ذوجیشان بن اقرن بادشاہ یمن سے مدد لیکر بنی جدیس پر حملہ کیا اور اُنکو بالکل معدوم کر دیا - اُسوقت سے ان دونو قبیلوں کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا +

(۴) جرہم اولیٰ - جنکی بابت بعض نے لکھا ہے کہ اُن اسّی آدمیوں میں سے ایک کی اولاد میں سے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی میں طوفان سے بچے تھے - بنی عاد کے معاصر تھے - ابن شحنہ کہتا ہے یہ سب ہی ہلاک ہو گئے - انکی سکونت ملک یمن میں تھی - عبرانی زبان بولتے تھے - یہ چاروں قومیں قریب قریب ایک دوسرے کی ہمعصر تہیں +

(۵) عمالقہ اولیٰ - عمالق بن الیفاذ بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم کی نسل سے تھے - ابن خلدون اور طبری عملیق بن لاوذ کی اولاد سے بتاتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ عمالق حام بن نوح کا بیٹا تھا اور ابن شحنہ کہتا ہے کہ ارذ بن سام کا بیٹا تھا - عمالق کی نسل بڑی زبردست ہوئی ہے اور حضرت عیسٰے سے ۱۹ سو برس قبل حضرت یوسف کے زمانہ سے پہلے اُنکے بادشاہ ولید نے مصر زیریں (لوئر اجپیٹ) کو فتح کر لیا تھا یہ ولید پہلا شخص تھا جس نے فرعون کا لقب اختیار کیا[ع] لیکن جب کئی پشتوں تک مصر میں حکمرانی کر چکے تو مصر کے اصلی باشندوں نے اُن کو نکالدیا - اور آخر کو بنی اسرائیل نے اُن کو ملیامیٹ کر دیا - طبری کہتا ہے کہ عمالقہ اگرچہ مختلف ممالک میں پہیلے ہوئے تھے چنانچہ اہالیان مشرق و عمان و بحرین و حجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جنکو کنعانین کہتے ہیں انہیں میں سے تھے مگر اُنکا ہیڈکوارٹر ملک نجد تھا - عمالقہ بلند قامتی اور جسامت میں ضرب المثل ہیں +

تنبیہ - مصر پر عمالقہ اُسوقت سے قابض ہوئے جبکہ مصر کے کسی قبطی بادشاہ نے عمالقہ کے بادشاہ ولید بن دومع سے جو شام میں حکمرانی کرتا تھا مدد مانگی تھی - یہ مدد کو آیا تھا اور پھر قبطی بادشاہ سے ملک کو چھین کر خود متسلط ہو گیا تھا انہیں میں سے حضرت ابراہیم کے زمانہ کا فرعون سنان ابن اشل یعنے عملیق کے پوتے کا پوتا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ریان ابن ولید - اور جناب موسیٰ کے زمانہ کا فرعون ولید ابن مصعب تھا - مگر ولید ابن مصعب ایک نجار تھا[ع] خاندان سلطنت پر غالب آکر مصر میں خاندان عمالقہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اور پھر جب اُسنے جناب موسیٰ کا تعاقب کیا اور نیل میں ڈوب گیا تو مصر پھر قبطیوں کے قبضہ میں آگیا (ابن خلدون)

(۲) جدید عرب - جدید عرب دو نسل کے ہیں - ایک قحطان یا یقطان بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل سے جو عرب عاربہ کہلاتے ہیں - اور دوسرے عدنان کی اولاد جو اسمٰعیل بن ابراہیم کی نسل سے تھا - یہ عرب مستعربہ کہلاتے ہیں +

(۱) بنو قحطان یا عرب عاربہ - عرب کئی صدی تک اولاد قحطان کے زیر حکومت رہے - انکے نامی قبائل

[ع] ابن خلدون حسان بن تبع لکھتا ہے ۔ سیل لکھتا ہے کہ ان عمالقہ سے وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جنکو مصر کی تاریخوں میں فنقین شیپرڈز (راعیان فنقیہ یعنی گڈریے) لکھا ہے گیبن و بعیان لکھتا ہے کہ ہکساس یں مصر کے سلاطین راعیہ تھے انکی حکومت تقریباً ۲۰۸۴ قبل مسیح سے ۱۶۰۸ قبل مسیح تک رہی تھی یہ لوگ سمیاطیقی نسل کے تھے یعنے سام کی اولاد تھے انکی سلطنت کے مشرق کی طرف سے کسی ملک سے آئے تھے اور قدیم عربوں کو غارت کرکے یمن اور حضرموت کے صوبوں میں آباد ہو گئے تھے (امیر علی - تاریخ اسلام)

[ع] خاندان شاہی سے نہ تہا - رفتہ رفتہ فرعون کے مصر کے دستہ فوج جان نثاران کا سردار ہو گیا تہا - بعد ازاں

یہ تھے ۔ جرہم ثانیہ ۔ حصورہ ۔ حضرموت ۔ سلف + قحطان اس خاندان کا اول بادشاہ ہے جس نے مسیح سے ۲۰۰۰ برس قبل تاج سر پر رکھا ۔ قحطان کا ایک بیٹا یعرب تھا جس نے سلطنت یمن کی بنیاد ڈالی اور ملک عرب کا نام اُسکے نام پر عرب مشہور ہوا ۔ اور جُرہم بن قحطان بلاد حجاز کا والی مقرر کیا گیا ۔ اسکی نسل عرصہ تک حجاز پر حکمراں رہی ۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے قبیلہ جرہم ہی میں نشو و نما پایا تھا اور انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے ۔ جرہم کی نویں پشت میں مضاض (یا مزداد) ہوا جسکی بیٹی سے آپکی شادی ہوئی تھی ۔ یعرب کا ایک بیٹا یشجب تھا جسکو یمن بھی کہتے تھے ۔ غالبًا ملک یمن کا نام اُسی کے نام پر ہے یشجب کا بیٹا عبد شمس تھا جو سبا[1] کے نام سے بھی مشہور ہے ۔ اس نے اپنے نام شہر سبا آباد کیا ۔ سبا کے دس بیٹے تھے منجملہ اُنکے چھ یعنی مذحج ۔ کندہ ۔ ازد ۔ اشعر ۔ حمیر ۔ کہلان ۔ یمن میں سکونت پذیر رہے ۔ اور چار یعنی ۔ لخم ۔ جذام ۔ عاملہ اور غسان شام میں مقیم ہوئے اُسکے بیٹوں میں حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں + یہ قحطانی بادشاہ بڑے فتاح[2] اور شہر بنانے والے تھے ۔ سب تُبّع کے لقب سے مشہور ہیں[3] انکا دار الحکومت شہر صنعا اور مارب (سبا) میں تھا انکا تسلط یمن اور عرب کے دیگر حصوں پر ساتویں صدی مسیحی تک رہا ۔ ملکہ بلقیس اسی قوم و گروہ کی بادشاہ ہوئی ۔ اسکا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز کا مربع تھا جو حضرت سلیمان نے منگالیا تھا اور یمن فتح کرکے بلقیس سے نکاح کیا تھا + عبد شمس (سبا) نے (اور بقول بعض مورخین کے حمیر بن سبا نے اور بقول بعض کے ملکہ بلقیس نے) دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک دیوار بنوادی تھی جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹکر ایک ہی جگہ پر رکا رہتا تھا موقع و محل سے کھڑکیاں رکھی تہیں بقدر احتیاج اُس سے وقتًا فوقتًا اہل شہر اپنی روزانہ ضروریات اور زراعت کے لئے پانی لیتے تھے یہ بادشاہ زیادہ پانی قبضہ میں ہونے پر اپنی عظمت اور فخر بھی سمجھتے تھے ۔ اصل یہ ہے کہ یہ بند عبد شمس نے شروع کیا تھا اور اُسکے جانشینوں نے اتمام و کمال کو پہنچایا ۔ اسمیں بڑی صناعی صرف کی گئی تھی ۔ یہ بند شہر سبا پر پہاڑ کی مانند کھڑا تھا اور ایسا مضبوط بنا ہوا تھا کہ اُسکی ٹوٹنے کا گمان بھی نہ تھا پانی کوئی چالیس گز اونچا تھا ۔ دیواریں ایسی چوڑی تہیں کہ بعض باشندوں نے اُنکے اوپر مکان بنا رکھے تھے ہر کنبہ میں نالیوں کے ذریعہ سے پانی پہنچتا تھا لیکن آخر کار خدا کو اُنکا غرور اور تکبر بُرا معلوم ہوا اور اُنکو متواضع بنانے اور منتشر کرنے کے لئے طوفان برپا کردیا[4] یعنے رات کو جب سب سوتے تھے بند ٹوٹ گیا جس سے تمام شہر اور قرب و جوار کے علاقے اور لوگ تباہ و برباد ہوگئے ۔ یہ بند عرم کے نام سے مشہور تھا ۔ اور یہ طوفان سکندر اعظم کا زمانہ ختم ہوتے ہی ۲۰۰ سنہ قبل مسیح میں واقع ہوا[5] تھا ۔ اس موقعہ پر آٹھ قبیلے اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور رہے ۔ انمیں سے ایک قبیلہ نے دریائے فرات کے کنارہ مقام حیرہ میں اور ایک فرقہ نے شام کے جنوب میں غسان کی حکومت قایم کی شاید ان ہی نقل مکان کرنیوالوں میں سے ان کے تین سردار بکر ۔ مضر ۔ اور ربیعہ عراق کے علاقہ میں چلے گئے تھے جنکے نام سے تین علاقے دیار بکر ۔ دیار مضر اور دیار ربیعہ ابتک مشہور ہیں ۔ جو قومیں یمن میں رہ گئیں وہ پہلے ہی شاہی خاندان کے ماتحت رہیں ۔ یہانتک کہ جب یمن کے حمیر سے متعصب یہودی بادشاہ ذو نواس نے (جو ۴۹۰ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور

---

[1] حصور دیار رس میں رہتے تھے اور اہل کفر و بت پرست تھے اُنکی طرف شعیب نبی مبعوث ہوئے مگر وہ ایمان نہ لائے اور آخر اور گروہوں کی طرح ہلاک ہوگئے ۔ شعیب کا اصلی نام یثرون تھا یہ حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کے پوتے کے پوتے تھے انکی والدہ لوط بن ہاران بن تارح کی بیٹی تہیں ۔ حضرت شعیب اہل مدین اور اصحاب الایکہ اور اہل الرس کیطرف مبعوث ہوئے تھے انمیں سے اصحاب الایکہ کو بسبب اُنکی بت پرستی اور بددیانتی پر قایم رہنے کے اللہ تعالی نے ابر سے آگ برساکر ہلاک کردیا سوائے مومنین اور حضرت شعیب کے کوئی نہ بچا اسیطرح جناب شعیب نے اہل الرس کو جو کفر و بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے مدتوں سمجھایا جب وہ نہ مانے تو اُنکو بھی خدا نے اسیطرح ہلاک کیا (ترجمہ ابن خلدون) [2] اسی سبب سے اس خاندان کے بادشاہ سبائیین بھی کہلاتے تھے مگر سبا کے بیٹے حمیر کے نام پر زیادہ تر حمیری مشہور ہیں یہانتک کہ حمیر کے بعد کہلان بادشاہ ہوا تو اس نے بھی اپنے لئے شاہ حمیر کا خطاب جاری رکھا ۔ بنی حمیر اور بنی کہلان میں اکثر تخت کے لئے جنگ و جدل برپا رہتا تہا انہوں نے کئی صدی تک حکومت کی اُنہی میں سے صعب ہوا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہی ذو القرنین تھا (ابن خلدون) [3] حقایق الاخبار اور تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ کبھی یہ بادشاہ عراق اور ہند اور چین اور سرزمین مغرب قسطنطنیہ پر چڑہائی کرتے تھے اور کامیابی و فتح نصیبی کا سکہ عالم میں جمادیتے تھے ۔ یمن کے بادشاہ افریقش نے ۱۹۰۰ سنہ قبل مسیح میں قبائل عرب کو افریقہ میں بیجاکر آباد کیا بستیاں بسائیں اور اُسی کے نام پر اس ملک کا نام افریقہ مشہور ہوا ۱۶۷۵ سنہ قبل مسیح میں ہدہاد یمن کا بادشاہ فوت ہوا اور اُسکی بیٹی بلقیس جو حضرت سلیمان کی ہمعصر تہی اُسکی جگہ ۲۰ سال حکمراں رہی ۔ یمن کا بادشاہ مرعش بڑا فتاح تہا ۸۰۰ سنہ قبل مسیح میں تین لاکھ سپاہ سے عراق و خراسان پر حملہ آور ہوا اور صغد یعنی سمرقند تک فتح کرلیا تھا [4] ابن خلدون لکھتا ہے کہ ایک گھونس نے اُسکی بنیاد کھود کر کھوکھلی کردی تہی ۔

جس نے بادشاہ ہوکر مذہب یہود اختیار کیا تھا) یمن کے عیسائیوں کو ستانا شروع کیا[۱] تو حبشہ کے بادشاہ[۲] نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا عیسائیوں کی مدد کے واسطے ۵۲۵ء میں (اور حقائق الاخبار کے مواقق ۵۲۹ء میں) اپنے ایک نامی سردار ارباط اور نامور جرنیل ابرہتہ الاشرم کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی دونوں میں سخت لڑائی ہوئی یہانتک کہ ذونواس نے مجبور ہو کر سمندر میں گھوڑا ڈالدیا اور ڈوب کر مر گیا۔ اور یمن پر ارباط اور پھر تھوڑے ہی دنوں میں ارباط کو مارکر ابرہتہ الاشرم بادشاہ حبشہ کی طرف سے حکومت کرنے لگا[۳]۔ اس فتح کے بعد حبشہ والوں نے یمن میں عیسائی مذہب کو شایع کرنے کی کوشش کی بلکہ بہت سے قبائل کو عیسائی بنا بھی لیا۔ ابتدا سے حبشہ کے چار گورنر یمن پر حکمراں رہے یہانتک کہ ۵۹۷ء میں (اور بروایت حقائق الاخبار ۵۷۶ء میں) سیف بن ذو یزن حمیری نے پہلے ہرقل بادشاہ روم سے مدد مانگی مگر جب اُس نے انکار کیا تو خسرو انوشیرواں بادشاہ ایران سے مدد لیکر اپنے بزرگوں کا تخت حاصل کر لیا۔ اور حبشیوں کو نکالدیا مگر بعض حبشی جو رہ گئے تھے اور ذو یزن کے خواصوں میں سے تھے اُنھوں نے ذو یزن کو مار دیا۔ ذو یزن کے قتل ہو جانے پر شاہ ایران نے یکے بعد دیگرے یمن میں آٹھ حاکم مقرر کئے جو مرزبان کہلاتے تھے۔ ایرانیوں کی حکومت یمن۔ حضرموت اور عمان میں عین زمانہ آنحضرت تک قائم رہی یہانتک کہ یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور یہاں کا آخری حاکم باذان مسلمان ہوکر پیغمبر خدا کی طرف سے اپنے عہدے پر بحال رکھا گیا[۴]۔ ابو الفدا نے حمیری خاندان کی مدت حکومت دو ہزار بیس سال اور الجنابی اور احمد بن یوسف نے اور گسٹیو لیبان نے تین ہزار سال لکھی ہے۔ لیبان یہ بھی لکھتا ہے کہ یمن کا تمدن زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور اسکا چین و آرام ضرب المثل ہو گیا تھا +

(۲) بنو عدنان یا عرب متعربہ - حضرت اسمعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ابراہیم بن آذر[۵] حضرت سام بن نوح کی دسویں یا گیارہویں پشت میں تھے اور حضرت نوح کی وفات کے وقت انکی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیم نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے عہد حکومت میں علاقہ سواد کے شہر کوثا یا بابل یا حران میں پیدا [illegible] عنفوان شباب میں نبوت حاصل ہوئی اپنے باپ (چچا سے مراد ہے جسکا نام آذر تھا چونکہ عرب میں چچا کو بھی باپ کہتے ہیں اس سبب سے بعض مورخین و مفسرین کو دھوکا ہوا ہے - مؤلف) کو توحید کیطرف بلایا اُس نے انکار کیا آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا اس جرم میں لوگ نمرود کے سامنے پکڑ کر لائے [illegible] اور اُسکے حکم سے آگ میں ڈالے گئے - اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ جس سے اُنکو مطلق اذیت نہ پہنچی - اسکے بعد نمرود نے حضرت ابراہیم کو جلاوطن کر دیا اور حضرت ابراہیم اپنے باپ تارخ اور ناحور بن تارخ اور اُنکی بیوی ملکا بنت ہاران (تارخ کے بھائی) اور لوط بن ہاران (برادر زادہ ابراہیم) اور سارہ[۶] (زوجہ ابراہیم) ارض کلدانیین سے ہجرت کرکے حران میں چلے آئے - پھر ۷۵ برس کی عمر میں ملک کنعان میں اُس جگہ آکر قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے جہاں پر اُنکی نسل کی ترقی ہوئی - تھوڑے دنوں بعد جب کنعان میں قحط پڑا تو مع اپنی اہل بیت کے مصر چلے آئے - یہاں فرعون مصر حضرت سارہ[۷] پر عاشق ہو گیا انکی طرف ہاتھ بڑھایا دونو ہاتھ خشک ہو گئے - فرعون نے توبہ کی سارہ کی دعا سے اچھے ہو گئے تین مرتبہ ایسا ہوا آخر اُس نے معافی چاہی اور توبہ کی اور اپنی بیٹی یا کنیز ہاجرہ کو جناب سارہ کی نذر کیا - اور ابراہیم اپنی اہلبیت کو لیکر کنعان واپس آئے اور مقام حبرون میں جسے اب خلیل کہتے ہیں قیام کیا - مصر سے مراجعت کرنے کے بعد دسویں برس سارہ نے

[۱] [illegible] ۵۲۳ء [illegible] [۲] حبشہ [illegible] بادشاہوں کا لقب [illegible] بادشاہ کی سلطنت قایم ہوئی [illegible] حکومت [illegible] سید امیر علی [illegible] تاریخ اسلام [illegible] ہیں کہ ایک [illegible] تاریخ کے تین [illegible]

بن ہاران ابراہیم کے بھتیجے [illegible] ابن خلدون [illegible] آذر کو تارخ کا بھائی ابراہیم کا چچا [illegible] حران [illegible] ابراہیم تھے

حضرت ابراہیم کو ہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔ اس خیال سے کہ شاید اللہ جل شانہ انہیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے کیونکہ سارہ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی وہ اولاد ہونے سے ناامید ہوچکی تہیں۔ جب حضرت ابراہیم کی چہیاسی برس کی عمر ہوئی تو اسمعیل ذبیح اللہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور جناب باری سے وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہونگی اور بڑے بڑے سلسلہ کا رئیس ہوگا[۱]۔ اسپر سارہ نے رشک کرکے ان ماں بیٹوں کو نکالنے کا دباؤ ابراہیم پر ڈالا اور کہا کہ انکو کسی آباد قریہ میں نہ ٹھیرانا اللہ جل شانہ نے مکہ کی طرف لیجانے کا حکم صادر فرمایا[۲]۔ چنانچہ حضرت ابراہیم تھوڑا سا زاد راہ (کہانا پانی) ہمراہ لیکر ہاجرہ اور اسمعیل کو ایک خچر یا اونٹ پر سوار کرکے جناب باری کے حکم سے سرزمین مکہ مقام زمزم میں ٹھیرا کر انکے واسطے خدا سے دعا کرکے واپس ہوئے۔ ہاجرہ اور اسمٰعیل اس بیابان میں تنہا رہ گئے جو پانی ساتھ تھا وہ بھی اُسی روز ختم ہوگیا اور اسمعیل غلبہ تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں ۷ مرتبہ کوہ صفا اور ۷ مرتبہ کوہ مروہ کی چوٹیوں تک آئی گئیں آٹھواں بار شروع نہ ہونے پایا تھا کہ اپنے شیرخوار بچے کے رونے کی آواز سُنکر دوڑ آئیں۔ اسمٰعیل زمین پر پانوں مار رہے تھے[۳] جس سے بعنایت الٰہی چشمہ زمزم اُبل پڑا۔ سُدّی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسمعیل کو ہاجرہ مقام حجر میں چھوڑ گئیں تہیں اور اُنکے لئے ایک عریش (چھپر) بنا دیا تھا اور جبرئیل نے آکر ہاجرہ کے بعد چشمہ کھول دیا تھا اور اُنہوں ہی نے جاکر ہاجرہ کو اُس سے آگاہ کیا اور یہ بتلایا کہ اسی چشمہ سے اللہ کے مہمان (حاجی) سیراب ہونگے اور تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئے گا۔ اور دونوں ملکر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔ ورود کے پانچویں دن جرہم ثانیہ کا ایک گروہ اُس طرف سے گزرا وہ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھکر تعجب سے کہنے لگے اس وادی میں تو پانی نہیں ہے۔ پرند کیوں اُڑ رہے ہیں قریب آئے تو ایک عورت ایک بچہ اور ایک چشمہ کو دیکھا اور وہیں اُن سبھوں نے قیام کیا۔ الغرض ہاجرہ نے دوڑ کر اپنے بچہ کو چپ کیا اور اُس اُبلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف ایک مینڈھ سی باندھ دی۔ اسکے بعد بنی جرہم نے ہاجرہ کی اجازت سے اس مقام پر قیام اختیار کیا۔ اسمعیل نے اسی گروہ میں پرورش پائی۔ انہیں لوگوں سے زبان عربی سیکھی اور بنی جرہم نے اپنے خاندان کی ایک عورت (رعلہ یا سعیدہ بنت مضاض) کے ساتھ آپکا عقد کر دیا) اسمعیل پندرہ برس کے نہ ہوئے تھے کہ ہاجرہ کا انتقال ہوگیا اور اسمعیل نے اُنکو مقام حجر میں دفن کر دیا۔

جب حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں پہنچا کر شام کو واپس چلے آئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے اور اُنکی عمر سو سال کی اور سارہ کی نوے برس کی ہوئی تو سارہ سے اسحاق پیدا ہوئے۔ اسحاق کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانیکا حکم دیا پس ابراہیمؑ شام سے جبرئیل کے ساتھ مکہ میں آئے اور دونو باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کو اسطرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیمؑ تو چنائی کا کام کرتے تھے اور اسمعیل گارہ اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے تھے۔ جسوقت دیوار بقدر بلند ہوئی اور ابراہیم چنائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے یہ وہی مقام ہے جسکو اب مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ پھر ابراہیمؑ نے جبرئیل کی ہدایت اور پتہ کے موافق اسمعیل کہسے حجر اسود کو منگا کر مقام رکن پر رکھدیا۔ بیت اللہ کی تیاری کے بعد ابراہیم حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور باواز بلند فرمایا اے لوگو بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اُسکی حج اور زیارت کو بلایا ہے پس تم لوگ آؤ

---

[۱] ابن خلدون۔ [۲] ابن اثیر۔ [۳] ابن اثیر کی اس روایت سے کہ اسحق اور اسمعیل جب کسیقدر بڑے ہوئے تو انمیں ایکدن باہم جھگڑا ہوئی اسپر سارہ نے ہاجرہ اور اسمعیل کو جلاوطن کرنیکا دباؤ ڈالا ثابت ہوتا ہے کہ اسمعیل اسوقت شیرخوار نہ تھے جیساکہ ابن خلدون نے لکھا ہے مگر ابن خلدون نے جھگڑے کا قصہ ہی نہیں لکھا بلکہ ہاجرہ اور اسمعیل کی جلاوطنی کا باعث اُس رشک کو لکھا ہے جو سارہ کو اسمعیل کی نسبت بارہ اولادیں عطا کئے جانیکی وحی پر ہوا تھا۔ اور یہی ہمارے نزدیک [illegible] [illegible] تقریباً [illegible] اور کسیقدر التواریخ اور بعض دیگر کتب میں اسوقت حضرت اسمعیل کی عمر دو تین ہی سال کی لکھی ہے ابوالفدا نے کتب [illegible] لکھا ہے کہ جلاوطنی کے وقت حضرت اسمعیل کی عمر ۱۴ سال کی اور حضرت ابراہیم کی سو سال کی تھی مسعودی ابن اثیر کی روایت بھی تو ریت کے موافق ہے کہ اس سے پہلے ہی ابراہیم اسمعیل اور ہاجرہ [illegible] اور اسمعیل سے ملنے آیا کرتے تھے۔

اسکے بعد یہ دونوں بزرگ مع اُن لوگوں کے جو آپ پر ایمان لاچکے تھے مقام منا اور عرفات کی طرف گئے۔ قربانی کی اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں ابراہیم شام کی طرف چلے گئے۔ اور تا حیات ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کو آتے رہتے[1] اسمعیلؑ جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے ویسا ہی بعد انتقال بھی مکہ میں رہے۔ وہ بنی جرہم اور مکہ کے گرد و نواح کی عمالقہ اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اُنمیں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض بدستور اپنے کفر والحاد پر قائم رہے۔ وقت انتقال وہ اپنے ۱۲ لڑکے بنی جرہم میں چھوڑ گئے۔ توریت میں اُنکی عمر ۱۳۷ سال لکھی ہے اور ابن اسحق ۱۳۰ سال لکھتا ہے اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر کے درمیان میں دفن کئے گئے۔ بعد میں قبیلہ قریش آپ ہی کی نسل سے ہوا

(۳) عربوں کا مذہب زمانہ جاہلیت[2] میں اسلام سے پہلے عرب میں سخت بت پرستی جاری تھی۔ اور تقریباً تمام قوم میں صابئی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ بہت سے عیسائی۔ یہودی اور آتش پرست بھی تھے۔

صابئین خدا پرست بھی ہیں اور اُسکی وحدانیت کی بڑی بڑی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ستاروں کی یا فرشتوں اور ارواحوں کی جنکو وہ خیال کرتے ہیں کہ ستاروں میں رہتے ہیں پرستش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نیچے دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ چار عقلی خوبیوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ بدکار ۹ ہزار عمروں تک سزا دیئے جائیں گے لیکن بعد میں نجات پائیں گے۔ دن میں تین نمازیں اُنپر فرض ہیں پہلی نماز سورج نکلنے سے آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ کم پہلے اسطرح کہ جب سورج نکلے تو وہ تین تین سجدوں کی آٹھ رکعتیں ختم کر چکے ہوں۔ دوسری نماز ٹھیک دوپہر کو ختم ہوتی ہے جب سورج کو زوال شروع ہوتا ہے۔ اسکی پانچ رکعتیں ہیں۔ تیسری نماز ٹھیک غروب آفتاب کے وقت پانچ رکعت۔ سال میں تین دفعہ روزے رکھتے ہیں اول دفعہ ۳۰ دن دوسری دفعہ ۹ دن اور تیسری دفعہ ۷ دن قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر قربانی میں سے کچھ کھاتے نہیں سب جلا دیتے ہیں۔ اقسام لوبیا۔ لہسن اور بعض اور دالیں اور ترکاریاں نہیں کھاتے۔ اِنکے قبلہ میں مورخین کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شمال کیطرف بعض جنوب کیطرف بعض مکہ کیطرف۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس ستارہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ وہ الجزیرہ کے شہر حران میں حج کو جاتے ہیں۔ وہاں بہت سے صابئین رہتے ہیں۔ مسجد مکہ کی بھی عزت کرتے ہیں۔ اور اہرام مصری کی بھی بہت تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ اُنکے خیال میں شیث پیغمبر اور اُن کے دو بیٹوں ادریس اور صابی کی قبریں ہیں۔ جنکو وہ اپنے مذہب کا موجد خیال کرتے ہیں۔ ان عمارتوں پر وہ ایک مرغ اور ایک کالا بچھڑا قربان کرتے ہیں اور لوبان جلاتے ہیں۔ علاوہ زبور کے جو خاص اُنکی مذہبی کتاب ہے اُنکی اور بھی کتابیں ہیں جنکو وہ ایسا ہی متبرک خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ایک کلدانی زبان کی کتاب جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے ہیں اور جسمیں بہت سی اخلاقی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مذہب کا نام صابی بن شیث کے نام پر ہے۔ مگر فرنگی مورخوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ سبا سے مشتق ہے جس کے معنی آسمانی فوج کے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ فرنگی سیاح انکو جان دی بپٹسٹ (یحییٰ) کے فرقہ کا عیسائی سمجھتے ہیں کیونکہ صابئین اپنے کو اُنکا بھی مرید اور مقلد کہتے ہیں انمیں عیسائیت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اُنمیں ایک قسم کا بپتسما (اصطباغ) بھی ہوتا ہے۔ پیغمبر خدا نے انکو بھی اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور انکو بھی جزیہ دینے کے بعد

[1] ڈاکٹر لیبان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ کعبہ کل اقوام جزیرۃ العرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا یہ اصل میں عربستان کے دیوتاؤں کا مندر تھا کل اقوام عرب کعبہ کی آرایش کو اپنا فخر سمجھتی تھیں یہودیوں کے نزدیک بھی یہ مقام متبرک تھا۔ کعبہ کی حفاظت قبیلہ قریش کے سپرد تھی اور اس سبب سے اس قبیلہ کا مذہبی وقار تمام ملک میں مانا جاتا تھا۔ المرتضی میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کے واسطے حضرت ابراہیم نے سنہ ہجری سے ۲۷۹۳ برس پیشتر بنایا تھا۔

[2] دیکھو نمبر ۶ آئی فصل کا۔ ظہور اسلام سے پیشتر کے زمانہ کو مورخین کی اصطلاح میں زمانہ جاہلیت کہتے ہیں

اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت دی ہے - عرب کے صابیئن کی بت پرستی یہ تھی کہ وہ ستاروں کو پوجتے تھے تو بت اور سیاروں دونوںکو اور فرشتوں کو اور اُنھی مورتوں کو جن کو وہ گھٹیا درجہ کے دیوتا سمجھتے تھے اور جن کو وہ خدا کے ساتھ اپنا شفیع خیال کرتے تھے کیونکہ عرب لوگ ایک خدا کے قائل تھے جسے وہ اللہ تعالی کہتے تھے اور دوسرے دیوتاؤں کو جنہیں وہ اُس کا ماتحت سمجھتے تھے الہیات کہا کرتے تھے - اِسّا بت پرستی کے دور کرنے اور کامل توحید پھیلانے کیلئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تھے + قدیم اہل عرب اور اہل ہندان دونو کو مذہب میں بڑی مناسبت تہی ان دونو میں سبعہ سیارات کے نام پر سات مشہور مندر تھے انسان کی قربانی کا بھی اکثر رواج تھا - ان مندروں میں سے ایک خاص کر جو بیت غمدان کہلاتا تھا صنعا میں ضحاک نے زہرہ سے نامزد کیا تھا جسے خلیفہ عثمان رضؓ نے مسمار کرایا - مکہ کا معبد زحل سے منسوب تھا - اِن دیوتاؤں کو تو سب ہی عرب مانتے تھے انکے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا جدا جدا دیوتا بھی ہوتا تھا - مثلاً ستاروں میں سے بنی حمیر سورج کی پرستش کرتے تھے - بنی خثعم دیبران (یعنی سانڈ کی آنکھ) کی - بنی لخم اور بنی جذام مشتری کی - بنی طے سُہیل کی بنی قیس شعریٰ کی بنی اسد عطارد کی پرستش کیا کرتے تھے - شعریٰ کی پرستش کرنیوالوں میں ایک شخص ابو کبشہ نامی بڑا مشہور تھا - بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت رسولخدا صلعم کا رشتہ کا نانا تھا - مگر بعض کہتے ہیں کہ وہ بنو خزاعہ سے تھا یہ قبیلہ قریش کو سمجھایا کرتا تھا کہ اپنے بتوں کو چھوڑ کر اس ستارہ کی پرستش کیا کرو اس سبب سے قریش پیغمبر خدا صلعم کو جو اُنہیں اُنکے بتوں کی پرستش سے روکتے تھے طنزاً ابن ابو کبشہ کہا کرتے تھے + فرشتوں کی پرستش کی نسبت قرآن شریف میں صرف تین کا ذکر ہے جن کے نام مونث ہیں - لات - عزیٰ اور منات اِنکو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے صرف فرشتوں ہی کو نہیں بلکہ اُنکی مورتوں کو بھی یہی کہتے تھے ان مورتوں کو یا تو وہ یہ خیال کرتے تھے کہ انہیں خدا جان ڈالدے گا یا فرشتے اِنہیں حلول کرینگے - وہ ان مورتوں کی مثل خدا کے پرستش کرتے تھے اور اُن کو اپنا شفیع سمجھتے تھے +

اللات[۱] بنی ثقیف کی دیبی تھی جو طائف میں رہتے تھے اور اُنہوں نے نخلہ میں اُسکا مندر بنا رکھا تھا - بنی مغیث اسکے متولی تھے اس بت کو مغیرہ نے پیغمبر خدا کے حکم سے برباد کیا جسکو سنہ ۹ ھ میں ابو سفیان کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا - بعض نے لکھا ہی کہ اللات مونث ہے اللہ کا + عزیٰ[۲] قریش اور کنانہ کا بت تھا - بعض بنی سلیم بھی اسے مانتے تھے بنی شیبہ اسکے متولی تھے - بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ببول کا درخت تھا جسکی بنو غطفان پرستش کرتے تھے - اور اسکے اوپر مندر بنا ہوا تھا - سنہ ۸ ھ میں خالد بن ولید نے رسولخدا کے حکم سے وہاں جاکر اُسے مسمار کر ڈالا بعض کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ظالم نامی نے یہ مندر اسغرض سے بنایا تھا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اسکی طرف رجوع کریں +

منات[۳] کی پرستش بنی ہذیل اور بنی خزاعہ کرتے تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اوس اور خزرج اور ثقیف بھی اُسکی پرستش کرتے تھے یہ ایک بڑا سا پتھر تھا ایک مندر میں رکھا تھا اسے سنہ ۸ ھ میں رسولخدا صلعم کے حکم سے سعد نے مسمار کیا + علاوہ ان تین بتوں کے قرآن میں پانچ کا اور ذکر ہے - یعنے وَد - سواع - یغوث - یعوق اور نسر کہتے ہیں کہ یہ بت طوفان نوح سے پہلے کے ہیں حضرت نوح نے انہیں کی پرستش کے خلاف اپنی امت کو ہدایت کی تہی - بعد میں عربوں نے انکو دیوتا مانا - وہ انکو اپنے زمانہ کا بڑا نیک اور پارسا سمجھکر عزت کرتے تھے - ان پارساؤں کے بتوں کی اول تو معمولی تعظیم ہوتی تہی پھر مثل خدا کے پرستش ہونے لگی +

وَد[۴] آسمان کو سمجھا گیا تھا - اور ایک مرد کی صورت میں پرستش کیا جاتا تھا - دومۃ الجندل میں بنی کلب اسکی پرستش کرتے تہے سواع[۵] کی ایک عورت کی صورت میں بنی ہمدان یا بنی ہذیل مقام رہاط میں پرستش کرتے تھے - بنی ہذیل اسکی زیارت کو آیا کرتے تھے - یغوث[۶] ایک شیر کی صورت کا بت تھا قبیلہ مذحج کا دیوتا تہا - اور بعض اور قبیلوں کا جو یمن میں رہتے تھے[۱]

[۱] بامیان علاقہ کابل میں بھی دو بت یغوث اور یعوق یا لات اور منات کے نام کے ہیں یہ بچاس بچاس ہاتھ اونچے تھے اور تیسرا ایک بڑھیا عورت کی صورت میں نسرم یعنے نسر تھا سومنات میں ایک بت سوکر ملو یعنی لات یا اللات نامی تہا ایک پتھر کا بنا ہوا - یہ ایک مندر میں رکھا ہوا تہا جسکے چھپن ستون ٹھوس سونے کے تہے اس بت کو محمود غزنوی نے

یعوق بنو عطیف (بنی مراد) اور بنو غطیف بنی ہمدان کا دیوتا تھا۔ یہ بت گھوڑے کی صورت تھا۔ کہتے ہیں ایام جاہلیت میں یہ بڑا بااقبال بت تھا۔ نسر گرگس یا عقاب کی صورت میں ایک بت تھا جسکی بنی حمیر پرستش کرتے تھے۔ قبیلہ ذوالکلاع میں جو اُنکے علاقہ میں تھا۔

انکے علاوہ اور بھی بہت سے بت تھے جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور جن کا ذکر کرنا فضول اور موجب طول ہے۔ کیونکہ علاوہ ہر گھر کے جدا جدا بت کے خانہ کعبہ میں اندر اور باہر ۳۶۰ بت تھے اور ایام سال کے تھے۔ جن میں سب سے بڑا اور مشہور ہبل تھا جو شام کے علاقہ بلقا سے جہاں عمالقہ اسکی پرستش کرتے تھے عمر بن لحی ابو خزاعہ اپنے سفر سے واپسی کے وقت لایا تھا کہتا تھا کہ جب ضرورت ہوگی مینہ برسائیگا۔ یہ آدمی کی صورت کا بت سرخ عقیق کا بنا ہوا تھا جسکا کسی حادثہ میں ایک ہاتھ ضائع ہوگیا تھا قریش نے اسمیں سونے کا بنا کر لگا دیا تھا۔ اسکے ہاتھ میں سات تیر بے پیکان اور بے پر کے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ بت حضرت ابراہیم کی صورت پر بنا تھا۔ اسکو ہی پیغمبر خدا نے فتح مکہ کے وقت ۸ھ میں توڑا تھا۔ اسکے گرد بہت سے فرشتوں اور نبیوں کی مورتیں تھیں جو اسی سے گھٹیا دیوتا سمجھے جاتے تھے۔ انہیں اسمعیل کی بھی مورت تھی اور اسکے ہاتھ میں بھی تیر تھے ✚ بنی حنیفہ نے ایک آٹے کے پیڑے کو دیوتا بنا رکھا تھا۔ ایک دفعہ جو قحط پڑا اُسے کھا گئے۔ اساف اور نائلہ پہلا ایک مرد کی مورت اور دوسرا ایک عورت کی یہ بھی ہبل کے ساتھ شام سے لائے گئے تھے ✚

اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مروہ پر رکھا گیا تھا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اساف بن عمرو اور نائلہ بنت سہل دونو قبیلہ جرہم سے تھے اُنہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا نے اس سبب سے اُن کو پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں قریش اُن کی پرستش کرنے لگے۔ ان بتوں میں سے بعض (مثل مناة کے صرف بڑے بڑے بد ڈھنگے پتھر تھے انکی پرستش پہلے اسمعیل کی اولاد نے شروع کی تھی۔ بات یہ ہے کہ جب بنی اسمعیل مکہ میں اسقدر پھیل گئے کہ علاقہ مکہ میں انکے رہنے کی گنجایش نہ رہی تو بہتوں نے دوسرے مقاموں میں سکونت تلاش کی۔ وہ اپنی نقل مکان میں اُس مبارک زمین (حرم) سے کچھ پتھر بھی لیجاتے تھے۔ اور جن مقاموں میں سکونت اختیار کرتے وہاں کعبہ کی یادگار میں اُنہیں جما دیتے تھے۔ اور مثل کعبہ کے اُنکے گرد طواف کرتے تھے۔ بعد میں بنی اسمعیل اپنے آباو اجداد اسمعیل و ابراہیم کا مذہب تو بھول گئے اور ان پتھروں کی پرستش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں انہیں کوئی خوبصورت پتھر ملتا اُسے پوجنے لگتے ✚ بعض کفار عرب دہریے تھے وہ دنیا کے آغاز و انجام کے قائل نہ تھے۔ حشر و نشر قیامت کو نہ مانتے تھے۔ چیزوں کی پیدایش کو نیچر سے منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ زمانہ اُنکی بربادی کا باعث ہوتا ہے ✚

بعض آغاز و انجام اور قیامت کے قائل تھے اور اُنمیں سے ایسے بھی تھے کہ مرنے کے بعد اُنکی قبر پر اونٹ باندھ دیا جاتا تھا جسے بے دانہ پانی کے رکھتے تھے وہ وہاں مرجاتا تھا۔ یہ اسلئے کیا جاتا تھا کہ میدان حشر میں متوفی کو پیدل نہ جانا پڑے جو بڑے بے عزتی کی بات ہے بعض خالق کو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔ یہ تو بت پرست عربوں کا حال تھا۔ اب اُن کا حال سنئے جنہوں نے زیادہ عقلی مذہب اختیار کیا ہوا تھا ✚

پارسی چونکہ عرب سے قریب تھے اور اکثر عربوں سے اُنکا میل جول رہتا تھا پیغمبر خدا کی پیدایش سے بہت پہلے بعض قبیلوں میں خصوصاً بنی تمیم میں آتش پرستی پھیلا دی تھی۔ یہودی جن کے ملک کو بخت نصر اور رومیوں کی خوفناک تباہی سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزین ہوئے تھے یہاں نہایت صاحب اقتدار ہوگئے تھے اور کئی علاقوں کے بادشاہوں اور رعایا نے انکا دین قبول کرلیا تھا خصوصاً بنی کنانہ۔ بنی حرث۔ بنی کعب۔ بنی نمیر اور بنی کندہ نے ✚ یہودیوں نے تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ طاقت حاصل کرلی تھی اور عرب کے کئی شہروں اور قلعوں پر قابض ہوگئے تھے۔ مگر مذہب یہود اس سے پہلے سے عرب میں موجود تھا

ملتقط ۔۔۔ پیغمبر خدا کے بیٹی تھی ۔۔۔ تمام عمر اُن حضرت کو ستاتی رہی ۔۔۔ استقدر نفرت تھی کہ ۔۔۔

رومیوں کے شام کو تباہ کرنے سے سو برس پہلے سے۔ پیغمبر خدا سے سات سو برس پہلے ابوکرب اسعد حمیری بادشاہ یمن نے یہ مذہب بنی حمیر کے بت پرستوں میں پھیلا دیا تھا۔ اُسکے بعض جانشین بھی اسی مذہب پر ہوئے۔ اُنہیں سے ایک یوسف نامی جسکا لقب ذونواس تھا وہ اس مذہب میں ایسا سرگرم تھا کہ اُس نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی مذہب یہود اختیار نہ کرے اُسے بڑی عذاب کے ساتھ قتل کیا جائے۔ عموماً اُسکو دہکتی ہوئی آگ کے تنور میں ڈالدیا جاتا تھا۔ اس سبب سے اس بادشاہ کو صاحب اخدود (یعنی گڈھے والا) کہا کرتے تھے۔ عیسائی مذہب پیغمبر خدا کے ظہور سے پہلے عرب میں بہت کچھ پھیل گیا تھا۔ یہ تو تحقیق نہیں کہ کبھی سینٹ پال نے عرب کے کسی حصہ میں انجیل کی تعلیم دی ہو۔ وہ ظلم اور بدانتظامی جو مشرقی کلیسا میں تیسری صدی عیسوی میں شروع ہوئی تھی واقع ہوئی تھی اُسنے بہت سے عیسائیوں کو مجبور کیا تھا کہ اس آزادی کے ملک میں چلے آئیں۔ چونکہ یہ عیسائی یعقوبی فرقہ کے تھے اس سبب سے عموماً یہی مذہب عرب میں جاری ہوگیا۔ بڑے قبیلے جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا یہ تھے۔ بنی حمیر۔ غسان۔ ربیعہ۔ تغلب۔ بہرہ۔ تنوخ اور کسیقدر بنی طے اور بنی قضاعہ اہل نجران اور حیرہ کے عرب۔ اہل نجران ذونواس کے عہد میں عیسائی ہوئے تھے۔ ذونواس کی سختی سے تنگ آکر عیسائیوں کے کئی قبیلے بمقام حیرہ چلے گئے تھے جس سے حیرہ کے عیسائیوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوگیا تھا۔

چونکہ عرب میں عیسائی مذہب نے ترقی بہت کی تھی اس سبب سے اُنکے گرجا کے باقاعدہ انتظام کے واسطے بشپ (اسقف) بھی مختلف حصوں میں مقرر تھے۔ ایک بشپ نجران میں رہتا تھا ایک۔ اُنکے بعضے کوفہ میں اور ایک حیرہ میں۔ کوفہ اور حیرہ کے بشپ شام کے نسطوری بشپ کے ماتحت سمجھے جاتے تھے۔

مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ تیسری صدی عیسوی سے عیسائی مذہب کی تمام خوبیاں معدوم ہوکر طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں پادری لوگ اپنی ذہنی خیالی باتوں پر بہت کچھ کشت مباحثہ کرتے تھے اور اصلیت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ گویا عیسائیت کو بالکل دنیا سے معدوم کردیا تھا۔ نوبت بت پرستی پہنچگئی تھی۔ اٹلی کے کلیسا میں اُس زمانہ ظلمت کے ایسے ایسے وہم و وسواس اور خرابیاں پیدا بلکہ قایم ہوگئی تھیں کہ اگر اصلاح کی نظر سے جلسے اور مجلسیں بھی قایم کیجاتی تھیں تو انہی اپنے مرضی اور خواہش کے موافق اصول قایم کرلئے جاتے تھے۔ بڑے بڑے پادری دنیاوی شان و شوکت اور فایدہ کی طرف نظر کرتے تھے۔ بڑے شہروں کے بڑے بڑے پادری امیروں اور بادشاہوں کی طرح ٹھاٹ سے پہنتے اور بگیوں رتھیوں میں نکلتے تھے۔ صرف دیہات وغیرہ کے پادریوں میں کسیقدر پرہیزگاری اور حیا باقی رہگئی تھی۔ جب پادریوں یعنی علماء دین کی یہ نوبت ہو تو پھر دنیا داران عوام کی حالت جسقدر خراب ہو کم ہے۔ ہر طبقہ کے آدمی کا یہ کام تھا کہ جس طرح ہوسکے روپیہ حاصل کیجئے اور عیش و عیاشی میں اُڑائیے۔ (ترجمہ قرآن۔ مقدمہ صفحہ ۱۴)

عرب کے بعض عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہوگیا تھا کہ جسم کے ساتھ روح بھی مرجاتی ہے تا قیامت کے دن جسم کے ساتھ روح بھی پیدا ہوجائیگی۔ حضرت مریم کو بھی خدا کہنے لگے تھے۔ فرانس کے شہر نیس میں ایک مجلس ہوئی تھی اُسمیں بھی یہی قرار پایا تھا کہ خدا کے علاوہ دو خدا اور ہیں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم۔ پس اسلام سے پہلے عرب کے مشہور مذہب یہ تھے جو بیان ہوئے۔ مگر چونکہ ملک آزاد تھا اس سبب سے خیالات بھی آزاد تھے اور بعضوں کی رائے ان مذہبوں سے بھی خلاف تھی۔ قریش اکثر زندیقی تھے اور

۱ یورپ والے علامت ایسے بے بہرہ ہوگئے تھے اور نویں اور دسویں صدی تک ایسے بے بہرہ رہے کہ گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں "نویں اور دسویں صدی عیسوی (یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری) میں جس وقت مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر تھا [illegible] وحشی حالت میں [illegible] اور اسپر فخر کرتے تھے کہ [illegible] لکھنا پڑھنا نہیں آتا [illegible] زیادہ ذی علم [illegible] عالم [illegible] جانتے وقت کو [illegible] کتب خانوں سے یونان و روم کی پرانی تصنیف [illegible] تصنیفات لکھنے میں صرف کرتے تھے [illegible] زیادہ [illegible] صدی [illegible] خیال [illegible] عربوں کی طرف [illegible] اس زمانہ کے اساتذہ تھے رجوع کی"

اکثر ایک خدا کے ماننے والے ہی تھے۔ بت پرستی نہ کرتے تھے۔ مگر کسی مذہب ملکی کے بھی پیرو نہ تھے +

(۴) حکومت نور نبوت محمدی کی ظہور سے پیشتر کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ میں تین سلطنتیں بہت مشہور ہوئی ہیں (۱) یمن کا حمیری خاندان (۲) حیرہ کا خاندان منذر اور (۳) جنوبی شام میں خاندان غسان۔

یمن کے حمیری خاندان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں ہم یہ جتاتے ہیں کہ حیرہ میں ایرانی تمدن کا اور غسان میں رومی تمدن کا ضرور اثر ہوا ہوگا۔ مگر یمن کا تمدن خالص عربی تمدن تھا۔ اور زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا۔

بنو غسان کی بنیاد بنی ازد نے ڈالی تھی چونکہ یہ لوگ دمشق شام میں دریائے غسان کے کنارے جا کر بسے تھے اس سبب سے اس نام سے مشہور ہوئے۔ انکی حکومت جنوبی شام میں ۶۱۶ سال تک رہی انکا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا جو حضرت عمر کے عہد میں شام میں مسلمانوں کی کامیابی کے زمانہ میں مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر حضرت عمر کی بے اعتنائی سے مرتد ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ قبیلہ غسان عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ پچھلے زمانہ میں یہ بادشاہ شہنشاہ قسطنطنیہ کے باجگزار ہوگئے تھے۔ صاحب تمدن عرب نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت بھی ایسی ہی باوقعت تھی جیسی حیرہ کی اسکے بانی بھی یمن کے عرب تھے یہ سلطنت اوائل سنہ مسیحی میں قایم ہوئی تھی ۵ سو برس تک رہ کر یونانیوں کی باجگزار ہوگئی تھی۔ بصریٰ اسکا دار السلطنت تھا + حیرہ کی سلطنت کا بانی کہلان کی نسل سے مالک نامی ہوا تھا مگر تین پشت کے بعد شادی کے رشتہ سے تخت بنی لخمیین میں منتقل ہوگیا جنکو بنی منذر بھی کہتے ہیں جنہوں نے باوجود ایرانیوں کی مداخلت کے اپنی حکومت کو حضرت ابوبکر کی خلافت تک قایم رکھا اُنہوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اسکا آخری بادشاہ المنذر المغرور خالد بن ولید کے ہاتھوں اپنی جان اور سلطنت گنوا بیٹھا یہ سلطنت ۶۲۲ سال ۸ ماہ قایم رہی۔ آخر میں بنی منذر عراق پر بطور گورنران ایران کے حکومت کرتے تھے۔ صاحب تمدن عرب لکھتے ہیں کہ جسوقت رومیوں کا دار السلطنت قسطنطنیہ میں آیا اُسوقت عربوں نے دریائے فرات کی حکومت کے لئے ایرانیوں اور یونانیوں کا مقابلہ کیا یمن سے جو قبائل آئے تھے اُنہوں نے بہت زمانہ سے اُس ملک پر چڑھائی کی تھی اور سنہ ۱۹۵ء میں بابل کے جنوب میں دریائے فرات کے کنارہ پر کوفہ کے قریب حیرہ کا مشہور شہر بنایا تھا۔ یہاں کے بادشاہ تزک و احتشام میں شاہان ایران و قسطنطنیہ کا مقابلہ کرتے تھے ان سلاطین حیرہ کے قصر زیادہ سے زیادہ قیمتی اسباب سجا ہوا تھا اور اُنکے باغات میں نادر سے نادر پھول اور پھل تھے۔ دریائے فرات میں بے انتہا خوبصورت کشتیاں پڑی ہوئی تھیں۔ راتوں کو ان کشتیوں کے ہزارہا چراغ دریا کی لہروں میں چمکتے تھے اور یہ اُسوقت تمام مشرقی زمین میں سب سے پر تکلف اور خوش آب و ہوا مکانات تصور کئے جاتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حیرہ کی سلطنت [illegible] برس تک قایم رہی سنہ ۶۰۵ء میں یہ ملک سلطنت ایران کا ایک صوبہ بنگیا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ انکے مشہور محل کا نام قصر خورنق تھا + حضرت اسمٰعیل کے زمانہ میں بنی جرہم[1] حجاز پر حکمرانی کرتے تھے یہاں تک کہ اُنکے رئیس[2] مضاض کی بیٹی سے اسمٰعیل نے شادی کی اور قیدار جو اسمٰعیل اور مضاض کی بیٹی سے پیدا ہوا تھا حکمراں ہوا۔ اُسوقت جرہمی جہینہ کیطرف جلاوطن ہوگئے۔ بنی جرہم کے نکل جانیکے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کی حکومت کئی صدی تک ایک بادشاہ کے ماتحت نہیں رہی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد قبیلوں کے سردار جدا جدا حکمرانی کرنے لگے جسطرح آجکل کے بدوؤں پر ہر قبیلہ کا شیخ جدا جدا حکمرانی کرتا ہے۔ مکہ میں حکومت امرا قایم ہوگئی تھی اور یہاں کا خاص انتظام پیغمبر خدا کے زمانہ تک قریش سے متعلق تھا۔ خصوصًا اُسوقت سے جب سے قصیٰ نے بنو خزاعہ سے کعبہ کی تولیت حاصل کی تھی۔

[1] جرہم ثانیہ [2] جرہم کی نویں پشت میں تھا +

علاوہ اُن حکومتوں کے جن کا ذکر ہوا اور بھی قبیلے تھے جنکے بعد میں اپنے اپنے حکمراں ہوئے۔ مثلاً قبیلہ کندہ۔ مگر یہ حکومتیں کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں ٭

پیغمبر خدا کے وفات کے بعد کوئی تین صدی تک عرب خلفاء کی حکومت میں رہا۔ مگر ۳۱۷ھ میں عرب کا بہت سا حصہ قرمطیوں کے قبضہ میں آگیا۔ مکہ بھی اُنکے تصرف میں تھا اور خلفاء بغداد تک اُنکو اس سبب سے خراج دیتے تھے کہ وہ لوگوں کے حج کرنے میں مزاحم نہوں ٭

یمن میں بعد میں خاندان طباطبائیہ جو اولاد علی سے تھا حکمرانی کرتا تھا۔ مگر جو خاندان حال میں حکمراں ہے وہ غالباً بنی ایوب سے ہے جو تیرہویں صدی مسیحی میں وہاں حکمرانی کر چکے ہیں۔ یہاں کے حاکم امام کہلاتے ہیں مگر تمام ملک یمن پر قابض نہیں ہیں کیونکہ یمن میں اور بھی کئی آزاد حکومتیں ہیں خاصکر ترقی کی حکومت۔ کچھ عرصہ سے یمن کا حکمراں (امام) سلطان روم کا باجگزار ہو گیا ہے ٭

مکہ اور مدینہ کے گورنر جو ہمیشہ پیغمبر خدا کی نسل سے ہوا کرتے ہیں خلفائے بغداد تک کو نہ گردانتے تھے۔ آزادانہ حکومت کرتے تھے اُسوقت سے چار بڑے خاندان حضرت امام حسن کی اولاد سے حکمراں رہے ہیں۔ یہ گورنر شریف مکہ کے نام سے ملقب ہوتے ہیں۔ ان خاندانوں کے نام یہ ہیں۔ بنو قادر۔ بنو موسیٰ ثانی۔ بنو ہاشم اور بنو قتادہ۔ بنو قتادہ کو سیل کے زمانہ میں جو ۶۱۷ء میں مرا ہے مکہ میں حکومت کرتے ہوئے ۵ سو برس ہو چکے تھے[1]۔ مدینہ میں بنو ہاشم حکمراں ہیں جو بنو قتادہ سے پہلے مکہ میں بھی حکمراں تھے۔ اب ترکوں کا اقتدار مکہ اور مدینہ میں بھی بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ سلطان روم کی طرف سے ایک پاشا حجاز کی نگرانی کے لئے مقرر ہے جو جدہ میں رہتا ہے ٭

پس عرب زمانہ طوفان سے ابتک آزاد ہیں۔ اعصاری۔ رومی۔ ایرانی کوئی انکو مغلوب نہ کر سکا اور یہ لوگ ایسے زبردست تھے کہ کیمبی سیز (لہراسپ) نے جب مصر پر حملہ کیا ہے تو اُس نے مجبوراً عربوں سے اُنکے ملک میں سے گزرنے کی اجازت مانگی ہے۔ سکندر نے ایران فتح کر لیا مگر عربوں نے اپنی سفارت تک اُسکے پاس نہ بھیجی۔ اور وہ عرب پر حملہ کرنے کی آرزو ہی میں مر گیا۔ اور اُسکے مصر یا ایشیا کے جانشینوں میں سے کسیکی ہمت نہ پڑی کہ عرب پر حملہ کرتا۔ رومیوں کی اتنی بڑی سلطنت تھی مگر اُن سے بھی عرب فتح نہ ہو سکا۔ بہت ہوا تو یہ ہوا کہ شام کے بعض قبیلوں کو اُنہوں نے باجگزار بنا لیا ٭

قسطنطین کی وفات کے بعد سے سلطنت روم بہت جلد زوال پذیر ہوتی چلی جاتی تھی۔ اُسکے جانشین برابر بزدل اور بیرحم ہوتے چلے آئے۔ پیغمبر خدا کی پیدائش کے قریب ہی سلطنت روم کے مغربی حصہ کو قوم گوتھ پامال کر چکی تھی اور مشرقی روم کی سلطنت کو ایک طرف سے قوم ہن نے اور دوسری طرف سے ایرانیوں نے اس حالت کو پہنچا دیا تھا کہ اُسمیں کسی زبردست حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ شہنشاہ مورس قوم ہن کے خاقان کا باجگزار ہو گیا تھا۔ بعد میں اگرچہ شہنشاہ ہرقل قابل تعریف بہادری اور چلن کا بادشاہ ہوا اور اُس نے جو کچھ اُس سے ممکن ہو سکا فوج کی درستی اور انتظام میں کیا اور ایرانیوں کے مقابلہ میں ایسی کامیابیاں حاصل کیں انکو نہ ہی علاقہ سے نہیں نکالدیا بلکہ بہت سا ملک بھی اُنکا لیلیا۔ تاہم سلطنت کی جڑ ہل چکی تھی۔ اور چونکہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر نرہا تھا لوگ اس پاک مذہب پر نہ چلتے تھے اس حکم عدولی کی سزا میں خداوند کریم نے مسلمانوں کو عیسائی کلیسا پر مسلط کیا ٭

ایرانی بھی پیغمبر خدا کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے سے بسبب اپنے آپس کی لڑائی جھگڑوں کے انحطاط کی حالت میں مبتلا تھے جو زیادہ تر مانی اور مزدک کی شیطانی تعلیم سے پیدا ہوئے تھے۔ نوشیرواں کا باپ قباد تو مزدک کا پیرو ہو گیا تھا۔ مگر جب نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اسنے مزدک اور اُسکے پیرووں کو مروا دیا۔ اور مانی کے پیرو بھی قدیم مذہب

[1] اور ابتک شریف مکہ اُسی خاندان سے ہوتا چلا آتا ہے (دول الاسلامیہ)

زردشت کے پیرو ہو گئے تھے مگر ان جھگڑوں نے بہ تمام کر سلطنت ایران کو بڑا نقصان پہنچایا تھا - اسی نوشیروان عادل کے عہد حکومت کے چالیسویں سال ۵۷۰ء میں حضرت پیغمبر خدا پیدا ہوئے +

ایران کی شہنشاہی تو ۵۹۰ء میں نوشیروان کی وفات پر ختم ہو گئی - اسکے بعد ہمیشہ تخت پر جھگڑا ہوتا رہا - یہاں تک کہ عربوں نے آ لوٹا - نوشیروان کا بیٹا ہرمز ایسا ظالم تھا کہ اسکی رعیت اس سے نفرت کرنے لگی تھی - اسلئے سالوں اسکی آنکھیں نکالیں وہ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوا - اور اسکا بیٹا خسرو پرویز بادشاہ ہوا - خسرو نے بہرام چوبین کی سازش سے ہرمز کو پھانسی دیدی تھی - تھوڑے عرصہ میں خسرو کو مجبور ہوکر تخت بہرام کے حوالہ کرنا پڑا - مگر مورس شہنشاہ قسطنطنیہ کی مدد سے پھر اپنا تخت حاصل کیا لیکن اپنے آخر زمانہ میں وہ ایسا ظالم ہو گیا کہ اسکی رعیت نے مخفی طور پر اسکے [illegible] سے خط و کتابت شروع کردی - اور آخرکار اسکے بیٹے شیرویہ نے تخت سے اتار کر قید کر دیا اور پھر قتل کر ڈالا - شیرویہ ۶۲۸ء میں مارا گیا اسکے بعد ۴ برس کے عرصہ میں ۶ بادشاہ تخت ایران پر متمکن ہوئے - ان خانگی جھگڑوں نے ایران کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اور ایرانیوں کو برباد کر دیا - کیونکہ اگرچہ انہوں نے خسرو پرویز کے زمانہ میں بادشاہ قسطنطنیہ کو کمزور پاکر نہ اپنی جان سے بلکہ اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر بہت عرصہ میں شام کو تاراج کیا اور بیت المقدس اور دمشق کو لوٹ لیا اور مصر پر قبضہ کر لیا اور چلسیڈن تک آ گئے مگر وہ غلبہ [illegible] اسلام سے [illegible] ۶۲۲ء میں [illegible] حاصل کر لیا تھا اور چار حملوں کے بعد [illegible] پیغمبر خدا سے پہلے انہوں نے اپنی طرف سے [illegible] مقرر کئے تھے لیکن جب ۶۲۲ء میں یونانیوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ ہرقل کے ماتحت حملہ کیا انہوں نے اپنی فتوحات [illegible] کو کھو دیا تاکہ خود اپنی سلطنت کا ایک حصہ کھو بیٹھے یعنی اسوقت سے دریائے فرات روم اور ایران کی سلطنتوں کا حد فاصل قرار پایا - اور جب ہی پیغمبر خدا نے اہل عرب کو متحد کیا - عربوں نے ان کو ہر لڑائی میں شکست دی اور چند سال میں انکو مغلوب کر لیا[1] -

جوں جوں ایران اور روم کی سلطنت میں ضعف آتا گیا ویسا ہی اہل عرب کا [illegible] اور اقبال بڑھتا گیا بلکہ شاہنشاہوں کی رعایا اپنے ملک کی سلطنت کے جور و ستم سے ناراض ہوکر عرب کے [illegible] دامن میں [illegible] لگی اور اس طرح عرب کی آبادی بہت بڑھ گئی + ایران اور روم کے بادشاہ اور رعایا عموماً زرق برق کی پر تکلف زندگی بسر کرتے تھے - عرب بالکل سیدھی سادی زندگی کے عادی تھے اور عیش و عشرت کی زندگانی سے ناواقف - تمام قسم کی سختیوں کے عادی - اس سبب سے جب پیغمبر خدا نے ان کو اسلام کی لڑی میں منسلک کرکے ایک کر دیا تو ان کو ان عیاش قوموں پر غلبہ حاصل کرنے میں کچھ زیادہ وقت معلوم نہ ہوئی +

(۵) **عربوں کی حالت اسلام سے پہلے** - علی العموم عرب کے زمانہ جاہلیت کی کل قومیں نہایت سادہ مزاج تھیں انکا طریقہ معاشرت بہت سادہ اور بے تکلف تھا ایک گروہ انکا وہ تھا جو پانی اور چراگاہ کی جستجو میں پھرا کرتا تھا خیموں میں رہتا

[1] اس زمانہ میں روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ سے جنوب کے یورپ اور ایشیائے کوچک اور افریقہ کے تمام شمالی حصہ پر جو مصر سے [illegible] واقع ہے پھیلی ہوئی تھی اور ایران کی حکومت دریائے فرات سے مشرق میں ترکستان و سرحد چین تک پھیلی ہوئی تھی - یورپ کے شمالی اور غربی حصہ ان وحشی اقوام کی غارتگری میں پھنسا ہوا تھا جو بلا انتظام کے رہتے [illegible] رومیوں کے بچے بچائے ملک کا دعوی ایک دوسرے کر رہے - اندلس عیسائی وزی گوتھوں کے ہاتھ میں تھا انہیں فتح کرنیکی طاقت تو تھی مگر انتظام کی مطلق صلاحیت نہ تھی - اطالیہ میں روم کی عظمت و شان کا خاتمہ ہو چکا تھا شہر [illegible] پر ان وحشیوں کی حکومت تھی جو یکے بعد دیگرے اسے فتح کرتے گئے - حجاز کی حکومت کا یہ حال تھا کہ مکہ معظمہ اور اسکے اطراف عرب قبائل میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کا [illegible] انکا حاکم تھا مگر قریش کی برتری کو سب تسلیم کرتے تھے اور گویا عرب کے [illegible] قریش ہی میں سے ہوتے تھے - تہامہ میں بنی کنانہ [illegible] شیوخ کی تھی - مدینہ طیبہ میں اوس و خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اسکے اطراف خیبر [illegible] میں یہودی حکمران تھے [illegible] شمالی بادیۃ العرب [illegible]

[illegible]

دشت بدشت گلہ بکرہ چرانا اُنکا کام تھا اُنکے معاشرت ایک چرواہے کی حیثیت سے کچھ بھی زیادہ نہ تھی - اور دوسرا گروہ اُنکا جو بلحاظ اُنکے تمدن پسند تھا وہ اپنی خیموں کو باقاعدہ ترتیب انتظام سے دیہات اور دیہات سے قصبات اور قصبات سے شہر بنا لیتا تھا - اُنکا وقت کاشتکاری اور تجارت میں صرف ہوتا تھا اُنکی زندگانی کسیقدر مہذب طریقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن ان دونوں گروہوں کا قومی اور رواجی چال چلن ایک سا تھا - کھانے پینے میں کفایت شعاری تھوڑی سی آمدنی پر قناعت اور معتدل النوم ہونا علے الصباح اُٹھنا فیاضی اور مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی صفت اور قومی خاصہ شمار کیا جاتا تھا - اور اس صفت کی اسقدر عزت تھی کہ دنیا کی کسی قوم میں اُسکی نظیر نہیں ملتی خصوصًا حاتم طائی اور حسن فزارہ فیاضی میں کمال شہرہ رکھتے ہیں - طلوع اسلام کے بعد بھی فیاضی کا وصف اُنمیں قایم رہا - چنانچہ حسن بن علی معن ابن زائدہ - فضل برامکی یحیٰی برمکی فیاضی میں شہرۂ آفاق ہوئے ہیں - بخل سے بدتر کوئی دوسرا عیب سمجھا جاتا تھا - ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اُسکی خبر گیری مہمان اور خاندان والوں کی نگہداشت - قیدیوں کو چھوڑانا - محتاجوں بیکسوں کی مدد کرنا - اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ میں شامل تھا - ہر عرب کو اپنی عزت اور وعدہ کا خیال ایسا ہی ضرور تھا جیسا کہ مذکورہ بالا اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے - ہیرودوٹ (ہیروڈوٹس) لکھتا ہے کہ عرب قول کے کمال سچے تھے - رشتہ داروں کا بہت لحاظ کرتے تھے - تیز فہمی طبیعت کی خوش طبعی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی میں بھی مشہور تھے - بادہ گساری سے [illegible] خوشبودار چمڑوں کی جوتیاں پہننی شان امارت میں داخل تھا - شہسواری اور کمیت کا شکار کرنا - بہادری اور جوانمردی کا عمدہ ترین ثبوت تھا - چونکہ وہ آزاد تھے اور اُن میں آپس میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے ہتیاروں کے استعمال اور شہسواری میں بھی کمال رکھتے تھے - حواس کے ایسے تیز تھے کہ ایک مٹھی ریت کے سونگھ لینے سے ریگستان کے طول وعرض کا اندازہ کر لیتے تھے *

ابوالفدا لکھتا ہے کہ عرب ایام جاہلیت میں بھی ماں اور بیٹی سے نکاح نہ کرتے تھے - ایک بہن کی حیات میں دوسری بہن سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے - سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بھی معیوب جانتے تھے - حج کے تمام ارکان عمرہ احرام طواف سعی وغیرہ کل بجا لاتے تھے - غسل جنابت کرتے تھے - کلی غرارہ - ناک میں پانی ڈالنا - مسواک کرنا - استنجا کرنا - ناخن ترشوانا بغلوں اور زیرناف کے بالوں کا مونڈانا - مانگ نکالنا اور ختنہ کرانا - چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اُنمیں مداومت کے ساتھ جاری تھا جہاں اُنمیں یہ خوبیاں تھیں اسکے ساتھ ہی اُنمیں جہالت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - جیسا کہ اور قوموں میں بھی [illegible] ہوا کرتے ہیں - خونریزی جنگجوئی - بیرحمی - سنگدلی اور قماربازی [illegible] میلان تھا - کینہ ایسے کہ عمر بھر نہ جاتا [illegible] کا قول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے پیدا ہوتا تھا - کیونکہ اونٹ بڑا کینہ ور جانور ہوتا ہے - بعض قبیلے دیوتاؤں پر بچے چڑھاتے جاتے - لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اکثر گاڑ دی جاتیں یا ویسے ہی مار دی جاتی تھیں - میت کا سوگ ایک برس تک رکھتے تھے - عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوہتی تھیں - مردہ جانوروں کا گوشت عمدہ اور لذیذ ترین غذا سمجھتے تھے - اونٹنی بھیڑ بکری دس بچے جننے کے بعد چھوڑ دیجاتی تھی - اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُسکا گوشت نہایت شوق سے صرف مرد کھایا کرتے تھے - الغرض اس قسم کی قبیح رسمیں اور عادتیں اس نیم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش قوم میں بہت سی رواج پذیر ہو گئی تھیں[1] *

[1] قبائل مضر بلکہ کل عرب بلا استثنا کسی قوم کے بت پرست تھے - [illegible] ذکر سے اعراض کر [illegible] شگون لینے والے ستاروں اور تیروں کے پوجنے والے تھے - گوہ - گیدڑ - سانپ [illegible] مردہ جانوروں کو کھاتے تھے - قحط وخشک سالی میں [illegible] خون [illegible] کرتے تھے اُنکی عمدہ غذاؤں میں [illegible] اونٹ کا گوشت [illegible] عزت [illegible] تھی کہ وہ لوگ آل منذر [illegible] کے پاس [illegible] کر جاتے تھے

علم اِن لوگوں میں صرف یہ تھا کہ ہم جدیوں کے نسب نامے اور شجرے یاد رکھتے اُنکی تاریخ سے واقف رہتے خوابوں کی تعبیر جانوروں کی آواز اور پرواز سے شگون لیتے اور ازروئے تجربہ آثار نجوم وغیرہ سے حکم لگاتے تھے - بڑے بڑے سن رسیدہ بڈھے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے تارک ہوکر جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں یا عبادت گاہوں میں بیٹھے غیب دانی اور پیشین گوئی کے دعوی باندھتے تھے - یہ لوگ راہب اور کاہن کہلاتے تھے + تمام قومیں آزادانہ گذارہ کرتی تہیں مگر آپس میں اُنکی ذرہ ذرہ سی بات پر خونریزیاں واقع ہو جاتی تہیں چنانچہ ایک دفعہ بنی تغلب کی ایک عورت بسوس نامی کے ایک مہمان کی اونٹنی بنی بکر کے ایک شخص کی چراگاہ میں چلی گئی . کھیت والے نے اُس اونٹنی کے تھن کاٹ ڈالے اُس عورت نے اپنے بہانجے سے فریاد کی اُس نے چراگاہ والے کو جاکر مار ڈالا - اسپر اول بنی بکر اور بنی تغلب میں اور پھر رفتہ رفتہ ایک دوسری کی حمایت پر تمام قبیلوں میں چالیس برس ۳۹۴ء سے ۴۳۴ء تک لڑائی ہوتی رہی جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے - اور جس میں اول سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے - اسیطرح ۵۶۸ء میں داحس نام ایک گھوڑی کو گھوڑ دوڑ میں نکلتے ہوئے کسی شخص نے بڑھکر بدکا دیا اسپر چالیس برس ۶۰۸ء تک لڑائی رہی اور قبیلے کے قبیلے کٹ مرے بلکہ ۶۳۱ء میں جب بعض قبیلے مشرف باسلام ہوئے ہیں اُسوقت حرب داحس کا پورا پورا خاتمہ ہوا ہے +

آنحضرت کے ظہور کے وقت عربستان میں ایک اعلےٰ درجہ کی زبان اور اُس زبان میں تصنیفات موجود تہیں اور اعراب جاہلیت نے دو ہزار سال سے دنیا کی مہذب ترین اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرلئے تھے اور اقلاً سو برس سے تو اُنہوں نے ایسی ترقی کی تہی جسے منجملہ اُن ترقیوں کے شمار کرنا چاہیئے - جنکی یادگار ابتک دنیا میں موجود ہے - عربوں کی تجارت اقصائے ربع مسکون تک پہنچگئی تہی - اور یہ تجارت اُنکی اسقدر قدیم ہے کہ توارت میں اُسکا ذکر موجود ہے ۲ ہزار سال تک عرب تمام عالم کے مرکز تجارت بنے رہے - زمانہ قدیم میں عربوں ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقصائے ممالک ایشیا کے ساتھ قایم رہے +

عربی زبان دنیا کی نہایت قدیم زبانوں میں سے ہے - اس زبان کی کئی قسمیں تہیں جن میں سے قریش اور بنی حمیر کی زبان سب سے اعلےٰ مانی جاتی تہی خاصکر قریش کی زبان خالص عربی سمجھی جاتی تہی - قرآن شریف اسی زبان میں نازل ہوا ہے +

لکھنا اہل عرب نہ جانتے تھے اگرچہ حضرت ایوب و بنی حمیر کو لکھنا آتا تھا - بنی حمیر ایک عجیب پیچیدہ طرز تحریر رکھتے تھے اور اُنمیں بلا اجازت سرکار سکہانے کا بھی قاعدہ نہ تھا - عام لوگوں کو لکھنا نہیں سکہاتے تھے باقی عرب سوائے عیسائیوں اور یہودیوں کے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے +

مُرامر ابن مُرّہ انباری جو پیغمبر خدا سے بہت برس پہلے نہیں ہوا ہے - عربی حروف کا موجد ہے - بشر کندی انباری نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) قماربازی اُنکا ہر دلعزیز کھیل تھا - بدکاری سے نفرت نہ تہی - شراب نوشی اور عرقیات منشی پینے کا ازحد شوق تہا - اعجاز التنزیل (صفحہ ۹ و ۱۰) میں لکھا ہے کہ اُنکی حرامکاری بے حیائی اور بے شرمی کی یہ نوبت تہی کہ کواری اور بیاہی عورتیں زنا کو فخر سمجھتی تہیں اور جس طرح مرد کسی نامی عورت یا مشہور خاندان کی عورت سے زنا کرنا فخر کے طور پر بیان کرتا تہا اسیطرح عورتیں کسی نامی مرد یا مشہور خاندان کے مرد سے زنا کرنا فخر یہ بیان کرتی تہیں اکثر مفلس عورتیں اور مرد مادرزاد برہنہ کعبہ کا طواف کرتے تہے باپ کے مرنیکے بعد بیٹا ورثہ کے طور پر اپنی سوتیلی ماؤں پر جبراً متصرف ہوجاتا اور گھر میں ڈال لیتا تہا - یتیم بچوں کا مال کھا لینے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے تہے حق ہمسائیگی کوئی چیز ہی نہ تہا جسکا پاس و لحاظ کرتے تعلیم و تربیت کی پرچہائیں تک اُنپر نہ پڑی تہی مبداء و معاد کی خبر ہی نہ تہی انسان کی ہستی کا مآل صرف یہ سمجھے ہوئے تہے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے اسکے بعد کچھ نہیں جب وقت پورا ہوجاتا ہے مرجاتے ہیں مارنے جلانیوالا کوئی نہیں [1] گبن لکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ان عربوں میں سترہ سو لڑائیاں ہوچکی تہیں اور یہ لڑائیاں اس قسم کی ہوتی تہیں کہ اگر ایک قبیلہ کا آدمی دوسرے قبیلہ کے آدمی کو مار دیتا تہا تو اُسکا قصاص لینے کے لئے پچاس پچاس برس تک لڑائی قایم رہتی تہی +

سیکھکر آیا اور اہل مکہ کو سکھایا - یہ بات شیوع اسلام سے کچھ ہی پہلے کی ہے (سیل کا مقدمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۲)

ﷺ سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ عربی تحریر کا فن قریش میں شیوع اسلام سے ذرا ہی پہلے رائج ہوا تہا - اول اسی مرامر بن مرہ نے ایجاد کیا جو حیرہ کے قریب شہر انبار کا باشندہ تھا انبار سے فن تحریر حیرہ میں گیا ابوسفیان کے باپ حرب نے جب حیرہ میں گیا تو اسلم بن سدرہ نامی ایک شخص سے اس فن کو سیکھا اور اپنی اہل شہر یعنے اہل مکہ کو سکھایا - اسکے بعد آناً فاناً یہ فن قریش میں پہیلگیا - حمیریوں کا طرز تحریر اس سے مختلف تھا جسے بقول ابن خلکان المسند کہتے تھے اسکے سب حروف جدا جدا ہوتے تھے - وہ عوام الناس کو اس فن کے سیکھنے سے روکتے تھے اور بغیر اُن کی اجازت کے کوئی اُسکا استعمال نہیں کر سکتا تھا جب اسلام شایع ہوا تو یمن میں ایک شخص بہی ایسا نہ تھا جو لکہنا پڑھنا جانتا ہو - زوال خاندان بنی اُمیہ کے وقت متروک کوفی طرز تحریر نے کئی صورتیں اختیار کر لی تہیں - جن میں سے سب سے عام صورت کا نام نسخ تھا - چوتہی صدی کے آخر اور پانچویں کے شروع میں نسخ کو دو بڑے خوشنویسوں ابو الحسن ابن بوّاب اور ابو طالب المبارک نے اور بہی ترقی دی - صلاح الدین کے عہد حکومت میں ہم ایک بڑی گول خط کا ذکر سنتے ہیں اور یہ نسخ کی اور ترقی دی ہوئی صورت تہی اسے ثلث کہتے تہے اور ایران کے نستعلیق سے ملتا ہوا تھا + سیل اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن (صفحہ ۲۱) میں لکھتا ہے کہ مرامر کے حروف خط کوفی سے بہت مشابہ تھے اور حمیری سے بالکل مختلف - اول قرآن بہی اسی خط میں لکھا گیا تہا یہ خوبصورت حرف جو اب دیکھے جاتے ہیں ابن مقلہ وزیر مقتدر عباسی نے پیغمبر خدا کی وفات کے تین سو برس بعد خط کوفی سے ایجاد کئے ہیں اسی خط کو چوتہی صدی میں علی بن بوّاب نے اور اصلاح دیکر درست کیا مگر جس حال کی صورت میں اسے تکمیل پر پہنچایا وہ یاقوت مستعصمی تہا یعنے خلیفہ مستعصم کا کاتب دیوان - اسی سبب سے وہ خطاط کے نام سے مشہور ہے - یہ ابن خلکان کی تحریر ہے دوسروں نے علی بن بوّاب کے بدلے ابن مقلہ کے بہائی عبداللہ الحسن کا نام لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اُسکی تکمیل ابن عمید کاتب نے کی ہے بعد اس کے کہ عبد الحمید اُسکو بہت کچھ درست کر چکا تہا +

ابن خلکان (جلد اول صفحہ ۱۳۳) لکھتا ہے کہ لوگ حضرت عثمان کے مصحف میں کچھ اوپر چالیس برس عبد الملک بن مروان کے عہد تک پڑہتے رہے لیکن نقطے نہونے کی وجہ سے عراق میں تصحیف بہت ہونے لگی (یعنے مشابہ حرف کچھ کے کچھ پڑھے جانے لگے) اسپر حجاج بن یوسف کے حکم سے اُسکے کاتب [illegible] نے نقطے ایجاد کئے - کسی حرف کے لئے ایک کسیکے لئے دو کسی کے لئے تین - کسیکے اوپر کسیکے نیچے کسیکے بیچ میں - اب حرف تو صحیح پڑھے جانے لگے مگر زیر - زبر - پیش کی غلطیاں باقی رہیں - اس لئے بعد میں اعراب یا حرکات کو وضع کیا گیا +

مفتاح السعادہ جلد اول صفحہ ۷۹ میں لکھا ہے کہ خط عربی بنی طے کے قبیلہ بولان سے تین شخصوں نے ایجاد کیا ہے جو شہر انبار میں گئے تھے - اول مرامر ہے جس نے حرفوں کی شکلیں وضع کیں اور نقطے لگائے - دوسرا اسلم جس نے وصل و فصل قرار دیا - تیسرا عامر جس نے حرکتیں (زیر، زبر، پیش) لگائیں - ابوسفیان برادر حرب حیرہ سے سیکھکر مکہ میں آیا اور اپنے بہتیجے ابوسفیان بن حرب کو سکھایا - ابوسفیان بن حرب سے عمر فاروق اور قریشیوں کی ایک جماعت نے سیکھا - لیکن اوس و خزرج نے یہودیوں سے سیکھا - جب اسلام کا ظہور ہوا تو انمیں کچھ اوپر دس آدمی لکھنا جانتے تہے جیسے سعد بن زرارہ - منذر بن عمرو - اُبے بن کعب - زید بن ثابت (یہ چاروں عربی بہی لکھ سکتے تھے اور عبرانی بہی) رافع بن مالک - اُسید بن حُضیر - معن بن عدی - ابو عبس بن کثیر - اوس بن خولی اور بشیر بن سعد - اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ نقطے اور اعراب حضرت علی کی تلقین سے ابو الاسود دوئلی نے وضع کئے ہیں - مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو الاسود نے صرف اعراب وضع کئے ہیں کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اکثر حروف باوجود صورت میں مشابہ ہونیکے قرآن شریف پر نقطے دینے کے وقت تک نقطوں سے خالی رہے ہوں " - ہمارے خیال میں نقطے اور حرکتیں ایک ہی وقت میں ایجاد ہوئے ہیں - مگر بعد میں اہل زبان نقطے اور حرکتیں لکھنے کو معیوب سمجھنے لگے - چنانچہ مفتاح السعادہ صفحہ ۸۱ میں لکھا ہے کہ وہ نقطے اور حرکتیں لکھنے کو مکتوب الیہ کی نالیاقتی پر محمول کرتے تہے - عبداللہ بن طاہر کو کسی نے کچھ لکھا ہوا دکھایا جو بہت خوشخط تہا جسمیں نقطے بہی دیئے ہوئے تھے - عبداللہ نے دیکھکر کہا کیا ہی اچھا خط تھا اگر اسپر کلونجی بکھری ہوئی نہ ہوتی - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ حرفوں کے ساتھ ہی نقطے اور حرکتیں بہی وضع کی گئی ہوں تاہم اہل زبان ان کا استعمال نہ کرتے تہے - بعد میں جب غیر ملک والوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں دقت ہوئی اور غلطیاں کرنے لگے تو حضرت علی کی تلقین سے ابو الاسود نے یا باختلاف الروایات حجاج بن یوسف کے حکم سے (دیکھو صفحہ ۲۶)

ﷺ غالبا مرامر ہوگا - کاتب کی غلطی سے [illegible] لکہا گیا ہوگا -

عربوں نے فصاحت و بلاغت زبان کو درجہ کمال پر پہنچایا ہوا تھا۔ اسکو بہت بڑی فضیلت سمجھتے تھے اور اسپر انکو بہت بڑا فخر اور ناز تھا۔ زبان میں تقریریں اور نظمیں ترتیب دیکر مشق کیا کرتے تھے۔ اُنکی تقریریں دو قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ منثور اور منظوم۔ اور دونوں میں وہ اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ اور جو لوگ اِس فن میں کمال حاصل کرکے اِس قابل ہوتے تھے کہ کسی جلسہ میں لوگوں کو کسی بڑی مہم پر آمادہ کریں یا کسی خطرناک کام سے باز رکھیں یا اُنہیں کوئی اور نیک صلاح دیں وہ خطیب کے نام سے ممتاز ہوتے تھے۔

شاعری میں یہ لوگ کمال رکھتے تھے۔ مقام عکاظ میں جو مکہ کے قریب ہے ہر اتوار کو مہینہ نو لگتی ہی تہی بیسویں دن ایک بڑا بھاری میلا بھی ہوا کرتا تہا جو ایک مہینہ تک ہوا کرتا تہا۔ اس میلہ میں صرف تجارت ہی نہ کرتے تھے بلکہ اپنے اشعار اور نظمیں بھی پڑھتے تھے اور انعام حاصل کرنے کی غرض سے اُنمیں مقابلہ ہوتا تھا۔ جو نظمیں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھیں وہ اُنکے بادشاہوں کے خزانوں میں رکھی جاتی تہیں۔ ان میں سے وہ سات نظمیں تہیں جو آجتک سبعہ معلقات کے نام سے مشہور ہیں اور خانہ کعبہ میں لٹکائی گئی تہیں۔ یہ چونکہ مصر کے ریشمی کپڑے پر سونے کے حرفوں سے لکھی ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) نصر بن عاصم نے قرآن شریف پر نقطے اور اعراب لگائے۔ تاریخ القرآن (صفحہ ۷) میں لکھا ہے۔ چارلس ڈالمین صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں لکھنے کا طریقہ یہ تہا کہ لوہے یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی یا موم وغیرہ کی تختیوں پر لفظوں کے نقش کھود دیا کرتے تھے سب سے پہلے مصر والوں نے پیپرس کے درخت کے پتے ان تختیوں کی بجائے استعمال کرنے شروع کئے (اسی پیپرس سے انگریزی لفظ پیپر کاغذ کے معنوں میں مستعمل ہے) آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا۔ پہلے کتابیں ایک ہی طرف لکھی جاتی تہیں اور اُنکو پلندہ بناکر رکھتے تھے کھولنے کے لئے بڑی جگہ درکار ہوتی تہی اور بڑی دقت پیش آتی تہی۔ کتابوں کا لکھنا۔ ترجمہ کرنا پڑھنا اور حفاظت سے رکھنا اُس زمانہ میں ایک مشکل کام تہا نیز ان کتابوں میں بالارادہ یا سہواً بسبب تحریر تبدل کا ہو جانا نہایت آسان تہا ملحدوں کا خیال ہے کہ یہی وجہ اس قسم کی خرابیاں کی بائیبل میں بہی زیادہ قابلیت تہی۔

کاغذ کی ایجاد کی نسبت گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے کہ ازمنہ متوسطہ کے اہل یورپ ایک مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے اور یہ اسقدر گراں تہا کہ کتابوں کی اشاعت بخوبی نہ ہوسکتی تہی چند روز میں یہ اسقدر نایاب ہوگیا کہ یونان و روم کے رہبان بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیلکر اُنکی جگہ پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے لگے اور اگر عربوں نے کاغذ ایجاد نہ کیا ہوتا تو یہ رہبان کل قدیم تصنیفات کو جنکے وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کر دیتے۔ اسکوریل (اسپین) کے کتب خانہ میں جو سوتی کاغذ پر سنہ ۱۰۰۹ء کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں ہی نے پہلے پہل چرم کے بدلے کاغذ کا استعمال کیا ہے۔ بہت ہی قدیم زمانہ سے چینی ایک قسم کا کاغذ ریشمی کپڑے کے گول سے بناتے تھے یہ ایجاد اوائل سنین ہجری میں چین سے سمرقند میں آئی۔ جب عربوں نے سمرقند فتح کیا تو وہاں کاغذ کا کارخانہ پایا۔ اور اُنہوں نے ریشم کی جگہ روئی سے کام لیا۔ اُن کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اِس کاغذ کے بنانے میں ترقی کی تہی۔ اور اُن سے بہتر کاغذ اسوقت تک نہیں بنا۔ یہ بہی ثابت ہوچکا ہے کہ عربوں نے چیتھڑوں سے کاغذ بنانا ایجاد کیا جو نہایت مشکل اور متعدد دستکاریوں کا محتاج ہے۔ یورپ کی سب سے پرانی تحریر جو کاغذ پر لکھی گئی ہے ژوان ویل کا خط ہے جو اُس نے سینٹ لوئی کے نام سنہ ۱۲۷۰ء کی قریب لکھا تھا۔

جوانسٹن کی پرشین ڈکشنری میں لکھا ہے کہ کاغذ کا کارخانہ سنہ ۱۳۴ ھ میں سمرقند میں اور سنہ [illegible] ھ میں مکہ میں کھولا گیا۔ فائدہ ظہور اسلام کے وقت عرب کا عام [illegible] لکھنے کا شوق تہا۔ جن لوگوں نے لکھنا سیکھ لیا تہا وہ [illegible] جانوروں کے شانے [illegible] پتھروں ٹھیکریوں لکڑیوں کی [illegible] تاریخ [illegible] [illegible] بالکل توڑ دیا [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

تھیں اس سبب سے مذہبیات بھی کہلاتی تھیں - کعبہ کی دیوار پر قصیدہ کا آویزاں ہونا بڑی ہی فخر کی بات تھی - اس پر مصنف کے پاس مبارکباد کے خط آتے تھے - یہ ہرن - بکری یا اونٹ کی جھلی یا ریشمی کپڑے پر سنہری حرفوں میں منقش و نگار ہوکر کعبہ کے دیواروں پر لٹکائے جاتے تھے (اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱)

لیکن اگرچہ عرب ایسے قدیم زمانہ سے نظم سے واقف تھے مگر انہیں عروض کے قواعد مقرر نہیں ہوئے تھے اور یہ حال آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک رہا - یہ قواعد خلیل احمد الفراہیدی نے ہارون رشید کے زمانہ میں بنائے ہیں) -

(۱۰) قبیلہ قریش - اسمعیل بن ابراہیم کے بعد انکا بیٹا نابت بیت اللہ کا متولی ہوا اور مکہ میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مقیم رہا تا آنکہ انکی نسل کی اس درجہ ترقی ہوئی کہ مکہ میں نہ سما سکی اور اطراف و جوانب میں حجاز کے پھیل گئی +

قیدار[1] بن اسمعیل کی چالیسویں پشت میں عدنان اول ہوا ہے جو بنو نابت کا جد اعلی ہے[2] - عدنان اول سے بیٹے معد اول کے انیسویں پشت میں فہر بن مالک بن نضر ہوا ہے جسکو قریش بھی کہتے ہیں[3] - فہر تیسری صدی مسیحی میں ہوا ہے دوسرے قبائل کے مقابلہ میں قریش ہمیشہ اپنے حسب نسب پر فخر کرتے رہے ہیں اور دوسرے عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ شریف اور اعلے سمجھے جاتے ہیں[4] - پانچویں صدی مسیحی میں فہر کی اولاد میں سے ایک شخص قصی[5] نے مکہ پر اقتدار حاصل کرکے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کرلیا - اسکے زمانہ تک مکہ صرف ایک گاؤں تھا وہ بھی بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں اسمیں دور دور جھونپڑیاں اور ڈیرے پڑے ہوئے تھے - قصی نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنے واسطے ایک محل بنایا جسمیں ایک بڑا کمرہ امور عامہ کی انجام دہی کے لیئے لوگوں کی کونسل کے کام آتا تھا اور اس سبب سے دار الندوہ کہلاتا تہا - اور قریش کے مختلف قبائل کو جو پاس پاس اور مکہ سے معقول فاصلہ پر رہا کرتے تھے کعبہ کے ارد گرد پتھر کے مکان بنانے اور انھیں سکونت رکھنے کی ترغیب دی + لوگوں پر مناسب طور سے حکومت کرنے ٹیکس اور رسوم کے وصول کرنے اور ان حاجیوں کے کھانے پینے کے انتظام کے لیئے جو عرب کے بہت سے حصوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اس نے آئین و قوانین بھی بنائے - اور کعبہ کے متعلق پانچ بڑی خدمتیں حسب ذیل تجویز کیں +

(۱) سقایہ و رفادہ یعنے حاجیوں کو پانی اور کھانا دینے کا عہدہ اور اسکے لیئے ٹیکس وصول کرنا (۲) قیادہ یعنی لڑائی کے وقت فوج کی سپہ سالاری کرنا (۳) لوا رحیہ یعنی علمبرداری کا عہدہ (۴) حجابت یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کا عہدہ (۵) دولۃ الندوہ یعنی دار الندوہ (مجلس شوری) میں صدر انجمن ہونے کا استحقاق - قصی اس طرح تمام اعلے مذہبی اور ملکی امور اپنی ذات میں جمع کرکے قریش کا بادشاہ بھی اور مذہبی پیشوا بنگیا - قریش نے بھی اسکے زمانہ میں حضرت اسمعیل کی دیگر اولاد کی نسبت نمایاں سبقت حاصل کی +

قصی ۴۸۰ء کے قریب رحلت کرگیا اور اسکا بیٹا عبد الدار اسکا جانشین ہوا - اپنے باپ کے تمام اعزاز اس نے بھی حاصل کیے - جب عبد الدار مرگیا تو اسکی جگہ اسکے بیٹے مامور ہوتے رہے اور ایک زمانہ تک اس حالت پر رہی مکہ اور قریش کی حکومت

[1] اکثر نسابین کا اسپر اتفاق ہے کہ عدنان قیدار کی نسل سے ہے اگرچہ بعض نے نابت کی نسل سے لکھا ہے [2] اکثر اہل علم کا یہ خیال بھی ہے کہ قحطانی عرب بھی اسمعیل ہی کے کسی بیٹے کی نسل سے ہیں - بنا برایں اسمعیل کل عربوں کے جو انکے بعد ظہور میں آئے مورث اعلی اور جد اکبر ہوئے یہ عدنان چھٹی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے اور اسکا بیٹا معد جسکی نسل سے محمد مصطفے ہوئے ہیں [illegible] قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا - اسمعیل بن ابراہیم [illegible] قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے (ترجمہ ابن خلدون) [3] قدیم عربی میں قریش کے معنے سوداگر کے ہیں [4] یہ ہی تھا کہ کعبہ کل اہل عرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا - زمانہ دراز سے وہاں حج ہوتا تھا - قریش اسکے متولی تھے - اس سبب سے ہی انکی عظمت اور انکا وقار لوگوں کی نظروں میں بہت تھا [5] یعنی قصی بن کلاب بن کعب بن لوے بن غالب بن قریش +

وسرداری اُن سے متعلق رہی یہانتک کہ عبدالدار کے پوتوں اور اُسکے بھائی عبدمناف کے بیٹوں میں مکہ کی حکومت کی بابت جھگڑا ہوا اس
تنازع کا فیصلہ تقسیم حکومت پر اس طرح ہوا کہ مکہ کی سقایہ اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے واسطے ٹیکس وصول کرنے کا کام) بنی
عبدمناف کو سپرد ہوا اور کعبہ اور دارالندوہ اور جنگی جھنڈے کی حفاظت بنی عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔ اس تنازع میں
بنوعبدمناف کا سرگروہ عبدمناف کا سب سے بڑا بیٹا عبدالشمس تھا مگر چونکہ عبدالشمس کا تجارت کی وجہ سے مکہ میں کم قیام رہتا تھا اکثر
اوقات شام کیطرف چلا جاتا تھا اس سبب سے بنوعبدمناف کی سرداری اور سقایہ اور رفادہ کا اہتمام ہاشم بن عبدمناف
کے سپرد کیا گیا۔ جو قریش میں بہت مالدار اور ذی وجاہت و بااثر تھا اور پردیسیوں اور اجنبیوں کے ساتھ فیاضی
کرنے میں مشہور تھا۔ اُس نے قریش کے وہ ٹیکس وصول کرنے شروع کئے جو قصی نے حاجیوں کی امداد کے واسطے اُن
پر لگائے تھے۔ اور پھر حاجیوں کی خبرگیری کی خدمت کو بڑی فیاضی وسیر چشمی اور دریادلی سے ادا کیا۔ اور ہرسال تجارتی
قافلے باہر کو روانہ کرنے تجویز کئے۔ ایک موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف۔ ہاشم
سنہ ۔۔۔ کی آخر میں انتقال کرگیا۔ اور اُسکی جگہ اُسکے بھائی مطلب کو جو فیاض کے نام سے مشہور ہے سقایہ اور رفادہ
کی خدمت ملگئی۔ مطلب سنہ ۵۲۰ء کی آخر میں مرگیا اور اُسکا بھتیجا عبدالمطلب بن ہاشم جسکو شیبہ بھی کہتے تھے اُسکا جانشین ہوا
اسی اثنا میں عبدالدار کے پوتے امیر ہوتے چلے جاتے تھے۔ لوگوں کی نظروں میں بنی ہاشم کی عزت وآبرو حرمت و وجاہت
کو دیکھکر اُنکو حسد و رشک پیدا ہوا اور چاہتے تھے کہ تمام اختیارات اپنے ہی قبضہ میں کرلیں اور مکہ کے حاکم بنجائیں۔
عبدالشمس کا حریص و طماع بیٹا اُمیہ بھی اُنسے ملگیا۔ لیکن باینہمہ اپنی خوش ارادی اور نیک چلنی کے باعث اور
اس سبب سے کہ تمام قریش اُسکی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے عبدالمطلب ۵۹ برس تک مکہ پر حکومت کرتے رہے
اور قریش کے دس بڑے قبیلوں کے سردار جو شیوخ کہلاتے تھے اُن سبکی حکومت میں اُنکے مددگار و معاون رہے اور اُنکا
ہاتھ بٹاتے رہے۔ عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں سنہ ۵۷۰ء میں حبشہ کے ایک بڑی فوج نے ابرہہ کی ماتحتی میں
حجاز پر چڑھائی کیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ابرہۃ الاشرم کو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کی حکومت بالاستقلال
ملگئی تو اُسنے شکریہ میں اُسنے شہر صنعا میں قلیس نام ایک کلیسا تعمیر کیا جسمیں قیمتی پتھروں کی پچیکاری کرائی
اور شیشہ آلات سے خوب سجایا اور چاہا کہ عرب کو حج کعبہ سے روکے اور اُسکے طواف کی طرف مائل کرے۔ اسی خیال سے
اطراف عرب میں آدمیونکو روانہ کیا جسوقت یہ داعی بنی کنانہ (قریش) کے شہر مکہ میں پہنچا تو عرفہ بن عیاض نے اُسے تیر سے ہلاک کردیا

عبدالمطلب کا سنہ ۔۔۔ء میں انتقال ہوگیا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اُنکی جگہ پائی مگر زبیر سے یہ کام نہ چل سکا تو اُنہوں نے اپنے بھائی ابوطالب
کو یہ خدمت دیدی اُنہوں نے یہ کام مشکل سمجھکر حضرت عباس کے حوالہ کردیا (المرتضی) مگر ابن اثیر لکھتا ہے کہ ابوطالب مفلس ہوگئے تھے اُنہوں نے
عباس بن عبدالمطلب سے کچھ قرض لیا تھا وہ ادا نہ کرسکے اور اُس قرضہ کی عوض سقایۃ اور رفادہ کا منصب عباس کو دیدیا ہوا جو پیس
عباس کی نسل میں جاری رہا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ کے قبیلہ کا وہاں پہنچا اور اُس کلیسا کا جاروب کش اور
فراش مقرر ہوا۔ جب آمد و رفت اُسکی بخوبی اُسمیں ہوگئی تو ایک رات کو اُس نے چاہا کہ اُس مصفا مکان میں پاخانہ پھرا اور صبح ہوتے بھاگ
گیا۔ ابرہہ اس خبر کو سنکر نہایت غضبناک ہوا اور جانا کہ عرب کے رہنے والے لوگ جو کعبہ کے حج کے مائل ہیں اس مکان سے عداوت رکھتے ہیں
اور جبتک کعبہ مسمار نہ ہوگا اس مکان کی بزرگی شایع نہ ہوگی۔ ابرہہ اس ارادہ میں تھا کہ ناگاہ ایک قافلہ عرب کا کہ حرم کے رہنے والے
لوگ اُس میں تھے رات کو اُس مکان کے پاس شب باش ہوا دوگھڑی رات رہی جو قافلہ والوں نے آگ روشن کی تیز ہوا چل رہی تھی
تمام آگ اُڑکر اُس کلیسا کے اسباب سامان میں جالگی اور کل سامان جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھکر وہ سب عرب بھاگے چونکہ
نقصان بھی اس عرب کے سبب سے ہوا تھا ابرہہ نے یمن سے ہاتھیوں کا لشکر اور بیشمار فوج لیکر مکہ پر چڑھائی کی (حقائق الاخبار) ۔۔۔

ابرہہ کو جب یہ خبر پہنچی تو نہایت برافروختہ ہوا اور اُسیوقت ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیوں کے مکہ کیطرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو منہدم کردے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کرڈالے۔ اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مغمس پر قیام کرکے ایک دستہ سواروں کا اسود بن مقصود کی ماتحتی میں بھیجا کہ اونٹ وغیرہ باربرداری کیلئے اور کچھ آدمی اسباب وغیرہ کے اٹھانے اور لادنے کے لئے گرفتار کرلاوے۔ پس اسود اہل مکہ کے کچھ مویشی اور اونٹ جس میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے پکڑ لایا عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار مکہ کے سربرآوردہ آدمیوں میں تھے۔ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھکر خاموش ہو رہے۔ دوسرے دن ابرہہ نے پیغام بھیجا کہ اگر اہل مکہ انہدام کعبہ سے کچھ چون وچرا کریں تو لڑائی پر آمادہ ہوجائیں۔ عبدالمطلب نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم ہے ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ اللہ کا گھر ہے پس اگر خدا اُسکو روکے تو یہ اُسکا گھر ہے اور اگر وہ اُس سے کچھ تعرض نہ کرے تو ہم اُسکو دور نہیں کرسکتے۔ اور چند روسائے قریش کو ساتھ لیکر ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ بڑے تپاک سے پیش آیا تخت سے اُترکر انکے ساتھ فرش پر بیٹھا۔ اثنائے کلام میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی ابرہہ نے متعجب ہوکر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تمنے مجھ سے کچھ التجا نہ کی یہ تو تمہارے آباد اجداد کا مذہبی مکان ہے اور اونٹوں کا سوال کیا۔ عبدالمطلب نے جوابدیا میں اونٹوں کا مالک ہوں انکو مانگتا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ غالباً روکیگا۔ ابرہہ نے یہ سنکر تھوڑی دیر تک سکوت کیا۔ اور بلا تامل عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیے +

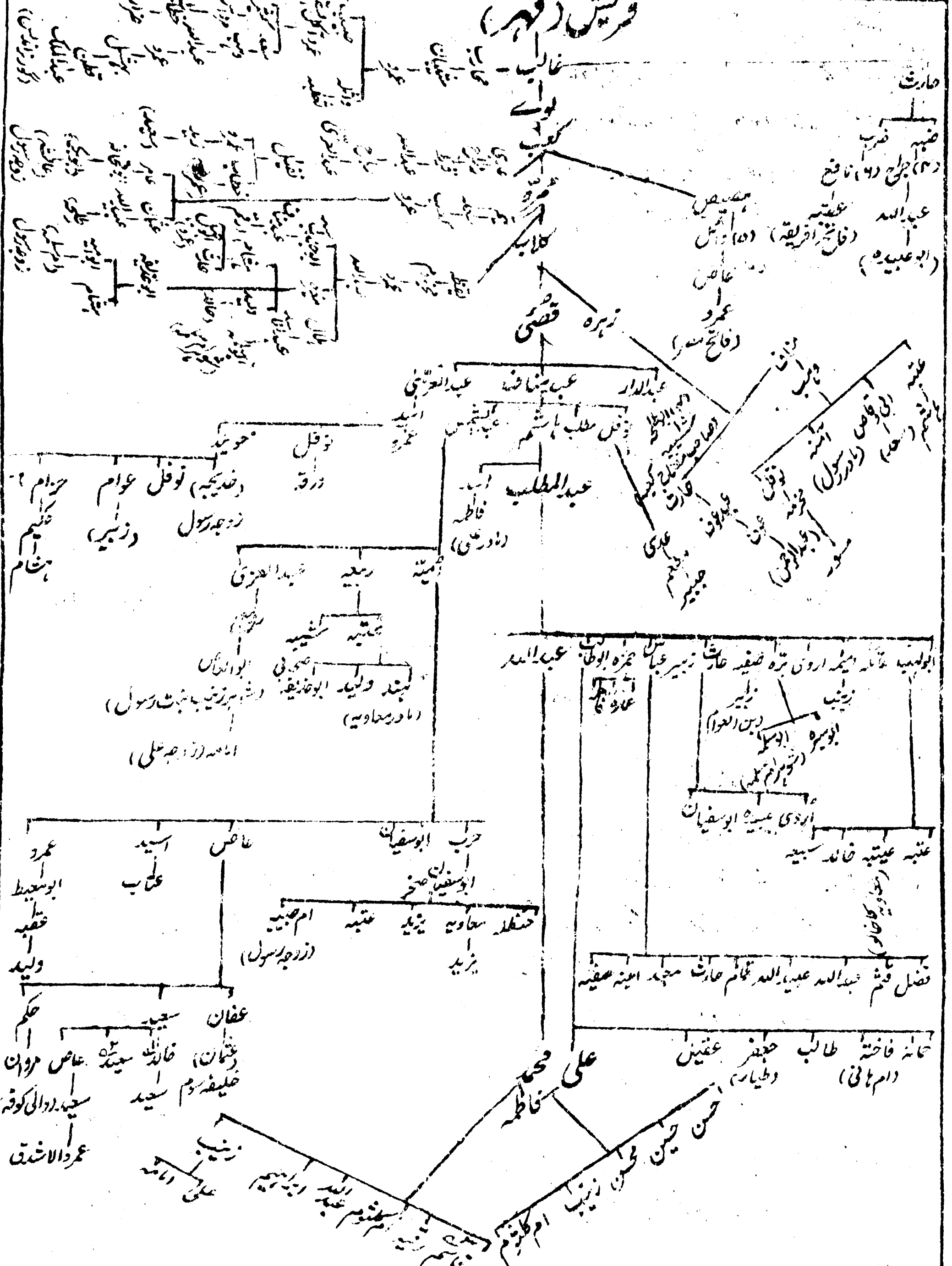
علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی کہ تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دیجائیگی بشرطیکہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے۔ لیکن جب ابرہہ نے اس سے انکار کیا تو عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آئے اور قریش اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑکر پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود وقت روانگی خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑکر کھڑے ہوگئے اُسوقت اُنکے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے اور سب گڑگڑاکر دعائیں کررہے تھے۔ بعد اسکے عبدالمطلب معہ اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے مکہ کیطرف بڑھا۔ اللہ جل شانہ نے اُسپر پرندوں کا ایک جھنڈ دریا سے بھیجا جو اُس تمام لشکر پر کنکریاں برسانے لگا۔ جسپر وہ کنکر پڑجاتا تھا وہ اُسی مقام پر رہجاتا تھا۔ اور مقام تجر میں اُنکے اجسام پر چیچک کے سے دانے بھی نکل آئے تھے۔ جس سے اکثر ہلاک ہوگئے ابرہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے جسکی وجہ سے اُسکے کل اعضا یکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر گرگئے۔ جب لشکر کا یہ حال ہوا تو ہاتھیوں کو آگے کیا جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا تھا۔ آخرالامر ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مرگئے۔ تب اللہ جل شانہ نے ایک سیل بھیجا جو ان سب کو دریا میں بہا لیگیا۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے اور اسی واقعہ کی یادگار میں یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے +

سید امیر علی لکھتے ہیں کہ چونکہ ابرہہ مکہ پر چڑھائی کرنے کے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا (جسکا نام محمود تھا) اور یہ جانور عرب والوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس سبب سے اس سال کا نام عام الفیل کہا گیا وہ لکھتے ہیں کہ یہ حملہ آور فوج کچھ تو وبا کے نمودار ہوجانے سے اور کچھ مینہ اور اولوں کے خوفناک طوفان سے تباہ و برباد ہوگئی۔ جسجگہ اُنکے خیمے ڈیرے لگے تھے وہاں پانی نے اپنا قیام کرکے اُنکا کوچ نقارہ بجادیا ++

عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے جن کی پشت سے اسی عام الفیل میں نور محمدی نے ظہور کیا یعنے محمد مصطفے صلعم پیدا ہوئے

ف ابرہہ کے بعد ۵۷۰ء میں اُسکا بیٹا یکسوم اور یکسوم کے بعد یکسوم کا بھائی مسروق یمن کا بادشاہ ہوا۔ ان دونوں نے حد سے زیادہ ظلم وستم رعایا پر کیا پس سیف بن ذی یزن حمیری نوشیرواں کے پاس جاکر اپنے ساتھ مدد لایا اور مسروق کو قتل کرکے اپنے آبائی تخت پر بیٹھ گیا +

(۷) شجرہ نسب — ذیل میں ہم ایک شجرہ درج کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلعم اور تمام مشاہیر قریش کے نسب کی کیفیت واضح ہوگی



نوٹ (۱) اس شجرہ میں جس جگہ نام کے ساتھ قوسین میں ہندسہ ہو وہاں غیر مشہور شیتیں چھوڑ دی گئی ہیں کا نمبر مراد ہے مثلاً (۳) سے پوتا اور (۳) سے پڑپوتا مراد ہے۔ (۲) بنو عبدالشمس اور بنو ہاشم حکومت اور ریاست عبدمناف کی باہم تقسیم کئے ہوئے تھے اور بنو مطلب بنی ہاشم کے اور بنو نوفل بنو عبدالشمس کے احلاف یعنی طرفداروں میں تھے ابوجہل حضرت عمر کا ماموں تھا عمرو بن عبد ود لوے کی نسل سے تھا امام شافعی مطلبی کی نسل سے

۱۔ جنگ بدر ہو کر میں مارا گیا ۲۔ جنگ طائف میں شہید ہوئی ۳۔ جن کو طیب طاہر بھی کہتے ہیں +

باب اول حضرت محمد مصطفیٰ

فصل اول پیدائش سے بعثت تک

(۱) ولادت ا آنحضرت صلعم ۱۲ ربیع الاول عام الفیل سنہ ۱ جلوس نوشیروان عادل مطابق ۲۹ اگست سنہ ۵۷۰ء کو دنیا میں تشریف لائے

ا یعنی جس سال ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا ہے ۲ ابن اثیر اور اکثر دیگر مورخین اسلام نے آپ کا سنہ ولادت سنہ ۴۲ جلوس نوشیروانی قرار دیا ہے۔ مگر کاسن ڈی پرسول فرنگی مورخ نے اپنی تاریخ میں قوی وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا سنہ ولادت سنہ ۱ جلوس نوشیروانی ہے اور حساب لگا کر لکھا ہے کہ ۲۹ اگست سنہ ۵۷۰ء کو ۱۲ ربیع الاول سنہ اول عام الفیل تھا۔ صاحب حیات القلوب (ج ۲ ص ۴۴) لکھتے ہیں کہ علمائے امامیہ کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول یوم جمعہ کو بوقت شب، یا بوقت صبح صادق شعب ابوطالب میں پیدا ہوئے۔ اسوقت نوشیرواں کو ایران میں سلطنت کرتے ہوئے بیالیسواں سال تھا۔ رسول اللہ ابرہہ کے حملہ کے ۴۵ یا ۵۵ دن بعد اور بروایتی اُسی روز پیدا ہوئے تھے (حیات القلوب ج ۲ ص ۳۵) روم میں قیصر جسٹنین نوشیروان کا ہمعصر تھا۔

۳ مسلمان مورخ واہل سیر لکھتے ہیں کہ آپکی پیدائش کے وقت اکثر امور تعجب انگیز ظہور میں آئے۔ آپکی والدہ ماجدہ کو بار حمل سے کسی قسم کی تکلیف جو عورتوں کو پیش آتی ہے نہیں ہوئی۔ پیدا ہوئے تو ایک نور ظاہر ہوا جس سے اطراف کے ملک روشن ہوگئے سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ اکبر لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ۔ پیدائش کے وقت زمین آسمان کانپے۔ جھیل ساوہ جسکی پرستش ہوتی تھی اور کاشان کے قریب ہے خشک ہوگئی۔ وادی ساوہ جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑا تھا پانی جاری ہوگیا۔ دجلہ میں اسقدر طغیانی ہوئی کہ اسکا پانی اوزاج کے علاقوں اور محل کسریٰ میں پھیلگیا۔ کسریٰ کے دیوان میں ایسا زلزلہ آیا کہ ۱۴ کنگرے اُسکے گر پڑے۔ اور طاق کسریٰ بیچ میں سے دو ہوگیا۔ اسی رات کو فارس کے موبد موبدان نے خواب میں دیکھا کہ تند سرکش وحشی اونٹ اور عربی گھوڑوں کو دریائے دجلہ سے گذار کر بلاد فارس میں متفرق کرتے ہیں۔ اُس نے یہ خواب بادشاہ سے ذکر کیا۔ نوشیرواں نے ایک قاصد نعمان ابن منذر کے پاس بھیجا جو اُس کی طرف سے حیرہ میں گورنری کرتا تھا۔ کہ کسی ایسے عقلمند کو ہمارے پاس بھیجو جو ہماری بعض باتوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبد المسیح ابن عمر الغسانی کو بھیجدیا۔ نوشیرواں نے اُس سے ان واقعات کو بیان کیا۔ عبد المسیح نے کہا کہ شام میں میرا ماموں سطیح کاہن بڑا عالم ہے وہ ان باتوں کا جواب دیگا۔ یہ در روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۴ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۳۸ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۵ اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ سطیح کے بدن میں مفاصل نہ تھے اور اس لیے اُٹھ بیٹھ نہ سکتا تھا۔ مگر غصہ کے وقت اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اسکے بدن میں سوائے کھوپڑی کے کوئی ہڈی نہ تھی۔ سر و گردن نہ تھے سنہ سینہ میں تھا۔ جابیہ میں رہتا تھا۔ جب کبھی کہیں لیجانا چاہتے تھے مثل گٹھڑی کے باندھ لیتے تھے کہ وہ کہانت وغیب کی خبریں بیان کرے تو اُسے خوب جھنجوڑتے تھے وہ اوندھا ہو جاتا اور غیب کی خبریں دیتا تھا۔ اُسوقت اُسکی عمر بروایت روضۃ الاحباب ۷۰۰ سال اور بروایت حیات القلوب ۹ سو سال کی تھی۔ غرض نوشیرواں نے عبد المسیح کو سطیح کے پاس بھیجا۔ عبد المسیح نے اُس سے ان باتوں کا جواب پوچھنا چاہا تو سطیح حالت احتضار میں تھا۔ تاہم بغیر عبد المسیح کے کہے اُس نے تمام واقعات بیان کر دیے۔ اور یہ کہا کہ نوشیرواں کی نسل سے ۱۴ مرد وزن حکمرانی کرکے ملک دوسروں میں منتقل ہو جائیگا۔ سطیح نے انتقال کیا۔

اسی رات کو آتش پرستوں کا آتشکدہ جو ہزار برس سے متواتر روشن تھا یکایک بجھ گیا۔ اور تمام دنیا کے بت سرنگوں ہوگئے۔ شیطان اور اُس کی اولاد کا آسمان پر جانا بالکل بند ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت تین آسمانوں سے بندی ہوئی تھی۔ آنحضرت کی پیدائش کے وقت باقی چار آسمانوں سے بھی بندی ہوگئی (روضۃ الاحباب جلد اول ص ۴۷ - حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۳۴ وغیرہا)

[illegible]

[illegible]

آپ نجیب الطرفین اور قریش کے شجاع اور نامی قبیلہ سے تھے جسکی دو بہائیوں ہاشم اور عبد الشمس[۱] سے دو شاخیں ہوگئی تہیں۔ ہاشم جو آنحضرت کے جد اعلے تھے شہر مکہ کے بڑے ہی خواہ تھے۔ یہ شہر بنجر اور پتھریلے علاقہ میں واقع ہے اور زمانہ سابق میں یہاں اکثر قحط پڑا رہتا تھا۔ چھٹی صدی مسیحی کے شروع میں ہاشم نے سال میں دو قافلے قائم کئے ایک جاڑے کے موسم میں یمن کی طرف اور دوسرا ایام گرما میں شام کیطرف جاتا تھا۔ اس وسیلہ سے رسد وغیرہ کثرت سے مکہ میں لائی جانے لگی۔ علاوہ ازیں گوناگوں اسباب تجارت بہی آنے لگا۔ اور یہ شہر تجارت کا مرکز بنگیا۔ قوم قریش کے لوگ اس تجارت کے کام میں مصروف ہوکر مالدار اور صاحب اقتدار ہوگئے۔ ایک تو یہ امر اُنکے اعزاز واکرام کا باعث ہوا دوسرے موروثی طور پر کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے انکو بہت کچھ اعزاز ظاہری اور حقوق حاصل تھے۔ پس یہ شہر مکہ کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ ہاشم کے انتقال کے بعد اُنکے بیٹے عبد المطلب جانشین ہوئے اور وہی عزت وحقوق ورثہ میں پائے۔ عبد المطلب کے تیرہ[۱۳] بیٹے اور کئی بیٹیاں تہیں اُنمیں سے سب سے چھوٹے عبد اللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن مناف سے ہوئی۔ اس مناکحت کے اکلوتے ثمر حضرت محمد مصطفے تھے۔ پیدایش کے ساتویں روز آپکے جد امجد حضرت عبد المطلب نے تمام سرداران قریش کی دعوت کی اور اُس بچہ کو سب کے سامنے لاکر کہا کہ یہ لڑکا فخر خاندان اور ممدوح خلائق ہوگا۔ اور اسلئے آپ کا نام محمد یعنی سراہا ہوا رکھا

(۲) ایام طفولیت بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بہی نہ ہونے پائے تھے کہ آپکے والد عبد اللہ کا انتقال ہوگیا[۲]۔ اور سوائے پانچ اونٹ اور چند بہیڑوں اور ایک حبشی کنیز مسماۃ ام ایمن (برکت) کے اور کچھہ ورثہ نچھوڑا۔ حضرت آمنہ کو حضرت عبد اللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودہ خشک ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی آب وہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تہی اسواسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دودہ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی۔ انائے دستیاب ہوتے تک ابولہب کی کنیزک ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینہ تک دودہ پلایا[۳]۔ اقوام بدو کی عادت تہی کہ سال میں دو مرتبہ موسم بہار اور موسم خزاں میں دودہ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں مکہ میں آیا کرتی تہیں آخر حلیمہ سعدیہ[۴] کے نصیبہ نے زور کیا اور وہ آپ کو اپنے گہر لیگئیں۔ اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے[۵]۔ آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے بہت زیادہ تہی۔ جب تین مہینے کے ہوئے

---

[۱] کارہائے نمایاں اور خدمات لایقہ کے سبب سے خانہ کعبہ کی خدمت بنی ہاشم میں موروثی ہوگئی تہی اس سبب سے بنی عبد شمس یعنی بنی اُمیہ میں بنی ہاشم کی طرف سے نہایت اضطراب ورشک پیدا ہوگیا تہا مورخین واہل سیر نے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں دشمنی ہونے کی یہ وجہ لکہی ہے کہ ہاشم اور عبد شمس توام پیدا ہوئے تھے دونوں کی پیشانیاں جوڑی ہوئی تہیں۔ جو کسیطرح جدا نہ ہوسکیں۔ آخر تلوار سے جدا کی گئیں۔ عقلا عرب میں سے کسیکو خبر ہوئی تو اُس نے کہا تلوار کے سوا کسی اور چیز سے جدا کرنا چاہیے تھا۔ اب ہمیشہ ان دونوں کی اولاد میں عداوت رہیگی اور تلوار چلتی رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۳ طبری جلد دوم صفحہ ۱۸ میں ہے کہ ایک دوسرے کی اُنگلیاں ایک دوسرے کی پیشانی سے چپکی ہوئی تہیں۔ [۲] انکی وفات ۲۵ برس کی عمر میں بحالت سفر مدینہ میں ہوئی [۳] اسی ثوبیہ نے حمزہ بن عبد المطلب۔ ابوسلمہ مخزومی اور عبد اللہ بن جحش اسدی کو دودہ پلایا تہا۔ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۸ حیاۃ القلوب ج ۲ صفحہ ۶۲ [۴] قبیلہ بنی سعد قحطان کی نسل سے ہیں اُنکی سکونت اُن پہاڑوں کے دروں میں ہے جنکا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف پہیلا گیا ہے [۵] مسلمان مورخ واہل سیر لکہتے ہیں کہ جبتک آنحضرت حلیمہ کے گہر میں رہے حلیمہ کو برابر ترقی رہی اُنکے علاقہ کے کنوئیں اور چشمے کبہی خشک نہ ہوئے۔ چراگاہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہی۔ اُن کے بکریوں کے گلہ میں بڑی افزائش ہی اُنکی زراعت میں خوب پیداوار ہوئی اور اُنکے مکان میں برابر امن وامان رہا ۱۰

تو کھڑے ہونے لگے سات مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے اور دس مہینہ کی عمر میں لڑکوں کے ساتھ تیر کمان لئے پھرتے تھے - آٹھویں مہینہ ایسا بولنے لگے کہ لوگوں کی سمجھ میں آنے لگا - اور نویں مہینے ایسی فصاحت سے کلام اور ایسی عقل کی باتیں کرنے لگے کہ سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا - (ایرونگ)

تین برس کی عمر میں ایک دن اپنے رضاعی بھائی مسرور کے ساتھ میدان میں تھے کہ دو فرشتے براق لباس پہنے ہوئے نمودار ہوئے فرشتوں نے آپکو زمین پر لٹایا اور ایک نے جس کا نام جبرئیل تھا آپ کا سینہ چاک کیا[1] - مگر اس سے آپ کو تکلیف نہیں ہوئی آپ کا دل نکالکر صاف کیا اور اُس سے وہ سیاہ خون دور کیا جو اصل عصیان کی بنیاد ہے جب اُسکو صاف کر چکے تو اُسمیں نور ایمان اور علم اور نور رسالت بھر کر سینہ میں رکھکر برابر کر دیا - اب آپکے چہرۂ مبارک سے وہ نور چمکنے لگا جو حضرت آدم کے وقت سے برابر حضرت اسمعیل تک چلا آیا تھا اور بعد اسمعیل کنز مخفیہ کے طور پر ودیعت چلا آتا تھا اور ظاہر نہوا تھا - وہی نور اب زیادہ چمک کے ساتھ نمودار ہوا[2] +

جب اس واقعہ کی خبر حلیمہ اور اُنکے شوہر کو ملی اُنہوں نے پری یا جن کا سایہ سمجھکر اندیشہ کیا اور آپ کو آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچا دیا (ایرونگ صفحہ ۱۵ روضۃ الاحباب ج ا صـ ۶۶)

حیات القلوب صفحہ ۶۲ اور اکثر کتب میں لکھا ہے کہ حلیمہ نے آنحضرت کو پانچ برس تک اپنے پاس رکھا دو برس کے بعد وہ آمنہ کے پاس لیگئی تھیں پھر کچھ سنکر آمنہ کو راضی کر لیا تھا - لیکن کبتک دوسرے کے بچے کو اپنے پاس رکھ سکتی تھی آخر مکہ میں پہنچا گئی - اور یہاں آپ کی حضانت عبداللہ کی کنیز ام ایمن کے متعلق ہوئی جو آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھی تھوڑے دنوں کے بعد حضرت آمنہ کسی اہل قرابت سے ملنے آپ کو لیکر مدینہ گئیں وہاں ایک مہینہ قیام کیا جب وہاں سے واپس ہوئیں تو راہ میں ابوا[3] کے مقام پر انتقال فرمایا - اور وہیں دفن ہوئیں آپکی خادمہ ام ایمن آپ کو لیکر مکہ میں آئیں اسوقت حضرت کی عمر کا چھٹا سال ختم نہوا تھا - (روضۃ الاحباب صـ ۶۷)

آپکی حضانت بدستور ام ایمن سے متعلق رہے مگر حضرت کے دادا عبدالمطلب جو مکہ کے متولی تھے ہر طرح سے نگرانی رکھتے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ چاہتے تھے +

ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ اسی وقت سے آنحضرت کی دانشمندی اور تجسس طبیعت کا اظہار شروع ہوا وہ تنہائی اور مراقبہ کی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے یہانتک کہ جب آپکے ہمجولی ساتھ کھیلنے کو کہتے تو فرماتے کہ انسان بیہودہ اور لغو مشغلوں کیلئے نہیں پیدا ہوا ہے جب آنحضرت کو آٹھواں سال شروع ہوا - تو عبدالمطلب بھی ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں رحلت کر گئے اور آنحضرت کے سب سے بڑے اور حقیقی چچا ابو طالب نے جو اپنے باپ کے بعد خانہ کعبہ کے محافظ و متولی ہوئے تھے - آنحضرت کی پرورش اختیار کی تھی اور پھر تا حیات ابو طالب آنحضرت اُنہیں کے ساتھ رہے - تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسی سال نوشیروان عادل اور حاتم طائی[4] کا انتقال ہوا +

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب وقت وفات عبدالمطلب کا قریب پہنچا تو اُنہوں نے آنحضرت کو سینہ سے لگایا اور گریاں ہوئے اور اپنے فرزند ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا - اے ابو طالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے - اس دریگانہ کی حفاظت

---

[1] اس روایت کو اکثر علمائے شیعہ نے غلط بتا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابتدا ہی سے پاک پاکیزہ اور معصوم پیدا ہوئے تھے مگر علامہ مجلسی حیات القلوب صـ ۶۲ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے انکار میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری اگرچہ صریحاً احادیث معتبرۂ شیعہ میں وارد بھی نہیں ہے - پس اس معاملہ کو احتمال پر چھوڑ دینا چاہیئے [2] اس موقعہ پر آپکے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت بھی لگائی گئی تھی جو کافروں کی نگاہ میں بھی کبوتر کے انڈے کی برابر شل مسّے کے معلوم ہوتے تھے اور جو بعد انتقال آنحضرت غائب ہو گئی (ایرونگ صـ ۲) [3] مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے [4] ایرونگ [5] حاتم نصرانی شاعر فیاضی میں ضرب المثل ہے اسکی کنیت اسکی بیٹی کے نام پر ابوسفانہ تھی +

کرنا اپنا لخت جگر اور نور نظر سمجھنا اُسکے تفقد و خبرگیری میں کوتاہی نکرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اسکی اعانت کرتے رہنا"۔ پس ابوطالب رات دن صبح شام کسیوقت آنحضرت کو اپنے سے جدا نہونے دیتے تھے۔ اپنے پہلو میں آپ کو لٹاتے بہ نفس نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کہانے پینے پہننے اور جملہ آسایش و آرام کے اسباب میں انکو اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش اور اشرار یہود سے کہ درپے حضرت کی ایذا و آزار کے رکھتے تھے حراست و نگہبانی فرماتے اور اپنے مال اور جاہ کو جو وہ قریش میں رکھتے تھے۔ آپ کی نصرت میں کام میں لاتے۔ غرض آپ حفظ و حمایت ابوطالب میں پرورش پاتے رہے اور فاطمہ بنت اسد مادر علی مرتضی کا بھی یہ حال تھا کہ ماں سے زیادہ حضرت کا خیال رکھتی تھیں۔ رسول اللہ بھی انکو مثل اپنی حقیقی ماں کے سمجھتے رہے[1] (تہذیب المتین۔ روضۃ الاحباب)

حضرت ابوطالب عبد المطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ (ایرونگ صفحہ ۱۶) انکو علاوہ اُس بزرگی کے جو خانہ کعبہ کی حفاظت کے سبب اُنکو حاصل تھی قوم قریش کے تاجروں میں سے تھے اور اُس قافلہ کے ساتھ جو آپکے جد امجد ہاشم نے جاری کیا تھا اور جو ملک شام اور یمن میں تجارت کرتا تھا بڑی کوشاں رہی (ایرونگ صفحہ ۲۱)

آنحضرت کا سن مبارک بروایت طبری و ابن اثیر ۹ سال کا ہوا اور بروایت ابوالفدا و ابن خلدون تیرہواں سال ہوگا کہ ابوطالب نے سفر شام کا ارادہ کیا اور آنحضرت کو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑا۔ ابوطالب اونٹ پر سوار ہونیکو تھے کہ آپ آکر اُن سے چمٹ گئے اور چلائے کہ اے چچا ہمکو اپنے ہمراہ لیتے چلیئے۔ ابوطالب کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت میں لیتے گئے[2]۔ قافلہ قریہ کفر یرکہ جہاں سے شہر بصریٰ[3] جو شام کی سرحد پر ہے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچکر نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا۔ راہبوں نے آنحضرت اور ابوطالب کی بڑی خاطرداری کی اُنمیں سے ایک نے جسکا نام جرجیس کنیت ابوعداس اور لقب بحیرا راہب تھا۔ آپکے چہرۂ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلےٰ درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھکر اور اُن صفات سے موصوف پاکر جو اُس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں پڑھی تھیں پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ خصوصاً جب اُس نے لکۂ ابر سر پر سایہ کیئے ہوئے اور مہر نبوت شانوں کے درمیان دیکھی تو اُسکا گمان یقین سے مبدل ہوگیا۔ اور مہر نبوت پر بوسہ دیکر حضرت کی نبوت کی تصدیق کی۔ اور چلتے ہوئے ابوطالب سے کہا کہ اس لڑکے کا دین تمام عرب و عجم میں پھیلیگا اور دنیا کے بہت سے حصے کا مالک ہوگا۔ اپنے ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہوگا۔ اسکی بڑی حفاظت رکھنا خوف و خطر اور شر اعدا سے بچانا کہیں یہودیوں کے ہاتھ نہ پڑجائے۔ اسلئے شام کو جانا مناسب نہیں ہے۔ پس اُس راہب کے مشورہ سے ابوطالب نے تمام اسباب بُصریٰ ہی میں نفع کے ساتھ فروخت کیا اور مکہ[4] واپس آئے۔ (ابن اثیر۔ طبری۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۵۲ تفریح الاذکیا۔ تنقید الکلام صفحہ ۱۰۔ ابن ہشام۔ ایرونگ صفحہ ۲۴)

---

[1] نور الابصار وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے اپنے قمیص کا کفن دیا خود قبر کھودنے میں شریک ہوئے اور مٹی نکالی۔ پہلے خود اُسمیں لیٹے اور اُنکے لئے دعائے مغفرت کی۔ جب اس تمام توجہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد مخلوق خدا میں سے کسی نے میرے ساتھ اس سے زیادہ سلوک اور احسان نہیں کیا [2] اس سفر میں آپکے کئی معجزے دیکھے گئے ایک دفعہ جب دوپہر کی گرمی میں صحرا میں سے گذر رہے تھے ایک فرشتے نے آنحضرت پر اپنے پروں کا سایہ کیا اور بعد میں ایک ابر کا ٹکڑا آپکے سر پر ہمیشہ سایہ کرتا دکھائی دیتا تھا۔ اور ایک خشک درخت کے نیچے جو آپ کھڑے ہوئے تو وہ شاداب ہوگیا اور آپکے سر پر اُسکا سایہ ہوا [3] بُصریٰ بڑی تجارت گاہ تھی ہر سال قافلے یہاں آتے تھے اس علاقہ میں نسطوری عیسائی رہتے تھے [4] اس کے بعد ایک دفعہ جب آپکی عمر ۱۶ برس کی تھی ابوطالب کی اجازت سے اپنے چچا زبیر یا عباس کے ساتھ ایک قافلہ کے ہمراہ یمن کو گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۵۳

(۳۳) **حضرت کی نوجوانی** تھوڑے عرصہ کے بعد فجار[۱] کی لڑائیاں شروع ہوگئیں اور رُک رُک کر ۹ برس تک ہوتی رہیں یہ لڑائی بنی کنانہ اور بنی ہوازن میں ہوئی تھی اور قریش بنی کنانہ کے معاون تھے۔ انمیں سے دو لڑائیوں میں حضور صلعم اگرچہ اسوقت ۱۴ یا ۱۵ برس سے زیادہ نہ تھے اپنے چچا زبیر کو تیر وغیرہ دینے میں مدد دیتے رہتے اور دشمن کے تیروں سے بچاتے رہے یہ پہلا معرکہ تھا جس میں آپ نے ہتیار باندہے۔ مگر خود نہیں لڑے (ایرونگ ص۲۶ - ابن ہشام - ابوالفدا - طبری)۔

جب آنحضرت کی عمر اور زیادہ ہوگئی تو لوگ اُن تجارتی قافلوں میں جو شام و یمن کی تجارت کو جاتے تجارتی گماشتہ[۲] بنانے لگے۔ حضرت نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ آپکی استعداد و لیاقت خوبی ظاہر ہونے لگی۔ اور آپکے خلق اور محبت اور وفاشعاری اور دیانتداری اور راست گوئی اور بے عیب کردار و رفتار سے آپکے اہل وطن میں آپ کا لقب امین ہوگیا۔ اور چونکہ ان تمام اخلاق کے ساتھ تمام مکہ میں شہرت ہوگئی تھی کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی عورت کی طرف نظر بد سے نہیں دیکھا نہ کسیکی غیبت کی نہ کسی سے ترشرو ہوکر گفتگو کی۔ تمام مکہ آپ کا مداح تھا ہر شخص آپکے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھنے لگا بڑے بوڑھے آپ کا لحاظ کرتے تھے (عینی)

(۳۴) **حضرت کی تزویج جناب خدیجہ کے ساتھ**۔ اس زمانہ میں شہر مکہ میں ایک شریف متمول عورت قبیلہ قریش سے تھیں جن کا نام خدیجہ بنت خویلد تھا اُنکے دو نکاح ہوچکے تھے اُنکے آخری شوہر نے کہ بڑا مالدار تھا انتقال کیا تو اُنکے خانگی اُمور کی انجام دہی کے واسطے کارندہ درکار ہوا۔ ابو طالبؑ نے صلاح دی کہ آپ خدیجہ کا مال باہر لیجایا کریں اور خدیجہ کے ایک رشتہ دار خزیمہ بن حکیم کی سفارش سے جو آنحضرت کے بڑے دوست تھے خدیجہ نے خود اوروں سے دُگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے اپنی طرف سے حضرت سے درخواست کی حضرت نے منظور کرلیا اور خدیجہ کے مال کے مہتمم ہوکر شام کی طرف روانہ ہوئے یہ سفر بروایتے آپکی عمر کے بیسویں برس اور بروایتے پچیسویں برس ہوا۔ حضرت کے ساتھ خدیجہ کا غلام میسرہ اور اُنکا رشتہ دار خزیمہ بن حکیم بھی تہا۔ اور ایک روایت سے حضرت ابوبکر کا بھی جو آنحضرت سے دو برس چھوٹے تھے اس قافلہ میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سفر میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی جو بحیرا کے انتقال پر اُسکی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اِسنے بھی بحیرا راہب کیطرح آنحضرت کو پیغمبر آخرالزمان بتا دیا۔ جس سے آنحضرت کی عظمت سب کے دلوں میں زیادہ ہوگئی۔ اور اب کی دفعہ بصری سے قافلہ مال تجارت بہت سے منافع پر فروخت کرکے واپس آیا۔ واپس آکر خزیمہ اور میسرہ نے بڑی تعریف کی خدیجہ نے خوش ہوکر دُگنی تنخواہ دی اور پھر آپ کو یمن کے علاقوں میں اسی کام پر بھیجا۔ وہاں بھی آپ نے تمام کام بڑی خوش اسلوبی اور سلیقہ سے انجام دیا (طبری - ایرونگ ص۲۷)

خدیجہ بڑی فہمیدہ اور تجربہ کار تھیں آپکی دولت - حسن اور سلیقہ پر خیال کرکے تمام مکہ کے لوگ اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتے تھے - لیکن حضرت خدیجہ کسیکو پسند نہ کرتی تھیں - بلکہ دفعتہً اُنکے ذہن میں یہ بات آئی کہ محمدؐ سے نکاح کرنا چاہیے - اور بروایتے ایک مسماۃ نفیسہ بنت منیہ (یعلی بن منیہ کی بہن) کی معرفت اور بروایتے اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ سے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا - آپ کو سُنکر تعجب ہوا کہ ایسی مالدار عورت مجھ غریب سے خود درخواست کرتی ہے آخرش باتیں آپس میں طے ہوئیں اور ایک روز نکاح کا قرار پایا - آنحضرت کیطرف

---

[۱] چونکہ یہ لڑائی اُس مہینہ میں شروع ہوئی تھی جس میں لڑنا حرام تہا اس سبب سے اسے الفجار کہتے ہیں [۲] احسان اللہ عباسی لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب کا خاندان شریف مکہ سمجھا جاتا تہا ساتہہ ہی گھر میں متمول بھی تہا لیکن کچھہ سخاوت کچھہ کثرت اولاد سب سے بڑی خدا کی مشیت - غرضکہ آنحضرت کی پیدائش سے پہلے ہی اس خاندان کی حالت خراب ہوچکی تہی - اور یہی وجہ تہی کہ اب آنحضرت اور اُن کے چچا لوگونکی اُجرت پر مال تجارت فروخت کو لیجایا کرتے تہے۔

(عینی)

ابو طالب اور خدیجہ کی طرف سے خدیجہ کے عم زاد ورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہوگیا[۵]۔ اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی اور آنحضرت کی ۲۵ سال کی تہی۔ لیکن خدیجہ اپنے حسن اور درستی قوی کی وجہ سے کم سن معلوم ہوتی تہیں نکاح کے روز خدیجہ نے بڑی دعوت کی جسمیں اُنکے چچا عمرو بن اسد اور حضرت حمزہ اور حضرت ابو طالب اور دیگر قریش موجود تھے اور ابو طالبؓ اسکے بعد اونٹ ذبح کراکے طعام ولیمہ کیا[۶]۔ ابن اثیر اور ابن ہشام و طبری - روضۃ الاحباب (ص ۵۷) وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ اس نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد زندہ نہ تھے بلکہ جنگ فجار سے پہلے مرچکے تھے۔ پس خدیجہ کے چچا عمرو نے رخصت کیا۔ ابن خلدون کے موافق یہ عقد شروع فجار کے ۱۵ برس بعد ہوا تھا اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن میں اور بہی زیادہ ہوگئی - آپ صلعم اس نکاح سے بہت خوش ہوئے مگر خدیجہ بہت عرصہ تک زندہ رہیں۔ تاہم آنحضرت نے اخیر وقت تک خدیجہ کی یاد دل میں رکھی اور عائشہ جیسی نوعمر کواری بی بی کے سامنے ہی خدیجہ کا ذکر تاسف سے کرتے رہتے[۷]۔ آنحضرت بکمال لطف وشفقت اُنکے حال کے نگراں رہتے تھے اور اُنکے معاملات کا انتظام اور اُنکے حقوق کا تحفظ دانشمندی اور دور اندیشی کے ساتھ فرماتے رہتے۔ جبتک خدیجہ زندہ رہیں حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم رائج تہی حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا خدیجہ کے حین حیات میں جو محبت اُنکے ساتھ تھی اُس میں مدت العمر لغزش نہیں آئی۔ بعد اُنکی وفات کے جب وہ آپ کو یاد آتیں اُسوقت آپکو بڑی رقت طاری ہوتی۔ خدیجہ کا بھی یہ حال تھا کہ ایکدفعہ آپ صلعم کی دایہ حلیمہ نے آکر اپنے افلاس کی شکایت کی خدیجہ نے اُس زن پیر بدویہ کو حضرت کی سفارش سے چالیس بھیڑوں کا گلہ دیدیا[۸]۔ جب خدیجہ کی شکرگذاری اور محبت کے سبب سے آپ نے افکار دنیا سے نجات پائی تو مراقبہ اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے +

(۵) حلف الفضول - اسوقت تک آنحضرت دنیا کے حال سے ناواقف تھے اب اپنے اہل وطن میں اس طرح سے بہی ایک نام پیدا کر لیا کہ ایک قدیم معاہدہ کو جسے حلف الفضول کہتے ہیں اور جو زمانہ قدیم میں اسغرض سے ہوئی تہی کہ اندرون دیوار ہاے مکہ شرور اور بدعتیں نہونے پائیں دوبارہ قایم کرنے میں آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتیں روز روشن میں ہوتی تہیں کہ ہر شخص جسمیں ذرا بہی بو انسانیت کی پائی جاتی تہی حیران وپریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا ان بدعتوں کے انسداد کے لئے اہل مکہ کے پانچ چھ بڑی بڑی خاندانوں بنو ہاشم - بنو مطلب - بنو اسد - بنو عبد العزیٰ - بنو زہرہ - بنو تیم نے باہم متفق ہوکر ضعفاء اور مظلومین کی حفاظت کے واسطے ایک جدید معاہدہ میں آنحضرت بڑے محرک اور موید تھے اور آپ ہی کے حسن سعی سے حلف الفضول دوبارہ قایم ہوئی (تنقید الکلام ص ۳۳)

(۶) قریش کا کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنا - جب آنحضرت صلعم کی عمر کا پینتیسواں سال شروع ہوا تو قریش نے کعبہ کو جو بوجہ سیلاب آب یا بوجہ آتشزدگی قریب الانہدام ہوگیا تھا از سر نو تعمیر کرنا چاہا - باقوم نام ایک اعلے درجہ کا رومی معمار جدہ میں آیا ہوا تھا - قوم قریش نے اُسکو اُس کی تعمیر کے واسطے مقرر کیا اور اُسکے بنانے میں تمام قریش شریک ہوئے

[۵] خدیجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا یعنی بیس جوان اونٹونکی قیمت ابو طالبؓ اپنے پاس سے ادا کیا (ارونگ) ص ۵۲ روضۃ الاحباب صفحہ ۵۷، ص ۵۳ اہل اسلام معترف ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں چار عورتیں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہوگئی ہیں اول حضرت عیسے کی ماں حضرت مریم دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تیسری آنحضرت کی بیوی حضرت خدیجہ چوتھے آنحضرت کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ (عباسی) ص ۵۳ ابو الفدا - اور بروایت ڈیون پورٹ ایک عمدہ اونٹ بھی دیا +

اُنہیں کی طرح آنحضرت صلعم بہی پتہر کندھے پر لاکر پہنچاتے تھے[۵۱]۔ پہلے خانہ کعبہ کی دیواریں قدِ آدم سے بلند نہ تہیں مکان اوپر سے کھلا ہوا تھا۔ چھت[۵۲] نہ تھی کعبہ سے متعلق جو نقد و جنس ہوتا تھا وہ اُسے خانہ کے اندر ایک گڑھے میں جو کنوئیں کی طرح کھدا ہوا تھا مدفون رہتا تھا۔ ایک دفعہ چوری ہو گئی اسلئے اس جدید تعمیر میں دیواریں بلند کر دی گئیں کرسی دیگئی اور اوپر چھت بنائی گئی +

۵۱ اسوقت تک عرب کی یہ حالت تہی کہ بعضے پتھر لینے کے لئے اور بعضے اینڈوا بنانیکے لئے اپنے لنگوٹے کھولدیتے تہے اور کچھہ ننگے پن کی پروا نکرتے تھے مگر آنحضرت نے کبہی اپنا تہ بند نہیں کھولا (مدارج) مگر تاریخ الخمیس روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب رسول اللہ نے اپنا تہ بند کھولا تو زمین پر گر پڑے کسی نے حضرت کی شرمگاہ نہ دیکھی اور آواز آئی کہ اپنے ستر کی خبر لے پس یہ اول آواز ہے جو حضرت کو آسمان سے آئی۔ ۵۲ جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو اُس ریگستان میں چھوڑ کر چلے گئے جہاں اب مکہ آباد ہے اور اسمعیل پیاس سے قریب بہلاکت پہنچے۔ فرشتوں نے اُن کو چشمہ دکھایا جو چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ کچھہ دنوں کے بعد قوم عمالقہ کے دو شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں یہاں آئے اور کنوئیں کو دیکھکر اپنے ساتھیوں کو لائے اور شہر مکہ کی بنیاد ڈالی اور حضرت اسمعیل اور حضرت ہاجرہ کی خبرگیری اپنے متعلق کرلی۔ بنی جرہم نے عمالقہ کو نکالدیا اور بنی جرہم کی ایک شہزادی سے حضرت اسمعیل کی شادی ہوگئی اور آپ کی اولاد تمام عرب میں پہیل گئی۔ شادی کے وقت اسمعیل کی عمر بیس[۲۰] چھبیس[۲۶] یا تیس[۳۰] برس کی تہی۔ خانہ کعبہ کی اول تعمیر اس طرح ہوئی کہ حضرت ابراہیم بحکم خدا سو برس کی عمر میں کعبہ کی تعمیر پر مامور ہوئے۔ اور شام سے مکہ میں آئے۔ اور اپنے بیٹے اسمعیل کی مدد سے کعبہ کی بنیاد اُسی مقام پر ڈالی۔ جہاں فرشتوں نے حضرت آدم کے زمانہ میں مسجد اُتاری تہی۔ اور جس کے گرد آدم اور اولاد آدم طواف کرتے تہے اور طوفان نوح کے وقت آسمان پر منگالی گئی تہی۔ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی دیوار بناتے تہے معجزہ سے ایک پتھر اونچا نیچا ہوکر پاڑ کا کام دیتا تہا چنانچہ اب تک حضرت ابراہیم کے پاؤں کا نشان اُس پر موجود ہے۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل اس طرح کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے حضرت جبرئیل اُنکے پاس ایک پتھر لائے جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے +

بعض کہتے ہیں کہ یہ بہشت کے قیمتی پتھروں سے ہے جو حضرت آدم کے ساتھ بہشت سے اُتارا گیا تہا۔ اور بعد طوفان نوح اُسکا نشان نہ رہا تھا اور اب جبرئیل اُسکو نکالکر لائے اور بعض کا قول جو زیادہ مستند ہے یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضرت آدم کا محافظ تھا۔ لیکن جب حضرت آدم سے ترک اولی واقع ہوا اُسپر بہی بوجہ غفلت حفاظت اللہ تعالی کا عتاب ہوا اور وہ پتھر ہوگیا اور اُنکے ساتھ بہشت سے نکالا گیا۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل نے اُس پتھر کی عظمت کی اور خانہ کعبہ کے بیرونی گوشہ پر اُسکو نصب کیا + طواف کرنیوالے جتنی دفعہ طواف کرتے ہیں اُتنے ہی بوسے اُس پتھر کو دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جب یہ پتھر نصب کیا گیا تہا نہایت شفاف تہا۔ لیکن گنہگاروں کے بوسوں سے سیاہ ہوتا گیا۔ جنہوں نے نیک نیتی اور دیانتداری سے حج کئے ہیں (قیامت کے دن یہ پتھر اپنے اصلی فرشتے کی صورت اختیار کریگا) اُنکا گواہ ہوگا۔ اسمعیل کے بعد بنی جرہم متولی ہوئے اور اسکی مرمت کرتے رہے پھر عمالقہ ثانیہ بنی جرہم کو مغلوب کرکے کعبہ کے مختار ہوگئے اُنہوں نے بہی کعبہ کی مرمت کی یہ تعمیر غالبًا سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تہی۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم سے تقریبًا دو سو برس پہلے قریش کی اولاد سے قصی بن کلاب نے کچھہ مکانات کعبہ کے گرد تعمیر کئے اسکے بعد قریش نے بنائے ابراہیم کو منہدم کرکے وہ بناء کی جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب کیا۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھہ مکانات توڑ دیئے گئے۔ حضرت عثمان نے بہی اپنے عہد میں تعمیر میں کچھہ اضافہ کیا۔ سنہ ۶۴ و ۶۵ ھ میں عبداللہ بن زبیر نے (اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تیری قوم قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اُس بنا پر بناتا جسپر ابراہیم نے بنایا تہا۔ اور اُس کا مشرقی اور مغربی دروازہ رکھتا اور یہ بنا جو قریش نے بنائی تہی برخلاف بنائے ابراہیم کے تہی) بنائے قریش کو بالکل منہدم کرکے جیسا آنحضرت کا ارادہ تھا

(بقیہ صفحہ ۴۸)

خانہ کعبہ جب بن چکا اور حجر اسود کے نصب کرنے کی نوبت آئی تو قریش کے مختلف قبیلوں کے سرداروں میں اسبات پر نزاع پیدا ہوئی کہ حجر اسود کو کون نصب کرے نوبت بقتال پہنچنے والی تھی کہ ولید بن مغیرہ نے سب لوگوں کو سمجھاکر یہ قرار دیا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے اول داخل حرم ہو وہی اس قضیہ میں حُکم ہو اور اُسی کے حکم پر عمل کرو - اتفاقاً وہ شخص جو پہلے داخل ہوا وہ آنحضرت صلعم تھے - آپ نے اس امر میں یہ فیصلہ کیا - کہ لمبی چادر منگائی اور اُسمیں حجر اسود کو رکھکر کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک سردار چادر کا کنارہ پکڑ لے - اس طرح سب نے ملکر حجر اسود کو اٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پر آیا تو یہ فرماکر کہ میں تم سب کی طرف سے وکیل ہوں دست مبارک سے حجر اسود کو اُسکے مقام پر نصب کردیا - اس فیصلہ سے ہر شخص راضی ہوگیا[۱] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی پیدائش اسی سال ہوئی تھی (تفریح الاذکیار - مدارج - روضۃ الاحباب)

(۷) زید بن حارثہ کو آزاد کرنا - قریب اُسی زمانہ کے آپ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی اور کریمی ایسی ظاہر کردی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا نظیر تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دیتا - ایک نوجوان عرب زید بن حارثہ کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کرکے حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے کے ہاتھ بیچ ڈالا - اُس نے خدیجہ کو نذر کردیا - حضرت کو اُس کی غریبی پر ترس آیا اور خدیجہ سے کہا اسے مجھے دیڈالو - پس اُسکو لیکر اُسیوقت آزاد کردیا - کچھہ دنوں بعد زید کا باپ لینے آیا حضرت نے اختیار دیا خواہ میرے پاس رہو خواہ چلے جاؤ - زید نے اپنے محسن اور مربی کے پاس رہنا پسند کیا - حضرت نے اُسے اپنا متبنّٰی کرلیا - مورخین نے اسوقت زید کی عمر ۸ سال کی لکھی ہے (سیرۃ الحلبیہ تنقید الکلام ص۳۵)

(۸) بعض اہل مکہ میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہونا - کعبہ کی تعمیر قریش سے کچھہ عرصہ بیشتر چار مکہ والوں میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہوگئی تھی - زید ابن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش ملکر قوم قریش کو بت پرستی پر لعن طعن کرنے لگے - اور چونکہ بت پرستی چھوڑکر کوئی دین بھی اختیار نکیا تھا - دین قدیم ابراہیم کی طلب میں مکہ سے نکلے اور غیر شہروں میں متفرق ہوئے - چنانچہ زید ابن عمرو سے اطراف شام میں ایک عالم توریت ملاقی ہوا - اُس سے زید نے طریقہ عبادت پوچھا اُس نے کہا جس شہر سے تو آیا ہے اُسی شہر میں خاتم المرسلین جلد تر مبعوث ہونیوالا ہے - اُسی کے ہاتھ میں دین ابراہیم از سر نو عروج پکڑیگا - یہ سنکر زید

(بقایا صفحہ ۳۷) بنایا - اور حطیم کو تعمیر جدید کے ذریعہ سے داخل حرم شریف کیا - حجاج بن یوسف جب حجاز کا گورنر ہوا تو اُس نے عبد الملک بن مروان کے عہد میں ۷۴ھ میں شرارتاً حطیم کو حرم شریف سے خارج کردیا اور بناء زبیر کو بدعت سمجھکر منہدم کرکے ویسا ہی بنایا جیسا رسول اللہ کے زمانہ میں تھا - پس اب یہ بنا وہی ہے جو حجاج بن یوسف نے یا حجاج کی درخواست پر عبد الملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو بھیجکر تعمیر کرائی ہے اور جسکی بعد میں وقتاً فوقتاً مرمت ہوتی رہی ہے - اسکے بعد ولید نے کچھہ ترمیم کی - منصور دوانیقی نے کچھہ مکانات جا بجا گرداگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے - ہارون رشید نے چاہا تھا کہ بنی اُمیہ کے نشان کو مٹاکر خانہ کعبہ کو ویسا ہی بنائے جیسا عبد اللہ بن زبیر کے وقت میں تھا لیکن امام مالک نے منع کیا اور کہا کہ اس سے دل گندی اور خانہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھیل نہ ٹھہرائے -
معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیادہ تک پشت کعبہ کیطرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کرکے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا ۹۵۹ھ میں سلیمان خان بادشاہ قسطنطنیہ نے از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے مراد کے عہد میں ختم ہوئی - یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے [۱] روضۃ الاحباب ج ا ص۲ سوانح عمری رسول کریم وغیرہ [۲] اسی سال رسول اللہ نے علی کو جنکی پانچ سال کی عمر تھی اپنا متبنّٰی کرلیا اور اُنکی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے - بات یہ ہوئی کہ قحط کا موسم تھا اور ابو طالب کثیر العیال تھے آنحضرت جو جناب خدیجہ سے نکاح کرکے متمول ہوگئے تھے اور عباس بن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے آپ نے عباس کو سمجھایا کہ ابو طالب کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ متبنّٰی کرلیں اور ایک کو میں - پس عباس نے جعفر کو اور آپ نے علی کو فرزند بنایا (تنقید الکلام ص۴۲ - ابن ہشام - طبری - ابن اثیر)

بن عمرو اُسی مقام سے کہ شاید رض بلقاء سے تہا پھرا مگر راستہ میں بلاد لخم میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر ابن خلدون نے بعد از بعثت اسکا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ ورقہ بن نوفل نصرانی ہوگیا۔ اُس نے ایک حصہ توریت زبور اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کیا تہا۔ علم نجوم میں بھی ماہر تھا۔ بڑا عالم شخص تہا کتب سماوی کے مطالعہ سے صفات خاتم المرسلین سے بخوبی واقف ہوا اور جانا کہ یہ نبی جلد تر مکہ میں ظاہر ہوتا ہے اس انتظار میں اپنی زندگی بسر کرتا تہا اور خدیجہ سے پوچھا کرتا تھا وہ حضرت کی صفات بیان کریں تو ورقہ جب حضرت کو دیکھتا بمطابقت معلومات چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا کرتا اور کہتا کہ لاریب تم ہی پیغمبر آخر الزماں ہوگے۔ چنانچہ ابتدائے نبوت تک شخص زندہ رہا پھر مرگیا بعض اسکے ایمان کے قائل ہیں جیسا بحیرا راہب کے ایمان کے۔ عبیداللہ بن جحش اول اسلام لایا پھر حبش میں جاکر نصرانی ہوگیا اور حالت ارتداد ہی میں فوت ہوگیا۔ عثمان بن حویرث روم میں جاکر نصرانی ہوگیا۔ وہاں اسکی بڑی قدر و منزلت کیگئی ابن خلدون تفریح الاذکیا

(۹) آپ کا مکہ کو رومیوں سے بچانا۔ مولوی سید امیر علی نے تنقید الکلام میں تاریخ کاسن ڈی پرسول سے نقل کیا ہے۔ اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے کہ ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہ ہوچکا تہا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اُس خفیہ سازش سے بچا لیا جو اُسکی خودسری اور آزادی مٹانے کے لئے کی گئی تہی۔ عثمان بن حویرث جس نے قسطنطنیہ کے دربار قیصری میں جاکر دین مسیحی قبول کرلیا تہا قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز میں آیا کہ مکہ میں یونانیوں کی عملداری کرادی اسکا راز ظاہر ہوگیا۔ اور وہ سازش ناکام رہی اور یہ خاص آنحضرت کی حسن سعی سے ہوا۔ اہل فرنگ اس امر میں آنحضرت کی ازحد تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خودسر کی زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کی دائمی اور ابدی شکرگذاری کے مستحق ہوگئے (تنقید الکلام صفحہ ۳۳)

(۱۰) ہمدردی۔ غرض آپ کا دل ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی اُمت کی اصلاح حال میں لگا رہتا تھا۔ حضرت نے دو سفر جو شام کے کئے تھے تو ایسے ایسے اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیاں مشاہدہ فرمائی تہیں جو قیاس سے باہر ہیں خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو جہالت و ضلالت کے دریا میں ڈوبا ہوا پایا۔ آپ کا دل بندگان خدا کی ایسی ذلیل حالت میں دیکھکر خون کے آنسو روتا تھا اور حضرت نے بطور ناصح ملہم کے چشم بصیرت سے دیکھ لیا کہ میری اُمت کی تمدنی اور ملکی ترقی کی سب اُمیدیں اسی پر موقوف ہیں کہ اُسکے اخلاق میں اصلاح کیجائے۔ تنقید الکلام ص ۲۵ حضرت اپنے اوقات عزیز عبادت خدا اور غربا و مساکین کی خبرگیری اور تواضع میں گذارتے تھے اور ہر طرح کی جدوجہد اپنے اُمت کے قید بت پرستی سے آزاد کرنے میں کرتے تھے۔ ابن خلدون اور صاحب تفریح الاذکیا وغیرہ نے لکھا ہے[۱]

فصل دوم بعثت سے ہجرت تک

(۱) بعثت۔ آنحضرت صلعم کے دل میں ہمیشہ سے توحید کی بڑی عظمت تھی اور بت پرستی سے کمال نفرت

[۱] ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن حبشیوں کو نکالکر یمن کا بادشاہ ہوا عبدالمطلب اور اکثر رؤسائے مکہ سیف کو مبارکباد دینے گئے۔ سیف نے عرب میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور بالخصوص عبدالمطلب کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبی تمہاری اولاد سے ہوگا۔ یہ واقعہ سنکر اکثر رؤسائے عرب کو یہ شبہ ہوا کہ وہ عظیم الشان نبی اُنمیں سے ہوگا چنانچہ بعض بعض شرفاء عرب اہل کتاب کے رہبان اور احبار کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ مثلاً امیہ بن ابی صلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گیا تہا اور یہ خیال کرکے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں کئی رہبانوں سے دریافت کیا تہا یا شاید اُسے یہ خیال گزرا ہو کہ عجب نہیں نبوت بنی عبد مناف میں ہو لیکن دونوں کو خلاف اُمید جواب ملا

خانہ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر روز کے واسطے ایک بت تھا اُنمیں سے سب سے بڑے کا نام ہُبل تھا جو ملک شام سے لایا گیا تھا۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ پانی برسانے کا کام اُسیکے اختیار میں ہے۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی بھی تصویریں تھیں اور اُنکے ہاتھوں میں تیر کمان اور پانسے تھے۔ آنحضرت نے چاہا کہ اپنے جد ابراہیم کے دین کو از سر نو پاک اور مستحکم کریں اور اسلیئے فرمایا کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیم کو پاک اور دوبارہ قایم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کوئی نیا مذہب قایم کرنے نہیں آئے ہیں +

جب حضرت ۳۸ برس کے ہوئے تو آپ کو نور نظر آنے لگا۔ اور غیب کی آوازیں سننے لگے۔ دل میں شوق گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا پیدا ہوا کوہ حرا پر جسکو جبل نور بھی کہتے ہیں اور جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لیجاتے اور وہاں سے بیت اللہ کو دیکھا کرتے اور ذکر حق میں مشغول رہتے۔ اس پہاڑ میں ایک غار چار ہاتھ لنبا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کم چوڑا ہے وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے حضرت اکثر وہاں بیٹھتے اور کئی کئی روز کا کھانا وہاں لیجاتے۔ دو دو چار چار شبانہ روز وہاں رہتے بلکہ بروایت اکثر مورخین ماہ رمضان اور بروایت طبری ماہ رجب تو وہیں گذارتے +

ایک دن اسی عالم تنہائی میں جب حضرت کی عمر چالیس سال ایک دن کی ہوئی حضور پر نور غسل کے لئے غار سے باہر نکلے دفعتہً حضرت جبرئیل نے ہوا میں آواز دی اُے محمدؐ حضرت نے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر دوبارہ آواز دی اُے محمدؐ حضور صلعم دائیں بائیں دیکھنے لگے اور ایک شخص نورانی مثل آفتاب روشن نظر آیا۔ اور وہ حضرت جبرئیل فرشتہ تھا نزدیک آیا اور ایک ٹکڑا حریر کا ہاتھ میں دیکر کہا پڑھو۔ حضرت نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا اُس نے اپنی بغل میں حضرت کو ایسا دبایا کہ پسینہ آگیا۔ اور کہا کہ پڑھو۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اُس فرشتہ نے پھر ایسا ہی کیا۔ غرضکہ تین مرتبہ بقدر طاقت آنجناب کو خوب دبوچا۔ اس سے آپ پر علم کا نور چمکا اور فرشتہ نے حضرت کو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقراء باسم ربک الذی خلق۔ مالم یعلم تک پڑھایا پھر جبرئیل نے زمین پر پاؤں مارا کہ ایک چشمہ نمودار ہوا اور حضرت کے سامنے وضو کیا اور ایک چلو پانی لیکر حضرت کے منہ پر چھینٹا دیا اور خود آگے بڑھکر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ نے اقتدا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ وضو کرنا اور نماز کا پڑھنا اسطرح ہوتا ہے +

اس روایت کی نسبت مورخوں میں اختلاف ہے اکثروں کا قول ہے کہ وضو اور نماز کا واقعہ سورہ حمد نازل ہونیکے بعد کا ہے۔ اسمیں بھی اختلاف ہے کہ یہ اول نماز کسوقت ہوئی۔ اکثروں نے لکھا ہے کہ یہ نماز ظہر تھی اور اسیدن عصر کی نماز آنحضرت نے خدیجہ کے ساتھ پڑھی[۵] (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۳۸)

---

[۱] اعلام الوریٰ اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جب جبرئیل ظاہر ہوئے اور حضرت کا بازو پکڑ کر حرکت دیکر کہا کہ یا محمدؐ پڑھو حضرت نے فرمایا کیا پڑھوں جبرئیل نے کہا اقراء باسم ربک الذی خلق الخ اور پھر اور کئی وحیاں حضرت کو پہنچائیں۔ پھر جب غار حرا سے اُترکر خانہ خدیجہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ کا گھر نور سے چمکنے لگا خدیجہ نے پوچھا یا محمدؐ آپ میں یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور پیغمبری کا ہے کہو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدیجہ نے کہا میں تو مدت سے تمہاری پیغمبری سے واقف ہوں (کیونکہ بحیرا اور نسطورا راہب کے حالات سن چکی تھی اور شام سے واپسی کے وقت ابر آپ پر سایہ فگن آنکھوں سے دیکھ چکی تھیں) پس فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضرت پر ایمان لائیں۔ پھر خدیجہ سے آپنے کہا مجھے کچھ اُڑھا دو سردی معلوم ہوتی ہے اور حضرت اوڑھ کر سو گئے خدیجہ اپنے پسر عم ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایام جاہلیت میں دین نصرانی قبول کر چکے اور کتب آسمانی پڑھے ہوئے تھے اور مرد پیر تھے اور کہا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ اُنکے پاس جبرئیل آیا ہے۔ ورقہ نے کہا سچ کہتے ہیں۔ میں اُنکا وصف کتب سماوی توریت و انجیل میں پڑھ چکا ہوں

طبری نے بھی بجائے "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" کے یہی لکھا ہے کہ "کیا پڑھوں"

بالجملہ حضرت جبرئیل تو بعد تعلیم آیات آسمان پر چلے گئے اور حضرت صلعم دولتسرا کو روانہ ہوئے راہ میں ہر درخت و پتھر سے آواز آتی تھی اسلام علیک یا رسول اللہ حضرت کا دل کانپتا تھا چہرہ زرد تھا اور پسینہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں داخل حرم سرا ہوئے۔ اور حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے چھپاؤ مجھے چھپاؤ حضرت خدیجہ نے بالاپوش اڑھایا اور ٹھنڈا پانی چھڑکا۔ افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا خدا تعالی آپ کو ضایع نکریگا۔ آپ صلۂ رحم بجالاتے غربا و مساکین کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی اور راست گفتاری آپ کا شعار ہے۔ ایسے کاموں میں جنمیں حق کی تائید ہو اعانت کرتے ہیں اور اسیطرح کی حضرت کے صفاتِ حمیدہ بیان کرکے کہنے لگیں کہ آپ رحمت الٰہی کے مستحق ہیں نہ غضب الٰہی کے۔ پھر آپکو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور اُن سے حال بیان کیا۔ چونکہ وہ کتب سابقہ سے بخوبی واقف تھے انہوں نے سب حال سنکر کہا یہ ناموس اکبر تھا جسکو جبرئیل کہتے ہیں۔ یہی فرشتہ حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا تم اس اُمت کے پیغمبر ہو۔ تم ہی وہ پیغمبر ہو جسکی خبر حضرت عیسیٰ نے بھی دی ہے۔ آپ اصلا خوف نفرمائیں بلکہ خوش ہوں آپ کو ورقہ کا کلام سنکر سکون حاصل ہوا اور پہلی کیفیت زائل ہوگئی۔ انہیں دنوں میں ورقہ کا انتقال ہوگیا۔

(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۰) ابتدائی وحی کی نسبت متعدد روایتیں ہیں اُنمیں ایک جو زیادہ مشہور ہے بیان کی گئی ہے۔ اُسمیں بھی علمار کا اختلاف ہے کہ پہلے کونسی آیت نازل ہوئی کسی نے سورۂ فاتحہ الحمد اور کسی نے اقرا باسم ربک الذی خلق۔ اور بعض نے یا ایہا المدثر کا ذکر کیا ہے مگر اکثر نے اقرا کو ترجیح دی ہے (روضۃ الاحباب)

نزول وحی کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آغاز نزول وحی ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ ماہ رمضان لیلۃ القدر سے ہوا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ آغاز وحی ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔ حیات القلوب میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ احادیث آئمہ ہدیٰ اس مضمون پر واقع ہوئی ہیں اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ بعثت آنحضرت کی ۲۷ رجب کو ہوئی علمار اہل تسنن میں صاحب کتاب منتقی و مواہب اللدنیہ اور بعض دیگر علما نے ماہ رجب ہی میں بعثت کا آغاز مانا ہے۔ مگر یوم بعثت میں اختلاف نہیں سب نے یوم دوشنبہ لکھا ہے۔ اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کی ابتدا خواب سے ہوئی یا بیداری سے۔ لیکن اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ پھر بعد میں خواب میں حالت بیداری میں چلتے پھرتے جب موقعہ اور محل ہوتا تھا وحی[۱] نازل ہوتی تھی۔ وحیوں کا مجموعہ قرآن ہے۔ یہ کتاب ایکبارگی مرتبہ بہیئت مجموعی نہیں اُتری۔ وقتاً فوقتاً احکام الٰہی اُترتے تھے۔ آنحضرت اور پھر آپ سے

---

[۱] روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ وحی کئی طرح پر نازل ہوتی تھی کبھی رویا رصالح و صادقہ دکھائی دیتے تھے کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آتا تھا یعنی جبرئیل اکثر دحیہ کلبی صحابی کی شکل میں آتے تھے کہ صحابہ بھی کبھی کبھی دیکھتے تھے کبھی جبرئیل اپنی صورت اصلی میں ظاہر ہوتے اور وحی سناتے۔ کبھی جبرئیل آپکے دل میں القا کرتے اور دکھائی نہ دیتے۔ کبھی حضرت چادر یا کوئی اور چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے اور وحی سلسلۂ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس پچھلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک آواز مثل جوش دیگ کے آپکے سینہ سے نکلتی اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوجاتا۔ جاڑے کے دنوں میں پسینہ پیشانی سے ٹپکتا۔ اگر کسی جانور پر سوار ہوتے وہ وحی کے بوجھ سے بیٹھ جاتا۔ اور کوئی زانو پر سر مبارک رکھنے کی تاب نہ لاتا۔ سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت قریب تہا کہ ناقہ شریف کا بازو ٹوٹ جائے۔ تنقید الکلام میں پروفیسر میکس مُلر سے نقل کیا ہے کہ خداوند برحق اپنے پیغمبروں کو خود پسند کرلیتا ہے اور اُن سے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے۔ جو صدائے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے یہ وہی صدائے باطنی ہے جس سے خدا ہم سب سے کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ صدا ایسی خفیف ہوجائے کہ اچھی طرح سنائی بھی ندے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسمیں سے ربانیت اور حقانیت جاتی رہے اور انسانیت آجائے یعنی دنیا طرونکی زبان ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الٰہی کو اُس صدا میں اُسکی کیفیت اصلی یعنی حقانیت محسوس ہو۔ اور اُنکے گوش حق نیوش میں آواز ہاتف غیب کی معلوم ہو مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکھتے ہیں کہ آپکو اپنی بعثت کا حال اسوقت منکشف ہوا جبکہ آپ کو عین مراقبہ اور دینی نوع انسان کی ہمدردی کے سبب بکمال حزن و ملال کے عالم میں ایسی ہاتف غیب کی صدا محسوس ہوئی جس نے انبیائے مرسلین کو جو آپکے پیشتر گذرے تھے حکم رسالت سنایا تھا۔

آپکے اصحاب یاد کرلیتے تھے۔ آنحضرت کے عہد میں یہ احکام ایک کتاب کی صورت میں نہیں لائے گئے ہم آگے بیان کرینگے کہ خلفاء کے زمانہ میں ان احکام نے کتاب کی صورت کیونکر پائی +

(۲) سابقین اسلام — اس امر میں اختلاف نہیں کہ یوم دوشنبہ کو جناب رسالتمآب صلعم مبعوث ہوئے اور اُسی دن آخر وقت میں حضرت خدیجہ بنت خویلد نے نماز پڑھی اور دوسرے دن منگل کو حضرت علی نے نماز پڑھی۔ تفریح الاذکیاء میں بہجۃ المحافل سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اُسی روز آخر وقت یا دوسرے روز اول وقت مشرف باسلام ہوئے۔ ایسا ہی روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۳۴ میں ہے اور ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے دعوی کیا ہے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ خدیجہ کے بعد اول علی بن ابیطالب ایمان لائے ہیں۔ اُسوقت حضرت علی کی عمر دس یا ساڑھے بارہ اور بعض نے ساڑھے چودہ سال کی لکھی ہے۔ اور یہ فرق سنہ بعثت کی اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ بعض نے سنہ بعثت آپکی ۴۳ یا ۴۵ سال کی عمر میں لکھا ہے اور حضرت علی رسالتمآب صلعم سے تیس برس چھوٹے تھے۔ لیکن اس سے پہلے ہی جناب علی نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی[1]۔ اور اسی سبب سے حضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ (خدا اُنکے چہرہ کو مکرم کرے) کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ طبری۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ صاحب ریاض النضرہ۔ صاحب معجم لغوی۔ اور صاحب مدارک وغیرہ اور اکثر دیگر مورخین و اہل سیر اسی امر کے قائل ہیں کہ اول دن خدیجہ اور دوسرے دن علی نے نماز پڑھی۔ اسکے بعد اکثروں نے زید بن حارثہ کا اور اُنکے بعد حضرت ابوبکر کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ اسوقت عمر حضرت ابوبکر کی ۳۸ سال کی تھی۔ شرح مقاصد و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے تو لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے۔ پس زبیر بن العوام اور عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف اُنکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر مسلمان ہوئے تو عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو لائے اور وہ مسلمان ہوئے اور دوسرے دن عثمان بن مظعون اور ابوعبیدہ بن جراح اور عبدالرحمن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کو لیکر آئے اور وہ مسلمان ہوئے صاحب روضۃ الاحباب نے ان ۹ ناموں کے بعد لکھا ہے کہ پھر بلال اور صہیب اور خباب بن الارت اور عمار بن یاسر اور اُنکی ماں سمیہ اور اسما بنت ابوبکر اور عبیدہ بن حارث اور عبداللہ بن مسعود اور خنیس بن حذافہ اور جعفر ابن ابیطالب ایک ایک کرکے مسلمان ہوئے مگر ابن خلدون نے ان ۹ ناموں کے بعد قدامہ بن مظعون اور سعید بن زید بن عمرو اور سعید کی زوجہ فاطمہ ہمشیرہ عمر خطاب اور سعید کے والد زید بن عمرو اور سعد بن ابی وقاص کا بھائی عمیر بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسما بنت عمیس اور سائب بن عثمان بن مظعون اور ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور عامر بن فہیرہ ازدی اور عمار یاسر اور صہیب بن سنان کا ترتیب وار اسلام لانا لکھا ہے۔ ابن خلدون نے ان بائیس اشخاص سے پہلے خدیجہ اور ابوبکر اور علی اور زید بن حارثہ بلال بن حمامہ۔ عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید بن عاص کا مسلمان ہونا لکھا ہے +۔ ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے علی ابن ابیطالب کی تکفیل آنحضرت صلعم اور جعفر کی کفالت عباس بن عبدالمطلب کر رہے تھے ابوطالب کے یہ دونوں بیٹے مسلمان ہوگئے تھے اور ابوطالب سے چھپکر آنحضرت کے ساتھ پہاڑوں کے دروں میں جاکر نماز پڑھتے تھے اتفاق سے ایک روز ابوطالب

[1] سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ اور سیرۃ محمدیہ میں لکھا ہے کہ جب علی بطن مادر میں تھے تو اپنی والدہ کے پیٹ میں مثل قوس کے ہو جاتے تھے اور اُنہیں ہبل کے سجدہ کے لئے جھکنے نہ دیتے تھے۔ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۴ اور ارجح المطالب ص ۴۰۵ میں لکھا ہے کہ عرصۃ تک حضرت علی نے مرضعہ کا دودھ نہیں پیا۔ رسول اللہ صلعم کے لعاب دہن سے (زبان چوسکر) پرورش پائی اور علی نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کیونکہ ابتدا سے رسول کی کفالت میں رہے

اُسطرف آنکلے آنحضرت نے اُنکو اسلام کی دعوت دی ابو طالب نے کہا میں اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا البتہ تمہاری وجہ سے یہ ہوگا کہ میں تمہاری مخالفت نہ کرونگا۔ اسکے بعد علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوکر کہا دیکھو محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا یہ تمکو بھلائی کے سوا کچھہ نہ سکھائینگے +

تنقید الکلام میں مولوی سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اکثر آنحضرت قرب جوار مکہ کی تنہائی میں اپنی زوجہ اور اپنے عمزاد علی کو لیجاکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اثناء رکوع میں اُنکو ابو طالب نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ اے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کر رہا ہے" حضرت نے فرمایا "یہ دین خدا کا اور اُسکے ملائکہ کا اور انبیاء کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اُسکے بندوں کو راہ راست دکھاؤں اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اُسکے ہیں پس مناسب ہے کہ میں آپ کو دین حق کی طرف دعوت کروں اور سزاوار ہے کہ آپ اس دین کو قبول فرما کر اُس کے شایع کرنے میں میری اعانت فرمائیں"۔ ابو طالب نے ایک جوانمرد کہن سال عرب کے طنطنہ سے کہا "اے پسر برادر میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک نہیں کر سکتا مگر باللہ العظیم جبتک میں زندہ ہوں کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کر سکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی کی طرف مخاطب ہوکر اُس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علی نے عرض کیا کہ میں ایمان لایا خدا کا اور اُسکے پیغمبر کا اور میں اُسی کا پیرو ہوں۔ ابو طالب نے فرمایا کہ اے فرزند اُسی کی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ دیکھا ابو طالب نے حضور صلعم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے ہوئے اور علی دائیں جانب تھے۔ پس ابو طالب نے جعفر سے کہا کہ جا تو بھی نماز میں شریک ہوا اور جعفر بائیں پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ پس جعفر کا ایمان لانا حضرت علی کے تھوڑی ہی عرصہ بعد ہوا۔ (تاریخ طبری ابن ہشام اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو)

صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھا ہے کہ ابو طالب کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں حق ہے اگر مجھے عورات قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے بھتیجے کی پیروی کرتا۔ استیعاب اور اسد الغابہ میں ہے کہ پوچھا گیا محمد بن کعب القرظی سے کہ اول علی اسلام لائے یا ابو بکر۔ اُس نے جواب دیا سبحان اللہ ان دونوں میں سے علی اول ایمان لائے ہیں اور لوگوں کو شبہ اس سبب سے ہوا ہے کہ ابتدا میں علی بوجہ خوف ابو طالب کے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور ابو بکر مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے فوراً اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ بھی ملاحظہ ہو)

حضرت ابو بکر کے اسلام لانے کی کیفیت روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس و سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۴۰۰ اور اسد الغابہ میں اس طرح لکھی ہے۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ جناب رسالتماب صلعم کے مبعوث ہونیسے پہلے یمن جانیکا اتفاق ہوا اور قوم ازد کے ایک بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو بڑا عالم تھا بہت سی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور آدمیوں کا علم بہت رکھتا تھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تو حرم کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تو قریشی اور تیمی ہے میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا تجھ سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں علم صحیح اور صادق سے جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی ظاہر ہوگا اور اُسکے امر میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ اُسکی مدد کریگا۔ پس جب میں مکہ میں واپس آیا تو میں نے سُنا کہ آنحضرت مبعوث ہوئے ہیں میں در دولت پر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابو بکر اسلام قبول کر میں نے حضرت سے دلیل و حجت طلب کی حضرت نے فرمایا میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اُس سے ملاقات کی اور تمام قصہ بیان فرمایا اسکے بعد میں مشرف باسلام ہوا +

صاحب تفریح الاذکیا نے سابقین اسلام کی ترتیب اسطرح قایم کی ہے۔ خدیجہؓ۔ علیؑ۔ زیدؓ بن حارثہ۔ ابوبکرؓ۔ سعیدؓ بن زید۔ فاطمہؓ زوجہ سعید بن زید۔ بلالؓ۔ خبابؓ بن الارت۔ صہیبؓ رومی۔ عمارؓ یاسر اور انکی والدہ سمیتہؓ۔ ام سلمہؓ خولہؓ بنت حکیمؓ + کامل ابن اثیر میں ہے ابو ذر کہتے ہیں کہ میں رابع الاسلام ہوں۔ واقدی کہتا ہے عمرو بن عبسہ اور زبیر کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ خالد بن سعید کا پانچواں نمبر۔ مگر ابن اسحق کہتا ہے کہ خالد بن سعید اور انکی بیوی ہمینہ بنت خلف بہت آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ عبداللہ بن مسعود کو بعض نے سادس الاسلام لکھا ہے +

طبری میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر سے پہلے پچاس آدمی سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا جناب علی نے میں خدا کا بندہ ہوں۔ رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد سوائے کاذب مفتری کے یہ لقب اختیار نہیں کریگا۔ مینے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے۔ نیز ابن اثیر عفیف کندی سے ناقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ تجارت وارد مکہ ہوئے۔ زمانہ حج کا تھا۔ ہم حضرت عباس کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک مرد مقابل کعبہ نماز پڑھنے لگا۔ اُسکے پیچھے ایک لڑکے اور ایک عورت نے بھی اقتدا کی۔ میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کیسا دین ہے تو عباس نے کہا یہ محمدؐ بن عبداللہ میرے بھتیجے ہیں جن کو گمان ہے کہ پیغمبر ہوئے ہیں اور قیصر و کسرا کے خزانے انکو ملیں گے۔ انکی زوجہ خدیجہ اور بھائی علی ابن طالب نے اُنکے دین کو قبول کیا ہے۔ قسم بخدا جہانتک میں جانتا ہوں اس دین میں اِن تینوں آدمیوں کا چوتھا شریک نہیں ہے۔ جریر طبری نے ان الفاظ کو اور زیادہ روایت کیا ہے کہ جب عفیف مسلمان ہو گئے اور اسلام اُنکے دل میں خوب راسخ ہو گیا تو وہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اُن تین شخصوں کے ساتھ چوتھا ہوتا۔ اور امام احمد بن حنبل نے عفیف کی زبان سے یہ الفاظ اور زیادہ کئے ہیں کہ اگر اُس روز خدا تعالی مجھے اسلام نصیب کرتا تو میں جناب علی سے دوسرے نمبر پر ہوتا۔" راوی کا بیان ہے کہ یہ قصہ جسمیں حضرت عباس کی قسم مذکور ہے حج کے زمانہ یعنی ماہ ذیحجہ کی کسی تاریخ کا ہے اور بعثت رجب یا رمضان میں ہوئی ہے +؛ صاحب تفریح الاذکیا بروایت ابن سعد لکھتے ہیں کہ بعد حضرت خدیجہ (اور انکی لڑکیوں کے جو اتبک پیدا ہوئی تھیں) سب عورتوں سے پہلے ام الفضل زوجہ عباس اور اسماء بنت ابی بکر ایمان لائیں۔ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ زید کی بیوی اُم ایمن بھی زید کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں +

یہاں یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے جیسا کہ بعض مورخین فرنگ نے بھی مثل ڈیون پورٹ کے لکھا ہے کہ سب سے بڑی تصدیق آنحضرت کی صدق نیت اور حقیقت مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان اور سابق الاسلام حضرت کے گھر کے لوگ اور وہ لوگ ہوئے جو حضرت سے بہت گھرا تعلق رکھتے تھے اور حضرت کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اگر حضرت کی صداقت میں ذرہ بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے تو ہرگز ایسے

له صاحب اکسیر التواریخ نے انہی لوگوں کے ساتھ ابو سلمہ مخزومی۔ عامر بن فہیرہ۔ خنیس بن حذافہ۔ خالد بن سعید بن عاص۔ عباس بن ربیعہ عبیداللہ بن جحش اور جعفر بن ابیطالب کا نام لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ شروع سال میں صرف ۱۰۰ آدمی کے قریب مسلمان ہوئے +

له تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۵ که یہ روایت مناقب احمد بن حنبل۔ خصائص نسائی۔ مسند ابن ابی شیبہ۔ مسند ابن ابی عاصم مستدرک حاکم اور حلیۂ ابونعیم میں بھی درج ہے اور عقیلی نے بھی لکھی ہے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ اور یہی روایت حبۃ العرنی سے استیعاب میں درج ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ ہمکو ثبوت کو پہنچا ہے کہ جناب علی نے فرمایا ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ اوروں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے + + +

راسخ الاعتقاد نہوتے کہ دین کی خاطر اپنی جانوں کو معرض خطر و ہلاکت میں ڈالتے ۔ یہ لوگ برابر حضرت کے ساتھ رہتے تھے اُنکی حرکات و سکنات کے نگراں رہتے تھے ۔ خصوصاً اُنکی زوجہ خدیجہ اور آنکا عمزاد پیارا بھائی حضرت کی رسالت کا اعتقاد کامل اور یقین واثق رکھتے تھے ۔ اور سب سے زیادہ سچے اور وفادار یہ ہی اُنکے تھے ۔ اگر یہ لوگ ذرا سی علامت بھی دنیا داری یا کمزوری و ریا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر میں پاتے تو آنحضرت کو جو تہذیب اخلاق اور اصلاح بنی آدم کی اُمیدیں تھیں وہ سب دم بھر میں خاک میں ملجاتیں ۔ اُنہوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب و صدمات اُٹھائے +

(۳) اعلان رسالت سنہ ۴ بعثت | آنحضرت پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے بلکہ از روئے عقل و تدبیر مدارات تا ابتداء نصیحت میں فرمائی خاص خاص احباب اور اُنکے متوسلین میں دعوت اسلام محدود تھی کیونکہ اگر ذرا بھی عقل کو کام میں نہ لاتے تو معرض ہلاکت میں پڑتے اور مقصد حاصل نہ ہوتا چنانچہ بمفاد آیۂ کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) تین سال تک حضرت نے یہی طریقہ جاری رکھا ۔ اور بیگانوں پر راز ظاہر نہ کیا ۔ تین برس یوہیں گذرے اور اس عرصہ میں بروایت اکثر مورخین کل ۳۹ آدمی مسلمان ہوئے انمیں اکثر کم سن مسافر اور غریب تھے اور اس تعداد میں جوان لڑکے بوڑھی عورتیں سب شامل تھے[1] یہ لوگ اپنے نماز اپنے گھروں یا پہاڑوں کے دروں میں چھپکر پڑھتے تھے طبری وغیرہ میں لکھا ہے کہ ایکدن سعد بن ابی وقاص و بعض دیگر اصحاب آنحضرت ایک شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کچھ مشرک اُدھر آگئے وہ اُنکو نماز پڑھتا دیکھکر متعرض ہوئے اور بُرا بھلا کہنے لگے پس سعد بن ابی وقاص نے ایک مشرک کا سر اونٹ کی ہڈی سے پھوڑ دیا یہ اول خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا + بعثت سے چوتھے برس کے شروع میں جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اور ڈرا اپنے قریب رشتہ داروں کو پ ۱۹ ع ۱۵) نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی کو حکم دیا کہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) گیہوں کی روٹی اور ایک ران گوشت تیار کروا اور ایک کاسہ دودھ کا لے آؤ اور فرزندان عبد المطلب کی ابو طالب کے گھر میں ضیافت کرو ۔ غرض چالیس آدمی جمع ہوئے اور یہ سب چیزیں اُنکے آگے رکھی گئیں انمیں ابو طالب ۔ حمزہ ۔ عباس اور ابو لہب بھی تھے ۔ حضور صلعم نے بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھایا اور سب نے کھانا شروع کیا یہانتک کہ سب سیر ہوگئے مگر وہ کھانا کم نہوا اور سب نے دودھ پیا اور پھر اُسی طرح باقی رہا ۔ ابو لہب اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا ۔ تمہارے صاحب نے عجب سحر کیا ہے ۔ حضرت یہ سُنکر چپکے ہو رہے اور وہ چلے گئے ۔ آنحضرت نے دوسرے دن اُسی سامان سے پھر اُنکی دعوت کی اور پھر وہی صورت پیش آئی ۔ تب حضرت نے فرمایا اے فرزندان عبد المطلب میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کوئی شخص عرب سے اپنے قوم کے واسطے کوئی چیز اُس سے بہتر نہیں لایا ہے جو میں تم لوگوں کے واسطے لایا ہوں وہ چیز تمہارے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے ۔ یہ تبلاؤ کہ اگر میں تمکو خبر دوں کہ تمہارا دشمن صبح یا شام تمہارے فکر میں آیا چاہتا ہے تو تم یقین کروگے اُن سب نے کہا کہ البتہ ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں ۔ حضرت نے فرمایا پس جانو کہ خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں قریبوں کو اس امر کی دعوت کروں اور عذاب آخرت سے خوف دلاؤں تم لوگ ہمارے عزیز و قریب ہو تم لوگوں نے اس معجزہ کو دیکھا جو شخص اس کھانیکے بعد ایمان نہ لاویگا خدا اُسکو عذاب میں مبتلا کریگا[2] پس تم میں سے کون ایسا ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور وہ میرا معین و مددگار ہو اور میں اُسکو اپنا بھائی وصی اور وزیر و خلیفہ قرار دوں[3] یہ سُنکر

[1] اکسیر التواریخ میں اسوقت تک سوا آدمیوں کے قریب مسلمان ہونا لکھا ہے اور گبن نے صرف ۱۵ آدمی لکھی ہیں [2] حیات القلوب میں اسکے بعد لکھا ہے دو ای فرزندان عبد المطلب خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسکے واسطے اُسکے اہل سے ایک بھائی اور وصی اور وارث مقرر کیا ہے ۔ پس جو کوئی تم میں سے پہلے مجھپر ایمان لائیگا وہ بھائی اور وزیر اور وارث اور وصی اور خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت میں ۔ اور میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے ہارون موسی کے ساتھ تھے [4] حیات القلوب میں اسکے آگے یہ عبارت اور زیادہ ہے کہ میری جانب سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے بعد میرا قرض ادا کرے اور میرے وعدے پورے کرے +

سب چپ ہو رہے کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پس حضرت علی جو اُسوقت چودہویں برس میں تھے تاب نہ لاسکے اُٹھکھڑے ہوئے اور نہایت جوانمردی سے بولے "یا رسول اللہ وہ شخص میں ہوں اگرچہ عمر میں ان سب سے کم ہوں۔ اور آنکھیں میری ان سب سے چھوٹی ہیں اور پیٹ میرا بڑا ہے اور پنڈلیاں سب سے پتلی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کا وزیر ہونگا جو حکم آپ کرینگے میں اُسکی تعمیل کرونگا۔ اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا ٹھیر جاؤ جلدی مت کرو شاید جو لوگ تم سے بڑے ہیں وہ قبول کریں"۔ پھر حضرت نے مضمون سابق کا اعادہ کیا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت علی نے اُسی طرح سے کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے عرض کئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اسوقت حضور صلعم نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور بیعت لی پھر ہاتھ پھیلا کر علی کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا دیکھو میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے خلیفہ کو سب اسکی بات کو ماننا اور اسکی اطاعت کرنا۔ قریش قہقہہ مار کر ہنسنے لگے[له]۔ اور ابوطالب سے یہ کہکر کہ علی کو سلام کرو اور اُسکا حکم مانا کرو سب چلے گئے (طبری ج ۲ ص ۲۱۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۱۱ حبیب السیر ج ۱ جزو ۳ ص ۱۶ گبن ج ۳ ص ۴۹۹ اوکلی ص ۱۵ کارلائل ص ۶۱ ارونگ ص ۳۰ گلمن ص ۸۳ ڈیون پورٹ ص ۵ اور تفسیر لباب التاویل ج ۳ ص ۳۷۱ تفسیر معالم التنزیل و تفسیر ثعلبی وغیرہ)

اِسکے بعد ہی جب آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین نازل ہوئی یعنے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ظاہر کر اُس کام کو جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے اور پھیر لے اپنا منہ مشرکوں سے۔ تو حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی "یا معشر قریش یا بنی فہر یا بنی غالب یا بنی لوی یا بنی عدی" مکہ کے لوگ چھوٹے بڑے آکر جمع ہو گئے کیونکہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام درپیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر آواز دیجاتی تھی۔ اور لوگ آواز سُنکر جمع ہو جاتے تھے۔ دوڑتے وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ کوئی قومی مرحلہ پیش آیا ہوگا وہاں پہنچکر آنحضرت کی زبان سے جو تقریر سنی گئی وہ یہ تھی "لوگو اگر میں تم سے کہوں۔ کہ پہاڑ کے دوسری طرف ایک بڑا لشکر اسلئے چھپا ہے کہ دفعتہً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کرے تو کیا تم باور کروگے؟" لوگوں نے جواب دیا "بیشک اے محمد تم امین ہو اور ہم لوگوں نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں سنا تمہاری بات ہم کیوں جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرت نے فرمایا "تمہارے پیچھے عذاب سخت آنے والا ہے جو بغیر توحید کے کبھی دفع نہیں ہو سکتا" یہ سُنکر وہ سب اپنے دلمیں آں حضرت کو خفیف الحرکت سمجھنے لگے۔ ابولہب سے رہا نہ گیا اور بولا "تمہاری اوقات خراب ہو اسلئے بلایا تھا" یہ کہکر سب چلے گئے (روضۃ الاحباب۔ ارونگ ص ۳۲ و حیات القلوب)

(۴) **قریش کی دشمنی ۴ سنہ بعثت**۔ آنحضرت کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی۔ وہی محمد جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے قوم نے اُنھیں امین کا خطاب دیا تھا اب اس مذہب پھیلانے کی وجہ سے کانٹے کی طرح دل میں کھٹکنے لگے۔ اور امین کی جگہ اُنھیں مجنوں خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گذرتے قریش مذاق

له اوکلی اور گبن کے موافق حضرت علی نے اسطرح فرمایا کہ یا رسول اللہ جو کوئی آپ کا مقابلہ کریگا اُسکے دانت توڑ ڈالونگا۔ آنکھیں نکال ڈالونگا پیٹ پھاڑ ڈالونگا اور ٹانگیں توڑ ڈالونگا یا رسول اللہ میں آپکا وزیر ہونگا ۲له مسٹر کارلائل لکھتے ہیں کہ بعد میں ثابت ہو گیا کہ یہ ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسکو پسند کرے ہی اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اُسکے بعد اُس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھیر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی، رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک عیسائی دینی بزرگ جوانمرد کے شایان ہے اوکلی لکھتا ہے کہ یہ نامور خلیفہ بلحاظ اپنی ہمت و جرأت۔ اور طبیعت و خصلت اور پاکدامنی و عفت اور فہم و فراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو اُمت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا ۳له ارونگ لکھتا ہے کہ ابولہب نے ایک پتھر بھی اُٹھا کر حضرت کو مارا تھا +

کرتے آپس میں کہتے "یہ شخص بہلا چنگا تھا دفعۃً دماغ پھر گیا کہتا ہے کہ مجھ سے اہل آسمان باتیں کرتے ہیں اور آسمان کی خبر لاکر ہمکو سناتا ہے" یہانتک بہی خیرت تہی۔ لیکن جب ہادی نے بتوں کا باطل کہنا اور قریش کے آبا و اجداد کو جو حالت کفر میں مرے تھے دوزخی بتانا شروع کیا۔ اُسوقت قریش کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ آنحضرت کی دشمنی پر تل گئے۔ تمام بنی اُمیہ اور بعض بنی ہاشم حضرت کے دشمن جانی ہوگئے +

بنی اُمیہ کا سردار اسوقت ابوسفیان بن حرب تھا۔ یہ شخص نہایت مالدار ذی اقتدار اور شجاع تھا۔ عرصہ دراز تک آنحضرت کا دشمن جانی رہا۔ بنی ہاشم میں سے حضرت کا چچا ابولہب آپکا بڑا مخالف تھا۔ یہ شخص بڑا مالدار اور مغرور اور بدمزاج تھا۔ اسکے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے آپ کی بیٹیوں ام کلثوم اور رقیہ[1] کی شادی کم سنی میں ہوئی تہی۔ ابولہب کی بیوی ابوسفیان کی بہن ام جمیل حضرت کی سخت دشمن تہی۔ ابولہب کی مخالفت زیادہ تر اپنے زوجہ ہی کی مخالفت کے سبب سے تھی کہ وہ اُسکا نہایت فرمانبردار تھا۔ ہادی کو اس مخالفت سے ام کلثوم اور رقیہ پر نہایت تاسف اور تردد ہوا۔ آخر ابولہب اور اُسکی زوجہ ام جمیل نے عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت کی صاحبزادیوں کو طلاق دلادی۔ اور اُن صاحبزادیوں کا نکاح کچھ عرصہ بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا گیا۔ ابوسفیان کا خسر عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بہی آنحضرت کے سخت مخالفوں اور دشمنوں میں سے تھے +

کفار ہر طرح سے حضرت کی ایذا دہی میں کوشش کرتے تھے کبہی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط آنحضرت کی گذرگاہ میں گھر کے قریب گندگی ڈالدیتے کبہی کانٹے بچھا دیتے آنحضرت تحمل سے کام لیتے اور اتنا ہی فرماتے "کیا حق ہمسائیگی یہی ہے" یونہیں آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد اور عناد کی طرف بڑہتی گئیں۔ اُنکا یہ حال ہوگیا کہ جو شخص باہر سے آتا اُس سے کہتے محمدؐ کی بات نہ ماننا۔ کبہی مجنون کہتے۔ کبہی شاعر کبہی ساحر اور کبہی کاہن۔ ایک مرتبہ اکابر قریش جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ موسم حج قریب ہے باہر کے لوگ آئیں گے تو محمدؐ اپنی سحر بیانی سے کام لیں گے۔ یہ سیدھے سادھے لوگ اُنکے دام فریب میں آتے جاتے ہیں اسکی روک تھام ضرور ہے۔ اس شریف خاندان حسین و وجیہ و فصیح البیان سے لوگوں کو کیونکر نفرت دلائیں۔ مجنون۔ شاعر۔ ساحر۔ کاہن کے لقب تو اسپر کھپ نہ سکیں گے۔ آخر ولید بن مغیرہ جو اُن سب میں قابل اور مسن سمجھا جاتا تھا بولا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سحر بابل ہے ناگزیر کچھ کہنا چاہتے ہو تو ساحر ہی کہو۔ اگرچہ یہ بہی مفید نہ ہوگا۔ پس موسم حج میں جو کوئی شخص آتا اُس سے یہی کہتے کہ یہ شخص ساحر ہے اسکی بات نہ سننا (روضۃ الاحباب) تاریخ الخمیس و طبری میں ہے ایک دفعہ کفار مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے آنحضرت کا ذکر کر رہے تھے کہ یہ شخص کھلے خزانے ہمکو اور ہماری بزرگوں کو بُرا کہتا ہے۔ کوئی بندوبست ضرور کرنا چاہیئے اتنے میں آنحضرت آپہنچے اور طواف کعبہ میں مشغول ہوئے۔ کفار آوازے کسنے لگے اور تعرض کے ساتھ پیش آئے۔ دو مرتبہ حضرت کچھ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت کو جلال آیا فرمایا "قریش تم سنتے نہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے میں تمکو ذبح کرنے آیا ہوں" حضرت کی اس گفتگو سے دلوں میں کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ لوگ خوشامد کرنے لگے۔ اور معافی کی درخواست کی۔ دوسرے دن کفار نے اپنی اس ہزیمت پر تاسف کیا اور پھر ایک دل ہوکر خانہ کعبہ میں آنحضرت سے بے ادبی کی۔ عقبہ بن ابی معیط گوشہ چادر گلے میں ڈالکر گلا گھونٹنے لگا۔ بروایت تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب حضرت ابوبکر روتے ہوئے اور آگے بڑھکر کہنے لگے آیا اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لیکر آیا ہے

[1] زینب ام کلثوم اور رقیہ کی نسبت علماء امیہ کا یہ قول ہے کہ وہ رسول اللہ کی صُلبی بیٹیاں نہ تہیں بلکہ خدیجہ کے پہلے شوہر سے تہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی سوائے فاطمہ علیہا السلام کے اور کوئی بیٹی نہیں ہوئی +

لایا ہے۔ اسپر مشرکین نے آنحضرت کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر کی ڈاڑھی پکڑ کر اتنا مارا کہ اُنکا سر پھوٹ گیا۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "اے محمد تم جو مانگو میں دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم اپنے ادعا سے باز آؤ۔ اگر تم کوئی حسین عورت چاہتے ہو تو میں اُسکا انتظام کردوں اور اگر دولت اور مال کی طمع ہو تو میں چندہ کرکے اتنا مال دوں کہ تم قوم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر بادشاہت کی طمع ہو تو میں تمہیں قوم کا بادشاہ بھی بنا سکتا ہوں۔ اگر تمہارا واہمہ تمہارے اختیار سے باہر ہے تو کہو کہ طبیب سے تمہارا معالجہ کراؤں۔ تمہیں صحت ہوجائے تو ہمیں مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں ہے"، جب عتبہ گفتگو ختم کر چکا تو حضرت نے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حم۔ تنزیلٌ من الرحمن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرآناً عربیاً لقوم یعقلون الخ جب آنحضرت فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک پہنچے تو عتبہ نے کہا بس بس۔ اور پھر اپنی قوم کے پاس آکر کہا واللہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے کہ اُسکا مثل کبھی نہ سنا تھا۔ شاعری۔ سحر یا کہانت کو اُس سے کوئی نسبت نہیں میری تو یہ رائے ہے کہ تم محمد کو اُسکے حال پر چھوڑ دو بخدا یہ کلام کچھ کر دکھائیگا۔ اگر دوسروں سے یہ مغلوب ہوا تو تمہارا مطلب بے دردسر حاصل ہوا اور اگر یہ غالب رہا تو اُسکی عزت کے ساتھ تمام مکہ والوں کی عزت بڑھیگی میری تو یہی رائے ہے آیندہ جو تم مناسب سمجھو۔ مگر ایک عتبہ کی رائے کیا کرتی ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جبتک وہ وقت نہیں آیا کافروں کی حالت نہیں بدلی (روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

غرض قریش ہر طرح حضرت کو ستاتے تھے۔ جب بازار میں جاتے چھیڑتے طعنہ زنی کرتے۔ جب وعظ فرماتے شور و شغب مچاتے۔ تالیاں پیٹتے۔ بیہودہ گیت گانے لگتے۔ کوئی درجہ بُرائی کا آنحضرت کے ساتھ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن آنحضرت ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیتے اور کہتے تو صرف یہ کہتے "خدایا تو اس قوم جاہل کو ہدایت دے" (نوٹ) کبھی حضرت سے معجزے طلب کرتے اور جب حضرت معجزے کبھی دکھاتے تو سحر اور جادو بتاتے۔

ایک دفعہ آنحضرت خانہ کعبہ میں سربسجود تھے عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے اشارہ سے ایک گوسفند کا مشیمہ (اوجھ) آنحضرت کے شانوں پر رکھدیا اور کفار نے ہنسنا شروع کیا۔ حضرت ثابت ہی رہے جنبش نہ کی اور سر سجدہ سے نہ اُٹھایا[1] جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ فرمایا کہ اے پروردگار تو قریش سے سمجھ لے۔ اور پھر نام بنام ابوجہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ اُمیّہ بن خلف۔ ابی بن خلف۔ اور عمارہ بن ولید کے حق میں دعائے بد کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ سب جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے (خمیس تحفۃ الاحباب)

(۵) کفار کا ظلم مسلمانوں پر عبدالمطلب کے بعد ابو طالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے اُنکے لحاظ اور خوف سے کفار مکہ آنحضرت کو زیادہ اذیت نہ پہنچا سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کر سکتے تھے جنکا کنبہ خوشحال تھا۔ لیکن غریب مسلمانوں کے ساتھ کفار بڑی سختیاں کرتے تھے۔ گرم ریت پر دھوپ میں سلاتے۔ گرم پتھر جسم پر باندھتے۔ دھوپ میں لوہے کی زرہ پہناتے۔ دُرّے مارتے۔ دانہ پانی بند کردیتے۔ سب ہی کچھ کرتے لیکن مسلمان توحید و رسالت کا اقرار کئے جاتے منحرف نہ ہوتے تھے۔ منجملہ اُن مفلس مسلمانوں کے جنکو کفار نے بہت ستایا تھا عمار ابن یاسر اور اُنکی والدین اور ہمشیرہیں اُنکو ایک دن گرم ریت پر لٹائے ہوئے مار رہے تھے۔ حضور صلعم نے دیکھا اور فرمایا کہ اے آل یاسر صبر کرو کہ

[1] صاحب تاریخ الخمیس وغیرہ مورخین اہلسنت اور صاحب حیاۃ القلوب وغیرہ محدثین شیعہ نے لکھا ہے کہ اس مشیمہ کو جناب فاطمہ نے آکر اُٹھا کر پھینکا۔ مگر یہ روایت اس روایت کے مقابلہ میں جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ بعثت میں لکھی ہے صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ واقعہ ۲ یا ۳ بعثت میں لکھا ہے ہاں اگر وہ روایت لیجائے جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ قبل بعثت میں لکھی ہے تو صحیح ہوسکتا ہے یا یہ واقعہ ۱۰ بعثت کا ہے جیسا کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد وفات ابوطالب ایسا ہوا اور ہماری تحقیق میں یہی درست ہے ہے ۱۰ میں خاک پھینکے۔

تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ آخر الامر ابوجہل مردود نے سمیہ مادر عمار کے قلب پر اور بروایتے اندام نہانی پر نیزہ مار کر ہلاک کردیا اور یاسر پدر عمار کو اتنا مارا کہ وہ ہلاک ہوگئے اسلام میں یہ دونو شہداے اول ہیں مگر عمار نے مجبور ہوکر وہی لفظ کہدیے جو کفار چاہتے تھے لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ عمار کافر ہوگیا فرمایا ہرگز نہیں وہ تو سر سے پانوں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے ایمان اُسکے گوشت وخون میں ملا ہوا ہے - اور جب عمار آپکی خدمت میں روتے ہوئے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا ہی کہوائیں تو کہدینا کوئی حرج نہیں ہے۔ اسیطرح صہیب[۱] وخباب وغیرہ نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھائیں (روضۃ الاحباب) مسلمان عورتیں بھی کفار کے عذاب سے مستثنیٰ نہ تہیں عمر فاروق اپنی کنیز لبینہ کو اسلام قبول کرنے کی جرم میں اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے تھے اور پھر دم لیکر مارنے لگتے تھے ابوجہل نے اپنی کنیز زنیرہ کو اتنا مارا کہ وہ اندھی ہوگئی اور کہا کہ لات وعزی نے تجھے اندھا کردیا اُس نے کہا لات وعزی کو تو خود بھی نہیں سوجھتا دوسروں کو کیا اندھا کرینگے یہ ایک آسمانی امر ہے میرا خدا پھر میری آنکھوں میں روشنی دیسکتا ہے - نہدیہ بنی عبد الدار میں سے ایک عورت کی لونڈی تھی وہ کمبخت اسے سخت تکلیفیں دیتی تھی - اسیطرح ام عبیس اسود بن عبد یغوث کی مملوکہ تھی اور ایمان کی خاطر سب تکلیفیں جھیلتی تھی (ابن ہشام - ابن اثیر)

یہ سمیہ مہاجرین اولین کے ساتھ حبش تشریف لیگئی تہیں - جب وہاں سے مراجعت کی تو ابوجہل نے اُنکو شہید کیا تھا۔ علیہم کفار حضرت بلال کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے تھے کہ بیان نہیں ہوسکتا - حضرت بلال امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے - اور پوشیدہ زیور ایمان سے آراستہ ہوچکے تھے - اور عبادت خدا حسب فرمودۂ حبیب اللہ کیا کرتے تھے جستہ جستہ یہ خبر ابن خلف کو پہنچی اُس نے غلاموں کو حکم دیا کہ صبح کو دن چڑھے ببول کے کانٹے بلال کے بدن میں چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تو اُنکو دھوپ میں چت لٹا کر سرتاپا گرم پتھر رکھا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور گرد آگ جلادیا کرو کہ خوب جلیں اور جب شام ہو ہاتھ پیر باندھ اندھیری کوٹھری میں قید رکھو - اور باری باری تازیانے مارا کرو اور صبح تک یہی کام کیا کرو اسیطرح ایک مدت گذری مگر حضرت بلال پکار پکار کر احد احد (خدا ایک ہے ایک ہے) کہا کیے - آنحضرت صلعم کو اُنکے اس حال کی خبر ہوئی تو عباس سے کہکر اُنکو اُنکے مالک سے خرید لیا[۲]

(۹) ہجرت حبشہ ۵ سنہ بعثت جب کفار قریش کا ظلم مسلمانوں پر حد کو پہنچ گیا - اور وہ جانوں کے لاگو ہوگئے تو حضور صلعم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا - حبش جسکو ابیسینیا کہتے ہیں ہجرت کے لئے منتخب کیا گیا - ابیسینیا کے لوگ نسطوری فرقہ کے عیسائی تھے اور اُن کا بادشاہ جس کا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن بحر یا مکحول بن صعصعہ تھا - نہایت منصف

---

[۱] ہجرت حبشہ کا حال آگے بیان ہوگا [۲] علامہ عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کو بلال بن رباح کی ان تکلیفوں کا حال معلوم ہوا تو حضرت ابوبکر سے فرمایا اگر تمہارے پاس مال ہوتا تو بلال کو خرید لیتے - اسکے بعد حضرت ابوبکر کی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی تو کہا کہ میرے لئے بلال کو خرید دو - عباس امیہ بن خلف کی بیوی کے پاس گئے اور کہا یہ غلام بھاگ جائیگا تو قیمت بھی ہاتھ سے جائے گی بہتر ہے کہ اسے ہمارے ہاتھ بیچڈالو - اُس نے کہا تم اسے لیکر کیا کروگے یہ بڑا خبیث ہے - کسی کام کا نہیں ہے - اُسوقت عباس چلے آئے - پھر دوبارہ اُس سے جاکر ملے اور اُس نے یہی کہا - اور بلال کو خرید کر حضرت ابوبکر کے پاس بھیجدیا حضرت ابوبکر نے بلال کو آزاد کردیا - بلال نے آنحضرت صلعم کی ملازمت اختیار کی) حضرت کو مؤذن مقرر ہوئے - یہی مؤذن اول ہیں اسلام میں - آنحضرت کی وفات کے بعد بلال نے شام چلے جانیکا ارادہ کیا - حضرت ابوبکر نے کہا تم تو ہمارے ہی پاس رہو - بلال نے کہا اگر تمنے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا ہے تو قید رکھو اور اگر خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو چھوڑدو کہ خدا کی طرف چلا جاؤں - ابوبکر نے کہا چلے جاؤ - پس بلال شام کی طرف چلے گئے اور وہیں رہے یہانتک کہ ۲۰ ہجری میں تریسٹھ یا ستر برس کی عمر میں انتقال کرگئے - کتب شیعہ میں

اکثر جگہ (رسول اللہ کا غلام) لکھا ہے

اور عادل تھا۔ یہ پہلی دفعہ ماہ رجب سال پنجم بعثت میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں تھیں سب سے پہلے حضرت عثمانؓ اور انکی زوجہ رقیہؓ بنت رسول باہر نکلے۔ یہ لوگ مکہ سے چھپکر نکلے۔ جدہ تک پاپیادہ آئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھکر ساحل حبشہ پر جا اترے۔ ان لوگوں کو حبشہ میں رہتے ہوئے شعبان اور رمضان کے مہینے گزرے تھے کہ انہوں نے سنا قریش مسلمان ہو گئے۔ یہ سنکر ماہ شوال میں حبشہ سے واپس آئے مگر مکہ کے قریب آکر انکو معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے زیادہ دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ ناچار انہوں نے اپنے دشمنوں سے مخفی طور پر ایسے لوگوں کے جوار میں سکونت اختیار کی جہاں انکو پناہ مل سکے سوائے عبداللہ ابن مسعود کے جو یہ خبر سنکر حبشہ کو واپس چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب طبری۔ تاریخ الخمیس) * کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار روز بروز زیادہ ہی گرم ہوتا چلا جاتا تھا۔ اسواسطے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف مہاجرت کرجانے کی اجازت دیدی اس مرتبہ علاوہ بچوں کے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں متفرق طور پر حبشہ کو چلے گئے۔ اور آخر میں جعفر ابن ابیطالب پچاس آدمی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ اب مہاجرین حبشہ کی تعداد بچوں کے علاوہ بروایتے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں اور بروایتے ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں جملہ ایک سو ایک یا ۹۱ تک پہنچگئی تھی۔ حبشہ میں ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا گیا۔ یہ لوگ عرصہ تک وہیں رہے۔ جب انہوں نے آنحضرت کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حال سنا تو انمیں سے ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں مکہ میں واپس آگئے۔ مگر جعفر اور انکے ساتھ والے پچاس آدمی ۷ ہجری تک حبشہ ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ جنگ خیبر کی فتح کے وقت مدینہ واپس آئے۔ اسوقت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیا میں فتح خیبر کی خوشی مناؤں یا جعفر کے واپس آنیکی۔ (روضۃ الاحباب وغیرہ)

کفار کو جب معلوم ہوا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہیں اور چپکے سے حبشہ چلے جاتے ہیں جہاں وہ امن و آرام سے بسر کرتے ہیں تو انکی کد اور بڑھی۔ بروایت ابن اسحق و ابو الفدا اور صاحب تاریخ الخمیس و طبری براہ حسد عمارہ بن ولید یا عبداللہ بن ابی ربیعہ کو اور بروایت ابن اثیر عبداللہ بن امیہ کو عمرو بن عاص کے ساتھ نجاشی اور ارکین سلطنت کیواسطے ہدایا و تحائف دیکر روانہ کیا۔ ان دونوں نے حبشہ میں جاکر روز پہلے شیروں کو رشوت دیکر اپنے سے ملالیا۔ پھر نجاشی سے ملا

* حضرت عثمان بن عفان اور انکی زوجہ رقیہ بنت رسول۔ زبیر بن العوام۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن ابن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد اور انکی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان ابن مظعون۔ عامر بن ربیعہ اور انکی زوجہ لیلیٰ۔ حاطب ابن عمرو۔ سہیل ابن بیضا۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور انکی بیوی سہلہ بنت سہیل (تذکرۃ الاذکیا) طبری نے ان گیارہ کے علاوہ ابو سبرہ بن ابی رہم کو بھی لکھا ہے۔

* صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تذکرۃ الاذکیاء اور بعض کتب سیر میں مسطور ہے کہ جملہ مہاجرین حبشہ کچھ اوپر ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں قریش سے تھیں اور ۱۰ نفر غیر قریش تمام قبائل سے۔ جب آنحضرت نے مدینہ کو ہجرت کی تو ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں حریم حرم میں واپس آگئے۔ ان میں سے دو مرد مکہ میں مرگئے اور سات نفر قید ہوگئے اور بقیہ ۲۴ نفر واقعہ بدر میں آنحضرت سے آملے۔ اور جعفر مع تمام مہاجرین کے ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ روایت ابن اسحق کی تاریخ الخمیس میں بھی ہے۔ * ابن خلدون صاحب سیرۃ محمدیہ اور صاحب انسان العیون نے لکھا ہے کہ یہ دوسری ہجرت حبشہ آنحضرت کے شعب ابی طالب میں داخل ہونیکے بعد ۷ بعثت میں ہوئی ہے۔ اور انمیں سے ۳۳ آدمی ۱۰ بعثت میں اسوقت مکہ میں واپس آئے۔ جب آنحضرت شعب ابوطالب سے نکل آئے ہیں۔

* کیونکہ مہاجرین حبشہ کو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ کفار قریش نے آنحضرت سے صلح کرلی ہے۔ * یہ شخص جو آنحضرت کے جری دشمنوں میں تھا مکہ کی ایک کسبی کا بیٹا تھا جسمیں اخلاق زمانہ میں شمار ہوتا تھا۔ جب یہ (عمرو عاص) پیدا ہوا تو اسکی ماں کے پانچ دوستوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے لیکن چونکہ عاص سے مشابہ تھا اسی سبب سے عاص کا نطفہ قرار دیا گیا۔ بڑا ہو کر یہ عرب کا ایک مشہور شاعر ہوا اور اکثر آنحضرت کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا۔ (دیکھو مختصر ابو الفداء صفحہ ۱۸۸۔ ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۳۶۔ نصرت الادراک جلد اول صفحہ ۱۵۹)

میں جاکر اول اُسکو سجدہ کیا پھر تحائف قریش پیش کرکے منت و سماجت عرض کیا "ہمارے بعض غلام اپنے دین سے پھر کر اور ایک نیا مذہب اختیار کرکے یہاں آئے ہیں اور اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد (غلام) کہتے ہیں اور یہ عقیدہ بادشاہ کے بھی خلاف ہے سو انکو ہمارے ساتھ کر دیجئے" نجاشی اگرچہ عیسائی تھا مگر انکی اس بات پر خفا ہوکر بولا "یہ میری شان کے خلاف ہے کہ جو میری پناہ میں آویں میں انکو دشمنوں کے سپرد کر دوں" پھر مسلمانوں کو طلب کیا وہ سب حاضر ہوئے جعفر طیار انکے پیشوا تھے - وہ سلام علیک کہکر مجلس بادشاہ میں رونق افروز ہوئے - اہل دربار نے لفظ سلام علیک سنکر کہا تم لوگوں نے خلاف آداب کیا بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا - جعفر ابن ابیطالب نے فرمایا ہم لوگ اپنے پروردگار حقیقی کے سوا اور کسیکو سجدہ نہیں کیا کرتے اور نہ ہم کسیکو اس لایق جانتے ہیں ہمارے پیغمبر صلعم نے ہمکو یہی تعلیم دی ہے" اس گفتگو سے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی وقعت قایم ہوئی اور پوچھا کہ تم نے جو نیا دین اختیار کیا ہے وہ کیا ہے؟ جعفر نے کہا "الله نے اپنا ایک رسول ہمارے پاس بھیجا ہے جس کے کہنے سے ہمنے اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا - وہ ہمکو اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کام سے منع کرتا ہے - نماز - زکوۃ - صدقہ - صلہ رحم - وغیرہ وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اُسے سچا سمجھ کر ہم ایمان لائے تو ہمارے بت پرست بھائی ہمکو ایذا پہنچانے لگے - ہم میں لڑنے کی طاقت نہ تھی بھاگ کر آپکی عملداری میں چلے آئے ہیں" نجاشی نے کہا تمہارے پیغمبر پر جو کلام نازل ہوتا ہے اسمیں سے کچھ سناؤ جعفر نے سورۂ کہیعص پڑھکر سنائی - نجاشی سنکر بیچین ہوگیا اور اسپر بڑی رقت طاری ہوئی - بعد میں بولا کہ اس کلام میں وہی رنگ ہے جو حضرت موسیٰ کی توریت میں +

کفار نے بادشاہ کو بدظن کرنے کے لئے کہا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کی بھی مخالفت کرتے ہیں - جعفر نے کہا ہرگز نہیں اور پھر آیہ کریمہ "ہو عبد الله و رسولہ و کلمۃ القاہا و روح منہ" پڑھا - نجاشی بولا ٹھیک یہی مفہوم انجیل کا بھی ہے +

طبری - ابن ہشام اور علامہ ابن اثیر وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں جو گفتگو حضرت جعفر کی نقل کی ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے - "اے بادشاہ ہم جاہل اور گمراہ لوگ تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے قطع رحم کرتے ہمسایوں کے حقوق کی پروا نکرتے تھے - زبردست کمزور کا مال کھا جاتا مدت سے ہمارا حال یہی چلا آتا تھا - تا آنکہ خدا نے ہمپر ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت نسب - راستبازی - امانت داری اور پاکدامنی سے ہم بخوبی واقف ہیں - اُس نے ہمیں سمجھایا کہ خدا کو ایک جانیں اور اُسکا کسیکو شریک نکریں اور بتوں کی پرستش چھوڑ دیں جنکو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آتے تھے - اور ہدایت کی کہ سچ بولو - امانتوں کو ادا کرو صلۂ رحم بجا لاؤ - اور ہمسایہ سے نیکی پیش آؤ - حرام باتوں اور خونریزیوں اور بدکاریوں اور جھوٹی گواہی دینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے پرہیز کرو - یتیموں کا مال نہ کھاؤ - اور حکم دیا کہ نماز پڑھا کرو اور روزے رکھا کرو" اور اسی طرح دیگر احکام اسلام اُسکے آگے بیان کرکے کہا "ہمنے اُسکو سچا جانا اُسپر ایمان لائے اور جن باتوں کو حرام بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حرام کرلیا - اور جن کو حلال بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حلال کرلیا اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی - طرح طرح سے ہمکو دکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا - کہ خدا کو چھوڑکر پھر بتوں کی پرستش کرنے لگیں - پس جب اُنہوں نے ہمپر قہر و ظلم کیا اور ہمارے دین میں ہماری مزاحمت کرنے لگے تو اوروں سے تجھ کو اچھا سمجھ کر اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے سامنے کوئی شخص ہمپر ظلم نہ کرسکیگا ہم تیرے ملک میں چلے آئے" حضرت جعفر کی اس تقریر سے نجاشی بہت متاثر ہوا اور کلام الله کی سورۂ کہیعص سنکر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہنے لگا "ٹھیک یہی مفہوم انجیل کا ہے - اے مسلمانو! تمکو اور تمہارے رسول کو مرحبا -

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ وہی رسول ہے جسکی تعریف انجیل میں ہمنے پڑھی ہے اور جسکی بشارت عیسےٰ بن مریم نے انجیل میں دی ہے بخدا اگر میں بادشاہ نہ ہوتا اور انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کے ساتھ چلکر اس رسول برحق کی جوتیاں اُٹھاتا۔ اور اُنکے ہاتھ میں پانی لیکر وضو کراتا(۱)۔ بعد اسکے ہدایائے قریش واپس کردیئے اور عمرو عاص اور عمارہ کو صاف جواب دیدیا کہ واللہ میں مسلمانوں کو تمہارے سپرد نکرونگا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بخوشی یہاں رہو کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا۔ **نوٹ** (۱) حبشہ ہی میں اسماء بنت عمیس سے جعفر کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (حیات القلوب وغیرہ) (۲) صاحب حیات القلوب نے علی بن ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن ام حبیبہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھی یہ عبیداللہ حبشہ میں عیسائی ہوکر مرگیا۔ رسول اللہ صلعم نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا کہ ام حبیبہ کا خطبہ آنحضرت کے ساتھ کردے نجاشی نے ایسا ہی کیا اور چار سو اشرفی انکا مہر اپنے پاس سے ادا کردیا۔ اور بہت سے کپڑے اور خوشبو ام حبیبہ کے پاس بھیجی اور سنہ ھ میں آنحضرت کے پاس روانہ کردیا۔ حیات القلوب میں نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر لکھا ہے +

(۷) رسول دار الارقم میں ۴ سنہ بعثت جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو بھی رسول اللہ صلعم وعظ فرماتے رہے اور نئے نئے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ کفار نے یہ دیکھکر آنحضرت کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ ناچار آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن اسد کے مکان میں جا چھپے اور اُس مکان میں ایک مہینہ تک رہے یہ مکان کوہ صفا کے اوپر واقع تھا۔ آپ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے۔

حضرت اسی مکان میں مقیم تھے کہ حمزہ نے اور حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر نے اسلام قبول کیا (ابن ہشام)

(۸) حضرت حمزہ کا اسلام ۶ سنہ بعثت ایک دن آنحضرت صلعم کوہ صفا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل اُدہر سے گذرا حضرت کو گالیاں دیں اور ایذا پہنچائی۔ رسول اللہ صلعم کچھ نہ بولے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا مکان وہیں تھا اپنے مکان میں ابوجہل کی زیادتی سن رہی تھی۔ رسول اللہ صلعم تو اپنے گھر چلے آئے اور ابوجہل کعبہ کے قریب قریش کی چوپال میں آکر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلعم کے چچا حمزہ جو شکار کو گئے ہوئے تھے واپس آرہے تھے اور اُنکی عادت تھی کہ شکار سے واپس آکر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے پھر گھر جاتے تھے۔ راستہ میں عبداللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا کہ اے ابوعمارہ (حمزہ) آج تو ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کو بہت گالیاں دیں اور بہت ایذا پہنچائی۔ حمزہ یہ سنکر کمال غضبناک ہوئے اور سیدھے کمان کندھے پر رکھے ہوئے ابوجہل کی تلاش میں آئے۔ چوپال میں دیکھا کہ ابوجہل وہیں بیٹھا ہے حمزہ سیدھے قریب آکر اُسکے سر پر ایسی کمان ماری کہ اُسکے سر پر سخت زخم آیا۔ اور کہا تو اُسکو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں اُسکے دین پر ہوں اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ دیکھوں تو کہہ تو اُسے کیا کہکر آیا تھا ایسے ہی مخزوم ابوجہل کی حمایت کو کھڑے ہوگئے۔ ابوجہل نے اُنہیں یہ کہکر روکدیا کہ ابوعمارہ کو کچھ نہ کہو میں نے اُسکے بھتیجے کو بڑی سخت اور فحش گالی دی تھی اور حمزہ کا غصہ دیکھکر انکے واسطے کہا کہ میں نے اس سبب سے محمدؐ کی گستاخی کی تھی کہ وہ ہمارے تمہارے آباو اجداد کے مذہب سے منحرف ہوگیا ہے مگر حضرت حمزہ دھیمے نہیں ہوئے بلکہ تندی اور غصہ کی آواز سے بولے "تو میں بھی تمہارے پتھر کے خداؤں کو نہیں مانتا کیا تم مجھے مجبور کرسکتے ہو"

(۱) اکثر مسلمان مورخوں نے نجاشی کے مسلمان ہونے اور مرتے دم تک مسلمان رہنے پر اتفاق کیا ہے (۲) ارقم کا اسلام مورخین نے چھٹے یا ساتویں نمبر پر لکھا ہے (۳) حضرت حمزہ اپنی شجاعت کے سبب عرب میں مشہور تھے + + +

یہ کہکر حمزہ نے علانیہ کہدیا کہ میں مسلمان ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ اور قسم کہائی کہ میں آنحضرت کا ساتھ دونگا۔ اور اُسوقت سے علانیہ اسلام کے نہایت سرگرم اور بہادر مددگار ہوگئے۔ قریش آنحضرت سے بہت بے تکلف ہوچلے تھے۔ مگر حمزہ کے اسلام ظاہر کرنے نے اُنکو باادب کردیا۔ سمجھے حمزہ جیسے بہادر پہلوان سے لڑنا آسان نہیں ہے[1] (طبری۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

(۹) **حضرت عمر کا مشرف باسلام ہونا ۶ سنہ بعثت** حمزہ کے ہاتھ سے زک پاکر ابوجہل آنحضرت کی جان کا دشمن ہوگیا اور اپنے مجمع میں بولا کہ جوکوئی محمدؐ کا سر کاٹ کر لاوے اُسکو سو اونٹ یا چالیس ہزار درہم انعام ملیگا حضرت عمر نے جو ابوجہل کے بہانجے تھے اور اپنے ماموں کی طرح آنحضرت کے سخت دشمن تھے کہا کہ یہ کام میں کرونگا اسوقت حضرت عمر کی عمر ۳۳ سال کی تہی پس اپنی سیف لیکر ارقم کے گھر کیطرف روانہ ہوئے۔ جہاں حضرت اسوقت مقیم تھے[2]۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص (اور بروایتے نعیم بن عبداللہ عدوی) جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے مل گئے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمر کہاں جاتے ہو؟ جوابدیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر تمہیں بنی عبد مناف جیتا بھی چھوڑدینگے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بہی دین سے نکل گئے۔ سعد نے کہا میں تو محمدؐ پر ایمان لے آیا اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ سُنکر عمر نے تلوار کھینچ لی سعد نے بھی تلوار نکالی۔ پس دونوں میں تلوار چلنے ہی کو تہی جو سعد نے کہا کہ پہلے اپنی بہن آمنہ (و بروایتے فاطمہ) اور اُسکے شوہر سعید بن زید کی تو خبر لے کہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ (اور درحقیقت یہ دونو حضرت عمر سے اپنا اسلام چھپاتے تھے اور خبّاب بن الارت آمنہ کو قرآن پڑہانے آتے تھے)۔ یہ سنکر حضرت عمر بہن کے دروازہ پر پہنچے اُسوقت خبّاب دونوں میاں بیوی کو سورۂ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ عمرؓ کی آہٹ پاکر خبّاب تو چھپ گئے اور آمنہ نے اُس پرچہ کو چھپالیا۔ عمر پڑھنے کی آواز سن چکے تھے اندر گئے تو سعید کو چمٹ گئے دونو میں خوب مار پیٹ ہوئی آخر عمر اُسی پچھاڑکر چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور خنجر نکال لیا۔ اگر آمنہ بیچ میں نہ آجاتی تو سعید کا کام ہی تمام تھا۔ بہن مانع ہوئی تو اُسکے منہ پر ایسا گھونسا مارا کہ خون بہنے لگا۔ اب تو آمنہ نے صاف کہدیا کہ او دشمن خدا ہم تو مسلمان ہوگئے۔

---

[1] ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حمزہ کے اسلام لانیکے بعد قریش نے دو آدمی مہاجرین حبشہ کی طلب میں نجاشی کے پاس روانہ کئے تھے

[2] تاریخ الخمیس میں صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے کہ حمزہ کا اسلام قبول کرنا ۲ سنہ بعثت کا واقعہ ہے اور ابوجہل کی بے ادبی اور اُسکو مارنا اسلام آشکار کرنا ۶ سنہ بعثت کا ہے[3] ایرونگ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کی ہیبت ناک صورت سے بڑے بڑے بہادر ڈرتے تھے اور دوسروں کی تلوار سے لوگوں کو ایسی دہشت نہ ہوتی تہی جیسے حضرت عمر کے ہاتھ میں رکھنے کی لکڑی سے۔ نیز ایرونگ لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر بیٹھے تھے تو اُن لوگوں سے اونچے معلوم ہوتے تھے جو کھڑے ہوتے تھے بڑے قدآور اور طاقتور جوان تھے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت عمر سے ملنے گیا او رپاس بیٹھے تھے ساڑہے تین سیر کے قریب کھجوریں اور ایک ٹھلیا پانی کی آگے رکھی تہی۔ حضرت نے وہ سب کھجوریں نوش کرلیں اور ٹھلیا کا پانی پیکر لیٹ رہے[4] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اسوقت حمزہ کے گھر تہا جو کوہ صفا کے نیچے ہی دامن میں تہا (خمیس) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل کی آنحضرت کے ساتھ بے ادبی کرنے اور اُنکا اسلام ظاہر کرنے کے بعد حمزہ آنحضرت کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے حمزہ کے مکان کو بھی دارالارقم کہا ہے۔ شاید ارقم کے دو مکان ہوں ایک صفا کے اوپر جسمیں وہ خود رہتے تھے دوسرا صفا کے نیچے جسمیں حمزہ رہتے تھے۔ اسی سبب سے مورخین کو دہوکا ہوا ہے کوئی لکھتا ہے ارقم کا مکان صفا کے اوپر تھا کوئی کہتا ہے صفا کے نیچے۔ غرض اسوقت علی۔ حمزہ اور بانی سب مسلمان حضرت کے ساتھ ہی تہے اور کل تعداد میں ۳۹ تھے۔ اسمیں کسیطرح کا شک نہیں کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ پھر اگر طبری کی وہ روایت صحیح مانی جاوے جسمیں حضرت ابوبکر کا پچاس سے زیادہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہونا لکھا ہے تو اسوقت

خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانیکے جرم میں تو ہمیں اسطرح مارتا ہے سن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - کر کیا کرتا ہے حضرت عمرؓ ڈھیلے پڑے اور اپنی سختی پر نادم ہوئے سعید کی چھاتی پر سے اُترے - اور بہن سے بولے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی تو دیکھوں کہ محمد پر کیا نازل ہوتا ہے - آمنہ نے کہا پہلے ہاتھ دہو لے اُسوقت تیرے ہاتھ میں دونگی غرض ہاتھ دہلواکر وہ پرچہ دیا حضرت عمر نے پڑھا - جوں جوں پڑھتے جاتے زیادہ اثر ہوتا جاتا - جب سب پڑھ لیا تو کہا کیا اچھا کلام ہے مجھے محمدؐ کے پاس لیچلو خباب کو یہ سنکر اطمینان ہوا باہر نکل آئے اور حضرت عمر کو دارارقم میں حضور کے پاس لیگئے - دروازہ پر حمزہ طلحہ اور بعض اصحاب کھڑے تھے رسول اللہ نے اندر بلایا اور صحن میں حضرت عمر کی کلائی پکڑکر فشار دیا جس سے عمر گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگے - حضرت نے فرمایا کہ اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبتک وہی تیرے حق میں بھی نازل نہ ہو جو ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی تہی - عمر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کیا[۵] (خمیس ابن ہشام)

حضرت عمر کا اسلام لانا حمزہ کے اسلام کے ۳ دن بعد ہوا - اور جبکہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے - مورخین نے لکھا ہے کہ ابتک ۵۴ مرد اور ۱۱ عورتیں اور بروایت مشہور ۳۹ مرد و ۲۳ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے - اسکے علاوہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں وہ مسلمان بھی تہے جو حضرت عمر کے اسلام لانے سے بیشتر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے -

(۱۰) حضرت ابوبکر سے بے ادبی - صاحب تاریخ الخمیس نے ذخائر العقبیٰ سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابو القاسم دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر کا اسلام لانا اُسی دن کی بات ہے جسدن حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے حضرت رسول صلعم نے دارارقم سے ظہور کیا ہے اور حضرت ابوبکر کفار قریش کے ہاتھ سے پٹے ہیں - یا اسکے تین دن بعد اور منتقی میں ہے جسدن حضرت ابوبکر پٹے ہیں اُسدن حمزہ اسلام لائے ہیں - اور کیفیت حضرت ابوبکر کے پٹنے کی تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ و ازالۃ الخفا و تاریخ الخلفا میں اس طرح پر لکھی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے اصحاب تعداد میں ۳۹ مرد ہوگئے تو حضرت ابوبکر نے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ کو ظہور کرنا چاہیئے - حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ہم تھوڑے ہیں - جب حضرت ابوبکر نے بہت ہی اصرار کیا تو حضور صلعم نے نواحی مسجد میں ظہور کیا - اور ابوبکر کھڑے ہوکر لوگوں میں خطبہ پڑہنے لگے - اور رسول اللہ صلعم بیٹھے ہوئے تھے - پس مشرکین حضرت ابوبکر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور نواحی مسجد میں خوب مارا حضرت ابوبکر کے لاتیں ماریں اور ضرب شدید پہنچائی اور عتبہ بن ربیعہ نے آکر اپنی پرانی گنٹھی ہوئی جوتیاں اُتار کر حضرت ابوبکر کے مونہہ ہی مونہہ پر ایسی ماریں کہ منہ سوجھکر ناک چہرہ میں نظر نہ آتی تہی - حضرت کے قبیلہ بنی تیم کو خبر پہنچی تو اُنہوں نے آکر چھڑایا - اور ایک کپڑے کی جھولی میں ڈالکر اُنکے گھر پہنچایا - سب کو یقین تھا کہ ابوبکرؓ نہیں بچینے کے - ماں باپ کنبہ کے لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے مگر حضرت ابوبکر بیہوش پڑے ہوئے تھے کچھہ جواب نہ دیتے - آخر دن رہے کہیں حضرت کو ہوش آیا -[۱]

(۱۱) کعبہ میں اول نماز مورخین[۶] لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے اسلام لانیکے بعد مسلمان ارکان اسلام مسجد حرام میں علانیہ ادا کرنے لگے صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ عمرؓ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ سے عرض کیا ہمیں لایق نہیں کہ اپنے دین کو چھپائیں اور چھپتے پھریں - حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر حضرت نے

---

[۵] حضرت عمر جمعرات کے دن مسلمان ہوئے اور اس سے ایک دن پہلے آنحضرت نے بروایت دار قطنی یہ دعا فرمائی تہی کہ بار الہا ابوجہل کو یا عمر کو اسلام سے عزت دے - دار قطنی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اسلام کو حضرت عمر یا ابوجہل سے عزت دے یہ غلط ہے اسلام عزت دیتا ہے اسلام کسی سے عزت نہیں پاتا[۶] لکہ التواریخ و روضۃ الاحباب وغیرہ -

فرمایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور جو کچھ ہم پر گذر چکی ہے وہ تو دیکھ چکا ہے مگر وہ اصرار کرکے آنحضرت کو خانہ کعبہ کی طرف اسطرح لیگئے کہ عمرؓ تلوار لیکر آگے ہوئے اُنکے پیچھے علیؓ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ اور حمزہؓ آنحضرت کے دائیں بائیں اور باقی اصحاب آنحضرت کے پیچھے۔ دوران کعبہ میں آئے تو لوگ مخل ہوئے۔ حمزہؓ ۔ علیؓ ۔ اور عمرؓ نے اُس گروہ کو ہٹا دیا اور آنحضرت نے دو رکعت نماز علانیہ کعبہ میں پڑھی۔ اور دار الارقم کی طرف مراجعت کی۔ مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اصرار پر جو آنحضرت نے کعبہ میں دو دفعہ اعلان کیا اس سے قریش کی آتش عداوت اور بھی بھڑکی اور اسکا خمیازہ تین برس تک بھگتنا پڑا۔ چنانچہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم کے تین سال تک شعب ابیطالب میں محصور رہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے +

(۱۳) پیغمبر شعب میں سنہ بعثت | جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے اور ادہر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن اُمیہ نجاشی کے پاس سے خائب و خاسر واپس آئے اُدہر خانہ کعبہ میں دو مرتبہ اعلان نبوت وقوع میں آیا تو بہت مضطرب ہوئے۔ اب تک دس بیس مفسد آنحضرت کی مخالفت کرتے تھے اب کل قریش ایک دل ہوکر آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور نبوت کا ساتواں سال شروع ہونے پر بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابوجہل بن ہشام اور شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ اور نضر بن الحارث اور عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کٹے مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے قتل پر کمر باندھ کر ابوطالب کے پاس آئے اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ محمدؐ نے ایک نئا مذہب نکالا ہے اور ہمیشہ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اُسے ہمارے حوالہ کردو کہ ہم اُسے قتل کریں یا ہم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ اُسوقت ابوطالب نے انکو ٹال دیا اور وہ لوگ چلے گئے اور رسول اللہ اپنا کام کرتے رہے قریش نے پھر ابوطالب سے شکایت کی اور پہلے سے زیادہ اصرار کیا۔ اُسوقت ابوطالب نے آنحضرت کو اپنے پاس بلایا اور جو کچھ اُن لوگوں نے کہا تھا بیان کیا اور فرمایا مناسب یہ ہے کہ اس گروہ شریر کے معبودوں کے عیوب بیان کرنے چھوڑ دو کہ نوبت جدال و قتال کی نہ پہنچے۔ آنحضرت صلعم یہ کلام سنکر سمجھے کہ ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں فرمایا کہ اے چچا جو کچھ میں کہتا اور کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں اپنے پرائے کے دھمکانے سے میں اس سے باز نہیں آسکتا۔ اگر آپ میری مدد و حمایت کریں تو آپ کے واسطے بہتر ہے ورنہ نصرت آسمانی میرے لئے کافی ہے۔ پھر آنکھ بھر لائے۔ آنحضرت کو افسردہ خاطر دیکھکر ابوطالب کا دل بھر آیا۔ اور کہا اے محمدؐ ادہر آؤ۔ جس کام پر تم مامور ہوئے ہو کئے جاؤ جبتک میں زندہ ہوں دشمنوں میں سے کوئی تمہاری طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیگا اور اس باب میں چند اشعار پڑھے کہ دو بیتیں اُنمیں سے یہ ہیں۔ عـ۵

واللّٰہ لن یصلوا الیک بجمعھم	حتی اُوسَّدَ فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ	وابشر بذاک وقرّ منک عیونا عـ۵

ترجمہ۔ قسم ہے خدا کی نہ پہنچیں گے وہ سب تیری طرف یعنے وہ سب ملکر بھی تیرا کچھ نہیں کرسکتے۔ جبتک کہ نہ گاڑا جاؤں میں زمین میں۔ پس تو اپنے امر کو علانیہ بیان کئے جا تیرے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس سے خوش ہو اور آنکھ اپنی ٹھنڈا رکھ + اسکے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و صاحب تنقید الکلام قریش نے پھر کوشش کی کہ ابوطالب کو سمجھا بجھا کر اُنکے بھتیجے کو لیلیں اور اُنکے مبادلہ میں ایک نوجوان کو بنی مخزوم میں سے (جسکا نام طبری نے عمارہ

عـ۵ حبیب السیر و شواہد الکشاف و ابوالفدا و اسنے المطالب +

بن ولید بن مغیرہ لکھا ہے) دینے کو کہا مگر کچھ پذیرا نہ ہوا۔ آپنے فرمایا کہ تم تو اپنے لڑکے کو اسلئے دیتے ہو کہ میں اُسکی پرورش کروں اور میں اپنا لڑکا اسلئے دیدوں کہ تم اُسے قتل کر ڈالو۔ اور پھر صاف صاف کہدیا کہ ہرچہ بادا باد میں اپنے بھتیجے کی نصرت ضرور کرونگا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوئی اور زیادہ ستانے کی دھمکی دی۔ اسپر ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو بلا کر آنحضرت صلعم کو شر اصحاب ضلالت سے بچانے کے واسطے مدد کی خواستگاری کی[۱]۔ اور سوائے ابولہب کے ان دونوں قبیلوں کے تمام آدمیوں نے اس بات کو قبول کیا۔ مومنوں نے مثوبت اُخروی ذخیرہ کرنیکی غرض سے اور کافروں نے حمیت خاندانی کا لحاظ کرکے۔ اور ابو طالب محرم سنہ ۷ بعثت میں[۲] آنحضرت کو اور اُن سب آدمیوں کو جو بروایت حیات القلوب تعداد میں چالیس تھے اپنی گڈھی میں جسے شعب ابو طالب کہتے تھے لیگئے[۳] اور اُسکے اطراف کو مضبوط کرکے آنحضرت کی حفاظت کرنے لگے۔

جب کفار قریش نے دیکھا کہ ابو طالب آنحضرت صلعم کی حمایت و حفاظت میں نہایت سرگرم ہیں تو آپس میں عہد کر لیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے نکاح اور بیع و بیوپار کبھی نہ کرینگے۔ جبتک وہ محمدؐ کو حوالہ نہ کرینگے۔ اور اس امر کا عہد نامہ لکھکر خانہ کعبہ میں رکھ آئے۔ اس عہد نامہ کے لکھوانے میں ابوجہل سب سے زیادہ ساعی اور سرگرم تھا۔ بنی ہاشم میں سے صرف ابو لہب مع اپنی زوجہ ام جمیل[۵] کے کفار قریش کے ساتھ تھا۔

صاحب تاریخ الخمیس۔ صاحب حیات القلوب۔ اور واشنگٹن ایرونگ نے لکھا ہے کہ سال میں دو دفعہ موسم کے وقت یعنی رجب میں موسم عمرہ میں اور ذی الحجہ میں موسم حج میں بنی ہاشم شعب سے باہر آتے اور خرید و فروخت کرکے پھر شعب میں چلے جاتے تھے اور دوسرے موسم آنے تک ہر چند گرسنگی اور احتیاج اُنپر غالب آتی۔ خوف قریش سے باہر نہ آسکتے۔ کیونکہ قریش نے اُنکا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بغیر موسم کوئی شخص باہر نکلتا تو لوگ اُسکو مارتے بازار سے کوئی چیز خرید یا فروخت نہ کرنے دیتے۔ بلکہ موسم حج میں اگرچہ اُسمیں لڑائی منع تھی باہر آتے تو بدقت تمام اُن کو تھوڑی قوت بہم پہنچتی کیونکہ کفار نے دوکانداروں کو اُنکے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔

اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی۔ جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی کی یہ نوبت پہنچگئی کہ درختوں کے پتے کھانے لگے۔ ناتے رشتہ والے جو چوری چھپے کوئی چیز بھیجتے اور لوگوں کو خبر ہو جاتی تو وہ اپنے ہمچشموں میں رسوا کیے جاتے اور بدعہد قرار پاتے تھے۔ تین برس اسی حالت میں گذرے۔ اہل شعب کی حالت روز بروز زبوں ہونے لگی۔ اُنکے بچے بھوک سے شور مچاتے تو رات کو پڑوسیوں کی نیند حرام ہو جاتی اس ہنگام میں بھی وحی نازل ہوتی رہی اور حضرت کار رسالت سرانجام دیتے رہے + اب بعض رحم دلوں کو ترس آیا سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن حرث کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم فاقے کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پس اُمّ سلمہ کے بھائی زہیر بن ابی اُمیّہ بن مغیرہ مخزومی اور مطعم بن عدی بن نوفل

---

۱ اور بروایت حیات القلوب اُن سے یہی کہا کہ کعبہ اور حرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر دشمن کے ہاتھ سے محمدؐ کے پانوں میں کانٹا بھی چبھا تو میں تم سب کو ہلاک کر دونگا ۲ اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر ۴۶ برس کی ہو چکی تھی اور خدیجۃ الکبریٰ بھی حضرت کے ساتھ ہی شعب میں گئی تھیں ۳ بعض مورخین نے شعب میں پناہ لینے کا سال سنہ ۶ بعثت لکھا ہے مگر سنہ ۱۰ بعثت میں شعب سے باہر آنے پر سب کا اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نے دو سال اور بعض نے تین سال آنحضرت کا قیام شعب میں لکھا ہے ۴ سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت نے مکہ کے مسلمانوں کو حبشہ کیطرف (دوسری) ہجرت کا حکم دیا ہے۔ اور شعب میں جانیکے بعد ہی قریش نے عمرو عاص وغیرہ کو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے واپس بلانیکے واسطے بھیجا ہے ۵ ام جمیل ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اسکو قرآن میں حمالۃ الحطب لکھا ہے۔ کیونکہ یہ بسبب عداوت آنحضرت کی راہ میں کانٹے بچھا دیتی تھی۔

بن عبد مناف اور ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کو بھی اپنا ہم خیال بنایا۔ آج یہ ہوا دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے ہو کر قریش کے مجمع میں جا کر بیٹھے۔ زہیر کہنے لگا اے گروہ قریش کیا یہ مناسب ہے کہ ہم لوگ اپنے بال بچوں میں عیش سے بسر کریں اور بنی ہاشم ہمارے عزیز ہو کر فاقہ کشی میں زندگی گزاریں۔ ابوجہل نے کہا تم سنتے ہو تم ہرگز عہد نامہ سے نہ پھروگے۔ زمعہ نے بھی عہد نامہ کے نامناسب ہونے پر گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ تو اچھی طرح راضی بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ جھٹ پٹ تکمل کر لیا گیا۔ ہشام مطعم اور ابوالبختری نے بھی یکے بعد دیگرے اسی تحریک کی تائید کی۔ ابوجہل بولا یہ کہی بدی باتیں قابل لحاظ نہیں ہوسکتیں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابوطالب آ پہنچے اور کہنے لگے کہ جو عہد نامہ تم نے لکھا ہے اُسے کیڑا کھا گیا ہے نام خدا کے سوا کوئی نام پڑھا[۵۱] نہیں جاتا۔ محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے۔ اُس پرچہ کو منگا کر دیکھو اگر جو بات میرے بھتیجے نے کہی ہے راست ہو تو ہم لوگوں کو زحمت سے نکالو اور قطع رحم سے باز آؤ اور اگر جھوٹ نکلے تو بیشک اُسے تمہارے سپرد کر دونگا کہ ہلاک کرو۔ پرچہ منگایا گیا۔ آنحضرت کا فرمانا سچ نکلا۔ یہ دیکھ کر ابوطالب کے جان آ گئی آواز کراری ہو گئی بولے کہ کچھ تم پر ظاہر ہوا تم لوگ ظلم کے لئے زیادہ اولی ہو۔ قریش نے اپنے سر جھکالئے اور بولے سحر کیا ہے۔ جب اُن پانچ شخصوں نے جنہوں نے اس عہد نامہ کے توڑنے کی تحریک کی تھی اس کرم خوردہ کاغذ کو دیکھا تو بولے کہ ہم اس ردی کاغذ کے پابند نہیں ہوسکتے۔ اور مطعم نے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا[۵۲] اکثر قریش اُس کاغذ کے پھٹنے پر راضی معلوم ہوئے۔ پس وہ پانچوں آدمی در شعب پر مسلح آئے اور ہر ایک کو اُسکے گھر بھجوایا اور بنی ہاشم جس طرح پہلے رہتے تھے اُسی طرح رہنے لگے۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت کا ہے۔ اسوقت آنحضرت ۴۹ سال کے تھے۔ اور پچاسواں شروع تھا۔ اسی شعب میں عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے (روضۃ الاحباب۔ طبری۔ ابن اثیر)

(۱۳) شق القمر اہل سیر لکھتے ہیں کہ سنہ ۹ بعثت میں معجزہ شق القمر کوہ ابوقبیس پر آنحضرت سے واقع ہوا چونکہ ان دنوں میں آنحضرت صلعم شعب میں محصور تھے اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اُسوقت ہوا ہوگا جب آنحضرت کو موسم میں شعب سے باہر آنیکا موقع ملا ہوگا۔

(۱۴) بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی ابن خلدون اور صاحب کبیر التواریخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کفار قریش بنی ہاشم کے شعب سے نکلکر اپنے اپنے گھروں میں آنے کے مزاحم نہوئے تو مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے عثمانؓ بن عفان اور اُنکی بیوی رقیہؓ۔ ابو حذیفہ اور اُن کی بیوی۔ عبداللہ بن عتبہ بن غزوان۔ زبیرؓ بن العوام۔ عبدالرحمنؓ بن عوف۔ مصعبؓ بن عمیر۔ اور اُنکے بھائی۔ مقدادؓ بن عمرو عبداللہؓ بن مسعود۔ ابوسلمہؓ بن عبدالاسد اور اُنکی بیوی ام سلمہؓ۔ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ۔ عمارؓ یاسر۔ عبداللہ و قدامہ و عثمانؓ پسران مظعون اور عثمان بن مظعون کا لڑکا سائب۔ خنیس بن حذافہ۔ ہشام بن العاصی۔ عامر بن ربیعہ اور اُسکی بیوی عبداللہ بن مخرمہ۔ عبداللہ بن سہیل بن سکران بن عمرو۔ سعد بن خولہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ سہیل بن بیضاء۔ عمرو بن ابوسرح یہ ۲۹ آدمی سنہ ۱۰ بعثت میں مکہ میں واپس آئے بعض چھپکر مکہ میں داخل ہوئے اور بعض کسی کی حمایت میں جا کر مقیم ہوئے۔ تا آنکہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا۔ بعد اسکے کہ بعض بزرگ انمیں سے مکہ ہی میں فوت ہو چکے تھے

۵۱ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب رسول اللہ صلعم کے ارشادات پر کمال یقین و ایمان رکھتے تھے + مولف۔

۵۲ طبری وغیرہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا اُسکا ہاتھ شل ہو گیا تھا +

لیکن جب یہ ۲۹ آدمی مکہ میں آئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت میں پایا جس میں اُنکو چھوڑ کر گئے تھے یعنے قریش اُنکو ستاتے اور وہ تحمل کرتے تھے +

(۱۵) مختلف واقعات (۱) ۵ ؁ بعثت میں اوس وخزرج میں مدینہ میں نہایت سخت لڑائی ہوئی جو یوم بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ (۲) ۵ ؁ بعثت میں ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دی۔ اور چونکہ ایرانی آتش پرست تھے اور رومی عیسائی اہل کتاب۔ اس سبب سے کفار مکہ کو خوشی اور مسلمانوں کو رنج ہوا مگر حضرت نے مسلمانوں کی تسلی کی کہ ۳ اور ۹ سال کے درمیان رومی ایرانیوں کو شکست دینگے۔ اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ نو برس گزرنے سے پہلے رومی ایرانیوں پر غالب آئے[۱]۔ یہ پیشین گوئی حقیت قرآن اور آنحضرت کی حقیقت رسالت پر کافی دلیل ہے۔ (۳) ۵ ؁ بعثت میں حضرت ابوبکر بقصد ہجرت حبشہ گھر سے نکلے مگر ابن الدغنہ اُنکو واپس پھیر لایا اور اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا صاحب روضۃ الاحباب نے یہ واقعہ ۱۱ ؁ بعثت میں لکھا ہے +

(۱۶) وفات ابوطالب وخدیجۃ الکبریٰ ۱۰ ؁ بعثت شعب سے نکلے ہوئے بروایت یعمری ۸ مہینے ۲۱ دن اور بروایت صاحب حیوۃ الحیوان ۸ مہینے ۱۱ دن ہوئے تھے کہ ماہ شوال یا اول ذیقعد ۱۰ ؁ بعثت میں حضرت ابوطالب نے انتقال کیا۔ اور اسکے تین دن بعد حضرت خدیجہ بھی راہی ملک بقا ہوئیں[۲]۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کے انتقال سے آنحضرت کو اسقدر رنج وقلق ہوا کہ آنحضرت نے اس سال کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا۔ کیونکہ دونو حضرت کے وزیر و مشیر اور اول درجہ کے حامی و مددگار تھے[۳] +

(۱۷) ابوطالب ابوطالب نے آنحضرت اور دین اسلام کی حمایت میں جسقدر کوشش کی حد توصیف سے باہر ہے عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں مدح حضرت ابوطالب اور مدح حضرت علی میں ایک قصیدہ لکھا ہے اُس میں لکھتا ہے۔ ۵ ولولا ابوطالب وابنہ + لما مثّل الدین شخصاً وقاما + فذاک بمکۃ آوی وحامی + وهذا بیثرب خاض الحماما + یعنے اگر ابوطالب اور اُنکے فرزند دلبند علی نہ ہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر و قایم نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اُس نے یعنے ابوطالب نے مکہ میں اُسکو پناہ دی اور اُسکی حمایت کی اور اسنے یعنے علی نے مدینہ میں اپنے تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔

---

[۱] گبن اور دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس میں ایرانیوں نے فتح پائی ۶۱۴ ؁ء سے ۶۱۶ ؁ء تک ہوا اور جسمیں رومیوں نے فتح پائی ۶۲۲ ؁ء سے ۶۲۸ ؁ء تک رہی۔ ایرانیوں نے ۶۱۶ ؁ تک تمام ایشیا کوچک اور مصر فتح کر لیا اور قسطنطنیہ سے ایک میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالدیا صرف آبنائے باسفرس حد فاصل تھے مگر ۶۲۳ ؁ھ میں رومیوں نے ایرانیونکو بھاری شکست دیکر اپنے علاقے واپس لینے شروع کر دیے۔

[۲] صاحب مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ ابوطالب نے نصف شوال ۱۰ ؁ بعثت میں ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ وفات ابوطالب ۲۶ رجب کو یا آخر ۱۰ ؁ بعثت میں ہوئی اور اُسکے تین دن بعد خدیجہ کی وفات ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وفات پائی ابوطالب نے شوال یا ذیقعد میں اور خدیجہ مرچکی تہیں اُن سے ۳۵ دن پہلے اور بعض نے دونو کی وفات میں ۵۵ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ مورخین کو ان دونوں کی وفات کی تقدیم و تاخیر میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے تین دن یا ۳۵ دن بعد جناب خدیجہ کا انتقال ہوا۔ زیادہ مشہور و صحیح یہی ہے کہ حضرت ابوطالب کے ۳ دن بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا

[۳] قبرہاے مبارک حضرت ابوطالب اور جناب خدیجۃ الکبریٰ مکہ کے قبرستان حجوں میں کہ ایک پہاڑ ہے اب تک موجود ہیں یہ بے گنبد کے تہیں اوسط تیرھویں صدی ہجری میں جب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے آخر ایام حیات میں مکہ کی طرف ہجرت کی تو بکمال جانفشانی مومنین کو ترغیب و تحریص دیکر ان دونوں قبروں پر بلند گنبد تعمیر کرائے +

اور اصل یہی ہی کہ وقت وفات عبد المطلب کے آں سرور کو ابو طالب نے ایسی شفقت و محبت سے پرورش کیا کہ اپنی اولاد کی بھی ایسی غور و پرداخت نہ کی۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ابو طالب ہی کے گھر میں اور ابو طالب ہی کی حمایت میں قریش کو جمع کر کے اظہار نبوت کیا گیا۔ جب کبھی کفار آں حضرت سے بے ادبی کرتے تو ابو طالب پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہو جاتے۔ علاوہ ازیں بحیثیت متولی خانہ کعبہ اور سردار قریش ہونے کے ابو طالب کی عظمت و وقعت بھی ایسی تھی کہ قریش کی ہمت آنحضرت کی ضرر رسانی کی طرف بہت کم پڑتی تھی۔ ورنہ کبھی کا حضرت کو ہلاک کر ڈالتے۔[1]

بروایت حیاۃ القلوب و معارج النبوۃ جب شعب میں تھے قریش نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابو طالب شب و روز آنحضرت کی پاسبانی کیا کرتے۔ رات ہوتی تو آنحضرت آرام فرماتے ابو طالب تلوار لیکر آنحضرت کے گرد پھرا دیتے۔ اول شب کو ایک جگہ سلاتے کچھ رات گذر جانیکے بعد دوسری جگہ لیجا کر سلا دیتے اور پہلے مقام پر حضرت کی جگہ حضرت علی کو لٹا دیتے۔ دن کو اپنے فرزندوں بھتیجوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ کہ حضرت کی حفاظت اور حراست کرتے تھے۔ ایک دفعہ شعب میں قریش نے پیغام بھیجا کہ اگر محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اُسے ہلاک کریں تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ ابو طالب نے اُنکے جواب میں قصیدہ لامیہ لکھکر بھیجا۔ اس قصیدہ میں حضرت کی بہت تعریف کی۔ اور نبوت آنحضرت پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا اور کہا کہ جبتک میں زندہ ہوں اسکی مدد و حمایت سے ہاتھ نہ اُٹھاؤنگا۔
شروع اسلام میں جب حضرت علی کو آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا اپنے بیٹے جعفر کو بھی ہدایت کی کہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھے۔ صاحب روضۃ الاحباب اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جبتک ابو طالب جیتے رہے قریش میرا کچھ نہ کر سکے۔ تاریخ الخمیس میں مواہب اللدنیہ سے لکھا ہے کہ جب وقت وفات ابو طالب کا قریب آیا تو سرداران قریش کو بلایا (اپنے اولاد بھائی بھتیجوں کو جمع کیا) اور وصیت کی کہ محمدؐ کے ساتھ بہ نیکی پیش آنا کیونکہ وہ امین ہے قریش میں اور صدیق ہے عرب میں۔ اور اُسمیں وہ سب باتیں ہیں جن کی بابت میں تمکو وصیت کرتا ہوں اور وہ (خدا کی طرف سے) ایسی بات لایا ہے جسکو دل مانتے ہیں گو کہ زبان انکار کرتی ہے بخوف بدنامی کے۔ اگر میں کچھ اور زندہ رہتا تو میں اُس سے خطروں اور مہلکوں کو روکتا رہتا۔ اور بلاؤں کو دفع کرتا رہتا۔ اے گروہ قریش تم اُسکے معین و مددگار رہنا۔ اور بروایت روضۃ الاحباب یہ بھی کہا کہ اگر محمدؐ کی بات سنوگے اُسکی اطاعت اور اعانت کرو گے تو خیر و نیکی پر رہوگے اور فلاح و رشد سے بہرہ ور ہوگے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ بعد اسکے جناب سرور کائنات اور حضرت علی کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھپر تمہاری جدائی بہت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کریگا۔ پھر سب سے کہا کہ میں تمکو حمایت و حفاظت خدا میں سونپتا ہوں اس سے بہتر کوئی بندوں کا محافظ نہیں ہے۔ بعد اسکے بروایت عباس کلمہ شہادت پڑھ کر راہی ملک بقا ہوئے کلمہ شہادت پڑھنے اور ابو طالب کے مسلمان ہونے میں مورخین و اہل سیر میں اختلاف ہے۔ مگر زیادہ تر اُنکے اسلام کے قائل ہوئے ہیں۔ متاخرین میں بھی سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ نے ایک کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ثبوت ایمان ابو طالب میں نہایت مدلل لکھی ہے۔ ابو الفدا بھی ابو طالب کے اسلام و ایمان کا قائل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ابو طالب کے مرض نے شدت پکڑی تو رسول خدا نے اُنسے فرمایا کہ اے چچا کلمہ شہادت پڑھ لو کہ قیامت میں تمہارے لئے شفاعت حلال ہو جائے ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے اگر اپنی قوم سے برا کہنے اور قریش کے

[1] چنانچہ بروایت روضۃ الاحباب رسول اللہ ابو طالب کے ایام مرض میں اُنکے بالین پر آکر بیٹھے اور فرمایا اے چچا خداوند کریم آپ کو جزائی خیر دے کہ حالت صغر میں آپنے میری پرورش کی اور جب بڑا ہوا تو آپنے میری حفاظت کی آپ کا حق مجھ پر کل آدمیوں سے کہ میرے باپ سے بھی زیادہ ہے۔

اس گمان کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت سے ڈر کر کلمہ پڑہا ہے تو میں ضرور پڑھ لیتا۔ پس جب ابو طالب کا وقت وفات قریب آیا تو وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے لگے۔ عباس نے کان لگا کر سُنا اور کہا قسم خدا کی اے بھتیجے جس کلمہ کا تم نے حکم دیا تھا وہ ابو طالب نے پڑھ لیا رسول اللہ نے فرمایا اے چچا خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو ہدایت کی۔ صاحب تاریخ الخمیس و صاحب مواہب اللدنیا و محمد بن اسحق نے بھی یہ روایت لکھی ہے ایرونگ (ص ۶۲) بھی ایسا ہی لکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابو طالب نے وقت وفات یہ کہا کہ میں عبد المطلب کے مذہب و اعتقاد پر مرتا ہوں اس سے بھی ابو طالب کا مسلمان مرنا ثابت ہے کیونکہ شارحین نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں عبد المطلب نے بت پرستی ترک کر دی تھی اور توحید کے قائل ہو گئے تھے۔ مؤلف کہتا ہے کہ فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کے والدین مشرک ہوتے ہی نہیں + ائمہ اہلبیت اور امامیہ کو اُن کے اسلام و ایمان میں کسی طرح کا کلام نہیں۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ثقۃ الحفاظ ابو الکرام عبد السلام بن محمد بن احسن نے کتاب مستقصے میں ثقہ عالموں سے نقل کیا ہے کہ ائمہ اہلبیت کا اسپر اتفاق ہے کہ ابو طالب مسلم مرے اور خلاف اہلبیت بہ تحقیق اسلام میں خلاف غیر معتبر ہے“۔ پھر صاحب حبیب السیر و تاریخ الخمیس ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسالت حضرت ابو طالب کے جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے چچا تم صلہ رحم بجا لائے اور تم نے نیکیاں کیں۔ خداوند کریم تمکو جزای خیر دے +

صاحب کشف الغمہ نے مناقب ابو المؤید موفق بن احمد خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے چار بیٹے تھے اور ایک لڑکی۔ طالب۔ عقیل۔ جعفر۔ علی۔ ان چاروں میں سے ترتیب وار ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا۔ لڑکی کا نام فاختہ تھا جن کی کنیت ام ہانی تھی[۱] +

بعض اشعار جو ابو طالب نے آنحضرت صلعم کی مدح اور اسلام کی تعریف میں ارشاد کئے ہیں اُن حضرت کے اسلام کا ثبوت دیتے ہیں

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنَا + لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّۃٍ۔ لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا + وَدَعَوْتَنِیْ وَ زَعَمْتَ اَنَّکَ نَاصِحِیْ۔ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ فِیْہِ اَمِیْنًا[۲] + (ترجمہ) اور میں نے جان لیا کہ دین محمد کا دنیا کے تمام دینوں سے بہتر ہے۔ اور اگر ملامت اور بُرا بھلا کہنے کا خوف نہ ہوتا۔ تو تو مجھ کو دیکھ لیتا کہ میں کھلم کھلا اُسے قبول کرتا۔ تو نے مجھکو ہدایت کی اور میں نے جان لیا کہ تو میرا ناصح ہے اور تو سچا ہے اور اسمیں امین ہے (تاریخ الخمیس ابو الفدا و روضۃ الاحباب)

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا۔ نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ + (ترجمہ) آیا تم نہیں جانتے کہ ہمنے محمد کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ اُنکا ذکر کتب سابقہ میں لکھا ہوا ہے (مواہب اللدنیہ۔ تہذیب المتین)

وَاِنَّ عَلَیْہِ فِی الْعِبَادِ مَوَدَّۃً۔ وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّہُ اللّٰہُ بِالْحُبِّ + (ترجمہ) اور بندوں پر اُسکی محبت لازم ہے کیونکہ جسے خدا نے اپنا محبوب بنایا اُس سے بہتر اور کون ہوگا؟ فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدًا۔ لِعَزَّاءٍ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرْبٍ (ترجمہ) قسم ہے ہمیں خدای کعبہ کی کہ زمانہ کی کسی مصیبت و تکلیف سے گھبرا کر احمد کو ہم حوالہ نہ کرینگے (اسنی المطالب) صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی ابو طالب حضرت رسول خدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرت اُسوقت طفل صغیر السن تھے اور روی انور مثل آفتاب روشن تھا آنحضرت کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرت سے

---

[۱] ام ہانی ہبیرہ بن عمرو مخزومی کے نکاح میں تھیں مگر اسلام نے اُنکو جدا کر دیا تہا (اصابہ) + [۲] و دعوتنی و زعمت انک ناصح۔ ولقد صدقت وکنت ثم امینا + و عرضت دینا لا محالۃ انہ۔ من خیر ادیان البریۃ دینا + لولا الملامۃ او حذاری سبۃ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا (شواہد الکشاف)

تحقیق عمدۃ الطالب و اسنی المطالب

خلاصۃ الکلام در اسنی المطالب

اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اُسوقت ابر کا پتہ بھی نہ تھا پس بادل ہر طرف سے اکٹھے ہوئے اور ایسا زور کا مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے۔ چنانچہ اپنے قصیدہ لامیہ میں اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں[۵]
وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ٭ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ (ترجمہ) وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کیجاتی ہے انکی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کے اور حفاظت ہیں بیواؤں کی (اسنی المطالب)
(۴) وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ (ترجمہ) اُسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ اُسکی بزرگی زیادہ ہو۔ پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے ٭
(۵) اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْمًا قُرَیْشٌ لِمَفْخَرٍ۔ فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّھَا وَصَمِیْمُھَا ٭ فَاِنْ حُصِّلَتْ اَنْسَابُ عَبْدِ مَنَافِھَا فَفِیْ ھَاشِمٍ اَشْرَافُھَا وَقَدِیْمُھَا ٭ وَاِنْ فَخَرَتْ یَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا۔ ھُوَ الْمُصْطَفٰی مِنْ سِرِّھَا وَکَرِیْمُھَا (ترجمہ) جسدن قریش فخر خاندان کی تلاش کے لئے جمع ہونگے تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ عبد مناف سارے خاندان کی ناک ہے اور جب عبد مناف کی اولاد میں سے دیکھیں گے تو آل ہاشم میں شریف تر اور بزرگ تر پائیں گے اور جس دن آل ہاشم فخر کریں گے تو فقط محمد کے باعث جسے خدا نے اُنکے برگزیدگان سے برگزیدہ کر لیا ہے ٭
(۶) لَعَمْرِیْ لَقَدْ کُلِّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ۔ وَاَحْبَبْتُہٗ حُبَّ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ (ترجمہ) قسم ہے مجھے اپنی جان کی میں نے بسبب احمد کے رنج و تکلیف اُٹھائی۔ اور اُس سے سچے دوستوں کا سا برتاؤ کیا جو جدائی گوارا نہیں کرتے۔
وَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ۔ لَدَیْنَا وَلَا یَعْنِیْ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ (ترجمہ) اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بچے کی آجتک تکذیب نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اُسے جھوٹ بولتے سُنا۔ فَمَنْ مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ۔ اِذَا قَاسَہُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ (ترجمہ) جب جانچنے والوں نے فضیلت میں جانچا تو بنی آدم میں سے ایک بھی اسکا مثل اور ویسا دور اندیش نہیں نکلا۔ حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَاقِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ۔ یُوَالِیْ اِلٰھًا لَیْسَ عَنْہُ بِغَافِلِ (ترجمہ) وہ بردبار نیک دانا اور فہیم ہے اور جس ذات سے محبت رکھتا ہے وہ ہر وقت اُسکا حامی اور حافظ ہے
وَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدُ فِیْ اَرُوْمَۃٍ۔ تُقَصِّرُ عَنْھَا سَوْرَۃُ الْمُتَطَاوِلِ (ترجمہ) احمد ہم میں سے ایسا نکلا ہے جسکے باعث قبائل و سرداران عرب کے جاہ و حشم میں فرق آگیا ہے۔ حَدِبْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَہٗ وَحَمَیْتُہٗ۔ وَدَافَعْتُ عَنْہُ بِالذُّرَی وَالْکَلَاکِلِ (ترجمہ) میں اپنی جان اُسکی حمایت میں دیدینے کو مستعد ہوں۔ اور اُس سے آلام و مصائب دفع کرنے کو تیار ہوں ٭ صاحب اسنی المطالب لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ بڑا قصیدہ ہے اور نہایت بلیغ ہے کسی شاعر کی مجال نہیں معلوم ہوتی کہ ایسا اور کہہ سکے یہ سبع معلقہ سے بلیغ و فصیح تر ہے۔
ابن اسحق صاحب مغازی لکھتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابو طالب جمع کئے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے (تہذیب المتین) صاحب ام الائمہ لکھتے ہیں کہ جناب ابو طالب نے حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو فی البدیہہ یہ شعر پڑھے ٭ فَقُلْ سِرًّا فِیْ اِذْ قُلْتَ اِنَّکَ مُؤْمِنٌ۔ فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فِی اللّٰہِ نَاصِرًا ٭ وَنَادِ قُرَیْشًا بِالَّذِیْ قَدْ اَتَیْتَہٗ۔ جِھَارًا وَقُلْ مَا کَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا (ترجمہ) اے حمزہ تو نے اپنے ایمان کی خوشخبری دیکر مجھے مسرور کیا۔ اب تو خدا کی راہ میں رسول اللہ کا ناصر و مددگار ہو اور جو دولت تجھے حاصل ہوئی ہے قریش میں اُس کا اعلان کردے اور کہہ دے کہ احمد ہرگز ہرگز ساحر نہیں ہے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے)

(۱۸) خدیجۃ الکبریٰ حضرت خدیجہ کی وفات کی بابت کثرت مورخین و اہل سیر کی اسی طرف ہے کہ ابو طالب کے

[۵] سیرۃ الملا۔ سیرۃ البصری۔ حیاۃ الحیوان۔ سمط السمین۔ حیات القلوب۔ روضۃ الاحباب۔ ابو الفدا ٭

۲۰ روز بعد ہوئی بروایت صاحب سمط الثمین و طبری ۱۴ اسوقت خدیجہ کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ۵ اور عمر آنحضرت صلعم کی ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۴ یوم کی تہی۔ مواہب میں ہے کہ ۲۵ سال آنحضرت کی زوجیت میں رہیں تاریخ الخمیس میں کتاب الغزی سے لکھا ہے کہ خدیجہ نے اپنے گھر میں انتقال کیا جسکا نام دار خزیمہ تھا اور فی زمانہ مولد فاطمہ کہلاتا ہے اور مسجد الحرام کے بعد مکہ میں سب سے زیادہ متبرک مقام سمجھا جاتا ہے۔ اسی مکان میں آنحضرت سے اُنکی تمام اولاد پیدا ہوئی۔ اور ہجرت تک حضرت اُسی مکان میں رہے۔ حضرت خدیجہ آنحضرت کو کمال عزیز تہیں اُنکی حیات میں حضرت نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ باقی حال حضرت خدیجہ کا ازواج مطہرات کے احوال میں درج کیا جائیگا

(۱۹) سفر طائف سنہ ۱۰ بعثت ابوطالب کے مرجانے سے قریش نے یہ دیکھکر کہ اب آنحضرت اپنے بڑے اور زبردست حامی اور مددگار سے محروم ہوگئے ہیں آنحضرت پر دست ظلم و تعدی اور بہی زیادہ دراز کردیا۔ اور بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے سے آپ کی حفاظت کما حقہ نکرسکے اور جو اذیتیں اور ذلتیں مشرکین قریش آپ کو پہنچا رہے تہے اُنمیں اور زیادہ شدت ہوگئی۔ ابوجہل اور ابوسفیان جو سب سے بڑے اور زبردست سردار کفار قریش کے تھے انکی دشمنی سے بچانے والا کوئی نتہا۔ اُنہوں نے قریش کو برانگیختہ کیا خصوصًا اشراف قریش مثل ابولہب بن عبد المطلب اور حکم بن عاص اور عقبہ بن ابی معیط جو قرب و جوار رسول کریم میں سکونت رکھتے تھے حضرت کو انواع و اقسام کی تکلیف اور رنج پہنچاتے رہتے مثلاً بروقت نماز پڑہنے کے حضرت پر اشیائے ناپاک ڈالدیتے اور طعام سرور کائنات میں غیر طاہر چیزیں ملادیتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت کو یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے باز نہ آئیں گے۔ جب قریش نے اسقدر تنگ کیا کہ مکہ میں مجال اقامت باقی نہ رہی تو ابوطالب اور خدیجۃ الکبری کی وفات کے ۳ مہینے بعد حضرت طائف کو جہاں بنی ثقیف رہتے تھے اور جہاں اُنکے چچا عباس کی بہت کچھہ جائداد تہی بایں ارادہ تشریف لیگئے کہ شاید وہ لوگ خدا ترسی کرکے میری مدد اور حمایت کریں اور خدا اُنکو ہدایت نصیب کرے پس حضرت اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو ساتھہ لیکر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں قبیلہ بنی بکر اور قوم قحطان کے پاس تشریف لیگئے لیکن کہیں ٹھیرنے کی صورت نظر نہ آئی آخر طائف میں پہنچے وعظ و پند کا جو حق ہے وہ حضرت نے ادا کیا مگر کچھہ اثر نہ ہوا۔ اسلام کیطرف مائل ہونا تو درکنار اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بہی آنحضرت کی ایذا رسانی کے درپے ہوگئے۔ قرآن سنانے اور وعظ کرنے میں شور مچاتے سیٹی بجاتے۔ بناتے۔ آوازیں کستے کئی دفعہ پتھر سے حضرت کو زخمی بہی کیا۔ آنحضرت نے دس یوم اور بروایتے ایک مہینہ بدقت تمام طائف میں گذارا آخر اُن لوگوں کا جوش ایسا بڑہا کہ حضرت کو شہر سے باہر نکالدیا۔ اور غلاموں اور کمینوں نے برا بھلا کہتے ہوئے اور پتھراؤ کرتے ہوئے فصیل کے باہر تک آنحضرت کا

---

۱ صفوہ میں ابوعمر سے روایت ہے کہ خدیجہ نے ۶۵ سال ۶ ماہ کی عمر میں رمضان میں وفات پائی حجون میں دفن ہوئیں۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۱۰ بعثت میں خدیجہ کا انتقال ہوا۔ ۲ ابوطالب اور خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے گھر سے نکلنا چھوڑدیا۔ بہت کم نکلتے تھے اور قریش پہلے سے زیادہ درپے آزار ہوگئے۔ ابولہب کو خبر پہنچی تو آنحضرت کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد اپنے ارادہ پر چلو اور جو کچھہ ابوطالب کے حیات میں کرتے تہے کرو۔ اور آنحضرت کی حمایت اور معونت پر کمر بستہ ہوگیا۔ اور ابولہب کے خوف سے آنحضرت سے کوئی بہی تعرض نہ کرسکا تب عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے ابولہب کو بہکا کر آنحضرت کی طرف سے برگشتہ کردیا۔ پس ابولہب اور قریش آنحضرت پر پہلے سے زیادہ شدید ہوگئے ۳ خمیس و روضۃ الاحباب ۴ ابن اثیر ۵ اسکا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ ۶ چھوٹا سا قصبہ جس کے گرد شہر پناہ بہی ہے مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عرب کے نہایت پسندیدہ مقاموں میں سے انگورستان اور باغوں کے درمیان واقع ہے آلو۔ بیر۔ خربزہ۔ تربوز۔ انار۔ انجیر اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں بڑا سرسبز علاقہ ہے (ایرونگ)

تعاقب کیا۔ حضرت کے پانوٗ زخمی ہوگئے۔ اور زید بن حارثہ کا سر پھوٹ گیا۔ جب وہ لوگ تعاقب چھوڑکر چلے گئے تو حضرت نے ایک درخت خرما کے نیچے قیام کیا۔ نماز میں معروف ہوئے اور دست دعا بسوے آسمان بلند کرکے بچشم گریاں آپ نے یہ استغاثہ کیا کہ "خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندۂ ذلیل تیری جناب میں شکایت لایا ہے۔ میں انسان کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں۔ اے غفور و رحیم تو ہی غریبوں کا والی اور ضعیفوں کا پشت و پناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیروں کا اور دشمنوں کا شکار مجھکو نہ بنا۔ اگر تو مجھ سے راضی ہے تو پھر مجھکو کیا پروا ہے میں تیری وجہ قدرت کے نور میں پناہ لیتا ہوں جس نے تاریکی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں سلامتی بخشی ہے۔ خداوندا اپنا غضب مجھپر نازل نہ کر اور میری مصیبتوں کو اسطرح دفع کر جیسا تیری مشیت کا مقتضیٰ ہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ[۱]۔ نہایت شکستہ دلی کی حالت میں آپ مکہ ہی کی طرف واپس روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک شب کی مسافت پر ہے شب کو قیام کیا اور قرآن پڑھنے لگے سات اور بروایتے ۹ جنوں نے جو نصیبین سے یمن کو جاتے تھے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس جاکر دعوتِ اسلام کی۔ اور اُن کو مسلمان کیا (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ) صبح ہوتے آنحضرت مکہ کی طرف روانہ ہوئے قریش کے خوف سے کوہ حرا پر قیام کیا۔ اور زید کو روسار مکہ کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی بھی اپنی جوار و حمایت میں رکھنے کی حامی بھرے تو مکہ کے اندر تشریف لیچلیں۔ کسی نے منظور نہ کیا۔ آخر مطعم بن عدی نے قبول کیا اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کے ساتھ مسلح ہوکر آنحضرت کو مکہ میں لے آیا[۲]۔ ابو جہل کو معلوم ہوا تو مطعم سے پوچھا کہ اسکا تابع ہے یا مجیر اُسنے کہا مجیر۔ ابو جہل نے کہا جسے تو نے امان دی اُسے ہمنے بھی امان دی۔ اور مطعم نے سوار ہوکر منادی کرائی کہ اے گروہ قریش مینے محمدؐ کو امان دی ہے کوئی اُسے ایذا نہ دینا اور کوئی اُسکی ہجو نہ کرنا۔ اور پھر حضرت کو اپنے گھر لایا اور خود اور اُسکی اولاد آنحضرت کی محافظت کرتے تھے۔ چند مدت آنحضرت مطعم کے گھر میں رہے (روضۃ الاحباب) اور یہاں طفیل بن عمر الدوسی حضرت کے پاس آکر مسلمان ہوگئے۔ مطعم کے گھر میں آنحضرت کو پناہ تو مل گئی مگر اشاعت اسلام کا موقع نہ ملتا تھا تاہم موسم حج و عمرہ میں یعنی رجب و ذیحجہ میں جب کفار کشت و خون کو ناجائز سمجھتے تھے ظاہر ہوتے۔ اور تمام قبائل عرب کے ہر قبیلہ کو بنام و نشان پکار کر ارشاد کیا کرتے کہ اے اولاد فلاں میں رسول ہوں اللہ کا کہ بھیجا ہے اُس نے تمہارے پاس۔ کہتا ہوں کہ عبادت کرو خدا کی۔ اور اُسکو وحدہ لاشریک سمجھو۔ اور اُسکے سوا جس کسیکو پوجتے ہو اُسکی پرستش سے دست کش ہو۔ مجھپر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو۔ اسکے مقابلہ میں حضرت کا چچا ابولہب[۳] یہ منادی کرتا کہ لوگو! یہ محمدؐ تمکو نئی راہ سکھلاتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی طرف چلاتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ پرستش لات عزیٰ کو چھوڑوا دے۔ کوئی اسکا کہنا نہ مانو۔

(۲۰) سودہ اور عائشہ سے آنحضرت کا نکاح اسی سنہ بعثت میں خدیجہ کی وفات کے ایک ماہ بعد آنحضرت نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا جنہوں نے بروایت ایرونگ جناب فاطمہ کو دودہ پلایا تھا اور اُسی سال عائشہ بنت ابی بکر سے حضرت کا نکاح ہوا۔ اُسوقت حضرت عائشہ کی عمر ۶ سال کی تہی اس سبب سے زفاف اُسکے تین برس بعد سنہ ہجری میں واقع ہوا جبکہ حضرت عائشہ کی عمر ۹ برس کی ہوگئی (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ)

---

[۱] ابن ہشام۔ تاریخ ابن اثیر اور روضۃ الاحباب [۲] تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ ۲۷ شوال سنہ بعثت کو حضرت طائف کو روانہ ہوئے تھے۔ اور ۲۳ ذیقعد کو مکہ میں واپس آئے یعنے آمد و رفت اور قیام کی کل مدت مہینہ بہر سے کم۔ جس سے دس دن طائف میں رہنے کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ [۳] ایرونگ [۳] ابولہب آنکھہ سے بہینگا تھا اور اُسکے سر پہ بالوں کی مینڈھیاں گندہی ہوئی تہیں۔ ابو الفدا۔

(۲۱) ابتدائے حال انصار۔ سنہ ۱۱ بعثت ایک روز موسم عمرۂ رجب میں آنحضرت عقبہ منا میں کھڑے تھے ناگاہ ایک گروہ اہل یثرب[۱] کا قبیلہ خزرج سے حضرت کے پاس پہنچا یہ چھہ آدمی[۲] تھے۔ حضرت نے اُنکے سامنے حقیقت اسلام بیان کی اور قرآن شریف پڑھ کر سنایا وہ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے۔ جب وہ یثرب میں پہنچے اپنے بھائی بندوں سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا اور اپنا مسلمان ہونا بیان کیا۔ پھر تمام گھروں میں آنحضرت کا چرچا ہوگیا۔ یثرب کے مسلمان چونکہ آنحضرت کے ناصر ہوئے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) اس سبب سے انصار کے نام سے مشہور ہوئے

(۲۲) معراج۔ سنہ ۱۲ بعثت ۲۷ رجب سنہ ۱۲ بعثت کی رات کو جب آنحضرت ام ہانی بنت ابیطالب کے گھر میں مصلے پر بیٹھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ خواب میں تھے جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے اور اُٹھا کر آپ کو حرم کعبہ میں لیگئے اور ایک بہشتی جانور پر جس کا نام براق ہے سوار کرکے مسجد اقصے میں لیگئے جو بیت المقدس میں ہے وہاں سب انبیاء کی روحوں سے ملاقات ہوئی اور آپ نے سب کے ساتھ نماز میں امامت کی اور وہاں سے روانہ ہوکر سدرہ تک پہنچے جو ایک درخت ساتویں آسمان پر ہے۔ یہاں پر حضرت جبرئیل رہ گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم بال بھر آگے بڑھیں تو ہمارے بال و پر تجلی کی روشنی سے جلجائیں۔ یہاں براق بھی رہ گیا اور آپ ایک تخت پر جسکو رفرف کہتے ہیں روانہ ہوئے اور قرب الٰہی سے فائز ہوئے۔ یہاں جو دیکھا سو دیکھا اور جو سُنا سو سُنا۔ اسی اثناء میں بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ فرمایا اور آنکی آن میں واپس اپنے گھر آپہنچے (روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ) +

ہمنے مشہور روایت پر اکتفا کیا ہے ورنہ اسمیں مورخین کو اختلاف ہے کہ معراج قبل وفات ابوطالب ہوئی یا بعد اسمیں بھی اختلاف ہے کہ ہفتہ کی رات سترہویں رمضان کو یا رجب میں یا ربیع الاول میں۔ سنہ ۱۲ بعثت میں یا سنہ ۱۳ بعثت میں۔ ایک دفعہ معراج ہوئی یا کئی مرتبہ +

اسمیں بھی اختلاف ہے کہ رسول خدا صلعم جسم سمیت گئے تھے یا آپ کو خواب صادق ہوا تھا یعنی جسمانی ہوئی یا روحانی عائشہ اور معاویہ اور حسن بصری صرف روحانی معراج کے قائل ہیں۔ مگر عام اعتقاد مسلمانوں کا یہی ہے کہ حضرت مع جسم کے آسمان پر تشریف لے گئے۔ (روضۃ الاحباب)

اسوقت تک صرف دو نمازیں فرض تہیں صبح کی اور شام کی۔ سنہ ۱۲ سے معراج کے بعد سے پانچوقت کی نماز مقرر ہوئی (روضۃ الاحباب)

(۲۳) بیعت عقبہ اولی سنہ ۱ ہجری کے موسم حج میں اُن چھہ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ میں مسلمان ہوکر مدینہ واپس ہوئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ ۷ آدمی[۳] مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف با سلام ہوئے۔ اور

[۱] یثرب یعنی مدینہ میں اوس و خزرج دو قبیلے خالص عربوں کے رہتے تہے دونوں قبیلے ایک باپ کی اولاد تہے مسکن قدیم انکا یمن تہا۔ ان دونوں قبیلوں میں اسوقت لڑائی برپا ہو رہی تہی اور یہ دونوں قبیلے دو فرقہ یہود یعنی بنی قریظہ اور بنی النضیر سے جو مکہ میں رہتے تہے عقد موافقت رکھتے تہے جبتک رسول مقبول مدینہ میں نہیں پہنچے یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تہا۔ جبسے رسول اللہ صلعم وہاں تشریف لیگئے۔ مدینۃ الرسول اور بعد میں مدینہ کہلانے لگا۔ یہ شہر مکہ کے شمال کیطرف ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں یہودی اور عیسائی بہت رہتے تہے۔ [۲] ابن خلدون نے انکے نام یہ لکھے ہیں (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بنی نجار سے (۲) عوف بن حرث بنی عفرا سے (۳) رافع بن مالک خزرجی (۴) قطبہ بن عامر بنی جشم سے (۵) عقبہ بن عامر بنی سلمہ سے (۶) جابر بن عبداللہ بنی سلمہ سے۔ مگر روضۃ الاحباب و حبیب السیر میں یہ نام ہیں اسعد بن زرارہ۔ معوذ بن حارث یا عوف بن حارث عقبہ بن عامر۔ قطبہ بن حدیدہ جابر بن عبداللہ اور رافع بن مالک۔ ان وار دین کے چونکہ انکے دوست یہود تہے نبی آخر الزماں کی خبر پرانی کتابوں سے سنی تہی قرآن شریف سنکر یقین کر لیا کہ یہی نبی موعود ہیں [۳] معاذ بن حرث۔ ذکوان بن عبد قیس۔ خالد بن مخلد۔ عبادہ بن صامت۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ یہ تو بنی خزرج سے اور ابو الہیثم مالک بن التیہان بنی اوس سے اور عویم بن ساعدہ بن عوف بن مالک سے +

اگر مشرف باسلام ہوئی اور حضرت کی حمایت کا معاہدہ کیا۔ یہ بیعت بھی اُسی مکان عقبہ پر ہوئی جو مکہ سے تھوڑی فاصلہ پر شمال کو واقع ہے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے مصعب بن عمیر عبدی کو کہ فقیہ اور قاری تھے قرآن و فقہ سکھانے اور طریقہ اسلام بتانیکے واسطے اُنکے ساتھ روانہ کیا اور عبداللہ بن اُم مکتوم کو بھی ہمراہ کر دیا۔ جب مصعب بن عمیر اور عبداللہ بن اُم مکتوم ہمراہ اسعد بن زرارہ کے (جو اُن چھ شخصوں میں سے تھے جو سب سے پہلے اہل مدینہ سے مسلمان ہوئے تھے) داخل مدینہ ہوئے تو مصعب بن عمیر مسلمانان مدینہ کی امامت کرتے تھے اور ابن اُم مکتوم قرآن پڑھاتے تھے۔ اول دو سردار قبیلہ بنی اشہل کے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ قرآن سُنکر مسلمان ہوئے۔ بعد اسکے مصعب اور سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی کوشش سے اُسی روز شام تک تمام بنی اشہل مسلمان ہو گئے۔ اور بعد میں تمام انصار سوائے بنی اُمیہ بن زید اور بنی وائل حطمہ اور واقف کے جن سب کا سردار ابو قیس تھا مسلمان ہو گئے۔ یہ بقیہ لوگ بھی سب کے سب غزوہ خندق کے وقت مشرف باسلام ہوئے (خمیس۔ ابو الفداء۔ روضۃ الاحباب۔ ابن خلدون۔ ابن ہشام۔ ابن اثیر)

(۴۲) بیعت عقبہ ثانیہ سنہ ۱۳ بعثت کے ماہ ذیحجہ میں مصعب[۱] بن عمیر ۷۳ مرد اور دو عورتیں مسلمان اپنے ہمراہ لیکر تین سو یا پانچسو کفار اوس و خزرج کے قافلہ کے ساتھ اپنے تئیں اُن سے چھپائے ہوئے مدینہ سے مکہ میں تشریف لائے اس ارادہ سے کہ آنحضرت کو اپنے ساتھ مکہ سے مدینہ لیجائیں۔ اُنکے ساتھ جو مسلمان تھے وہ کچھ قبیلہ اوس کے اور کچھ قبیلہ خزرج کے تھے۔ جب درمیان مکہ کے پہنچے تو اُنہوں نے پیغمبر خدا سے یہ وعدہ کیا کہ تیسری رات کو ایام تشریق کی بیچ عقبہ کے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت مع اپنے چچا عباس[۲] کے جو ابتک مشرف باسلام نہ ہوئی تھے۔ مگر بسبب محبت آپکی محافظت کی کوشش میں رہتے تھے تشریف لائے۔ حضرت عباس نے مخاطب ہوکر کہا کہ اے قبیلہ خزرج کے لوگو تم محمد سے وفاداری کرو اور اُسکی بیچ ہر بات میں کہتے رہو اور اُسکی دشمنوں سے اُسکی حفاظت کرو تب تمکو اور اُسکو اختیار ہے وہ تم میں رہیگا اگر تم اُسکی حفاظت نکر سکو اور اُسکے دشمن کے حوالہ کر دو تو ابھی سے اُسکو جواب دیدو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمکو بسر و چشم آن سرور کی حفاظت و حمایت منظور ہے۔ اور ہماری جانیں آپس سے لڑی ہوئی ہیں۔ بعد اسکے رسولخدا صلعم نے اُنکو قرآن کی آیتیں سنائیں اور پھر ارشاد کیا کہ بیعت کرو میری اس بات پر کہ میرے ساتھ بالکل ایسا ہی سلوک کروگے جیسا اپنی اہل و عیال کے ساتھ۔ اُنہوں نے منظور کیا اور کہا کہ یا حضرت اگر ہم کافروں کو قتل کرینگے تو ہمکو کیا اُجرت ملیگی حضرت نے ارشاد کیا کہ جنت حور اور غلمان اللہ تعالیٰ عطا کریگا۔ یہ سُنکر سب نے کہا کہ یا حضرت ہمکو ہاتھ دیجیے سب سے پہلے براء بن معرور نے اور پھر اُن سب نے حضرت کی بیعت کر لی[۳] +

ابن ہشام اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس بیعت کی خبر جب قریش کو ہوئی اور لوگ مقام منا سے متفرق ہو گئے تو چند قریش انصار کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے مگر کسیکو نہ پایا البتہ سعد بن عبادہ کو راستہ سے گرفتار کر لائے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے تا آنکہ اُنکے دوستوں جبیر بن مطعم اور حرث بن اُمیہ نے اُنکو چھوڑوا دیا +

اسکے بعد کافروں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی کا عہد و اتفاق کر لیا۔ اور آنحضرت کی جان لینے کے خواہاں ہو گئے۔

---

[۱] اُحد کی لڑائی میں ۴۰ برس کی عمر میں شہید ہوئی [۳] آنحضرت نے اُنمیں سے ۹ شخص بنی خزرج سے اور ۳ بنی اوس سے ۱۲ شخص اپنی طرف سے نقیب مقرر کئے اور فرمایا تم لوگ اپنی قوم میں کفیل ہو مثل کفالت حواریان حضرت عیسےٰ کے۔ اُنکے نام یہ ہیں اسعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت۔ سعد بن ابی ربیع۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔ ابو جابر عبداللہ بن عمرو۔ سعد بن ابو عبیدہ۔ منذر بن عمرو یہ ۹ بنی خزرج سے۔ اور اسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ اور رفاعہ بن منذر بن زید۔ یہ تین بنی اوس سے۔ بعض نے بجائے رفاعہ کے ابو الہیثم بن تیہان کو شمار کیا ہے) ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ ابن ہشام [۲] بروایت بہات القلوب علی بھی ساتھ تھے

ایرونگ لکھتا ہے کہ اسوقت محمدؐ کی بالکل اُس شخص کی حالت تھی جسکا خون قانون نے ہدر کر دیا ہو جس کا جی چاہے مار ڈالے۔ اگر محمد کو دنیاوی فائدہ مدنظر ہوتا تو وہ کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ اُنکو اپنی نبوت کا اظہار کئے دس برس سے اوپر ہو چکے تھے اور یہ طولانی دس برس لوگوں کی عداوت مصیبت اور سخت تکلیف میں گذرے تھے پھر بھی اُنہوں نے استقلال سے کام لیا اور اب اپنی زندگی کے اُس زمانہ میں جبکہ لوگ اپنی گذشتہ محنت اور کاموں کے ثمرہ میں آرام ڈھونڈھتے ہیں اور آیندہ کے لئے نئی تجویزیں کرنے کی جوکھوں میں نہیں پڑتے ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنا آرام اپنا مال اپنے دوست سب کو (دین کی خاطر) قربان کر دیا اور بجائے اسکے کہ دین سے دست بردار ہو جاتے وہ اپنا وطن چھوڑنے کو تیار ہو گئے۔ پس پیغمبر خدا نے مکہ میں تشریف لاکر تمام اصحاب کو ارشاد کیا کہ تم سب لوگ مدینہ کو ہجرت کر جاؤ۔ اور وہ قافلہ بھی مدینہ کو مراجعت کر گیا۔ مکہ میں یہ لوگ زندگی سے بیزار تھے حکم ہوتے ہی اُنہوں نے روانگی شروع کر دی ابن خلدون کے موافق پہلا شخص جو مکہ سے گیا وہ ابوسلمہ بن عبد الاسد تھے + اور پھر کل بڑے بڑے اصحاب مخفی طور پر ایک ایک دو دو کر کے مدینہ کو ہجرت کر گئے مگر عمر ابن الخطاب اپنے بیس یاروں کے ساتھ مسلح ہو کر ڈنکے کی چوٹ[1] علانیہ نکل گئے۔ پیغمبر خدا حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ نفس رسول (علی) بھی جو کسی حالت میں رسول اللہ سے جدا نہ ہوتے تھے ساتھ رہے۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی جنکو یار غار ہونا تھا ابھی ہجرت نہیں کی۔ (دیکھو سیرۃ المحمدیہ وغیرہ)

فصل سوم۔ ہجرت سے وفات تک

سنہ ۱۴ بعثت یعنی سنہ ۱ھ ۱۶۔ جولائی سنہ ۶۲۲ء سے ۵ر جولائی سنہ ۶۲۳ء تک

(۱) ہجرت — ابوسفیان جو مثل ابوجہل کے آپ کا جانی دشمن تھا اسوقت کفار مکہ کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے جاتے ہیں (کیونکہ حضرت عمر کے علانیہ چلے جانے سے یہ راز بالکل فاش ہو گیا تھا) تو جلا بھی اور خائف بھی ہوا کہ مسلمان زور پکڑ کے بدلہ نہ لیں۔ پس سرداران قریش کو دار الندوہ میں جمع کر کے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا محمد کو قید کر دو۔ کسی نے کہا جلاوطن کر دو۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمد کو قتل کر ڈالنا چاہیئے مگر اس طرح کہ قریش کے پانچ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص یکبارگی محمد کے جسم پر ضربیں لگائے تاکہ خون محمد کا چند افراد میں منقسم ہو جائے اور بنی عبد المطلب و بنی ہاشم کسی ایک شخص یا کسی ایک خاندان سے بدلہ لینے کے مجاز نہ ہوں اور سب سے بدلہ لینے کی جرات نہ کر سکیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ (خمیس روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ طبری۔ ابن ہشام) جب پیغمبر خدا کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو ارشاد کیا یا علی تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو۔ اور میں چلا جاتا ہوں۔ لوگوں نے جو امانتیں میرے سپرد کی ہوئی ہیں ہر شخص کی ودیعت اُسکے حوالہ کر دینا۔

---

[1] غالباً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے ماموں ابوجہل پر بڑا بھروسہ تھا جو سرداران قریش میں ایک خاص وجاہت رکھتا تھا۔

[2] سنہ ہجری ۱۷ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے حضرت علی کے مشورہ سے جاری کیا تھا۔ مگر یہ سنہ اُسوقت سے نہیں لیا گیا ہے جسوقت آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی یعنی ۸ ربیع الاول سے بلکہ سال کے پہلے قمری مہینے یعنی محرم کی پہلی تاریخ سے یعنے ہجرت سے ۲ ماہ پیشتر سے۔ اور اس سال یکم محرم ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو پڑی تھی

[3] بروایت حیات القلوب حضرت علی نے یہ حکم پاکر سجدہ شکر کیا اور یہ اسلام میں اول سجدہ شکر ہے

[4] باوجودیکہ کفار تعصب مذہبی آنحضرت کی جان کے دشمن تھے مگر ابتک اسقدر امین اور دیانت دار جانتے تھے کہ آپکے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے (ابن ہشام و طبری)

پھر تم بھی میرے پاس مدینہ چلے آنا"۔ اسوقت حضرت ہجرت کے لئے ماذون ہو چکے تھے اور مخالفین آپکے دروازہ پر گھر میں کودنے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے کہ سورہیں یا باہر نکلیں تو قتل کرڈالیں[1]۔ آپ نے ایک مٹھی خاک اپنے دست مبارک میں لیکر اور سورۂ یٰسین فھم لا یبصرون تک پڑھکر اُن کافروں کے سروں پر پھینکی اور مجمع میں سے صاف نکل گئے کسی نے حضرت کو نہ پہچانا۔ آخر وہ دروازہ توڑ کر گھر میں گھسے اور آپکی چارپائی کے پاس آئے۔ حضرت علی فوراً چارپائی سے کود کر اُنکے سامنے ہوئے اُنہوں نے پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ حضرت علی نے گرماکر جواب دیا "خدا بہتر جانتا ہے۔ جہاں ہیں خدا کی پناہ میں ہیں" یہ کہکر اُن کے سامنے سے چلدیے کسیکو جرأت نہوئی کہ آپ کو روکتا یا آزار پہنچاتا (ایرونگ) اور بروایت حیات القلوب و ابن ابی الحدید آپ تلوار لیکر مقابل میں آئے کوئی مقابلہ کی جرات نہ کرسکا سب[2] بھاگ گئے (ایرونگ۔ روضتہ الاحباب۔ طبری۔ خمیس)

حضرت علی اسکے تین دن بعد تک مکہ میں لوگونکی امانتیں واپس دینے کے لئے ٹھیرے رہے اور پھر پا پیادہ رسول اللہ صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ کافروں کے اندیشہ سے رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے۔ یہانتک کہ مقام قبا میں جہاں رسول خدا فروکش تھے آپ سے جاملے (ابن ہشام۔ طبری)

پیغمبر خدا نے روانگی سے پہلے دن ہی سے تہیہ سفر درست کرلیا تہا۔ چار مہینے پیشتر حضرت ابوبکر نے دو اونٹ چارسو درہم کے خریدے تھے اُنمیں سے آپنے ایک اونٹ اِس سفر کے لئے خریدنا چاہا حضرت ابوبکر نے آپکے ہاتھ ایک اونٹ[3] نوسو درہم کو فروخت کردیا۔ عبد اللہ بن اُریقط دُئلی[4] ایک رازدار رہبر بھی حضرت علی کی معرفت اُجرت پر مقرر کرلیا تھا کہ تین دن بعد غار ثور پر اونٹ لیجاکر آنحضرت کو مدینہ پہنچا دے۔ (مروج الذہب و حیات القلوب)

بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ غار میں طعام پہنچانے اور سواری اور راہ بر مہیا کرنیکا کام رسول اللہ نے علی کے سپرد کیا تہا بروایت حیات القلوب علی رات کو سب چیزوں کا تہیہ کرتے اور راتوں رات غار میں پہنچا آتے[5]۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابولہب کی صلاح سے ان مشرکین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ رات کو آنحضرت کو گھیرے رکھیں اور صبح صادق کے وقت قتل کرڈالیں تاکہ روز روشن میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو معلوم ہو جائے کہ قبائل عرب نے بہیئت اجماعی اس امر کا اقدام کیا ہے غرض

---

[1] اس شب کو جن اشخاص نے آپکے قتل کا بیڑا اٹھایا تہا وہ یہ تھے ابوجہل۔ حکم بن ابو العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ اُمیہ بن خلف۔ جبیر بن مطعم۔ طعیمہ بن عدی۔ ابولہب اور حجاج کے بیٹے مُنبّہ اور نُبیہ وغیرہ (حبیب السیر ابن خلدون) حیات القلوب کے موافق خالد بن ولید بھی اور وہ سب آنگئے تہا

[2] جس رات کو حضرت علی رسول اللہ صلعم کے بستر پر سوئے ہیں حقتعالی نے وحی کی جبرئیل اور میکائیل کی طرف کہ میں نے تم دونوں میں عقد مواخات باندھا ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے کی عمر سے دراز کیا ہے۔ تم دونوں میں کون ہے جو اپنی جان کو دوسرے کی جان پر نثار کرے۔ دونوں نے کہا کہ ہم اپنی جان کو کسیکی جان پر ایثار نہیں کرتے اپنی زندگی کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے وحی کی کہ تم کیوں مثل علی ابن ابیطالب کے نہیں ہوتے کہ میں نے اُس میں اور محمد میں بہائی چارہ قایم کیا۔ اور اُس نے اپنی جان کو محمد پر فدا کیا اور اُس کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ زمین پر اور اُسکو دشمنوں کی شر سے بچاؤ۔ پس جبرئیل علی کے سرہانے اور میکائیل پائینتی آکر بیٹھ گئے۔ اور جبرئیل نے کہا بخ بخ مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تیرے اے علی ابن ابی طالب کہ حق جل جلالہ مباہات کرتا ہے ساتھ تیرے ملائکہ پر۔ اور اس باب میں آیہ من یشری نفسہ ابتغاء الخ نازل ہوئی۔ (روضتہ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ)

[3] مدارج النبوۃ۔

[4] عبد اللہ بن اریقط بڑا رازدار دیانتدار رہبر تھا۔ غار پر کبوتر اور درخت اور جالے کے معجزے کو دیکھکر مسلمان ہوا (حیات القلوب)

[5] اس سبب سے یہ روایت جو بعض مورخین ابن خلدون وغیرہ نے لکھی ہے کہ یہ بھی قرار پایا کہ حضرت ابوبکر کا آزاد غلام عامر بن فہیرہ رات کو دودھ اور اسماء بنت ابی بکر کھانا پہنچایا کرے اور عبد اللہ بن ابی بکر دن کو کفار کے ارادے معلوم کرکے رات کو غار میں خبر دیا کرے۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی (مؤلف)

پیغمبر خدا گھر سے نکلکر روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر ملگئے انکو ساتھ لیتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ڈہائی میل جنوب کو واقع ہے۔ آپ اس خوف سے کہ کفار سراغ نہ پاسکیں انگوٹھے کے بل غار تک پہنچے حضرت ابوبکر کا انحضرت کو کاندہے پر غار تک پہنچانا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ خوش اعتقادوں کی بندش ہے۔ روضۃ الاحباب۔ اور مدارج النبوۃ۔ حبیب السیر۔ سیرۃ محمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلے ابوبکرؓ غار میں گھسے اُسے صاف کیا اور اُسکے سوراخوں کو اپنے کپڑے پہاڑ کر دہجیوں سے بند کیا ایک سوراخ رہگیا تہا جسکے لئے کپڑا نہ بچا وہاں اپنا پاؤں لگا دیا۔ وہاں سانپ تہا ابوبکرؓ کے پانوں میں کاٹ کہایا۔ رسول خدا نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اچھا ہو گیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے ابوبکرؓ کو ننگا دیکھکر پوچھا تمہارے کپڑے کیا ہوئے۔ ابوبکرؓ نے کہا پہاڑ کر سوراخوں میں لگا دیے مگر یہ روایت تعجب سے خالی نہیں اُس اندہیری رات اور اندہیرے غار میں ابوبکرؓ کو ساری سوراخ نظر کیونکر آگئے اور رسول اللہ نے کپڑا پہاڑنے کی آواز کیوں نہیں سُنی جو صبح کو دریافت کیا کہ تمہاری قبا کیا ہوئی اور ابوبکرؓ کو یہ بیان کرنے کی ضرورت پڑی کہ یا حضرت سوراخوں میں پہاڑ کر لگا دیئے۔ صبح ہوئی تو متعاقبین پانوں کے نشان پہچانتے ہوئے آن پہنچے مگر اللہ کی قدرت غار کے موہنہ پر مکڑی کے جالے پیدا ہو گئے ایک کیکر کا درخت اُگ آیا اور کبوتر نے اُسمیں گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے تھے۔ کفار یہ حالت دیکھکر سمجھے کہ بھلا اسمیں کوئی کیا چھپا ہوگا۔ وہاں سے واپس ہو کر دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ ابوبکر متعاقبین کی آواز سُنکر مضطرب ہوئے اور کانپنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہمارے تعقب کرنے والے تو بہت سے ہیں اور ہم دو ہی ہیں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ڈرتے کیوں ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب و صاحب سیرۃ محمدیہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر سانپ کے کاٹنے کی تکلیف سے رو رہے تھے (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب خمیس۔ سیرۃ محمدیہ) +

غرض رسول اللہ اور ابوبکرؓ تین دن غار ثور میں رہے۔ پنجشنبہ کا دن گزر کر رات کو یکم ربیع الاول ہی قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲ ربیع الاول کو جمعہ کے دن غار میں پہنچے[له] یکشنبہ چوتھی ربیع الاول تک غار میں رہے

له ازالۃ الخفا میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ علی نے جان بیچکر رسول اللہ کا کپڑا اوڑھ لیا اور انکی جگہ سو گئے مشرک علی کو رسول اللہ سمجھکر کنکر مار پھینکتے تھے اتنے میں ابوبکر آئے اور یہی سمجھکر کہ رسول اللہ سوتے ہیں کہا یا رسول اللہ اُسوقت علی نے کہا کہ وہ چاہ میموں کی طرف گئے ہیں ملنا ہے تو وہاں جا کر ملو پس ابوبکر چلے گئے اور حضرت کے ہمراہ داخل غار ہوئے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس موقع کو اس طرح لکھا ہے کہ ابوبکر علی کے پاس آئے اور پوچھا رسول اللہ کہاں ہیں علی نے کہا غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو اُن سے کوئی حاجت ہو تو اُن سے جا ملو پس ابوبکر دوڑے ہوئے گئے۔ اور رستہ میں حضرت کے قریب جا پہنچے۔ رسول اللہ نے اُس اندہیری رات میں ابوبکر کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ مشرکین میں سے کوئی آرہا ہے یہ سمجھکر آپ جلدی جلدی چلنے لگے یہانتک کہ بند نعل ٹوٹ گیا اور پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پتھر کی ٹھوکر سے خون بکثرت جاری ہوا پھر اور زور سے دوڑنے لگے ابوبکر کو خیال ہوا کہ اسطرح حضرت کو بہت مشقت ہوگی پس باواز بلند آپ سے کلام کیا حضرت آواز پہچانکر کھڑے ہو گئے یہانتک کہ ابوبکر آپہنچے۔ اب دونو ساتھ چلے اور رسول اللہ پیدل چلے ہی تھے اور آپکے پانوں سے خون جاری تھا۔ یہانتک کہ غار میں پہنچ گئے۔ صبح ہوتے علی اپنے بستر سے اُٹھے کفار قریب گئے تو پہچانا کہ علی ہیں پوچھا تیرا صاحب کہاں ہے فرمایا میں کیا جانوں کیا میں اُسکا پہرا دے رہا تہا تمنے اُنہیں نکلجانیکو کہا وہ نکلگئے۔ پہر کفار نے علی کو برا بہلا کہا دھمکایا مارا اور نکالکر مسجد میں لائے اور ایک ساعت قید کر کے چھوڑ دیا۔ ان روایتوں پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب کفار گہر کو گھیرے ہوئے کنکریاں مار رہے تھے تو ابوبکر علی تک کیونکر پہنچے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر آنحضرت کو کہیں راستہ ہی میں ملگئے تھے۔ نیز دیکھو سیرۃ محمدیہ حیات القلوب میں ہے کہ رسول اللہ رات کو ام ہانی کے گھر میں رہے۔ پچھلی رات کو غار کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ابوبکر ملگئے وہ ساتھ ہو گئے[ته] عائشہ اور اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ ہمارے گہر آگئے تھے اور وہاں سے ابوبکرؓ کو ساتھ لیکر غار کی طرف گئے تھے اُسوقت ابوبکرؓ پانچہزار یا ۶ ہزار درہم بھی جو اُنکے پاس تھے اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ غار سے روانہ ہونے سے پہلے اسماء بنت ابی بکر نے پیغمبر خدا کے کہانے کا دسترخوان لٹکانے کے لئے جب کوئی چیز نہ ملی تو اپنا کمر بند پہاڑ کر دو ٹکڑے کر لیا تہا ایک کو کمر بند رکھا دوسری کو لٹکانے کے کام میں

چوتھے روز جب تعاقب کرنے والوں کا جوش دہیما ہوا تو ۵ ربیع الاول روز دوشنبہ کو عبد اللہ بن اریقط آنحضرت کا اور عامر بن فہیرہ ابو بکر کا اونٹ لیکر حاضر ہوئی آپ عبد اللہ بن اریقط کے اور ابو بکر عامر بن فہیرہ کے ردیف[۱] ہوکر معمولی راستہ کو چھوڑکر بحیرہ قلزم کے کنارہ کنارہ مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اول شب سے دوسرے دن کی ظہر تک سفر کرتے رہے مقام قدید پر آرام کرکے ذرا آگے بڑھے تھے کہ سراقہ بن مالک مدلجی کھوج لگاتا ہوا آپہنچا۔ کیونکہ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو انہوں نے انعام مقرر کردیا کہ جو آپ کو زندہ پکڑ کر یا آپ کا سر لیکر آئے گا اُسے سو اونٹ ملینگے۔ سراقہ کو دیکھکر حضرت ابو بکر پھر رونے لگے آپنے فرمایا کہ ڈرتا کیوں ہے اللہ ہماری ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے حق میں بد دعا کی اُسکا گھوڑا تا بزانو زمین میں دہنس گیا حالانکہ وہاں کی زمین بہت سخت تھی۔ اس سے اُسپر ایسی ہیبت چھائی کہ معافی کا خواستگار رہوا اور اقرار کیا کہ کسیکو آپ کا بھید نہ دونگا۔ اسکا گھوڑا نکل آیا۔ واپس آکر اُس نے کافروں سے کہدیا کہ مجھے محمد کا پتہ کہیں نہیں لگا۔ یہ سراقہ بعد فتح مکہ مسلمان ہوگیا تہا (ابو الفدا۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

الغرض عبد اللہ بن اریقط اسفل مکہ سے نکلکر ساحل کی طرف جہکا اور اسفل عسفان سے گذرتا ہوا امج میں پہنچا وہاں سے اُس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید[۲] میں آیا جہاں سے ذرا آگے بڑھکر سراقہ کا واقعہ پیش آیا۔ قدید سے نکلکر عرج ہوتا ہوا عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا (ابن خلدون۔ طبری۔ ابن اثیر وغیرہ)

(۲) پیغمبر قبا میں | پیغمبر خدا قریب وقت زوال آفتاب پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مقام قبا میں پہنچے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے یہ مقام مثل طائف کے زرخیز اور شاداب تہا۔ اور ہوا بڑی صحت بخش تہی۔ یہاں ایک مقام پر جسے العقوی کہتے ہیں آپ کا اونٹ خود بخود بیٹھ گیا اور آگے نہ چلا۔ آپ اُتر پڑے اور بنی اوس کے ایک شخص کلثوم بن ہدم کے گھر جو بروایت تاریخ الخمیس ابہی مشرک ہی تھا یا سعد بن خثیمہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اور ابو بکر بعض نے مدینہ میں محلہ سنح میں خبیب بن اساف یا زید بن خارجہ کے مکان میں اقامت اختیار کی۔ قبا میں آپنے پیر منگل تا بدھ۔ جمعرات ۴ دن[۳] قیام کیا (ابن خلدون خمیس

(بقیہ صفحہ ۶۸) لائیں اُسوقت سے انکا نام ذات النطاقین مشہور ہوگیا (خمیس۔ ابن خلدون۔ روضۃ الاحباب) مگر معتبر روایتوں سے اسکا پتہ نہیں چلتا کہ رسول اللہ حضرت ابو بکر کے گھر جاکر اُنکو ساتھ لیتے ہوئی غار کیطرف روانہ ہوئی۔ [۱] ابن خلدون اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رسول اللہ جب اونٹ پر سوار تھے عبد اللہ بن اریقط دوسرے اونٹ پر اور ابو بکر اور عامر ابن فہیرہ تیسرے اونٹ پر سوار تہے۔ [۲] زمخشری نے ربیع الابرار میں [illegible] الجون سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہے کہ قدید میں میری خالہ ام معبد کے خیمہ میں اسی سفر ہجرت میں آنحضرت آکر اُترے۔ میری خالہ بڑی مہمان نواز تہی۔ حضرت نے آرام کیا۔ سوتے اُٹھے تو پانی مانگا اور خیمہ کے پہلو میں ایک جہاڑی پر ہاتھ دہوئے اور کلی کی۔ جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ وہ بڑا درخت ہوگیا ہے اور اُسمیں لون الورس کے پہل سے بڑے پہل لگے ہوئے ہیں۔ خوشبو میں عنبر۔ مزہ میں شہد۔ بہوکا کہاتا پیٹ بھر جاتا۔ پیاسا کہاتا پیاس نہ لگتی۔ بیمار کہاتا شفا پاتا۔ جو جانور اُسکے پتے کہاتا اُسکا دودہ بہتا پہرتا۔ ہم اُسے شجرہ مبارکہ کہا کرتے تہے۔ دور دور سے بیمار آتے اُسکے پہل کہاتے شفا پاتے۔ ایک دن صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکے پہل گر پڑے ہیں اور پتے چہوٹے ہوگئے ہیں۔ ہمیں بڑا رنج ہوا۔ بعد میں خبر آئی کہ رسول اللہ نے اُسی روز انتقال کیا ہے۔ اسکے تیس برس بعد ایک دن صبح کو دیکھا کہ اُسکے نیچے سے اوپر تک کانٹے ہوگئے ہیں۔ اور اُسکے پہل گر پڑے ہیں اور اُس کی نضرت (ہریاول) جاتی رہی ہے۔ ہمنے سنا کہ اُسی دن علی مارے گئے۔ اسکے بعد اُس میں کبہی پہل نہ لگا۔ ہم اُسکے پتوں ہی سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ اُسکی ساق سے تازہ خون بہ رہا ہے اور پتے اُسکے گر پڑے اور بعد میں سنا کہ حسین اُسی روز شہید ہوئے۔ پس وہ درخت خشک ہوگیا اور جاتا رہا (تاریخ الخمیس۔ سیرۃ الحلبیہ [illegible])

[۳] بعض نے مثل ابن ہشام کے قبا میں آپ کا قیام ۴ دن بعض نے ۱۴ دن اور بعض نے ۲۲ دن لکھا ہے بخاری اور ابن حجر صاحب فتح الباری نے ۱۴ دن کو اور ابن [illegible] ان نے ۴ دن کو ترجیح دی ہے ہماری خیال میں ۴ ہی دن صحیح ہیں کیونکہ ۱۴ یا ۲۲ دن کی روایت سے آپ کا قبا سے جمعہ کو روانہ ہونا نہیں نکلتا۔ حالانکہ تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے قبا سے مدینہ میں جاتے ہوئے بطن وادی والنونار میں نماز جمعہ پڑہی ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جاتا ہے

مقام قبا میں اسی چار دن کے قیام میں (۱) آنحضرت نے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی (۲) بریدہ بن الحصیب اسلمی مع ستر نفر بنی سہم کے مثل سراقہ کے انعام کی اُمید میں حضرت کی تلاش میں آیا مگر یہ سب مسلمان ہو گئے لیکن تاریخ الخمیس میں لکھا ہے کہ بریدہ رستہ میں قبا پہنچنے سے پہلے ملے ہیں (۳) سلمان فارسی اسی مقام پر حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۴) آنحضرت کو قبا میں آئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ جناب علی بھی پاپیادہ مکہ سے آکر حاضر خدمت ہوئے - آنحضرت اپنے بھائی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے بغلگیر ہوئے - مگر پانو پر ورم اور حالت تباہ دیکھکر بہت روئے - ابن خلدون صاحب حبیب السیر اور ایرونگ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے پانوں سے لہو بہتا تھا - مگر آنحضرت کے ہاتھ پھیرنے یا پھونکنے سے وہ زخم بالکل اچھے ہو گئے -

(۳) پیغمبر مدینہ میں

جب مہاجرین مکہ نے جو حضرت سے پہلے مدینہ میں آئے ہوئے تھے سُنا کہ حضرت مدینہ کے قریب قبا میں آ گئے ہیں - حضرت کے استقبال کو آئے اور ۱۶ ربیع الاول یوم جمعہ کو جب کچھہ دن چڑھا تو حضرت قبا سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئے بریدہ بن الحصیب مع اپنے ستر سواروں کے آگے ہوا بعض مسلمانوں نے تاڑ یا کھجور کے چھتر سے آپ کے سر پر سایہ کیا - حضرت ابوبکر اور بروایت حیات القلوب جناب علی حضرت کے پہلو میں سوار چلے جاتے تھے - اسوقت بریدہ نے کہا کہ یا حضرت مدینہ میں بغیر علم کے داخل نہ ہوں یہ کہکر اپنی پگڑی اُتاری اور اپنی برچھی کی نوک پر ایک سرا باندہ کر بلند کیا - اور حضرت کے آگے آگے لیچلا (روضۃ الاحباب - تاریخ الخمیس) +

ایرونگ لکھتا ہے کہ آب و ہوا خوشگوار - زمین زرخیز - کھجوروں کی کثرت - خوشبودار جھاڑیاں اور پھول افراط سے - شہر مدینہ حضرت کی ہجرت کے لئے نہایت موقع کا مقام تھا - اسکی جای وقوع بہت ہی پسندیدہ اور خوشنما ہے +

چلتے چلتے راستہ میں بطن وادی رانونا میں قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو اول زوال کا وقت تھا حضرت اُتر پڑے اور اُن مسلمانوں کے ساتھ جو ہمراہ تھے اور جو اسوقت تعداد میں سو تھے - آپ نے نماز جمعہ اور خطبہ پڑھا - اور یہ اسلام میں اول نماز جمعہ اور اول خطبہ ہے - بعد میں اسی مقام پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی (خمیس روضۃ الاحباب - طبری وغیرہ)

جب مدینہ تھوڑی دور رہا تو اُسی خاک اور دھوپ میں انصار کا ایک گروہ استقبال کو آیا اور وہ نہایت جوش اور تپاک سے ملے حالانکہ اُنمیں سے اکثر نے پہلے کبھی آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا +

اب وہی محمدؐ جن کو ذرا پہلے زمین پر پانو رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جلا وطن پھر رہے تھے اور جن کے سر کے لئے انعام مقرر تھا مدینہ میں اسطرح داخل ہوئے جسطرح کوئی شہنشاہ کسی فتح نمایاں کے بعد اپنے دار السلطنت میں داخل ہوتا ہے - باشندوں کا یہ حال تھا کہ جو حضرت کے ناقہ کو دیکھتا تھا - اور جس گھر پر انصار کے حضرت گزرتے تھے بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے - اور کہتے تھے کہ حضرت یہیں قدم رنجہ فرمائیں اور آرام کریں - جب اس امر میں لوگوں میں بحث ہونے لگی تو حضرت نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ خود بیٹھ جائیگا وہاں ٹھیرونگا - کیونکہ وہ من جانب اللہ اس امر پر مامور ہے - ہر متنفس اُمید کی نگاہوں سے ناقہ کو دیکھہ رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور بنو ساعدہ اور بنو حارثہ اور بنو عدی سے نکلکر بنو نجار میں پہنچا اور وہاں اُسجگہ ٹھیر گیا جہاں اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے یہاں سے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ جو قبیلہ مالک بن نجار سے تھے اور ابو ایوبؓ انصاری کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مکان سب سے زیادہ قریب تھا حضرت کو اپنے گھر لیگئے اور آپ تا تیاری مسجد نبوی و مسکن شریف عرصہ سات ماہ تک اور بروایت مسعودی ایک ماہ تک اُنہیں کے

ئ یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جب ۵۲ھ میں معاویہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر فوجکشی ہوئی تو محاصرہ کے قیام میں بیماری سے اُنکا انتقال ہو گیا اور شہر کی فصیل کے قریب دفن کئے گئے اور سلطان محمد ملقب بہ فاتح نے جب ۸۵۷ھ میں شہر مذکور کو فتح کیا تو بڑی تلاش کے بعد انکی قبر کا پتہ ملا یہ تعویذ کے کندہ سے پہچانی گئی - جسپر سلطان نے مقبرہ بنوا دیا اور ایک بڑی عالیشان مسجد تعمیر کرا دی جو اب تک جامع ایوبیہ کے نام سے مشہور ہے (تاریخ منتظم ناصری و اعجاز التنزیل)

گھر پر مقیم رہے - ابوایوب بنی خزرج سے تھے اور قبیلہ بنی نجار کے سردار تھے +

(۴) مسجد نبوی مسجد نبوی جس جگہ بنی ہے وہ بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملک تھی ویران پڑی تہی صرف چند کھجوروں کے درخت تھے وہاں مشرکین کا قبرستان بہی تہا - اور چوپایے بہی بند کئے جاتے تھے - مالکوں نے ہبہ کرنا چاہا حضرت نے منظور نہ کیا بلکہ دس مثقال زر سرخ دیکر خریدی - مشرکین کی قبریں دور کر دی گئیں - اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے - نہایت سیدھی سادی مسجد بنائی گئی - دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں کی - پہلے ایک چبوترہ بناکر قناتی دیوار کھڑی کی گئی بعد میں وہی کھجور کے درخت جو کاٹے گئے تھے - اُنکے ستون بنائے گئے اور کھجور ہی کے پتوں اور شاخوں کی چھت بنائی گئی - جسمیں سے مینہ ٹپکتا تہا اور مٹی جھڑتی تہی عرض ۶۴ گز طول ۰۷ گز تھا (مگر ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد حضرت نے اُسکی کچھ ترمیم اور توسیع کی تہی) تین دروازے تھے ایک جنوب[۱] کی طرف جہاں بعد میں قبلہ مقرر ہوا (کیونکہ اسوقت تک قبلہ بیت المقدس ہی تھا ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد کعبہ قبلہ مقرر ہوا) دوسرا باب جبرئیل - تیسرا باب الرحمہ - اِس عمارت کا ایک حصہ جسکا نام صفہ تھا ایسے مسلمانوں کے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا جن کا گھر نہ تھا انکی تعداد اور سے چار سو تک ہوجاتی تہی - اِس مسجد کے بنانیمیں حضرت اپنے ہاتھ سے ہی مدد دیتے تھے - آنحضرت کے ساتھ مہاجر و انصار بہی شریک تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بدلہ عمار یاسر سب سے دُگنا کام کرتے تھے اور آنحضرت اُنکی گرد جھاڑتے جاتے تھے - اور اُنکے حق میں افسوس سے فرماتے تھے کہ عمار کو گروہ باغیہ قتل کریگا کہ وہ اُنکو جنت کیطرف بلاتا ہوگا اور وہ اُسکو دوزخ کی طرف بلاتے ہونگے جیسی مسجد سادی تہی ویسی ہی اُسکی کارروائی بہی سادی تہی (روضۃ الاحباب خمیس) شروع میں کچھ عرصہ تک رات کو تیل بتی کے بدلہ کھجور کی چھپٹیوں سے روشنی کا کام لیا جاتا تھا - زمین پر بیٹھکر کھجور کے ستون سے پشت لگاکر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے بہت عرصہ بعد تین سیڑھیوں کا منبر بنایا گیا ہی منبر پر آنحضرت کبہی بیٹھکر کبہی کھڑے ہوکر عصا پر سہارا دیکر وعظ فرماتے - اس وعظ میں ابتک صرف خدا کی عبادت اور نسل انسان کے ساتھ بہلائی کرنیکا مضمون ہوا کرتا تھا - فرماتے تھے جو مخلوق خدا اور اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اسپر رحم نہیں کریگا - ہر مسلمان جو کسی ننگے مسلمان کا تن ڈہانکیگا خدا اُسے بہشت کے سبز کپڑے پہنائیگا - خیرات کے بارہ میں فرماتے تھے جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلتی اور تھرتھراتی تہی اُسکے ثبات کے لئے خدا نے اُسپر پہاڑ بنائے تب فرشتوں نے پوچھا کہ بار خدایا تیرے مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بہی زیادہ زبردست ہے فرمایا لوہا پہاڑوں سے زیادہ زبردست ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے - پہر پوچھا لوہے سے بہی کوئی زبردست چیز ہے جواب آیا آگ لوہے سے زبردست ہے کیونکہ وہ اُسے پگھلا دیتی ہے پھر پوچھا کہ تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بہی زیادہ زبردست ہے جواب آیا پانی کہ وہ آگ کو بُجھا دیتا ہے - پھر پوچھا کہ کوئی چیز پانی سے بہی زبردست ہے جواب ہوا ہَوا کیونکہ وہ پانی پیر غالب آتی ہے اور اُسے حرکت دیتی ہے پھر فرشتوں نے پوچھا کہ اے رب العالمین کوئی چیز ہوا سے بہی زبردست ہے ارشاد ہوا نیک آدمی جو خیرات دیتا ہے اگر اسطرح دیکہ داہنے ہاتھ سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو - وہ سب چیزوں سے زبردست ہے - مہربانی اور رحم کے ہر کام کو حضرت نے خیرات میں داخل کیا ہے - فرماتے ہیں ہر نیک کام خیرات ہے اپنے بہائی کو دیکھکر مسکرانا خیرات ہے - اپنی ہی نوع کو

---

[۱] یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ شروع اسلام سے بیت المقدس قبلہ تھا یا نہیں مگر اکثر تاریخوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے کوئی قبلہ نہ تھا اول ۲ ہجری میں بیت المقدس اور اُسکے ۱۶ یا ۱۷ مہینے بعد کعبہ قبلہ قرار پایا ہے - اکثروں کا یہ قول ہے کہ مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑہتے تھے مگر اس طرح کہ کعبہ بیچ میں رہے (خمیس - روضۃ الاحباب)

نیک کام کی رغبت دلانا خیرات ہے بھولے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندھے کی مدد کرنا خیرات ہے۔ راستے سے پتھر کانٹے یا کسی اور راستہ روکنے والی چیز کا ہٹانا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا خیرات ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ عاقبت کے واسطے انسان کی اصل دولت نیکی ہے جو اُس نے اِس دنیا میں اپنے بنی انسان کے ساتھ کی ہے۔ مرنے کے بعد یہاں لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا مال و متاع چھوڑ مرا مگر قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا نیکیاں لایا ہے۔ کسی نے پوچھا یا حضرت میری ماں ام سعد مر گئی ہے سب سے بڑی کونسی خیرات ہے جس سے اُسکی روح کو ثواب پہنچاؤں فرمایا کنواں کھود اور پیاسوں کو پانی پلا۔ اُس نے ایسا ہی کیا ✦ زبان کی خیرات پر بھی حضرت نے بہت زور دیا ایک بصرہ کا باشندہ ابو جاریہ نامی حضرت کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے اپنا چال و چلن اور اخلاق درست کرنے کے واسطے سب سے عمدہ ایک قاعدہ بتا دیجئے۔ فرمایا کسیکی بابت بُرا لفظ منہ سے نہ نکال ابو جاریہ کہتا ہے کہ اُسوقت سے میں نے کسی آزاد یا غلام کو بُرا نہیں کہا۔ اور نہ گالی زبان سے نکالی۔ اخلاق کی درستی میں حضرت نے کمال کوشش کی فرماتے ہیں جب کسی گھر میں داخل ہو یا اُس سے نکلو تو وہانکے لوگوں کو سلام کرو دوست آشناؤں اور راہ گیروں کے سلام کا جواب دو جو سوار ہو وہ پہلے سلام کرے پیدل کو۔ جو چلتا ہو وہ بیٹھے کو پہلے سلام کرے۔ گھٹیا بڑھیا کو اور چھوٹا بڑے کو ✦

مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اُن مکانوں کی طرف تھا جو آنحضرت نے مسجد کے دیوار سے لگے ہوئے اپنی ازواج اور کنبہ کے واسطے بنائے[1] تھے۔ مسجد اور ان مکانات کی تعمیر تک جو ۷ مہینہ اور بروایت مسعودی ایک ماہ کی مدت تھی حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر مقیم رہے ✦

جب مکان بنگئے تو حضرت نے بروایت طبری و حبیب السیر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو ۵ سو درہم اور دو اونٹ دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور سودہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید اور اُنکی والدہ ام ایمن کو مدینہ کے آئیں۔ انہیں کے ساتھ عبد اللہ بن ابی بکر بھی اپنے گھر والوں سمیت چلے آئے طلحہ بن عبید اللہ بھی اُنکے ساتھ آئے ان سب کے آنے پر حضرت اپنے گھر میں رہنے لگے۔ تاریخ الخمیس میں طبری سے روایت ہے کہ حضرت کی قیام قبا ہی کے زمانہ میں آنحضرت کا کنبہ اور حضرت ابو بکر کے قبائل مکہ سے قبا میں آگئے تھے اور اسماء بنت ابی بکر جو حاملہ تھی اُن سے وہیں عبد اللہ بن زبیر[2] دخول مدینہ سے پہلے پیدا ہوئے ✦

ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب عبد اللہ بن اریقط آنحضرت اور حضرت ابو بکر کو مدینہ پہنچا کر مکہ واپس گیا اور اُس نے عبد اللہ بن ابو بکر کو دونوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع دی اُسوقت عبد اللہ بن ابی بکر مع اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء اور والدہ ام رومان اور طلحہ بن عبید اللہ کے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے[3]۔ بعد اسکے ابو رافع مکہ جاکر آنحضرت کے عیال و اطفال کو مدینہ میں لے آئے۔ اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے کنبہ کو حضرت علی اپنے ساتھ اونٹوں پر لائے تھے۔ الغرض مسجد نبوی شروع میں چھوٹی تھی۔ حضرت کے بعد جب نمازیوں کی کثرت ہوئی تو خلیفۂ دوم حضرت عمر نے اس مسجد کو وسیع کیا لیکن ساخت نہ بدلی حضرت عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ میں اسے متغیر کیا پتھر اور گچ سے اسے منقش اور مستحکم کیا۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں اور بھی زیادہ وسیع کی گئی۔ اور خانہائے ازواج پیغمبر

---

[1] اول صرف سودہ اور عائشہ کے واسطے مکان بنے تھے بعد میں رفتہ رفتہ حضرت کے اعزہ و اقارب کے مکانات مسجد کے قرب و جوار میں تعمیر ہوئے

[2] طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر ہجرت کے ۲۰ مہینہ بعد مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ زیاد بن سمیۃ ادعیٰ تارہ بن عبید ثقفی سنہ ہجری میں پیدا ہوئے ✦

[3] اور مدینہ میں پہنچنے کے ۸ ماہ بعد ذیقعدہ میں محلہ سنخ میں حضرت ابو بکر کے مکان پر حضرت عائشہ سے زفاف واقع ہوا ✦

اُسمیں داخل کر لئے گئے۔ ماموں رشید نے اسے اور بھی رونق دی۔ اور مسجد نبوی کی وہ حیثیت ہو گئی کہ گویا کوئی دوسری مسجد ہے۔ چنانچہ جب ذوالنون مصری مدینہ میں آئے تو بیتابی کی حالت میں اُنہوں نے سارے مدینہ کی خاک چھان ڈالی مگر اُنکو مسجد نبوی نہ ملی وہ سمجھتے تھے کہ مسجد نبوی اپنی حالت اصلی پر ہوگی۔ لوگوں نے جب بتا بتایا تب وہ کہنے لگے کہ یہ تو کسی بادشاہ کی محلسرا ہے میں وہ کچی اینٹ والی مسجد ڈہونڈھتا ہوں جو درخت خرما کی لکڑیوں سے آراستہ تہی۔ جس پر کنکریوں کا فرش تھا۔ اور جسپر آنحضرت رسول اللہ اور اُنکے ساتھی جانباز مسلمانوں کے جسم اطہر کو مس ہوا تھا۔ ذوالنون مصری جو محبت الٰہی اور اُلفت رسالت پناہی میں مجذوب تھے یہ کہکر رو نیلگے۔ اور اپنی راہ لی +

(۵) نماز و زکوٰۃ | آنحضرت کے ورود مدینہ کے ایک ماہ بعد مثل حال کے نماز پنجگانہ کی ۱۷ رکعتیں قرار پائیں اس سے پہلے ہر وقت کی دو دو رکعتیں تہیں سوائے مغرب کے جس کی اسوقت بہی تین ہی رکعتیں مقرر تہیں۔ ابن خلدون کے موافق اسی سال زکوٰۃ فرض ہوئی جسکو صدقہ بہی کہتے ہیں۔ اسی سال جمعہ یوم السبت قرار پایا (طبری۔ تاریخ الخمیس۔ ابن خلدون)

(۶) اذان و اقامت | اسے سنہ ایک ہجری میں اذان واقامت مقرر ہوئی[۱]۔ حضرت بلال اسلام میں سب سے پہلے مؤذن ہوئے ہیں۔ اذان کی نسبت ابوالفدا اور بعض اور مورخین نے یہ روایت لکھی ہے کہ اول عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری نے خواب میں دیکھا تھا کہ اذان اس طور پر دینی چاہیئے۔ جس سے مسلمانوں کو اطلاع وقت نماز کی ہو جایا کرے اور پھر اُسکے خواب ہی کے موافق وحی بہی نازل ہوئی اور اسی طرح اذان دیجانے لگی۔

علامہ سہیلی لکہتے ہیں کہ احکام شرعی کی بنیاد فقط ایسے شخص کے خواب پر جو پیغمبر نہیں ہے نہیں ہو سکتی بلکہ جب آنحضرت معراج میں تشریف لیگئے تھے تو آسمان پر ایک فرشتہ کو اس طرح اذان دیتے ہوئے سُنا تھا اور اس سبب سے عبداللہ بن زید کا خواب رویائے صادقہ ثابت ہوا اور اُسکے موافق آنحضرت نے اذان جاری فرمائی۔ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا مگر اس خواب کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر وحی بہی نازل ہوئی تہی۔ کافی میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ شب معراج جب آنحضرت بیت المعمور میں پہنچے تو وقت نماز آچکا تھا حضرت جبرئیل نے اذان واقامت کہی اور رسول اللہ نے نماز جماعت پڑہائی ملائکہ اور انبیاء نے اقتدا کی کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو اُسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیر میں تھا۔ حضرت جبرئیل نے اذان واقامت کہی جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تمنے بہی سُنا۔ عرض کیا ہاں۔ پوچھا یاد بہی کر لیا ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا بلال کو بلا کر تعلیم کرو۔ پس حضرت نے بلال کو تعلیم فرمایا +

مسٹر چیمبرز نے اپنے سائکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ موذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہر کے دن کے شور وغل میں بہی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیندہ معلوم ہوتی ہے لیکن رات کی سنّاٹے میں اسکا اثر اور بہی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہانتک کہ بہت سے اہل یورپ بہی پیغمبر کو اس امر پر مبارکباد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسانکی آواز کو سائیونکی تُرئی اور عیسائیونکی گرجا کی گھنٹی پر ترجیح دی۔

روضۃ الاحباب اور سوطا امام مالک۔ ازالۃ الخفا اور سوطائے امام محمد میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں سوتے تھے موذن نماز صبح کے لئے جگانے آیا اور کہا الصلوۃ خیر من النوم۔ عمر بیدار ہوئے اور مؤذن کو حکم دیا کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو داخل کرے +

---

[۱] اس سے پہلے لوگ خود اوقات نماز پر جمع ہو جاتے تہے یا بلال الصلوٰۃ الجامعہ کہکر آواز لگاتے تہے (خمیس)

(۷) سلمان فارسی کا مشرف باسلام ہونا حضرت سلمان فارسی اصفہان کے ایک دہقان کے بیٹے مجوسی تاجر تھے اپنے ملک میں کسی عیسائی کی صحبت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ مذہب حق کی تلاش میں شام میں گئے وہاں عرصہ تک ۶ راہبوں کی صحبت میں یکے بعد دیگرے رہے ہر ایک نے بعد دوسرے کا حوالہ دیجاتا تھا۔ چھٹے راہب نے مرتے وقت موصل کے راہب کا حوالہ دیا موصل کے راہب نے وفات کے وقت کہا کہ اب تم عرب میں جانا وہاں نبی آخرالزماں پیدا ہوا ہے اُسکی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ پس سلمان ایک قافلہ کے ہمراہ کسی امیر کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے وہاں اُس نے بدمعاشی سے سلمان کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے اپنے ایک رشتہ کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور وہ انہیں مدینہ میں لے آیا +

جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو اسی سال ماہ جمادی الاول میں کیسطرح مہر نبوت کو پشت پر دیکھکر فوراً ایمان لے آئے اور ۵ ہجری میں آنحضرت نے ایک اوقیہ سونا بہم پہنچا کر سلمان کو آزاد کرا لیا ایمان لانے کے وقت سلمان کی عمر ساڑھے تین سو یا ڈھائی سو برس کی تھی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت کے پاس پہنچنے تک حضرت سلمان دس جگہ بکے تھے۔ جنگ خندق میں خندق کھود کر لڑنے کا طریقہ سلمان ہی نے بتایا تھا۔ اور اور خندق کھودنے میں سب سے دُگنا کام کرتے تھے۔ بعد میں حضرت عمر خطاب نے سلمان کو مداین کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر وہ اپنی قوت مزدوری کرکے حاصل کرتے رہے۔ فقیر دوست۔ محتاج نواز اور اہل صفہ سے تھے ۳۲ یا ۳۵ھ میں خلافت حضرت عثمان میں مداین میں وفات پائی[۱]۔ یہ منوچہر کی اولاد سے تھے اور ان کا اصل نام ماہو یہ یا بہبود بن بدخشان تھا (حبیب السیر و تاریخ الخمیس)

(۸) عقد مواخات ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد جب مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے مکہ کے مہاجرین میں افسردگی وبیماری پھیلی وہ اس آب وہوا کے عادی نہ تھے بہت سوں کو بخار آنے لگا۔ اور بیماری اور کمزوری کی حالت میں اُنہیں اپنے گھر یاد آئے۔ حضرت نے اُنکی تسلی اور آرام کے لیئے ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصار کے ساتھ بھائی چارہ مقرر کر دیا چنانچہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ۴۵ یا ۵۰ انصار کے ساتھ عقد مواخات مقرر کر دیا مثلاً (۱) حضرت ابوبکر کا خارجہ بن زید سے (۲) ابو عبیدہ بن جراح کا سعد ابن معاذ سے (۳) عمر ابن خطاب کا عتبان بن مالک سے (۴) عبدالرحمن بن عوف کا سعد ابن ربیع سے (۵) عثمان بن عفان کا اوس بن ثابت سے (۶) طلحہ بن عبیداللہ کا کعب بن مالک سے (۷) سعید بن زید کا ابی بن کعب سے (۸) زبیر بن العوام کا سلمہ بن سلام سے (۹) سلمان فارسی کا ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہ سے (۱۰) مصعب بن عمیر کا ابو ایوب خالد بن زید سے (۱۱) ابو حذیفہ بن عتبہ کا عباد بن بشر سے (۱۲) بلال کا ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی سے +

جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قایم ہو چکا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو یوں ہی رہ گیا حضرت نے ارشاد کیا کہ اے علی تیرا تو بھائی میں ہوں۔ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب ہی تو حضرت علی کوفہ میں منبر پر اپنے ایام خلافت میں (فخریہ) فرماتے تھے کہ اے مسلمانوں میں پیغمبر خدا کا بھائی ہوں اور اللہ کا بندہ ہوں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ اس دانائی اور سادگی کے طریقہ سے اُس سلطنت کی بنیاد پڑی جو تھوڑے سے عرصہ میں بہت عظیم الشان طاقت حاصل کرنے والی اور دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتوں کو ہلا دینے والی تھی۔

واضح ہو کہ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں بھی عقد مواخات قایم ہوا تھا۔ اور اُسمیں (۱) ابوبکر و عمر (۲) طلحہ و زبیر (۳) عثمان و عبدالرحمن بن عوف اور (۴) حمزہ بن عبدالمطلب و زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قرار پایا تھا

[۱] حضرت علی بمراہ اعجاز ایک ہی شب میں مدینہ سے جا کر انکی تجہیز و تکفین کی اور واپس آئے (مجالس المومنین ص ۷۹) مجالس المومنین میں سلمان کی وفات ۳۶ھ ہجری میں

اُسوقت بہی) آنحضرت نے حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اے علی تیرا بہائی میں ہوں انت اخی فی الدنیا والآخرہ - تاریخ الخمیس - فتح الباری - حبیب السیر

(۹) آنحضرت کے کنبہ کی حالت — حضرت کے اقارب بہت متفرق تھے - صاحبزادی رقیہ اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ساتھ ابتک حبش سے واپس نہ آئی تہیں - دوسری صاحبزادی زینب کو اُنکے شوہر ابو العاص نے جو بڑا کافر اور اسلام کا مخالف تھا مکہ سے آنے نہ دیا تھا - پس اسوقت مدینہ میں صرف حضرت کی زوجہ سودہ اور عایشہ اور دو صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم تہیں یا جناب علی ✢

(۱۰) انصار و مہاجر — اسوقت مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے ایک وہ جو مکہ سے ہجرت کر گئے تہے اور مہاجر کہلاتے تہے اور دوسرے مدینہ کے باشندے جو مسلمان ہوئے تھے اور انصار کہلاتے تھے - انصار اکثر دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج سے تھے جو اسلام سے پہلے بت پرست تھے یہ دونو اگرچہ دو بہائیوں اوس اور خزرج کی اولاد سے تھے مگر ایک سو بیس برس سے انمیں فتنہ و فساد برپا تھا - آخر اسلام نے اُنکو سلامت روی کے طریقہ پر ڈالدیا تہا - ان فرقوں میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے فوراً اسلام قبول نہیں کیا - حضرت نے صلح کا عہد قایم کیا ✢

(۱۱) عبداللہ بن ابی سلول منافق — قبیلہ خزرج پر ایک سردار عبداللہ بن ابی سلول نامی بڑا اختیار رکھتا تھا جسکو بنی خزرج اپنا بادشاہ بنانیوالے تھے - مگر آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانیسے اُن لوگوں کے خیالات بدل گئے - یہ عبداللہ ایک شاندار باوضع مستعد اور فصیح آدمی تھا ظاہر میں آنحضرت سے بڑا دوستانہ برتاؤ رکھتا اچھی طرح پیش آتا اور اپنی وضع اور خصلت کے چند آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کی مجلسوں میں آتا - آنحضرت اول اُنکی وضع داری قابل تعریف گفتگو اور اُن آداب سے جو وہ آنحضرت کا کرتے تھے بہت خوش ہوئے مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ آنحضرت کی ہر عزیز سے حسد کرتا ہے اور پوشیدہ حضرت سے دشمنی رکہتا ہے اور اُسکے ساتہی بہی جہوٹی دوستی کا دم بہرتے ہیں تو ان لوگوں کا نام منافق رکھا گیا - عبداللہ مدینہ میں مدت تک آنحضرت کی مخالفت کرتا رہا - ابن خلدون لکہتا ہے کہ علاوہ انکے منافقوں کے سردار خزرج سے جد بن قیس اور اوس سے حرث بن سہیل اور عباد بن حنیف اور مربع ابن قیظی اور اُسکا بہائی اوس تھے - اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام کی پناہ اور خفیہ طور سے کفر و کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن حنیس اور زید بن لصیت اور رافع بن خزیمہ اور رفاعہ بن زید اور کنانہ بن خبورا وغیرہ تھے ✢

(۱۲) مہاجرین کی حالت — جبتک متمول مہاجرین کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجرین کی خبر گیری کرتے رہے - تہوڑے دنوں میں امیر غریب سب برابر ہوگئے - انصار نے بہی حتی الامکان تجبر کیا اور اُنکے پرسان حال رہے مگر تاہم یکے مسلمانوں پر یہ زمانہ کمال عسرت و امتحان کا تہا - اصحاب صفہ کے پاس سوائے ایک کمل یا چادر کے کوئی اور کپڑا نہ تھا - رسول اللہ صلعم پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا ✢

(۱۳) مدینہ کے یہود و نصاریٰ — حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد شہر کے بعض عیسائی بہی فوراً مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُنہوں نے بہی اسلام کی کچھ ایسی مخالفت نہیں کی - کیونکہ بت پرستی سے وہ اسلام کو بدرجہا بہتر سمجھتے تھے - مگر یہودیوں نے جنکے قبیلے مدینہ اور اُسکے نواح میں بڑے زبردست اور مالدار تھے مخالفت کی اُنمیں سے بعض سے حضرت نے صلح کر لی[۱] اور عہد لکھوائے - اس خیال سے کہ رفتہ رفتہ یہ بہی راہ راست پر آجائینگے ✢

[۱] مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکہتے ہیں کہ مدینہ اور اُسکے قرب جوار کے یہودیوں سے اس نئی سلطنت اسلامیہ کو بڑا خوف رہتا تہا - اسلئے مدینہ میں داخل ہونے کے تہوڑے ہی دنوں بعد آنحضرت نے ایک فرمان یہود کے نام جاری کیا جسمیں اُنکے تمام ملکی حقوق کو قایم رکھا اور دینی رسوم و اعمال مذہبی کو بجالانے کی پوری آزادی اُنکو بخشی ابتک آنحضرت صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیت رکہتے تہے مگر اپنے حقوق و فرائض عباد

(۱۴) **سنہ ۱ھ کے مختلف واقعات** (۱) عبداللہ بن سلام یہودیوں کا بڑا عالم مسلمان ہوا (۲) مدینہ میں آنیکے آٹھ تو مہینے بعد شوال یا ذیقعدہ میں حضرت عایشہ[۵۱] سے زفاف واقع ہوا (۳) مو الید اسے سال سنہ ۱ھ میں مہاجرین میں اول لڑکا عبداللہ بن زبیر اور انصار میں نعمان بن بشیر پیدا ہوا۔ اور مختار بن عبید اور زیاد بن ابیہ بھی اسی سال پیدا ہوئے (طبری وخمیس) (۴) وفیات۔ براء[۵۲] بن معرور نقیب۔ اسعد[۵۳] بن زرارہ نقیب۔ کلثوم بن ہدم مسلمانوں سے اور عمرو کا باپ عاصی بن وائل اور خالد کا باپ ولید بن مغیرہ مشرکوں سے فوت ہوئے۔ (خمیس)

سنہ ۲ھ (۵ جولائی سنہ ۶۲۳ء سے ۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء تک)

(۱۵) **نکاح جناب فاطمہ** صاحب کشف الغمہ اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۲ھ میں آنحضرت نے جناب فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا اور ماہ ذیحجہ میں زفاف واقع ہوا[۵۴]۔

(بقایا صفحہ ۷۵) کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہوگیا کہ آپ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں اس فرمان سے کچھ قواعد عامہ درج کئے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب اور سب لوگوں کو چاہے کسی قوم اور مذہب کے ہوں جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھا ہے۔ بعد اسکے خونبہا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب میں مقرر فرماکر کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی نسبت کیا فرایض ادا کرنے چاہئیں۔ فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے اور ہماری اُمت کے ساتھ مساوی استحقاق اُنکو ہماری نصرت و حمایت اور حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔ یہودان بنی عوف و بنی نجار و بنی حارث و بنی جشم و بنی غالب و بنی آوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جائیگی۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجا لائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسوم دینی کو ادا کرتے ہیں۔ اور یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اُنکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور اُنکو سزا دیجائیگی یہود مسلمانوں کے شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمین و یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود اُنکا کیا جائیگا۔ سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے جو کسی گناہ یا ظلم یا نا انصافی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ کوئی شخص۔ کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ اُسکا کیسا ہی عزیز و قریب ہو" اسکے بعد کچھ احکام حکومت جدید اسلامیہ کے اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس عجیب و غریب فرمان کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے "آیندہ جو تنازعات درمیان اُن لوگوں کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُنکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے" اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی جو اب تک عرب میں جاری تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا اور دادرسی اور عدل گستری جنگ جہلی پر موقوف تھی اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلے اپنی قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اُس عہد و پیمان کی رو سے بھی حاصل ہوا جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا ٭

[۵۱] چونکہ حضرت عایشہ کے رخسار سرخ تھے اس سبب سے آنحضرت اُنکو حمیرا کہا کرتے تھے۔ حضرت کے نکاح میں سوا انکے کوئی کنواری نہ تھی ۹ سال ۲ ماہ حضرت کی زوجیت میں رہیں [۵۲] براء آنحضرت کے مدینہ میں داخل ہونے سے ایک ماہ پیشتر فوت ہوچکے تھے۔ حضرت جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اُنپر نماز پڑھی یہ اسلام میں اول نماز جنازہ ہے [۵۳] اسعد بن زرارہ ہجرت کے ۹ ماہ بعد فوت ہوئے یہ اول شخص ہے جو قبرستان بقیع میں دفن ہوا [۵۴] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ بہت سی معتبر کتابوں میں ثقہ لوگوں سے مروی ہے کہ اس نکاح سے پہلے ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جناب سیدہ کی خواستگاری کی۔ حضرت نے فرمایا کہ فاطمہ کے معاملہ میں وحی کا منتظر ہوں۔ صدیق اکبر نے

عہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی)

صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ آنحضرت عقد فاطمہ کے بارہ میں منتظر وحی تھے یہانتک کہ جبرئیل نے آکر کہا اے محمد اللہ تعالیٰ

(بقیہ صفحہ ۷۶) یہ بات حضرت عمر سے بیان کی فاروق نے کہا حضرت رسالت مآب نے تمہارا التماس قبول نہیں کیا۔ اور خود فاروق اعظم اسی امر کی خاطر دربار نبوی میں حاضر ہوئی مگر وہی جواب سنا جو امیر المومنین ابوبکر نے سنا تھا۔ اور بموجب روایت اعلام الوریٰ کے شیخین کی خواستگاری کے بعد بعض صحابہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کسواسطے جناب زہرا کی خواستگاری نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اصحاب نے کہا کہ حضرت رسالت تمسے کچھ طلب نہ کرینگے اُسوقت علی مرتضےٰ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور غایت حیا سے بغیر کچھ کہے واپس چلے آئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب تیسرے دن حاضر ہوئے تو جناب سرور کائنات نے پوچھا اے علی کچھ حاجت رکھتے ہو۔ جواب دیا البتہ۔ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ کی درخواست کرنے آئے ہوگے۔ عرض کی بلی یا رسول اللہ۔ اور آنحضرت نے اس التماس کو قبول فرمالیا۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا محمد حق سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے آپ کو کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دیجے۔ پس نبیؐ نے فاطمہ سے کہا کہ علی ابن ابیطالب کی قرابت اور اُسکی فضیلت جو اسلام میں ہے اُس سے تم واقف ہو اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ فاطمہ کا نکاح ایسے شخص سے کرے جو اُسکی خلقت میں اُسکے نزدیک سب سے افضل اور محبوب تر ہو۔ اور اُسنے تیرے معاملہ میں کچھ کہا ہے پس تیری کیا رائے ہے۔ فاطمہ خاموش ہو رہیں۔ پس رسول اللہ صلعم فاطمہ کے پاس سے باہر آئے اور فرمایا اللہ اکبر فاطمہ کا سکوت اُسکا اقرار ہے۔ اور مناقب خوارزمی میں لکھا ہے کہ رسول صلعم اُمّ سلمہ٭ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہ ولایت پناہ خواستگاری فاطمہ کے لئے حاضر ہوئے۔ اور مدعا بیان کیا۔ جناب بشیر و نذیر نے فرمایا کہ اے علی تجھکو بشارت ہو کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر تیرا نکاح فاطمہ سے کیا ہے تیرے آنے سے پہلے جبرئیل میرے پاس آئے اور حریر بہشت کا ایک پارہ سفید میرے آگے رکھدیا کہ جس میں دو سطریں قلم نور سے لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنے حبیب جبرئیل سے پوچھا کہ یہ حریر کیسا ہے اور اسپر کیا لکھا ہوا ہے جواب دیا بدرستیکہ حق تعالےٰ نے نظر کی طرف اہل زمین کے اور آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا دوبارہ پھر خطہ زمین پر نظر ڈالی اور آپکے واسطے ایک بھائی اور وزیر اور مصاحب اور داماد اختیار کیا اور آپکی دختر فاطمہ کا اُس سے نکاح کیا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا جبرئیل نے کہ یا محمد تمہارا بھائی دنیا اور آخرت میں اور تمہارا ابن عم نسب میں یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اُسوقت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ اشجار بہشت اور درخت طوبیٰ میں حکم الٰہی سے پھل لگے ہیں۔ اور مزین اور آراستہ ہوئے ہیں اور حوروں نے اپنی کو زیور سے آراستہ کیا ہی اور ملائکہ حوالی بیت المعمور میں جمع ہوئے ہیں۔ اور رضوان نے منبر نور نصب کیا ہے اور راحیل فرشتے نے جو طاقت لسان اور حسن بیان سے متصف ہے اُس منبر پر آکر حمد و ثنا و باری تعالیٰ بیان کرکے ساکنان سموات کو مسرور کیا ہے پھر باری تعالیٰ نے مجھپر وحی کی کہ میں نے اپنی کنیز اپنے حبیب محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کی اپنے بندے علی ابن ابیطالب سے تزویج کی تو نکاح پڑھادے۔ پس میں نے نکاح پڑھادیا۔ اور گواہی کرائی اُسپر تمام ملائکہ کی۔ اُنکی گواہی اس حریر میں لکھی ہوئی ہے اور میرے رب نے مجھے حکمدیا کہ اس حریر کو آپکے سامنے پیش کروں۔ اور اُسپر مشک کی مہر لگاکر رضواں کے حوالہ کردوں۔ اور جب خدا تعالیٰ ملائکہ کو علی و فاطمہؑ کے نکاح پر گواہ کرچکا تو شجر طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے پھلوں کو نچھاور کردے۔ ملائکہ اور حوروں نے اُن پھلوں کو چن لیا۔ اور وہ قیامت تک اُسپر فخر کرینگے۔ یا محمدؐ مجھکو خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیکر بھیجا ہے کہ زمین پر بھی آپ علیؑ اور فاطمہؑ کا عقد زوجیت منعقد کردیجئے۔ پس حضرت نے عقد پڑھادیا۔ اس روایت کو علاّ صفوری نے بھی اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد دوم میں لکھا ہے٭٭ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جس شب کو علی و فاطمہ کو ایک دوسرے کے سپرد کیا گیا تو نماز عشا پڑھکر سرور کائنات ایک مشکیزہ آپ لیکر داماد و دختر کے حجلہ میں تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن بانمیں ڈالکر اور معوذتین اور ادعیہ پڑھکر اُسمیں سے تھوڑا پانی فاطمہ کے سر پر اور پستان کے درمیان چھڑک دیا اور تھوڑا سا اور لیکر علی کے سر پر اور اُنکے دونوں شانوں کے درمیان ڈالدیا اور فرمایا اللہم انہما منی وانا منہما اللہم کما اذہبت منی الرجس وطہرتنی طہیرا۔ بارالٰہا یہ دونو مجھسے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ بارالٰہا جس طرح تونے مجھسے ناپاکی اور پلیدگی کو دور کیا ہی اور مجھکو پاک کیا ہی اُسیطرح ان دونوں کو بھی پاک کردے +

٭ اُسوقت ام سلمہ (آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ کی بیٹی) ابوسلمہ عبد اللہ کی زوجیت میں تھیں جو برہ بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ سنہ ہجری میں ابوسلمہ کی شہادت کے بعد آنحضرت کے نکاح میں آئیں +

حکم کرتا ہے کہ فاطمہؓ کی علیؓ سے شادی کردو - نکاح کے وقت جناب فاطمہ کی عمر دس سال کے قریب اور جناب علی کی قریب ۲۴ سال کے تھی - الغرض سعد حسین نے لکھا ہے کہ جب جناب علی نے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی تو سرور کائنات صلعم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ سرمایہ بھی ہے حضرت علی نے کہا صرف ایک تلوار ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے - آنحضرت نے فرمایا کہ تلوار اور گھوڑے کو تو رہنے دو تم کو لڑائی میں کام دینگے اور زرہ کی تمکو ضرورت نہیں ہے - پس حضرت علی سے زرہ لیکر فروخت کرائی وہ چارسو درہم کو بکی اور اس قیمت سے جہیز فاطمہ مہیا کیا گیا اس جہیز میں صرف دو کرتے - بھیڑ کی کھال کا ایک بستر ایک قصابہ - دو چاندی کے کنگن یا بازوبند - ایک چمڑے کا تکیہ کھجور کے پتے بھرا ہوا - ایک پانی پینے کا پیالہ - ایک چکی - دو پانی کے مشکیزے اور ایک مشک - یہ جہیز ان دونوں کی سادہ زندگی کے لئے کافی سمجھا گیا - کیونکہ خود رسول مقبول ہی کی طرز معاشرت از حد سادہ تھی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مہینہ مہینہ بھر گذر جاتا تھا کہ پکانے کے لئے ہمارے گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی - صرف کھجوروں اور پانی پر گذارہ ہوتا تھا سوا اُس کھانیکے جو کبھی کوئی بھیج دیتا تھا - اور ایسا تو کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ گھر والوں کو اکٹھے دو دن گیہونکی روٹی ملی ہو عموماً آنحضرت کی خوراک کھجوریں جو کی روٹی - دودھ اور شہد ہوا کرتا تھا - اپنے کمرہ میں آپ جھاڑو دیتے آپ آگ روشن کرتے آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے غرض رسول اللہ صلعم اپنے خادم آپ ہی تھے اگرچہ حضرت کے خادم بھی تھے جن میں انس بن مالک سب سے پہلے خادم ہیں + اسوقت تک آنحضرت صلعم کی صرف دو ہی بیویاں تھیں سودہ اور عائشہ - ان کے مکان مسجد کے پہلو ہی میں بنائے گئے تھے - بیاہ کے بعد حضرت علی جناب فاطمہ کو لیکر ایک جدا مکان میں رہنے لگے - کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ بیاہی بیٹیاں باپ کے ساتھ نہیں رہتی تھیں - حضرت علی کے مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں تھا اور اُسکی ایک کھڑکی حضرت عائشہ کے گھر میں تھی مگر تاریخ الخمیس جلد اول اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ اس راہ سے رسول اللہ صلعم خیر و عافیت جناب فاطمہ اور حسنین کی دریافت کرنے آیا کرتے تھے - ایک دن آدھی رات کو حضرت عائشہ آکر جناب فاطمہ سے لڑنے لگیں حضرت فاطمہ نے پیغمبر خدا سے کہکر وہ کھڑکی بند کرا دی +

(۱۷۶) حکم جہاد اسی سال آنحضرت کو جہاد کا حکم ہوا - حضرت کے سب سے بڑے دشمن قریش تھے خصوصاً بنی عبد شمس جنکا سردار ابوسفیان اب گویا مکہ کا حاکم تھا - قریش کی زہریلی دشمنی سے حضرت کا مال و متاع برباد ہوا - حضرت کا کنبہ ذلیل حقیر - مفلس - متفرق اور منتشر ہوا اور خود حضرت جلاوطن ہوئے - اب تک مسلمانوں نے جسقدر صبر کیا وہ قوت بشری سے باہر تھا - وہ بھی انسان تھے اور انسان بھی عرب کے جن میں بات بات پر لڑ پڑنا اور جان دیدینا کوئی بڑی بات نہ تھی - تھوڑے ضرور تھے مگر کیا بلی دبکر کتے کو چمٹ نہیں جاتی - لیکن وہ آنحضرت کے حکم بغیر اور آنحضرت بغیر وحی الٰہی کچھ نکر سکتے تھے چودہ برس ظلم جھیلتے ہوئے گذر گئے - آخر جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو اول مسبب الاسباب نے اسباب بہم پہنچائے یعنے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑھایا - اور قوت دی اور پھر اذن جہاد عطا فرمایا حکم ہوا کہ ایک قطرۂ خون جو حمایت اسلام میں گریگا اور ہر خطرہ اور مصیبت جو دین کی خاطر جھیلے گا خدا کے نزدیک صوم و صلوۃ سے زیادہ بزرگ سمجھا جائیگا - اگر مارے جائینگے شہید کہلائینگے اور اُنکے تمام گناہ محو ہو جائینگے اور جنت میں جائینگے اور اُسمیں ہمیشہ حوروں میں بعیش و عشرت بسر کرینگے - اگر فتح پائینگے غازی کہلائیں گے اور ثواب پائینگے اور موت کے واسطے تو ایک وقت مقرر ہے اُسمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی خواہ میدان جنگ میں ہوں خواہ بروج مشیدہ میں - غرض سنہ ۲ بسال دوم بہترین عباد + برافراشت رایات غزو و جہاد +

لہ جناب فاطمہ کی پیدائش اور عمر کے اختلاف میں اس باب کے آخر میں آنحضرت کی اولاد امجاد کے بیان میں بحث کیجائیگی -

کمربست بر قتل اعدائے دین - چو گفتش خدا اقتلوا المشرکین + حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اسطرح بپھر گئے جسطرح بھوکا شیر پنجرے سے باہر کر دیا جائے +

مکہ کے رہنے والے شام کو برابر تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے راستہ میں مدینہ پڑتا تہا - نواحی مدینہ سے جب کفار گذرتے تہے تو مدینہ کے مسلمانوں کو خبر ملتی تہی مکہ والوں نے جو جو زیادتیاں مسلمانوں کے ساتھ کی تہیں وہ بیان ہو چکی ہیں - مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانوں کا اُس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جائے - اسلیئے بلا خصوصیت قریش کے مکہ کے ہر کافر پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبہی کبہی کامیاب بہی ہوتے تھے - ان حملوں کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا غلطی ہے ان حملوں کی ایک اور وجہ یہ بہی تہی کہ پیغمبر خدا کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کفار مکہ مدینہ پر حملہ نکریں اسلیئے تفحص حال کے واسطے لوگ بہیجے جاتے تہے بعض مورخوں نے ان موقعوں کو سریات کے نام سے نامزد کیا ہے اس صورت میں بعض اوقات کفار سے مڈ بہیڑ بہی ہو جاتی تہی - مسلمانوں کے بعض حملے نواحی مدینہ کی باشندوں پر بہی ہوئے مگر صرف اس غرض سے کہ وہ مسلمانوں پر زیادتی نکرنے پائیں +

ان لڑائیوں کی وجوہات المرتضی کے لایق مولف نے بڑی خوبی سے اور نہایت صحیح صحیح لکہی ہیں - وہ لکہتے ہیں "کوئی ہوس ملک گیری ان لڑائیوں کا باعث نہ تہی اور نہ مذہب اسلام کا بزور شمشیر پہیلانا ان سے مقصود تھا بلکہ ہر طرح اپنی حفاظت کرنا اور امن کا قایم رکہنا مد نظر تھا - مطالعہ کنندگان تاریخ کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کو رسول کریم اور اُنکے اصحاب سے کسقدر بغض و عداوت تہی اور اس عداوت کے باعث کیا کیا تکلیفیں اور اذیتیں اُنہوں نے رسول خدا اور صحابہ کو پہنچائی تہیں - ہر چند ایک مرتبہ صحابہ کی جماعت کثیر نے حبشہ کو ہجرت کی اور پھر دوسری مرتبہ باقیماندہ لوگ مدینہ کو ہجرت کر کے چلے آئے مگر کفار کا غصہ فرو نہ ہوا اور آخر کار وہ رسول کریم کی قتل کے درپے ہوئے اور مکہ سے نکل آنے پر بہی تلاش کی کوشش جاری رکہی - ان حالات میں رسول کریم کا اُنکے ہاتھ سے بچکر مدینہ میں معہ رفقا کے آجانا اور یہاں کے لوگوں کا آپکی مدد کرنا اُنکی سخت ناگواری کا باعث ہوا - اور جو عداوت مہاجرین مکہ سے اُنکو تہی وہ مدینہ کے انصار کے ساتھ بہی ہو گئی - اور سب سے بڑا خوف کفار مکہ کو یہ تہا کہ اگر مسلمان زیادہ قوی ہو جائینگے - تو مکہ پر حملہ کرینگے اسکے علاوہ مدینہ کے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے وہ بہی انصار سے ناراض ہو گئے - چنانچہ چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے اور قریش سے جا ملے - ایسی حالت میں رسول کریم اور مہاجرین و انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قایم رکھنے کے واسطے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تہا کہ اُمور ذیل کو اختیار کرتے (۱) اس بات کی خبر رکھنا کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں (۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے اردگرد رہتی ہیں اُن سے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا معاہدہ کرنا اور عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا - (۳) جو مسلمان مکہ میں بمجبوری رہ گئے تھے اور موقعہ پاکر وہاں سے بہاگ آنا چاہتے تھے اُنکے بھاگ آنے پر جسقدر ہوسکے اُنکی اعانت کرنا (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنیکو نکلے یا کسی طرح یہ احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنیوالا ہے تو ہتہیاروں سے اُسکا مقابلہ کرنا + غزوات و سریات مابعد میں معلوم ہو گا کہ ہر لڑائی کے واسطے کوئی نہ کوئی وجہ ان اُمور چارگانہ سے ضرور تہی +

(۷) اقسام جہاد - جہاد دو طرح کے ہوتے تہے ایک تو وہ جس میں آنحضرت خود شریک ہوتے تھے اسکو مسلمان مورخوں کی اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں - دوسرا وہ جس میں آنحضرت خود نہ جاتے تہے - بلکہ کسی دوسرے کو اپنا قایم مقام کر کے بہیجتے تہے اسکو اصطلاح میں سریہ کہتے ہیں - آنحضرت کے غزوات کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک اور سریوں کی

وہ بتائی جاتی ہے - ان غزوات میں سے وہ غزوے بہت مشہور ہیں جن میں قتال واقع ہوا - جنگ بدر - جنگ احزاب جنگ بنی قریظہ - جنگ مریسیع - جنگ خیبر - جنگ وادی القری - فتح مکہ - جنگ حنین - جنمیں مسلمان فتحمند ہوئے اور جنگ احد جس میں مسلمانوں نے شکست کہائی +

(۱۸) طریق جہاد رسول اللہ صلعم و ہدایت آنجناب بابت جہاد جب حضرت کا ارادہ جہاد کا ہوتا تو اول اپنی اصحاب سے مشورہ فرماتے پھر لشکر کو آراستہ کرکے روانہ فرماتے خود سب کے پیچھے تشریف لیجلتے تاکہ کوئی تھکا ہارا بھولا بھٹکا تکلیف نہ اٹھاوے تلوار حمایل کرتے نیزہ ہاتھ میں لیتے کمان بازو پر لٹکاتے کبھی ایک زرہ پہنتے - کبھی دو - خود سر پر رکھتے اور کبھی سپر بھی لیتے تھے - جاسوس واسطے خبر لینے لشکر عدو کے مقرر کر دیتے - مقدمات و طلایہ پیش پیش بھیجتے - لشکر کے گرد پاسبان مقرر فرما دیتے - ہمیشہ اپنے لشکر کو ملا ہوا اتارتے خود بہ نفس نفیس صفیں آراستہ کرتے اور جب نوبت قتال و جدال کی پہنچتی تو اپنے لشکر کے شجاعوں کو ایک ایک موقعہ پر اپنے ہاتھ سے معین فرماتے اور سب لوگوں سے زیادہ خود برائے تاک دشمن سے قریب رہتے - اپنے اصحاب کو بولیاں سکہاتے تاکہ پہچان رہے کبھی اُمت اُمت کبھی یا منصور - لڑائی میں چلتے پھرتے تھے - جنگ شروع ہو جاتی تو اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے - پکار کر فرما دیتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیجو اور کسیکی ناک اور کان نہ کاٹیو - جب کسی قوم پر غالب آتے تو وہاں عموماً تین روز ٹھیرتے اور غنیمت کو جمع کر لیتے مقتولوں کا جامہ اور رخت قاتلوں کو عنایت فرماتے اور باقیماندہ میں اول پانچواں حصہ حق تعالی نکالتے اور اسکو مصالح اسلام میں صرف کرتے - بعد اسکا تھوڑا عورتوں اور بچوں اور غلاموں کو لطف فرماتے بقیہ لشکر میں تقسیم کر دیتے سوار کو تین حصہ پیادہ کو ایک عنایت کرتے - کذافی اسفار المعتبرہ - یہ اُس صورت میں تھا جب آنحضرت خود لڑائی میں شریک ہوتے لیکن جب خود نہ جاتے اور کسیکو سریہ پہ بھیجتے تو سردار لشکر کو نصیحت فرما دیتے کہ بسم اللہ لڑو خدا کی راہ میں اور مارو اُسے جو خدا کو نہ مانے اور لوٹو تو غنیمت میں چوری نہ کریو اور قول و قرار نہ توڑیو - اور ناک کان نہ کاٹیو اور عورت اور بچہ کو نہ مارو اور جب دشمن سے ملاقات ہو تو اُس سے تین باتوں کی درخواست کرنا اُنمیں سے جس بات کو مان لے قبول کرنا اور قتال سے باز رہنا ایک تو یہ کہ اُن سے اسلام کی درخواست کرنا اگر وہ مانیں تو قبول کرنا اور اُنکے قتال سے ہاتھ اُٹھانا - پھر درخواست کرنا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مہاجرین کے مقام یعنے مدینہ میں آرہیں اور جتا دینا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو اُنکو وہ ملیگا جو مہاجرین کو ملتا ہے یعنے ثواب اور غنیمت اور اُنپر واجب ہوگا جو مہاجرین پر ہے یعنے جہاد - پس اگر قبول نکریں تو اُن سے کہدینا کہ وہ جنگلی مسلمانوں کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جس طرح مومنوں پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت و صلح کے مال سے اُنہیں کچھہ نہ ملیگا - مگر اُس صورت میں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوکر جہاد کریں - اور جو وہ لوگ مسلمان ہونیسے انکار کریں تو (اظہار مغلوبیت کی غرض سے) اُن سے جزیہ مانگنا اگر مانیں تو قبول کرنا اور اُنکے قتال سے باز رہنا - اگر وہ جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو خدا سے مدد مانگ کر اُنکو قتل کرنا - اور جب کہ قلعہ والے دشمنوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم اُن سے خدا اور رسول کا عہد کرو تو یہ نکرنا مگر اپنا قول اور اپنے لشکریوں کا قول کر لینا کیونکہ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی عہد شکنی ہو جایگی تو خدا اور رسول خدا کی عہد شکنی سے گناہ میں کمتر اور آسان تر ہے - اور جو وہ لوگ تم سے چاہیں کہ اُنکو خدا کے حکم پر اُتارو تو

---

۱ جزیہ حسب استطاعت فی کس چند روپیہ سالانہ ہوتا تھا کسی صورت میں تیرہ روپیہ کچھہ آنے سے زیادہ نہیں ہوتا اور جو کسب و عمل کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس سے کچھہ بھی نہیں - ۲ یعنے اگر وہ لوگ اپنی مغلوبیت گوارا نہ کریں تو اُن سے کہا جائے کہ آمادہ جنگ ہو جاؤ ہم تم سے لڑینگے اور تمہیں لوٹیں گے تمہارے جورو بچے چھین لیں گے - پھر اُنکو قتل کرو اور لڑائی کرو - یہانتک کہ حکومت اسلامیہ اُن پر جم جائے - اور فتنہ اُن کے استقلال حکومت کا فرو ہو جائے + + +

خدا کے حکم پر نہ اُتارنا لیکن اپنے حکم پر اُتارنا۔ اسواسطے کہ تم اُنکے مقدمہ میں خدا کی مرضی نا مرضی جان نہ سکوگے (یہ بالکل حدیث
صحیح مسلم کا ترجمہ ہی) ۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاد سے غرض یہ نہتی کہ زبردستی مار مار کر مسلمان ہی کریں۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو یہود
وغیرہ کفار کو جو بلاد عرب میں بطور رعایا جزیہ قبول کرکے مسلمانوں کے زیر قنات رہتے تھے مسلمان کرلیتے اور جو تیاں مار مار کر
سیدھا کرلیتے اور اوروں سے مقابلہ کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اُن لوگوں سے کبھی کسیطرحکا جبر و اکراہ بہی عمل میں
نہیں آیا پس مطلب یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ رواج دین اسلام میں رخنہ انداز ہیں اور شوکت وجمعیت رکھتے ہیں اُن سے
مقابلہ کرو تاکہ اُنکی شوکت ٹوٹ جائے اور مسلمانوں کو ستانے کی طاقت نہ رہے ۔ اور یہ بہی فائدہ نکلے کہ خود گمراہی سے
باز رہیں اور دین حق کی طرف رجوع کریں۔ آگے چلکر یہ بہی ظاہر ہو جائیگا کہ صرف چند مقام میں نوبت قتال وجدال کی
پہنچی ہی نہیں تو لاکھوں کافر اپنے دلی شوق سے مسلمان ہوئے ۔ اور اپنے خویش واقارب و مال ودولت چھوڑ کر حاضر
ہوئے اور ایسی دنیاوی بلاؤں میں پڑے کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر اسلام سے مونہہ نہ موڑا ۔ ہرچند کافروں نے
طرحطرحکی طمع دی اور خلعت اور پوشاکیں بہیجیں پر اُنکو متابعت اسلام میں حظ روحانی حاصل تھا کہ بلاطمع بھوکے
پیاسے پیٹ پر پتھر باندھے راہ خدا میں کافروں سے مقابلہ فرماتے تہے ۔۔

(۱۹) جزیہ کیا ہے؟ جزیہ معرب ہے فارسی لفظ گزیہ کا۔ جزیہ نوشیروان عادل کے زمانہ میں بہی جاری تہا ۔
آنحضرت نے عام طور پر یہ ارادہ کرلیا تھا کہ ہر جگہ قرآن کے مطابق انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے دعوت اسلام
شروع کی ۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ تم لوگ اللہ کے واحد اور قادر مطلق ہونے سے انکار مت کرو۔ اللہ اور اُس کے
رسول پر ایمان لاؤ اور قرآن کے موافق جو سب سے اچھا قانون ہے اپنے حقوق کا تصفیہ کیا کرو۔ اگر تم اللہ اور اُس کے رسول پر
ایمان نہیں لاتے تو اتنا تو ضرور کرو کہ مسلمانوں کو اپنے ملک کا نگراں قرار دو اور اُنکی حفاظت میں رہو۔ تاکہ وہ تمہارے
افعال کی نگرانی کرتے رہیں اور تمہاری طرف سے اُنکو کسیطرحکا خدشہ اور اندیشہ نہ رہے اور تمکو یہ فائدہ ہو کہ تم اُنکی
حفاظت میں امن سے رہو نگرانی کے لئے فوج رکھنی پڑیگی اُسکے خرچ کے لئے جزیہ دو (چونکہ اُس زمانہ میں مسلمان اپنے
افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندوں سے افضل تھے جیسا کہ تاریخوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے اس
سبب سے اُنکو ایسا کہنا نامناسب بہی نہ تہا) مسلمانوں نے اپنے اس قول کو عملی طور پر ثابت بہی کردیا کیونکہ جو لوگ
اس طرح جزیہ دیکر مسلمانوں کی حفاظت میں آتے تھے اُنکے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہوتی تہی چونکہ
مسلمانوں کا ہر فرد وبشر فوج کا ایک سپاہی تہا اور ہر ایک مسلح ہوکر میدان جنگ میں آنا فرض تھا اسلئے وہ جزیہ
سے عام طور پر مستثنے تھے ۔ پس جزیہ سے مسلمانوں کی کوئی خاص رعایت اور دیگر مذاہب کے ساتھ کوئی تشدد نہ تھا
مسٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے ۔ کہ "عیسائیوں کو اسلام کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ میں
مذہبی معاملات میں کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ اُنکو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی وجہ سے جزیہ دینا
پڑتا تھا مگر یہ ایسا خفیف تہا کہ کچھ بار نہ ہوتا تہا۔ جب یہ دیکھا جائے کہ اُنکو فوجی خدمت معاف ہوتی تہی جو ہر مسلمان پر لازمی تہی اور
مسلمانوں کو ہر سال زکوۃ بہی دینی پڑتی تہی ۔ جزیہ کی شرح عموماً امیر سے ۴۸ درہم[1] متوسط سے ۲۴ درہم اور کاشتکاروں
اور اہل حرفہ سے بارہ درہم سالانہ تھے۔ جزیہ میں اگر کوئی نقد نہ دیسکتا تہا تو اُس سے جنس ہی منظور کرلی جاتی تہی
مویشی ۔ مال تجارت بلکہ سوئیاں تک منظور ہو جاتی تہیں۔ جزیہ صرف توانا مردوں سے لیا جاتا تہا ۔ عورتوں بچوں

[1] سوہر کا سکہ تہے اور اُنکی جائیداد خواہ کتنی ہی کثیر ہو اُس سے کچھ تعرض نہ ہوتا تہا ۔ حالانکہ ہر مسلمان کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ
(بطور زکوۃ) ادا کرنا واجبی تہا۔ اسطرح ذمی مسلمانوں کی نسبت فائدہ میں تھے (کتاب الخراج) ۔۔۔

مفلس[۱] بوڑھوں - اندھوں - لنگڑوں - اپاہجوں - دیوانوں اور ابسوں سے نہیں لیا جاتا تھا جو کام نہ کرسکیں - بشرطیکہ وہ مالدار نہ ہوں - اسی طرح پادری اور راہب جن کی روزی صرف دوسروں پر منحصر ہوتی تھی اور انکا اپنا کوئی اثاثہ نہ ہوتا تھا - جزیہ سے بری ہوتے تھے - محصلین جزیہ کو تاکیدی حکم تھا کہ نرمی سے وصول کریں اور اگر وصول نہ ہو تو کسیطرح کی سختی مانت، دیا مار پیٹ کام میں نہ لائیں - جزیہ صرف عیسائیوں سے ہی نہیں لیا جاتا تھا بلکہ تمام لوگوں سے جو مسلمان نہ تھے جو فوج میں شریک نہ ہوسکتے تھے اور مسلمان انکی تمام لوگوں سے محافظت کرتے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلمان + نواح حیرہ میں خالد بن ولید نے ایک قوم کے صلح نامہ میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ ہمارا حق ہے اور اگر ہم حفاظت نہ کریں تو جزیہ ہمارا حق نہیں ہے +

خلیفہ عمر رضؓ کے زمانہ میں شہنشاہ ہرقل نے مسلمانوں کی حملہ آور فوج کے پسپا کرنیکے لئے بے انتہا فوج جمع کی اور اس لئے مسلمانوں کو اس موقعہ پر ہر طرح کا زور لگانا پڑا - عربی جرنیل ابو عبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے حاکموں کو لکھا کہ جو جزیہ ان شہروں سے وصول کیا گیا ہے واپس کردو - اور باشندوں کو لکھا کہ ہمنے جو تمسے روپیہ لیا تھا وہ واپس کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خبر سنی ہے کہ ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کو آرہی ہے - ہمارے تمہارے درمیان اقرار یہ تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کرینگے اور چونکہ یہ اب ہمارے احاطۂ اقتدار سے باہر ہے جو کچھ ہمنے لیا ہے واپس کئے دیتے ہیں - لیکن اگر ہم فتحیاب ہوئے تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اپنے پرانے معاہدہ پر قایم رہیں جو ہم تم سے کر چکے ہیں - پس اس حکم کے بموجب بیت المال سے بے انتہا رقم واپس دی گئی - اور عیسائیوں نے مسلمان سرداروں کو دعائیں دیں اور کہا خدا پھر آپ کو ہمارا سردار کرے اور رومیوں پر فتح دے - اگر رومی ہوتے تو کوڑی بھی واپس نہ کرتے - بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہوتا وہ بھی لے لیتے + نواح انطاکیہ میں عیسائیوں کی قوم جراجمہ رہتی تھی انہوں نے مسلمانوں سے اس طرح صلح کی تھی کہ ہم تمہاری معاون رہینگے اور تمہارے ساتھ ہوکر میدان جنگ میں لڑینگے بشرطیکہ تم ہمسے جزیہ نہ لو اور مال غنیمت میں سے ہمکو مناسب حصہ ملے“ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ صدقہ (زکوٰۃ) کی آمدنی فقراء، مساکین - عاملان صدقہ - مولفۃ القلوب غلاموں کی آزادی - قرضوں کی ادائیگی - مجاہدین اور مسافروں کی مدد میں صرف ہوتی تھی - اور جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا جو بچتا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سررشتہ تعلیم کے کاموں میں آتا تھا اور اس طرح غیر مسلم بھی فائدہ اٹھاتے تھے +

ذیل میں ہم مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی فور محمد سے اُس فرمان کی نقل کرتے ہیں جو آپ نے کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو عنایت فرمایا - جو مورخ مذکور نے بشپ پوکوک کی کتاب موسومہ بہ ذکر مشرقی مطبوعہ سنہ ۱۷۴۳ء سے نقل کیا ہے - وہ فرمان یہ ہے - خدا تعالیٰ بزرگ ہے اور حاکم اُس نے تمام نبی بھیجے ہیں اور کبھی اُس نے ناانصافی نہیں کی وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے آدمیونکو عطا کی ہیں محمد ابن عبد اللہ رسول خدا و حامی دینا نے انکے ذریعہ سے یہ سند اپنی ہم قوموں اور اُمت کے نام لکھدی ہے یہ قوم عیسائی اور نصاریٰ کے ساتھ پختہ اقرار ہے اور ہم میں سے ہر فرد بشر کے ساتھ وفا کیا جائیگا - خواہ عیسائی شریف ہو خواہ رذیل خواہ معزز ہو خواہ حقیر (۱) میری قوم میں سے جو کوئی میرے اقرار اور قسم کو جو اس عہد نامہ میں لکھی ہے توڑیگا اُس نے خدا کا اقرار توڑا - اور قسم کے خلاف کیا اور مذہب سے پھر گیا کیونکہ وہ لعنت کا مستحق ہوا یہ حکم سب کے واسطے عام ہے خواہ بادشاہ ہو خواہ غریب خواہ کوئی ہو (۲) جب کبھی کوئی راہب سفر کرتے ہوئے کسی پہاڑ یا پہاڑی یا گاؤں یا اور آباد جگہ یا سمندر یا صحرا یا کسی عبادت خانے گرجا یا مہانسرے میں آکر

---

[۱] مفلس اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو + + +

ٹھیرے گا تو میں جان و دل سے اُسکی اور اُسکے اسباب کی حفاظت کرونگا۔ اور ہر طرح کی اُسکو مدد دونگا۔ اور میرے ہمقوم بھی اُسکی مدد کرینگے۔ کیونکہ وہ بھی میری ہی قوم سے ہوگا اور میری عزت کا باعث ہوگا (۳) علاوہ اسکے میں تمام عمال کو حکم دیتا ہوں کہ وہ راہبوں سے محصول نہ لیں اور اُنپر اس بات میں زبردستی نہ کریں (۴) کوئی راہبوں کے حکام وغیرہ کو تبدیلی کا حکم نہ دیگا بلکہ وہ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قایم رہیں گے (۵) جب راہب سفر کرتے ہوں تو کوئی اُنکو راستہ میں تکلیف نہ دے (۶) جتنے گرجا اُنکے قبضہ میں ہیں کوئی اُنکو اُن سے نہ چھینے (۷) جو کوئی ان حکموں میں سے کسیکو بھی منسوخ کریگا اُسے خوب جان لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کے قانون کو منسوخ کیا (۸) راہبوں کے۔ حاکموں اور معتقدوں اور نوکروں اور متعلقوں سے جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کوئی اُنھیں اس بات میں نہ ستائے کیونکہ وہ کہیں کہیں ہوں۔ سمندر میں خواہ زمین میں خواہ مشرق میں خواہ مغرب میں خواہ شمال میں خواہ جنوب میں میں اُنکا محافظ ہوں کیونکہ وہ اور تمام اُنکا مال میری قسم و عہد و پیمان میں شامل ہیں (۹) مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو راہب تنہا پہاڑ و بنر رہتے ہیں اُن سے نہ جزیہ لیں نہ عشر اور نہ اُنکے مال کا کوئی حصہ لیں کیونکہ یہ لوگ اپنی صرف بسر اوقات کے واسطے محنت کرتے ہیں (۱۰) جب ارزانی ہو اور فصل تیار ہو جائے تو وہاں کے باشندوں کو ضرور ہے کہ وہ ہر ایک شبل[١] میں سے ان لوگونکو کیقدر دیں (۱۱) مسلمان لڑائی کے زمانہ میں بھی اُن لوگوں کو اُنکے مکانوں میں سے باہر نہ نکالیں۔ نہ اُنھیں زبردستی لڑائیں۔ نہ اُن سے جزیہ طلب کریں۔ یہ گیارہ فقرے صرف راہبوں سے متعلق ہیں اور آیندہ کے سات فقرے عام عیسائیوں کے واسطے لکھے گئے ہیں۔ (۱۲) جو عیسائی کہ اہل اسلام کی عملداری میں رہتے ہیں اور اپنی تجارت و دولت کے سبب سے جزیہ دینے کے لائق ہیں اُنھیں فی آدمی بارہ درہم سے زیادہ نہیں دینا پڑیگا (۱۳) اُن سے خدا کے حکم کے موافق اس جزیہ کے سوا اور کچھ نہیں لیا جائیگا اور وہ حکم یہ ہے جو لوگ خدا کی کتابوں کی عظمت کرتے ہیں اُنکو تکلیف نہ دو۔ بلکہ بہت نرمی سے اُنھیں اپنی تحفے دو اور گفتگو کرو اور اگر اُنھیں کوئی ستائے تو اُسے منع کرو۔ (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے نکاح کرے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اُسکے امور مذہب میں دست انداز نہ ہو اور اُسے گرجا جانے اور نماز پڑھنے سے باز نہ رکھے (۱۵) کوئی مسلمان عیسائیوں کو اُنکے گرجوں کی مرمت کرنے کی ممانعت نہ کرے (۱۶) جو کوئی اس فرمان کے خلاف کریگا یا اسکے کسی برخلاف بات کو یقین کریگا وہ گویا حقیقت میں خدا اور اُسکے نبی سے پھر گیا۔ کیونکہ یہ میرا عہد اُنکی حفاظت پر مبنی ہے (۱۷) کوئی مسلمان اُن عیسائیوں سے جنگ نکرے بلکہ برخلاف اسکے اگر کوئی اُن سے لڑے تو اُنکی حمایت کریں (۱۸) اس فرمان میں میں حکم دیتا ہوں کہ میری قوم میں سے کوئی قیامت تک اس وعدہ کے خلاف کوئی کام نہ کرے + فہرست گواہان۔ علی ابن ابیطالب۔ عمر بن عدی۔ زبیر بن العوام۔ سعید بن معاذ۔ ابو بکر بن ابو قحافہ۔ عثمان بن عفان۔ فضل بن عباس وغیرہ۔ بقلم سردار قایم مقام علی ابن ابیطالب۔ مزین بدستخط و نشانی رسول کریم سلام اللہ علیہ در مسجد نبوی مورخہ ۳ محرم سنہ ۲ھ +

یہی مورخ حاشیہ میں لکھتا ہے کہ اس حکم نامہ کو خلیفہ دوم حضرت عمر نے بھی منظور کیا اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی اُسکی تعمیل ہوتی رہی اُس زمانہ میں چونکہ تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳ محرم سنہ ۲ھ کسی نے بعد میں اُس فرمان پر لکھدیا ہے +

(۲۰) غزوہ ابوا یا سفر سنہ ۲ھ اذن جہاد کا سب سے پہلے عملدرآمد مقام ابوا[٥] پر ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہاں کا قبیلہ

---

[٥] ابوا مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے + ۱۰ ۱۰ ۱۰ [١] اناج ناپنے کا پیمانہ۔

بنی ضمرہ مسلمانونکو ایذا دینے کی غرض سے قریش کے ساتھ جمع ہوا تہا۔ آنحضرت سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ چھوڑکر حفظاً تقدم پر نظر کرکے دوسو آدمی کے ساتھ قریش کے حمایتی قبیلہ بن ضمرہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ مگر ابواء کے لوگ بصلح پیش آئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اور اقرار کیا کہ نہ قریش کا ساتھ دینگے نہ مسلمانونکا۔ چونکہ مقام ودّان بہی ابواء کے پاس ہی واقع ہے اس سبب سے اسے غزوہ ودّان بہی کہتے ہیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس غزوہ میں حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے۔ حمزہ کا لواء اول لواء ہے جو اسلام میں تیار کیا گیا +

(۲۱) سریہ رابغ[۱] | مکہ سے کچھ قریش مسلح ہوکر نکلے تہے اُنکے مقابلہ میں ۶۰ مہاجرین ابو عبیدہ بن حارث کے ماتحت روانہ کیے گئے۔ مقام بطن رابغ پر صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ کفار بہاگ گئے۔ اس لڑائی میں سب سے پہلے سعد بن ابی وقاص نے دشمنوں پر تیر چلائے تہے۔ سعد کا اول تیر تہا جو مسلمانوں کی طرف سے راہ خدا میں چلایا گیا۔ اس سریہ میں بروایت حبیب السیر مسطح بن اثاثہ علمدار تھے۔ قریشیوں کا سردار ابوسفیان بن حرب یا عکرمہ بن ابوجہل یا مکرز بن حفص تھا +

(۲۲) سریہ سیف البحر[۲] | مدینہ میں خبر آئی کہ کچھ قریش شام سے مکہ جاتے ہیں ان کفار میں ابوجہل بہی تہا حضرت حمزہ ۳۰ مہاجرین کے ساتھ اُنکے مقابلہ میں بہیجے گئے۔ سمندر کے کنارہ سیف البحر پر دشمنوں سے مٹہبہیڑ ہوئی۔ مگر مجدی بن عمرو جہنی نے جو مسلمانوں اور قریش دونوں کا حلیف تھا بیچ میں پڑکر لڑائی نہ ہونے دی۔ اسوقت ابو مرثد غنوی مسلمانوں کا علمدار تھا +

(۲۳) سریہ خرار[۳] | سعد بن ابی وقاص ۲۰ مہاجرین کے ساتھ ایک کارواں کی خبر لینے کو مامور ہوئے۔ میدان خرار تک گئے قافلہ نہ ملا واپس آئے +

(۲۴) غزوہ بُواط[۴] ربیع الثانی ۲ھ | بروایت ابن خلدون سائب بن عثمان بن مظعون یا سعد بن معاذ کو مدینہ میں اپنا نائب چھوڑکر خود آنحضرت دوسو اصحاب کے ساتھ ایک قافلہ کی تلاش میں نکلے۔ سعد بن ابی وقاص علمدار تھے۔ مگر بُواط تک جاکر واپس آئے +

(۲۵) غزوہ ذوالعشیرہ[۵] جمادی الاول ۲ھ | آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان بہت سے قریش ساتھ لیکر بغرض تجارت شام کو جاتا ہے دو ڈیڑہ سو آدمی لیکر حضرت اُسکی تلاش میں نکلے حمزہ بن عبدالمطلب علمدار تھے حضرت علی بہی ہمراہ تھے۔ ذوالعشیرہ پر پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ پہلے نکل گیا۔ مراجعت کی اور اسی سفر میں بنی مُدلج اور بنی حمزہ کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ بقیہ جمادی الاول اور ایک روز جمادی الثانی کا وہیں قیام کیا۔ تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۰۹ اور دیگر کتب تواریخ میں لکہا ہے کہ راستہ میں حضرت علی کسی درخت کے نیچے سو گئے تہے آنحضرت نے آکر دیکہا کہ بدن میں مٹی لگ گئی ہے آپ نے پیار سے ابو تراب کہکر پکارا۔ اُسوقت سے حضرت علی کی یہی کنیت پڑ گئی۔ جناب علی اس نام سے بہت ہی خوش ہوتے تہے۔ اگرچہ بنی اُمیہ ہمیشہ حقارت کے طور پر بجائے علی کے ابو تراب ہی کہتے رہے۔ اس غزوہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا

(۲۶) غزوہ بدر الاولی[۶] جمادی الثانی ۲ھ | ذوالعشیرہ سے واپس آکر دس رات قیام کیا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نواحی مدینہ سے حضرت کے اونٹ ہنکا لیگیا۔ اور بروایت ابن خلدون اُسی۔ نے شب خون مارا تھا آنحضرت

[۱] رابغ ابواء کے قریب واقع ہے [۲] نواح عیص میں [۳] جحفہ کے قریب ایک وادی ہے [۴] مکہ مدینہ سے تین منزل پر ینبع کے قریب نا مینہ رضوی میں ایک پہاڑی مقام ہے [۵] مدینہ سے ۱۰ فرسخ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی طرف واقع ہے [۶] مکہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک وادی صفرا کے واقع ہے +

خود اسکا تعاقب کیا علی علمدار تھے اور کچھ اصحاب بھی ساتھ تھے چشمۂ بدر تک کہیں پتہ نہ لگا واپس آئے۔ اس کو غزوہ بدر صغرا بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں بروایت ابن ہشام زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ گئے تھے۔ اسکے بعد بقیہ جمادی الآخر اور رجب و شعبان تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے +

(۲۷) **سریہ بطن نخلہ جمادی الثانی سنہ ۲ھ** حضرت نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو ۱۲ یا ۸ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک تحریر اُن کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ دو دن تک برابر چلے جاؤ پھر اس تحریر کو پڑھکر جو اسمیں لکھا ہو اُسپر عمل کرنا عبداللہ روانہ ہوئے اور دو دن بعد اُس تحریر کو پڑھا اُسمیں لکھا تھا کہ بطن نخلہ[1] میں جاکر اُترنا اور منتظر کاروان قریش رہنا اور اُنکی خبر معلوم کرنا اور ہمیں اطلاع دینا اور اپنے ساتھیوں کو آگے چلنے پر مجبور نہ کرنا۔ (جس سے ظاہر ہے کہ صرف خبر لانیکو بھیجا تھا) غرض عبداللہ نے وہ تحریر ساتھیوں کو پڑھکر سنائی اور کہا کہ مجھکو بطن نخلہ کی طرف جانیکا حکم ہے تم میں سے جس کا جی چاہے ساتھ چلے۔ جس کا جی چاہے اُلٹا چلا جائے۔ یہ کہکر چلے اور اُنکے ساتھی بھی اُنکے ہمراہ ہوئے اور یہ بطن نخلہ تک پہنچکر اُتر گئے۔ یہاں طائف کی راہ سے آتے ہوئے مکہ کے چار کفار منقی وغیرہ لادے ہوئے اُنکو ملے۔ مسلمانوں نے اپنی وضع عمرہ کرنیوالوں کی سی بنائی۔ جب کفار غافل ہوئے تو مسلمانوں نے چھاپا مارا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے عمرو بن عبداللہ حضرمی مارا گیا اور دو کافر عثمان بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور نوفل بن عبداللہ مخزومی بھاگ گیا اور بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے واپس آکر خمس[2] (پانچواں حصہ) مال غنیمت کا آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا اور ۴ خمس آپس میں تقسیم کیا۔ بروایت ابن خلدون جس روز مسلمانوں نے کفار بطن نخلہ پر حملہ کیا تھا وہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے غلطی سے شعبان کا اول دن سمجھا تھا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ رجب کا اول دن تھا اور مسلمانوں نے جمادی الثانی کا آخری دن سمجھا تھا طبری اور ابن اثیر نے دونوں روایتیں لکھی ہیں۔ چونکہ ماہ رجب میں لڑائی حرام تھی مدینہ کے یہودیوں نے قریش اور مکہ کے مسلمانوں پر اعتراض کیا۔ آنحضرت کو اعتراض درست معلوم ہوا عبداللہ سے ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ماہ حرام میں لڑنے کو نہیں کہا تھا۔ اور قیدیوں کو بانتظار وحی روک رکھا۔ اور اس غرض سے کہ مکہ والوں کو اشتعال نہ ہو مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اسپر غازیوں کو اسلئے ملال ہوا کہ اُنکی تمام کارگذاری پر پانی پھر گیا بلکہ مورد عتاب ہوئے۔ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی اُسکا مطلب یہ ہے "ماہ حرام میں لڑنا بیشک برا ہے لیکن مسلمانوں کو جو کفار مکہ نے مسجد حرام یعنے کعبہ سے نکالدیا وہ اس سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ اس لئے برائی کے بدلہ میں جو برائی کی گئی تو کچھ ہرج نہیں" اس آیت کے نازل ہونے پر تمام مسلمان خوش ہوئے خمس حضرت نے منظور کر لیا اور بقیہ چار خمس غازیوں میں تقسیم ہو گیا۔ عثمان اور حکم جو گرفتار ہوئے تھے اُنمیں سے حکم تو مسلمان ہو کر وہیں رہ گیا اور غزوہ بیر معونہ میں شہید ہوا اور عثمان کو قریش نے فدیہ دیکر چھوڑا لیا اور وہ مکہ کو واپس گیا اور کافر ہی مرا +
یہ اول قتل اور اول غنیمت اور اول گرفتاری مشرکین کی ہر مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ اور اول خمس ہے خدا و رسول کا

(۲۸) **غزوہ بدر الکبریٰ رمضان سنہ ۲ھ** سریہ بطن نخلہ میں جو ایک قریشی مارا گیا تھا گو کہ اسکا خون بہا بھی دیدیا گیا

[1] مکہ اور طائف کے بیچ میں ایک مقام کا نام ہے (ابن اثیر) [2] ابتک خمس واجب نہیں ہوا تھا (ابن اثیر) خمس کو سرمایہ بیت المال یا حال کی اصطلاح میں گورنمنٹ کی مالگذاری سمجھنا چاہیئے جو عام مسلمانوں کے نفع یا زمانہ حال کی اصطلاح کے مطابق رعایا کی بہبودی میں خرچ کیا جاتا تھا۔ سریہ عبداللہ بن جحش میں تو خمس رسول کا عبداللہ نے اپنی خوشی سے الگ کر دیا تھا لیکن قبل تقسیم غنیمت بدر کے اس مضمون کی نص صریح نازل ہوئی تھی اور اُسیکے مطابق برابر آنحضرت کے زمانہ میں اور پھر بعد کو بھی عملدرآمد ہوتا رہا مقتول کے سلاح جنگ تو قاتل کو ملتے تھے رہا مال غنیمت اُسکی تقسیم ایک خمس اور چار خمس یوں کی جاتی تھی (عباسی)

مگر قریش کے طبایع میں جو اشتعال پیدا ہوا تھا وہ اُس سے رُک نہ سکا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کو سخت تحریک ہوئی اسی اثناء میں اُنکو یہ خبر پہنچی کہ قریش کا قافلہ جو ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام سے مکہ کو آرہا تھا اور جس میں بہت سا مال و اسباب تھا مسلمان اُسپر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ خبر فی الواقع صحیح نہ تھی مگر اُس نے تیل پر آگ کا کام کیا اور قافلہ بچانے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ ادھر مدینہ میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ قریش بڑی آمادگی کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اسواسطے رسول صلعم بھی حفظ ماتقدم کے لحاظ سے جنگ کی فکر میں ہوئے مگر مشکل یہ تھی کہ مدینہ میں رہکر دشمنوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ آپ اُس شہر میں ابھی تازہ وارد مسافروں اور مہاجروں کی طرح پناہ گزین تھے۔ اور گو بعض قبائل مسلمان بھی ہوگئے تھے مگر شہر کے مالک کفار تھے جن کو قریش مکہ سے اگرچہ کسی قسم کی ہمدردی نہو مگر کم از کم بیرونی حملہ سے شہر کی امن و آسایش میں خلل واقع ہونیکا خیال تو ضرور ہوگا اسواسطے رسول صلعم کو مناسب معلوم ہوا کہ مدینہ سے باہر جاکر قریش سے لڑائی کریں ۔

پس جب آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ساتھ ہزار اونٹوں کا قافلہ جس پر شام کا مال تجارت لدا ہوا ہے مکہ کو لئے جاتا ہے اور اس قافلہ کو حسب معمول نواح مدینہ سے اُس راستہ سے گذرتا ہوگا جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان واقع ہے تو ۸ ماہ رمضان کو عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اور ابو لبابہ کو مدینہ کی حکومت کے واسطے چھوڑکر ۳۱۳ یا ۳۱۴ آدمیوں کے ہمراہ جنمیں ۸۳ مہاجر ۶۱ انصار بنی اوس اور ۱۷۰ انصار بنی خزرج[۱] تھے مدینہ سے روانہ ہوگئے[۲] انمیں سے تینوں ترپوں کا علم جدا جدا تھا۔ علی بن ابیطالب۔ مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ تین علمبردار تھے۔ اس چھوٹی سی فوج میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک مقداد بن عمر کندی کے پاس اور دوسرا زبیر بن العوام یا کسی دوسرے کے پاس۔ اور ستر تیز رفتار ناقے جنپر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے ۔

اُسوقت حضرت عثمان بن عفان مع اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت حبشہ سے واپس آچکے تھے۔ چونکہ رقیہ بہت بیمار تھیں اس سبب سے حضرت عثمان کو اُنکی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں رہنا پڑا اس غزوہ میں مہاجرین میں سے طلحہ اور سعید بھی شریک نہ تھے کیونکہ یہ آنحضرت کے حکم سے کفار کی خبر لانیکو تعینات تھے۔ اسی طرح ۵ شخص انصار کے بھی آنحضرت کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ تھے مگر یہ سب قسمت غنیمت اور حصول ثواب میں شریک سمجھے گئے ۔

آنحضرت پہلے مکہ کی شاہراہ پر چلے پھر اُس راستہ کو بائیں کو چھوڑکر بحیرۂ قلزم کی طرف بڑھے اور بدر میں ایک چشمہ خورد پر قیام کرکے جہاں سے قافلوں کے گزرنے کا معمول تھا قافلہ کے انتظار میں رہے ۔

[۱] انصار کو جنگ کی شرکت کا یہ پہلا موقع ملا ہی (روضۃ الاحباب)

[۲] حضرت روانہ ہوئے مگر نہ کوئی خبر ملتی تھی نہ کوئی حال معلوم ہوتا تھا کہ قریش روانہ ہوئی یا نہیں۔ پس حضرت نے فرمایا تم لوگ مشورہ دو امر جنگ اور اس سفر جنگ کے بارہ میں ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت ہم سب سے زیادہ عالم ہیں مسافت ارض سے۔ عدی بن ابی الزغبار نے ہمکو خبر دی ہی کہ قافلہ قریش فلاں وادی میں تہا۔ تو مقام بدر تک ہمارے اُنکے درمیان دو منزل کا فرق رہیگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اب کیا مشورہ ہی۔ عمرؓ نے کہا کہ یا حضرت یہ قریش ہیں اور اُنکی عزت۔ قسم بخدا جب سے اُنکو عزت ملی ہی کبھی ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہ لائے قسم خدا کی وہ آپسے پورا مقابلہ کرینگے۔ پس آپ اُن کے واسطے پورا پورا سامان کیجیے اور پوری پوری تیاری پس کہا حضرت نے مشورہ دو ہمکو۔ درحالیکہ حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا تہا۔ پس کہا مقداد بن عمر نے کہ ہم تو وہ بات نہ کہیں گے جو کہی تہی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہی بحق۔ ہم آپکے سامنے رہینگے اور پیچھے آپکے رہینگے اور آپکے داہنی طرف اور بائیں طرف رہینگے۔ یہانتک کہ خدا آپ کو فتح دیگا (در المنثور سورۂ انفال۔ سیرۃ محمدیہ۔ تاریخ طبری) پس مسکرائے آنحضرت اور مقداد کو دعائے خیر دی (مدارج النبوۃ) [۳] روضۃ الاحباب میں ہی کہ مہاجرین کا علم جو اعظم تہا مصعب بن عمیر کو اور خزرج کا حباب بن منذر کو اور اوس کا سعد بن معاذ کو دیا گیا تہا طبری میں ہی کہ رسول اللہ کا علم جناب علی کے پاس اور انصار کا سعد بن عبادہ کے پاس تہا ۔

ابوسفیان کو بہی خبر لگ گئی کہ حضرت فوج لیکر راستہ میں آکھڑے ہوئے ہیں پس اُس نے ایک قاصد عمیر نامی کو اور بروایت ابن خلدون وحبیب السیر وروضۃ الاحباب ضمضم بن عمرو غفاری کو ایک تیز رفتار ناقہ پر مکہ روانہ کرکے کمک منگائی۔ قاصد کعبہ کے قریب ہانپتا ہوا بدحواس پہنچا۔ ابوجہل نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دی تمام مکہ میں ہلچل مچگئی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جو بڑی دل چلی اور تند مزاج تہی اپنے باپ عتبہ اور بہائی ولید اور چچا شیبہ اور اپنے کنبہ کے تمام جنگ آوروں کو بلایا اور کہا کہ ہتیار باندہو اور میرے خاوند کو بچانے جاؤ۔ قریش مسلمانوں کے دشمن تو تہے ہی اکثروں کا اُس قافلہ میں مال بہی تہا غرض مکہ کے تمام جنگجو نکل پڑے انمیں سے مشہور یہ تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد برادر خدیجہ۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ نضر بن حارث۔ زمعہ بن اسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ اُمیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ نبیہ بن حجاج۔ سہیل بن عمر۔ اور عمرو بن عبدود ابن خلدون نے ابولہب کا نام بہی لکھا ہے۔ مگر دیگر مورخین طبری وابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ ابولہب بسبب ضعف پیری مکہ ہی میں رہ گیا تہا اور اُسکی جگہ عاص بن ہشام آیا تہا۔ غرض بروایت ابوالفدا یہ نوسو پچاس آدمیوں کی جمیعت مکہ سے ابوسفیان کی کمک کو روانہ ہوئی۔ اسمیں سو سوار اور باقی پیادہ تھے۔ مگر بروایت صاحب تاریخ الخمیس وایرونگ سات سو اونٹ بہی تھے۔ قومی معاملہ تھا۔ بنی ہاشم کو بہی طوعاً وکرہاً ساتھ آنا پڑا ورنہ قریش اُنکو تنگ بنا دیتے اور اذیت پہنچاتے۔ چنانچہ عقیل بن ابوطالب اور عباس بن عبدالمطلب[1] بہی اُنکے ہمراہ تھے۔ ابوجہل جسکی عمر اُسوقت ستر سال کی تہی اس فوج کا سردار تھا۔ اور طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوعزیز بن عمیر اور نضر بن حارث تین علمبردار تھے۔

پس ابوجہل مکہ سے یہ اژدہام لیکر چلا اور اُدہر شام کی طرف سے ابوسفیان چلا آتا تہا۔ راستہ میں کہجور کی گٹھلیاں پڑی دیکھ کر ابوسفیان چوکنا ہوا۔ چونکہ مدینہ کی کہجور چھوٹی گٹھلی ہونے میں ممتاز ہے تاڑ گیا کہ دالی میں کچھ کالا ہے ضرور محمدؐ اور اُن کے ساتھی کہیں اسیطرف ہیں فوراً راستہ کاٹکر ساحل بحیرۂ قلزم کی طرف دبکر نکل گیا۔ اور ابوجہل کو کہلا بہیجا کہ اُلٹے پھر جاؤ جب قافلہ اور مال بچالیا گیا تو اب لڑائی سے کیا مطلب مگر ابوجہل نہ مانا۔ گو کہ کچھ آدمی مکہ کو واپس چلے بہی گئے + جب حضرت کو قریش کی اس فوج کے آنے کی خبر پہنچی تو حضرت کے بعض ساتھیوں کے دل چھوٹ گئے وہ اس خیال سے آئے تھے کہ صرف ابوسفیان کے تہوڑے سے آدمیوں سے لڑنا ہوگا۔ اور غنیمت خوب ہاتھ لگے گی۔ یہاں سُنا کہ قریش کے کل جنگ آوروں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ خوشی مناؤ کیونکہ خدا نے مجہ سے وعدہ کیا ہے کہ آسانی سے فتح دیگا +

القصہ ابوسفیان کی جماعت ابوجہل کے ساتھیوں سے آملی۔ جب بہی یہی بحث ہوتی رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔ کثرت رائے واپس جانے پر تہی۔ لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تہی (اُسکے سر پر تو موت سوار تہی) اُس نے آخر میں عامر کو گانٹھا جسکا بہائی عمر سریہ عبداللہ میں بمقام نخلہ مارا گیا تہا وہ ننگے سر واعمراہ کہتا ہوا لشکر میں شور مچانے لگا۔ اس آخری تدبیر میں ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی +

مسلمانوں نے ایک عمدہ کنواں دیکھکر اُسکے قریب حوض بنایا اور اُسمیں پانی بھر دیا کہ پانی پی پی کر لڑیں اور ایک بلند زمین پر اپنا پڑا جمایا قریب قریب ملکر باقاعدہ کھڑے ہوئے اور جبتک کفار بالکل قریب نہیں آگئے یہ لوگ جگہ سے نہیں ہٹے آفتاب مسلمانوں کے پس پشت تھا۔ اور کفار کے سامنے۔ وقت جنگ آندھیاں آئیں اور وہ بہی کچھ اسطرح کہ کفار ہی کو نقصان پہنچا۔ رات کو پانی برسا تھا مسلمانوں کی طرف ریتیلی زمین تہی وہ سخت ہوگئی۔ کفار کی طرف چکنی تہی

[1] عباس خفیہ مسلمان ہو چکے تہے مگر اپنے کنبہ کی حفاظت کی غرض سے مکہ میں رہتے تھے (طبری) اور بطور جاسوس کے قریش کی خبریں آنحضرت کو پہنچایا کرتے تہے

تھی پانی برس جانیسے وہ کیچڑ ہوگئی۔ مکہ میں بہت سی بدشگونیاں ایسی ہوئی تھیں اور کفار نے ایسے خواب پریشان دیکھے تھے جن سے اُنکے دل پہلے ہی سہمے ہوئے تھے غرض کہ سب سامان مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے موجود تھے۔ آنحضرت کو ہو ہو پسے بچانیکے واسطے سعد ابن معاذ نے ایک عریشہ (چھپر) درخت کی شاخوں سے بنا دیا تھا۔ اُسمیں آنحضرت مع حضرت ابو بکر کے بیٹھے کچھ لوگ سعد ابن معاذ کے ماتحت آنحضرت کی محافظت کے لئے قریب کھڑے ہوئے۔ باقی محاربہ میں ساعی ہوئے۔ لڑنے والے آخر میں دو حصے ہو گئے۔ بعض جنگ میں شریک تھے اور بعض مال لینے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے میں مشغول تھے۔ آنحضرت برابر عریشہ سے باہر آتے اور دیکھ بھال کر اندر چلے جاتے تھے۔ اور مشغول بدعا تھے۔ کہ یکایک آثار وحی سے غنودگی طاری ہوئی اور آپنے فتح کی خوشخبری سنائی۔ ابتدائی جنگ اسطرح ہوئی کہ اول غنیم کا ہراول پیاسا ہانپتا ہوا وادی میں داخل ہوا اور بہ تعجیل تمام چشمہ پر پانی پینے آیا۔ حضرت حمزہ نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور اُنکے سردار کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ غرض ہراول میں سے صرف ایک بچا وہ بھی بعد میں مسلمان ہوا۔ اب دشمن کی اصل فوج قرنا بجاتی ہوئی آگے بڑھی کفار قریش میں سے اول تین شخص عتبہ بن ربیعہ ابو سفیان کا خسر اور شیبہ بن ربیعہ برادر عتبہ اور ولید بن عتبہ ابو سفیان کا سالہ صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب کیا۔ تین انصار مقابلہ کو نکلے مگر تینوں کافروں نے کہا کہ ہمیں انسے لڑنا عار ہے یہ ہمارے کفو نہیں ہیں۔ یہ سُنکر مہاجرین میں سے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو عتبہ کے مقابلہ میں اور حمزہ کو شیبہ کے مقابلہ میں اور علی کو ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں بھیجا گیا۔ سخت اور طولانی لڑائی کے بعد حمزہ اور علی نے اپنے اپنے حریف کو مار لیا۔ عتبہ اور عبیدہ آپس میں زخمی ہوئے علی اور حمزہ مدد کو پہنچے اور عتبہ کو مار کر عبیدہ کو اُٹھا لائے۔ مگر لڑائی میں ان کے پاؤں کٹ گئے تھے جانبر نہ ہوسکے بدر سے واپسی کے وقت بروایتے ۶۳ سال کی عمر میں اور بروایت حبیب السیر ۸۰ سال کی عمر میں منزل صفراء یا روحا میں انتقال کیا اور وہیں دفن کردیے گئے ۰۰

اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی مسلمان جو اپنی تعداد کی کمی سے واقف تھے بلندی پر اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور دشمن کو تیروں سے دفع کرتے رہے۔ آنحضرت ٹیلہ پر عریشہ میں مصروف دعا تھے نوبت یہانتک پہنچی کہ کفار عریشہ کے قریب آگئے حضرت نے عریشہ سے اُترکر ایک مٹھی کنکروں کی ہاتھ میں لیکر قوم قریش پر پھینک کر بد دعا کی اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اب سخت اور شدید حملہ کرو۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابو جہل کی ران میں زخم آیا۔ گرا اور عبد اللہ بن مسعود نے دیکھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام ہے۔ قریش نے اُسکی عقل و دانائی کے سبب اُسے ابو الحکم (عقل کا باپ) خطاب دیا تھا۔ مسلمان اسے بدلکر ابو جہل کہا کرتے تھے۔ اور اسی نام سے یہ تاریخ میں مشہور ہے۔ اول اسے معاذ اور معوذ انصار کے دو لڑکوں نے زخمی کیا تھا۔ عبد اللہ بن مسعود نے دم توڑتے دیکھکر اسکا سر کاٹ لیا عبد اللہ بن مسعود اُسکا سر لیکر آئے تو آنحضرت نے سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص ہماری قوم کا فرعون تھا ۰۰

ابو جہل کا بھائی عاص بن ہشام بھی ارا گیا۔ قریش پسپا ہوکر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ستر کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ مسلمان صرف ۶ مہاجر اور ۸ انصار کل ۱۴ شہید ہوئے بہت سا مال غنیمت

ان میں سے مشہور یہ ہیں حنظلہ بن ابو سفیان بن حرب۔ عاص بن سعید بن عاص طعیمہ بن عدی۔ عمر بن عثمان بن کعب۔ عثمان و مالک برادران طلحہ منبہ بن حجاج۔ عبیدہ بن سعید بن عاص بن اُمیہ۔ نوفل بن خویلد عمیر بن عثمان بن عمر التیمی۔ عبد اللہ بن منذر مخزومی۔ عاص بن منبہ۔ ابو العاص بن قیس سہمی بروایت حبیب السیر علی کے ہاتھ سے مارے گئے اور زمعہ بن اسود کو علی اور حمزہ دونوں نے ملکر قتل کیا۔ حمزہ نے مسعود بن ابی اُمیہ مخزومی کو اور ابو البختری بن ہشام کو المجذر بن زیاد نے اور منبہ بن الحجاج کو ابو الیسر انصاری نے اور نبیہ بن الحجاج کو حمزہ اور سعد بن ابی وقاص دونوں نے ملکر قتل کیا۔ (ابو الفدا) ہجرت کے وقت پانچ شخص بنی کنبہ والوں کے کہنے میں آکر مرتد ہو گئے تھے وہ بھی اس جنگ میں مارے گئے وہ یہ ہیں۔ رفعا بن شبعہ ابو قیس بن فاکہہ۔ ابو قیس بن ولید بن مغیرہ۔ علی بن امیہ۔ عاصی بن منبہ ۰۰

مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یہ ۱۷ رمضان یوم جمعہ کا واقعہ ہے + اس معرکہ میں فقط حضرت علی ہی نے ۱۶ یا ۱۷ اور بروایت حبیب السیر ۳۶ کفار کو واصل جہنم کیا۔ آپ کی لڑائی پر لوگ عش عش کرتے تھے۔ حمزہ بن عبد المطلب نے بھی پانچ چھ کافروں کو فی النار کیا انکا طرز جنگ بھی بہت اچھا تھا اور بڑے بہادر تھے۔ لیکن حضرت علی کی تیزی صفائی استقلال چستی اور چالاکی اور وہ بھی نو آموزی کی حالت میں قابل داد تھی حالانکہ شاید حضرت علی کو یہ پہلا موقعہ جنگ کرنے کا پیش آیا تھا +

اس لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بروایت ابو الفدا ایکہزار اور بروایت روضۃ الاحباب و ایرونگ ۳ ہزار فرشتوں سے کمک دی تھی۔ اس لڑائی میں اسلام کے تمام پرانے دشمن مارے گئے اسلام کی بنیاد میں ایک استحکام پیدا ہوگیا مہاجرین کی افلاس بھی کچھہ کچھہ دفع ہو چلی۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی پہلی فتح نمایاں ہے۔ اگرچہ جنگ کچھہ ایسی بڑی نہ تھی مگر نتیجے اسکے بڑے عظیم الشان ہوئے کیونکہ یہ اُن فتوحات کی ابتدا ہے۔ جنہوں نے دنیا کی قسمت کو بدلدیا۔ اور اسلیئے یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ جنگ بدر میں اسلام کے جوش میں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کرتا تھا ایک بوڑھیا کا لڑکا شہید ہوا اُس نے سُنکر کہا مجھے غم نہیں اگر محمد کہدیں کہ شہید ہونے پر جنت میں پہنچ گیا۔ یہ تھا اعتقاد اُس زمانہ میں +۔ مسلمان جو شہید ہوئے تھے وہ عزت کے ساتھ دفن کئے گئے اور ۲۴ صنادید قریش کی لاشیں بدر کے ایک کنوئیں میں ڈال دی گئیں[1] +

(۲۸) اسیران بدر | بدر کے قیدیوں میں حضرت کے چچا عباس بن عبد المطلب ور عقیل بن ابیطالب ور نوفل بن حارث اور آنحضرت کا داماد ابو العاص بھی تھا۔ عباس کے ہاتھ بہت سخت بندہے ہوئے تھے بیچینی سے کراہ رہے تھے انکی آواز سے آنحضرت بھی رات کو بیچین رہے ایک صحابی نے آنحضرت کی بیچینی دیکھکر عباس کے ہاتھ ڈھیلے کر دیے عباس کو سکون ہوا جب آنحضرت کو معلوم ہوا کہ عباس کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو حکمدیا کہ سب قیدیوں کے ہاتھ ڈہیلے کردو۔

اب یہ بحث پیدا ہوئی کہ قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا کیا جائے۔ حضرت ابوبکر کی رائے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی تھی اور حضرت عمر نے کہا کہ گردن مار دیے جائیں۔ اور کہا کہ میرے عزیز میرے حوالہ ہوں عقیل اپنے بھائی علی کے اور عباس حمزہ کے حوالہ ہوں وہ اُنکو قتل کریں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہے[2]۔ اُسوقت جبرئیل

[1] جس کا نام قلیب تہا۔ حضرت نے وہاں جا کر اُن کفار کو نام بنام پکارا اور فرمایا کہ آیا تم خوش ہوتے ہو کر فرمانبرداری کرتے خدا و رسول کی اب کہ پردہ پڑگیا اور تمنے عذاب کو دیکھا۔ اسپر عمرؓ نے کہا رسول اللہ کیسی باتیں کرتے ہو ایسے لوگوں سے کہ جنمیں جان نہیں ہے۔ فرمایا قسم خدا کی کہ تم اُنسے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس بات کو جو میں کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے (مدارج و روضۃ الاحباب) نیز صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ حضرت جسوقت صفیں درست کر رہے تہے حضرت کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن عزیہ صحابی صف سے کچھہ باہر نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اُنکے سینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا ای سواد برابر ہو جا سواد نے صف کو درست کرکے عرض کیا حضرت آپکے تیر سے مجھے صدمہ پہنچا اسکا انتقام چاہتا ہوں فوراً آپنے سینہ کھولدیا۔ اور فرمایا انتقام لیلے اُس نے دوڑکر بوسہ لیلیا حضرت نے وجہ پوچھی اُس نے کہا میں ابھی شہید ہوتا ہوں (آپکے تیر کے اشارہ سے معلوم ہوا) اسلئے چاہا کہ آپکے جسم مبارک کو مس کرلوں [2] روضۃ الاحباب وغیرہ مگر طبری میں ہے کھولدیا۔ [3] علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت عمر کی خوبیاں سُننی پسند نہیں کرتا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت کے وقت میں حضرت عمر صائب الرائے سمجھے جاتے تہے وہ کہتا ہے کہ عمر جنگ کے کام کے نہ تہے اُنہوں نے لڑائی میں کبھی ہتیار نہیں اُٹھایا۔ ہاں قید یا مجبوری کی حالت میں کوئی اُنکے سامنے پیش ہوا تو اُسکی گردن اُڑا دینے میں بڑے مرد تھے ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ یہ ضرور نہیں کہ ایک شخص میں قوت انتظامی اور قوت بازو دونوں باتیں ہوں۔ اسمیں کلام نہیں کہ غزوات نبی کے رستم حضرت علی بن ابیطالب تہے فتوحات میں جو کارہائے نمایاں اُنہوں نے دکھائے صفحہ روزگار سے مٹ نہیں سکتے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ اور ابوبکر کے زمانہ میں وزیر ہو کر اور خود اپنے وقت میں حکمراں ہو کر اسلام کے ساتھ جو سلوک کئے وہ زبانوں سے نہ کہے جائیں لیکن کتابوں کے صفحوں سے تو

نازل ہوئے اور کہا کہ فدیہ لینے اور قتل کرنے دونوں میں اختیار دیا گیا ہے لیکن اگر فدیہ لوگے تو دوسرے سال اتنے ہی تمہاری آدمی قتل اور اسیر ہونگے اصحاب نے کہا کہ ہمیں دوسرے سال قتل ہونا اور اسیر ہونا قبول ہے آپ فدیہ ہی لے لیجئے ۔ اسپر رسول اللہ نے اسیروں کو فدیہ پر چھوڑنا منظور کر لیا (خمیس روضۃ الاحباب ۔ ترمذی ۔ حیات القلوب)

جب اسیران بدر کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو اُنہوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو روپیہ بھیجکر چھوڑا لیا۔ کچھ لوگ ایسے ہی تھے جو زر فدیہ دے نہ سکتے تھے اُن سے صرف یہ اقرار لیکر چھوڑ دیا گیا کہ پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیں کچھ خواندہ قیدی اس شرط پر رہا ہوئے کہ ہر ایک انصار کے دس دس لڑکوں کو فن کتابت تعلیم کرے مگر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط رہا نہیں کئے گئے کیونکہ جب پیغمبر خدا مکہ میں تھے تو جس وقت حضرت قرآن پڑھتے تھے نضر کہا کرتا تھا کہ محمدؐ اگلوں ہی کے قصے بیان کیا کرتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہوتا ۔ اور عقبہ بن ابی معیط وہی شخص تھا جو آنحضرت کی جان کا لاگو ہوا تھا ۔ اور جس نے آنحضرت پر نماز پڑھتے ہوئے شیمہ ڈالا تھا ۔ پس بدر سے مراجعت کے وقت جب مقام صفرا میں پہنچے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اِن دونوں کو قتل کرا دیا ۔ (روضۃ الاحباب)

اسیران بدر میں سے عباس ہی تھے انکو ابوالیسر نے جو ایک نحنی سا چھوٹے قد کا آدمی تھا گرفتار کیا تھا حالانکہ حضرت عباس بڑی جسیم و شحیم اور قد آور جوان تھے جب اُن سے طنزاً کہا گیا کہ آپ ایسے چھوٹے سے شخص کے ہاتھ گرفتار ہو گئے بولے وہ مجھے اُسوقت مثل پہاڑ کے معلوم ہوتا تھا ۔ جب عباس سے زر فدیہ مانگا گیا تو اُنہوں نے کہا میں مسلمان تھا مجھے بلا فدیہ چھوٹنا چاہیئے مجبوراً کفار کے ساتھ آیا تھا ۔ اُن کی طرف سے جنگ میں شریک تھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کفار کے ساتھ ہتیار کرنے والے کون کون تھے اور بروایت روضۃ الاحباب طبری حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اسلام کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے اگر تم مسلمان تھے تو اسکی جزا خدا سے پاؤگے ظاہر تو تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہم سے لڑنے ہی آئے تھے تمکو چار فدیے دینے چاہئیں اپنا اپنے بھتیجوں عقیل[ع] اور نوفل کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم کا ۔ عباس نے کہا میرے پاس کیا رکھا ہے کہاں سے دوں کیا تیرا چچا بھیک مانگے ۔ حضرت نے فرمایا وہ سونا جو مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوا آئے ہو وہ کیا ہوا ۔ عباس نے کہا تمنے کیونکر جانا ۔ فرمایا خدا نے مجھے خبر دی ۔ کہا سچ کہتے ہو اور اس سونے کے سپرد کرنیکا حال تم سوائے خدا کے کسیکو معلوم نہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ اور چاروں کے فدیہ ادا کر دیے بعض مورخین کا قول ہے اور ابن قتیبہ نے بھی لکھا ہے کہ عباس آنحضرت سے مخفی طور پر ملے ہوئے تھے اور بطور جاسوس کے قریش مکہ کے حالات اور خبریں مخفی طور پر لکھ لکھ کر آنحضرت کو بھیجتے تھے[۵۵] اسوقت عباس اور عقیل علانیہ مسلمان ہو گئے (حبیب السیر)

ابوالعاص کے چھڑانے کے واسطے زینب بنت رسول نے علاوہ اور مال کے اپنی ہیکل بھی فدیہ میں بھیجی تہی ۔ یہ ہیکل وہ تہی جو حضرت خدیجہ نے جہیز میں دی تہی ہیکل کو دیکھکر حضرت کو خدیجہ یاد آئیں اور آپ کسیقدر متاثر ہوئے مسلمانوں سے پوچھکر حضرت نے ہیکل واپس کر دی ۔ اور ابوالعاص کو اس وعدہ پر رہا کیا کہ مکہ جاتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کر دے زید بن حارثہ اُسکے ساتھ کر دیے گئے کہ وہ بطن یاجج میں ٹھہرے رہیں اور ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر زینب کو زید کے پاس بھیجدیا[۵۶] زید وہاں سے زینب کو مدینہ میں لے آئے ۔ پس زینب آنحضرت کے پاس اور ابوالعاص مکہ میں رہنے لگے

---

[۵۳] کسیکا فدیہ ہزار درہم سے کم اور چہار ہزار سے زیادہ نہ تہا روضۃ الاحباب [۵۴] طبری نے کلبی سے لکھا ہے کہ عقیل کے بڑے بہائی طالب مجبور قریش کے ساتھ بدر میں آئے تہے مگر بعد میں نہ کشتوں میں انکا پتہ لگا نہ اسیروں میں نہ گھر واپس گئے اُسوقت سے غائب ہو گئے [۵۵] اکمال ابن طبری اور استیعاب میں ہے کہ عباس قدیم الاسلام تہے اپنے اسلام کو چھپاتے تہے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا ۔ اور عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کرکے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے [۵۶] کفار کو جب زینب کی روانگی کی خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور ہبار بن اسود نے آگے بڑھکر اپنے نیزہ سے ڈرایا دختر رسول حاملہ تہی اُسکا حمل اسی خوف کے سا قط ہو گیا ۔ غرض بدقت تمام زید بن حارثہ تک پہنچا یا گیا اور وہ مدینہ لے آئے (تاریخ الخمیس و طبری)

یہانتک کہ قبل فتح مکہ ابوالعاص شام سے مال تجارت لئے ہوئے مکہ آتا تھا راستہ میں حضرت کا سریہ ملگیا اسباب لوٹ لیا کچھہ لوگ گرفتار ہیں آئے ان میں ابوالعاص بہی تھا اس موقعہ اُس نے اسلام قبول کرلیا اور اُسکی بیوی اُسکے حوالہ کردی گئی۔

(۲۹) قیدیوں سے سلوک صدر اسلام میں قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا اور نرمی کا سلوک کیا جاتا تہا۔ ابو عزیز بن عمرو بن ہاشم کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہو کر بدر سے آئے تو میں انصار کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دونو وقت مجھے کھجوریں اور روٹیاں کہانے کو ملتی تہیں۔ علاوہ اسکے جو شخص اُدہر سے گزرتا تہا اور اُسکے ہاتھ میں کوئی چیز کہانیکی ہوتی تہی تو وہ ضرور اُس میں سے کچھہ حصہ مجھکو دیدیتا تہا۔

(۳۰) غنیمت بدر۔ حضرت نے تین رات میدان بدر میں اقامت فرما کر مال غنیمت لیتے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت کی راستہ میں مقام الصفراء پر پہنچکر بدر کی غنیمت میں سے ایک خمس خدا و رسول کا علیحدہ کرکے باقی چار خمس مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ صاحب روضۃ الاحباب طبری ایرونگ اور بعض دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے ایک تلوار جسے ذوالفقار کہتے تھے اور جو منبتہ بن حجاج کی ملکیت تہی آنحضرت کے حصہ میں آئی۔ اور وہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالب کو عطا فرمائی[۱۵]۔ غنیمت کی مساوی تقسیم سے اسلامی فوج میں ناراضی پیدا ہوئی۔ وہ جو لڑائی میں زیادہ جانبازی کر چکے تہے اور جنہوں نے لوٹنے میں زیادہ مستعدی اور چستی کی تہی معترض ہوئے کہ ہمکو اُن بڈہوں کی مانند جو صرف کیمپ کی نگہبانی میں رہے اور جو صف جنگ سے علیحدہ رہے برابر کیوں دیا گیا۔ مگر سیل اپنے قرآن کے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ یہ تقسیم بالکل صحیح اور درست تہی حضرت داؤد نے جب قوم عمالقہ سے غنیمت ہاتھ آئی تہی تو اسیطرح تقسیم کی تہی۔

(۳۱) مراجعت غنیمت تقسیم کرکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور ۱۹ دن اور بروایتے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئی۔ اس دوران میں رقیہ بنت رسول زوجہ عثمان جو بیمار تہیں انتقال کر گئی تہیں۔

(۳۲) کفار مکہ کو شکست بدر کی خبر پہنچی کفار مکہ کو جب اس شکست کی خبر پہنچی اور ساتھ ہی فراریوں کا گروہ آیا سب سناٹے میں رہ گئے کیونکہ کتنے ہی گہر ویران اور کتنے ہی بچے یتیم ہو گئے تھے کتنے ہی عورتیں رانڈ ہو گئی تہیں۔ اسباب جاتا رہا رازقہ پر اثر پڑا۔ ابولہب تو اس خبر وحشت اثر سننے کے بعد، دن یا ۹ دن تک بیمار رہ کر داخل دارالبوار ہوا مگر وہ لوگ خاموش نہیں ہو رہے بلکہ اپنی خجالت مٹانے کے فکر میں ہوئے اور صلاح کی کہ ایک دفعہ اور تیاری سے لڑیں۔ اب بجائے ابوجہل کے ابوسفیان کو مفسدین کا سردار سمجھنا چاہیئے۔ شکست کھانیوالوں میں وہ ایک طرح سردار تھا ہی۔ اسلئے اُس مجلس کا بہی سردار ہوا جسمیں رسول اللہ سے دوبارہ لڑنے کی تیاریاں ہو رہی تہیں۔ کفار قریش نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ کسی کے گھر ماتم نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کو خبر پہنچے گی تو وہ اور خوش ہوں گے۔ چنانچہ اسود قریشی کے تین بیٹے مارے گئے تھے یہ بڈھا اپنے قوم کے خوف سے رو نہ سکتا تھا۔ جب لڑکوں کا غم مجبور کرتا تو جنگل میں تنہائی میں جاکر رو آتا۔

(۳۳) سریہ سالم بن عمیر ۲۵ رمضان سنہ ۲ھ مدینہ میں بہی مسلمانوں کے دشمن موجود تھے گو مثل مکہ والوں کے سخت نہ تھے مگر مضرت پہنچا سکتے تھے لوگوں کو بہکاتے اور اسلام کی ہجو کرتے تھے اور اہل مدینہ کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے۔ منجملہ اُنکے عصماء بنت عمران ایک عورت تہی کہ مسلمانوں کو بہت برا کہتی تہی جب مسلمان بدر کو روانہ ہوئے تھے تو اُسکی

---

[۱۵] ذوالفقار کی نسبت امامیہ میں امام رضا علیہ السلام سے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "یہ تلوار آسمان سے جبرئیل ع آنحضرت کے پاس لیکر نازل ہوئے تہے اور اسکا حلقہ چاندی کا تہا" فرماتے ہیں "اب وہ میرے پاس ہے"۔ آنحضرت نے حضرت علی کو دیدی تہی اور اس سے وہ پہلے پہل احد میں لڑے تہے (مجمع البحرین)، حکیم سنائی نے حدیقہ میں اور صاحب مناقب مرتضوی نے بہی آسمان ہی سے نازل ہونا لکھا ہے۔

زبان اور بھی بے لگام ہوگئی تھی۔ عمیر بن عدی ایک نابینا انصاری تھا جو شریک بدر نہ ہوا تھا۔ جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو رات کو اُسکے گھر پہنچا اور خنجر سے اُس عورت کو ہلاک کیا۔ اسیطرح ابوعفک ایک اور دشمن حضرت صلعم کا مدینہ میں تھا اُسکو سالم بن عمیر نے رات کو مار ڈالا۔ ابوعفک کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی +

علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں اسلام کی حالت ایسی ہی تھی کہ بغیر فوجی قانون جاری کئے کام نہ چلتا اگر دو چار شخص ابوجہل جیسے یہاں بھی پیدا ہو جاتے تو مسلمانوں کا رہنا دشوار ہو جاتا۔ اسلئے اہل مدینہ اور اُس کے اطراف کے یہودیوں سے جب کوئی زیادتی ہوتی تو پھر بدلہ لینے میں مسلمان تامل نہ کرتے تھے۔ لیکن وہ کسی حالت میں انصاف تہذیب اور اعتدال سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ مدینہ میں آنحضرت کی حالت سلطان وقت کی سی تھی اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور ہوتا ہے +

(۴۴ ۳) غزوہ قرقرۃ الکدر شوال ۲ھ عراق اور مکہ کی راہ میں مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے۔ مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ وہاں بنو سلیم اور بنو غطفان فساد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آنحضرت نے اُنپر چڑھائی کی۔ لواء اسلام علی کے ہاتھ میں تھا وہ لوگ تو بھاگ گئے مگر اُن کے چرواہے ۵ سو اونٹ سمیت گرفتار ہوئے حضرت مدینہ واپس آئے۔ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ان چرواہوں میں سے یسار نام ایک غلام تھا وہ مسلمان ہوا حضرت نے اُسے آزاد کر دیا +

(۴۵ ۳) غزوہ بنی قینقاع ذیقعدہ ۲ھ عرب میں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ کوئی بادشاہی قانون اپنے اپنے قبیلہ کا ہر سردار اُسکا حکمران ہوتا تھا۔ قبیلوں میں آپس میں معاہدے ہوتے تھے جنکے موافق آپس میں برتاو ہوتا تھا۔ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو اُنہوں نے بھی قبائل قرب وجوار سے دستور کے موافق معاہدے کئے کہ ایک دوسرے کا بُرا نہ چاہیں اور باہم مراسم احترام قایم رکھیں۔ مدینہ میں بنی خزرج کے یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قینقاع تھا جو مسلمانوں کے عروج سے بہت حسد کرتا تھا۔ یہ اول یہود ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کا عہد توڑا مسلمانوں سے بے ادبیاں شروع کر دیں ایک مسلمان عورت کے چھیڑنے پر فریقین کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ پیغمبر خدا نے اُنکو بلا بھیجا۔ اور اُن سے بات چیت گفتگو کی۔ مگر اُنھوں نے کچھ خیال نہ کیا اور بگستاخی کلام کئے۔ آخر لڑائی کی ٹھیر گئی۔ جب مسلمان پہنچے وہ اپنے قلعہ میں متحصن ہوگئے۔ ۱۵ دن محصور رہ کر باہر نکلے اسیر ہوئے۔ حضرت اُنکو قتل کرانا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی منافق نے حضرت کو بگستاخی مجبور کیا اور اُنکی جاں بخشی کرائی۔ مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ ۷ سو آدمی شام کی طرف جلاوطن کر دیے گئے۔ اور اُنکا سب اسباب لوٹ لیا گیا۔ جو مسلمانوں کو بعد کی لڑائیوں میں بہت کام آیا۔ اس غزوہ میں حمزہ علمدار تھے +

(۴۶ ۳) غزوہ سویق ذیحجہ ۲ھ بدر کی شکست اور مقتولوں کا ابوسفیان کو اسقدر رنج ہوا تھا کہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑونگا اُسوقت تک خوشبو سونگھوں گا اور نہ عورت کو ہاتھ لگاؤنگا۔ پس ماہ ذیحجہ میں دو سو سوار لیکر لڑنے نکلا۔ مقام عریض پر جو مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انصار اور اُسکے مزدور کو مار کر اور چند خرمے کے درختوں اور گھروں میں آگ لگا کر اُسنے اپنے قسم اُتاری۔ آنحضرت کو خبر ہوئی تو ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ابوسفیان بھاگا اور بھاگتے ہوئے بار شتر ہلکا کرنیکی غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا اس غزوہ میں مسلمانوں کو ستو کے سوا کچھ اور ہاتھ نہ آیا۔ اسی لئے یہ غزوہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا +

(۴۷ ۳) تحویل قبلہ نصف شعبان ۲ھ اسی سال نصف رجب روز دوشنبہ کو پیغمبر خدا ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے

دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ دفعتہً حضرت کعبہ کی طرف پھر گئے وہ لوگ جو حضرت کے مقتدی تھے فوراً حضرت کے ہمراہ ہی وہ بھی پھر گئے۔ اور نماز ہی میں رہے۔ اسکے بعد مسجد قبا اور مسجد نبوی کے قبلوں میں ترمیم کی گئی جن کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا مگر ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت نے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کرکے پڑھی۔ ہمکو ابن خلدون کی یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اسوقت تک منبر کی تیاری کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی + مکہ میں قبلہ کے رخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کوئی قبلہ نتھا مگر اکثر نے لکھاہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے اسطرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ بیچ میں ہوتا تہا +

(۳۸) **۲ھ کے مختلف واقعات** (۱) اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور فطرہ اور عید الفطر کا حکم ہوا (۲) غزوہ بنو قینقاع سے واپس آنے پر نماز عید الضحے اور قربانی کا حکم ہوا اور عید الضحے کی نماز واجب ہوئی خمس (اور بروایتے زکوۃ بھی) اسی سال فرض ہوئی (۳) صوم یوم عاشورہ جو محرم ۲ھ میں فرض ہوا تھا وہ اسی سال ماہ شعبان میں فرض رمضان نازل ہونیسے اختیاری رہ گیا + (۴) جس روز رسول صلعم نے مشرکین بدر پر فتح حاصل کی۔ اسی روز رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اس فتح سے رومیوں کے اہل کتاب ہونیکی وجہ سے مسلمان خوش ہوئے (۵) اسی سال درمیان بکر بن وائل اور لشکر کسریٰ پرویز کے جسکا سپہ سالار ہامرز تھا ذیقار پر لڑائی ہوئی۔ ایرانیوں کو شکست فاحش ہوئی ہامرز اور بہت سے ایرانی مارے گئے (۶) وفیات۔ ماہ ذیحجہ میں۔ عثمان بن مظعون فوت ہوئے یہ اول مہاجر ہیں جو مدینہ میں مرے حضرت کے حکم سے بقیع میں دفن کئے گئے۔ اسی سال امیہ بن ابی صلت نے جسکا اصلی نام عبد اللہ بن ربیعہ تھا اور سرداران کفار سے تھا وفات پائی۔ کتب انبیا اُس نے سب پڑھی تہیں اور جانتا تہا کہ ایک نبی مبعوث ہوگا مگر چاہتا تہا کہ میں خود نبی ہوتا۔ اس حسد سے آنحضرت کی نبوت کا انکار کیا وہ ملک شام تک گیا تہا۔ جب وہاں سے پھرکے آیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ اس کنوئیں میں جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ اُنہیں امیہ کے ماموں زاد بھائی شیبہ اور عتبہ بھی تہے اُنکی لاشیں دیکھکر اُس نے بہت ماتم کیا +

۳ھ (۲۴ جون ۶۲۴ء سے ۱۱ جون ۶۲۵ء تک)

(۳۹) **قتل کعب بن اشرف ۱۴ صفر ۳ھ** کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر بڑا ہی بدذات اور مالدار آدمی تہا۔ مدینہ کے قریب ہی ایک بلند مقام پر قلعہ میں رہتا تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ جنگ بدر کے بعد مکہ میں گیا اور اپنی سحر بیانی سے مقتولین بدر کے اوصاف اور اُنکے غم میں اشعار پڑھکر قریش کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر برانگیختہ کرتا تہا۔ یہانتک کہ مدینہ میں بہی آکر سر راہ اُن مسلمانوں کے سامنے پڑہتا جو مقتولین بدر کے رشتہ دار تھے۔ رسول اللہ کی ہجو کرتا مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ شعر کہتا تہا آخر ایک دن حضرت نے تنگ آکر فرمایا کہ کون ہے جو مجھے ابن اشرف سے چھٹکارا دلائے۔ چندہی روز بعد ۱۴ صفر کو بنی اوس میں سے ایک انصاری نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکا سر توبڑہ میں مدینہ میں لایا۔ یہ اول سر اسلام میں لایا گیا ہے (خمیس) ++

(۴۰) **قتل ابو رافع بن ابو حقیق جمادی الثانی ۳ھ** ابو رافع سلام بن ابو حقیق یہودی جو کعب بن اشرف کی طرح اسلام اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا نواحی خیبر میں رہتا تھا اور مشرکوں کو مال سے مدد دیتا تھا آنحضرت کے حکم سے عبد اللہ بن عتیک نے تین اور آدمیوں کے ساتھ جاکر رات کے وقت اُسکے دروازہ پر آواز دی اُسنے دروازہ کھولا یہ مارکر واپس آئے بعض نے یہ واقعہ رمضان ۶ھ میں اور بعض نے ۶ھ میں لکھاہے +

(۴۱) **غزوہ غطفان ۱۲ ربیع الاول ۳ھ** ۱۲ ربیع الاول کو ہجرت کا پچیسواں مہینہ شروع ہوا تھا کہ غزوہ غطفان جسکو

غزوۂ ذی امر بہی کہتے ہیں واقع ہوا ذی امر مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر نجد کیطرف واقع ہے۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ یہاں کچھ یہود اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کریں آنحضرت نے خود پیشقدمی کی ساڑہے چارسو آدمی کی جمعیت ساتھ لیکر موقع پر جا پہنچے۔ یہود پہاڑوں میں جا چھپے اور مسلمان مخلد بالطبع ہوکر ادہر اُدہر منتشر ہو گئے چوتھے دن آنحضرت ایک درخت کے نیچے تنہا سوتے تھے کہ ایک یہود مسمی دعثور تیغ بکف پہاڑ سے اُترا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائیگا۔ آنحضرت نے کہا اللہ تعالی۔ یہ سنتے ہی اُسپر کچھہ ایسی ہیبت چہائی کہ تلوار اُسکے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرت نے اُسکی تلوار ہاتھ میں لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا۔ اُس یہود کے منہ سے نکلا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ یعنی وہی اللہ جسنے اپنے رسول کو بچایا وہی مجھے بچائیگا۔ اس غزوہ میں نہ کوئی لڑائی ہوئی نہ کچھہ مال ہاتھ آیا۔ حضرت عثمان کو مدینہ میں نایب چھوڑا تھا۔ حضرت ۱۱ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ (خمیس و ایرونگ وغیرہ)

(۲۴) غزوی بنی سلیم جمادی الاول ۳ھ اسی کو غزوہ بحران بہی کہتے ہیں۔ سبب اسکا یہ ہوا تھا کہ بہت سے بنی سلیم مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو تین سو اصحاب کے ساتھ چڑھہ گئے مگر وہ لوگ متفرق ہو گئے اور لڑائی نہیں ہوئی۔ ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا۔ دس دنکی غیر حاضری کے بعد واپس آئے ٭

(۳۴) سریہ قردہ ہلال جمادی الآخر ۳ھ قردہ نواح نجد میں واقع ہے۔ جب مکہ والونکو معلوم ہوا کہ مدینہ کے مسلمان ہماری تاک میں رہتے ہیں تو اُنہوں نے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑ کر مدینہ کے مشرق یعنے نواح نجد سے عراق کی طرف سے شام جانیکا راستہ مقرر کیا۔ چنانچہ اسی راستہ سے قافلہ جا رہا تھا ابوسفیان اور صفوان بن اُمیّہ بہی اُنہیں تھے۔ مسلمانوں کو بہی اس قافلہ کا پتہ لگ گیا۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا۔ قریش بہاگ گئے اتنا نقد و جنس مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ خمس اُسکا ۲۰ یا ۲۵ ہزار درہم تھا۔ (خمیس)

(۴۴) غزوۂ احد ۱۵ شوال ۳ھ یوم شنبہ جوں جوں مدینہ میں آنحضرت کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا مکہ والونکی دشمنی زیادہ ہوتی جاتی تہی۔ ابوسفیان اس متبرک شہر کا سردار تہا اور اُسکی بیوی ہندہ کی بیچین طبیعت ہمیشہ اُسکو لڑنے پر اُکساتی رہتی تہی۔ خصوصًا اس سبب سے کہ اُسکے باپ بہائی اور چچا جنگ بدر میں مارے جا چکے تھے اور وہ اُنکے خون کا بدلہ لینا چاہتی تہی۔ ادہر عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کے انتقام پر تلا ہوا تھا۔ غرض یہ کہ قریش نے جو بدر پر شکست کھائی تہی اُس کا بدلہ لینے کی آگ اُنکے سینوں میں بھڑک رہی تہی۔ پس ابوسفیان نے ۳ ہزار فوج لیکر مدینہ پر چڑہائی کی۔ اس فوج میں زیادہ تر قریش تو تہے ہی عرب کے دیگر قبائل بنی کنانہ اور بنی تہامہ بہی شریک تھے انمیں سات سو زرہ پوش اور ۲ سو گھوڑے اور ۳ ہزار اونٹ تھے۔ ایک حصہ کا عکرمہ بن ابوجہل اور ایک حصہ کا خالد بن ولید سردار تھا۔ علم بنی عبد الدار آگے آگے لئے جاتے تہے یہ بہی قریش ہی کی نسل کے تھے۔ جنکو موروثی طور پر مشورہ میں سب سے اول موقع اور لڑائی میں سب سے اول صف اور فوج کے آگے جھنڈا لیجانے کا حق حاصل تھا۔ فوج کے پیچھے پیچھے غضبناک ہندہ مکہ کی ۱۵ اشراف زادیوں کے ساتھ چلی آتی تہی۔ جنکے رشتہ دار جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ یہ عورتیں دف ہاتھوں میں لئے مقتولین جنگ بدر پر روتی اور مسلمانوں سے لڑنیکے واسطے مشرکوں کو برانگیختہ کرتی جاتی تہیں۔ جب قصبۂ ابوا کی طرف سے انکا گذر ہوا جہاں کہ آنحضرت کی والدہ آمنہ مدفون ہیں تو ہندہ نے قبر سے حضرت آمنہ کی ہڈیاں نکالنی چاہیں مگر بدشواری اس فعل زشت سے باز رکھی گئی۔ یہ لوگ بدھ کے روز ۴ ماہ شوال کو مقام ذوالحلیفہ میں جو مدینہ کے مقابل ۵ میل کے فاصلہ پر اُحد کے قریب واقع ہے

۱؎ یہ مقام نواح فرع میں واقع ہی جو ربذہ کے قریب مدینہ سے ۸ منزل پر مکہ کے راستہ پر واقع ہی (معجم البلدان) ۲؎ مواہب میں فردہ اور خلاصۃ الوفا میں قردہ لکھا ہی (خمیس)۔ یاقوت نے معجم البلدان میں دونوں طرح لکھا ہی اور کہتا ہی کہ یہ ایک چشمہ ہے علاقۂ نجد میں۔ ۳؎ مدینہ سے چھہ میل یا ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے

آکر اُترے + بروایت روضۃ الاحباب آنحضرت کے چچا عباس نے جو ابتک مکہ ہی میں رہتے تھے اور قریش اُنکو ابتک اسلام کا مخالف ہی سمجھتے تھے یہ خیال کرکے کہ اگر اتنی بڑی فوج یک بیک بیخبری میں جا پڑیگی تو بھتیجے کی تباہی کا باعث ہوگی مخفی طور پر ایک تیز رو راز دار قاصد بھیجکر آنحضرت کو اس خطرہ سے مطلع کردیا۔ جب عباس کا قاصد پہنچا ہے تو آنحضرت قبا میں تشریف رکھتے تھے فوراً مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب خاص سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ سے نکلکر اُنکا مقابلہ کریں یا مدینہ ہی میں لڑیں حضرت کی اپنی رائے یہ تہی۔ اور عبد اللہ بن اُبے بن سلول نے بہی یہی رائے دی کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے قریش کے حملہ کا انتظار کریں شہر کے اندر اُنکو لڑنا مشکل ہوگا کیونکہ ہماری فوج بہت کم ہے۔ یہاں عورتیں بہی پتہروں وغیرہ سے دشمن پر حملہ کرنے میں مدد دینگی بہت سے دیگر صحابہ نے چونکہ جنگ بدر کی فتح سے اُنکے دل بڑہے ہوئے تہے عرض کی کہ یا حضرت میدان میں نکلکر لڑنا اور کافروں کو شکست دینا مناسب ہے۔ آنحضرت نے اسی رائے کو منظور کرلیا۔ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی رائے سے اختلاف کرنا مناسب نہ تھا۔ آنحضرت نے سُنکر کہا کہ ہتیار باندہ کر کھولڈالنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ اب جو ہونا تہا سو ہو چکا یہ کہکر حضرت روانہ ہوئے۔ ابن ام مکتوم کو نماز پڑہانیکے لئے مدینہ میں چھوڑا +

حضرت کے ساتھ پورے ہزار آدمی بہی نہ تہے انمیں بہی صرف سو زرہ پوش اور دو سوار تھے ایک خود آنحضرت دوسرے ابو بردہ۔ اس فوج میں کچھہ یہودی[۱] اور خزرجی بہی تہے۔ جن کا سردار عبد اللہ بن اُبے بن سلول منافق تہا۔ آنحضرت نے یہودیوں سے مدد لینے سے انکار کیا جبتک وہ مسلمان نہو جائیں۔ اور جب اُنہوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اُلٹے مدینہ چلے جاؤ۔ اسپر عبد اللہ بن ابی ناراض ہوکر اپنے خزرجیوں کو بہی ساتھ لیکر اُلٹا مدینہ چلا آیا اور اسطرح فوج کی تعداد گھٹکر صرف سات سو رہ گئی۔ اور حضرت ہفتہ کو صبح کے وقت مقام اُحد پر پہنچے۔ اس چھوٹی سی فوج کو لیکر آنحضرت کوہ احد کی ایک گھاٹی میں جاکر اُترے۔ اُحد کو پس پشت رکھا کوہ عینین کو دست چپ کیطرف اور رُو کو مدینہ کی طرف رکھا کوہ عینین میں ایک تپلا سا درہ تہا وہ محل خطر تھا کہ دشمن وہاں کمین سے حملہ کرسکتا تھا آنحضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اُس درہ کی حفاظت کریں۔ اور وہاں سے ہرگز نہ ٹلیں جبتک آنحضرت کسی آدمی کی معرفت نہ بلائیں خواہ لشکر اسلام بالکل مغلوب ہو جائے خواہ غالب ہو اور دیگر مسلمان لوٹ میں مصروف ہوں مگر تم اس درہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ بعد اسکے عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ یعنی ہراول پر مقداد بن عمرو کو ساقہ پر مقرر فرمایا۔ مصعب بن عمیر جو بنی عبد الدار سے تہے موروثی طور پر علمبردار تھے یعنے لوا اُنکے پاس تہا مگر روایت یعنے آنحضرت کا بڑا علم حسب معمول جناب علی ہی کے پاس تہا[۲] (حبیب السیر) روضۃ الاحباب میں ہے مہاجرین کا لوا علی کے پاس یا مصعب بن عمیر کے پاس تھا۔ لشکر کفار بدھ جمعرات اور جمعہ کو ذو الحلیفہ میں رہا ہفتہ کی صبح سے مقام احد پر اسطرح صف آرائی شروع کردی کہ خالد بن ولید کو میمنہ پر عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ پر اور ابو سفیان کو قلب پر مقرر کیا۔ اور صفوان بن امیہ کو اور بروایتے عمرو بن عاص کو چند آدمیوں کے ساتھ اُسی درہ کی طرف پر جہاں حضرت نے عبد اللہ بن جبیر کو مقرر کیا تہا متعین کیا۔ عبد اللہ بن ربیعہ کو تیر اندازوں پر سردار کیا اور علم طلحہ بن

---

[۱] یہ یہودی عبد اللہ بن ابے کے حلیف تہے کہ ان سے بوقت خطرہ ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ تہا۔ ابو الفدا وغیرہ نے عبد اللہ کی ناراضی کا یہ باعث لکھا ہے کہ آنحضرت نے اُسکی اس رائے پر عمل نہ کیا تہا کہ مدینہ ہی کے اندر قریش سے لڑا جائے یا باہر نہ نکلیں پس وہ یہ کہکر چلدیا کہ جب حضرت ہماری سنتے ہی نہیں تو ہم ہی حضرت کے ساتھ ہوکر نہیں لڑتے۔ ہمارے خیال میں دونوں باتیں اُسکی واپسی کا باعث ہوئیں (مولف) [۲] تمام غزوونمیں رایت علی کو اور لوا یعنے چھوٹا علم کسی دوسرے کو ملا کرتا تہا۔ چنانچہ اس غزوہ میں لواء مہاجرین مصعب کو اور لواء اوس اسید بن حضیر کو اور لواء خزرج حباب بن منذر یا سعد بن عبادہ کو عطا ہوا تہا (شمیں)

ابی طلحہ کے حوالہ کیا - خود آنجناب ایک خود اور دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے - حضرت کی ایک تلوار پر کندہ تھا کہ خوف سے بیعزتی اور ندامت حاصل ہوتی ہے بہادری سے عزت حاصل ہوتی ہے بزدلی سے آدمی اُس آفت سے نہیں بچسکتا جو اُسکی تقدیر میں لکھی ہے - حضرت نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لیوے اور حق اسکا ادا کرے کئی مرد اُسکے واسطے کھڑے ہوئے مگر حضرت نے کسیکو نہ دی یہاں تک کہ ابودجانہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا حضرت میں اسکا حق ادا کرونگا جبتک اسکی آب اور دھار قایم رہے گی میں اسسے برابر چلائے جاونگا۔[۵۱] پس وہ تلوار حضرت نے ابودجانہ کو عطا فرمائی ٭

ابتدائے جنگ اسطرح ہوئی کہ ابوعامر فاسق نے ۵۰ آدمی کی جماعت سے باہر نکلکر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کردیے مسلمانوں نے بھی تیروں سے ایسا جواب دیا کہ ابوعامر اور اُسکے ساتھیوں کے پانوں اُکھڑ گئے - عورتوں نے بڑا شور وغل مچایا مگر بھاگنے والوں نے ایک نہ سنی - یہ دیکھکر طلحہ بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار نے صف سے نکلکر مبارز طلب کیا علی مرتضیٰ مقابلہ کو نکلے اور اُسے مارکر اپنی صف میں آکھڑے ہوئے بعد اسکے مسلمانوں نے پے در پے حملہ کرکے کفار کی صفوں کو درہم برہم کردیا - اور حمزہ بن عبدالمطلب نے عثمان بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار کو قتل کردیا - ابوسعید بن ابی طلحہ نے علم اُٹھایا علی نے قتل کیا پھر کلاب نے یہ بھی قتل ہوا پھر مسافع بن ابی طلحہ پھر اُسکے بھائی جلاس اور حارث پھر ارطاۃ بن شرحبیل پھر شریح بن فارض پھر صواب غلام نے علم اُٹھایا جب اسطرح دس علمدار لشکر کفار کے مارے گئے تو ایک عورت مسماۃ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے کفار کا علم ہاتھ میں لیا - حضرت حمزہ نے فوج لیکر قلب لشکر پر حملہ کیا ابودجانہ اُنکے دائیں ہاتھ پر تھے - حمزہ سباع بن عبدالعزی سے لڑنے میں مصروف تھے کہ ایک حبشی مسمی وحشی نے جو جبیر ابن مطعم کا غلام تھا اور تاک میں بیٹھا ہوا تھا بیخبری میں حملہ کرکے حضرت حمزہؓ کو شہید کردیا۔[۵۲] اسکے بعد مسلمانوں نے منتشر ہوکر ایسے زبردست حملے کئے کہ کفار میدان سے بھاگے۔[۵۳] گانے والی عورتیں بجائے گانے کے نوحہ وزاری کرنے لگیں اپنے دف ہاتھوں سے پھینکدیئے - اور پائینچے سنبھالتی ہوئی پہاڑ کی طرف بھاگیں - خالد بن ولید نے درہ کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر عبداللہ بن جبیر کے تیراندازوں نے روکا - کئی دفعہ ایسا ہی ہوا آخر ناچار ہوکر کمین میں بیٹھ گیا اور موقع کا منتظر رہا - جب کفار بھاگنے لگے اور مسلمانوں کی فتح ہونے ہی کو تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہوگئے یہ دیکھکر درہ کے محافظ بھی آنحضرت کے حکم کو بالائے طاق رکھکر لوٹ میں مشغول ہوگئے - اور عبداللہ کو مع چند مسلمانوں کے شہید ہونے کے واسطے اکیلا چھوڑ دیا - عبداللہ نے بہت روکا حضرت کا حکم یاد دلایا ایک نہ سُنی اور عبداللہ کے پاس پورے دس آدمی نہ ٹھیرے - خالد نے موقعہ پاکر حملہ کردیا اور عبداللہ اور اُنکے ساتھیوں کو شہید کرڈالا - اور پیچھے سے مسلمانوں پر آپڑا - اب بھاگے ہوئے قریش بھی جمع ہوگئے اور مسلمان بالکل دشمن کے ہاتھ میں آگئے - اور ایسے حواس باختہ ہوئے کہ آپس میں ایک دوسرے کو زخمی اور قتل کرنے لگے - فتح کی شکست ہوگئی - کفار نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا - مصعب بن عمیر بھی عبداللہ بن قمیہ لیثی کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔[۵۴] رسول صلعم نے اُنکا لوا بھی علی کے سپرد کردیا - (خمیس وابن اثیر) حضرت نے

---

[۵۱] ابودجانہ حقیقت ہی میں بڑے مرد شجاع تھے وہ اپنے عہد پر قایم رہے اور دشمنوں کو مارتے ہوئے اُس جگہ جا پہنچے جہاں ہندہ زوجہ ابوسفیان مع ۱۵ عورتوں کے دف بجاتی اور رجز پڑھرہی تھی - اور مقتولین بدر پر رورو کر مردان جنگی کو لڑائی کی ہمت بندھا رہی تھی ابودجانہ نے ہندہ پر تلوار اُٹھائی مگر عورت سمجھکر چھوڑ دیا (مدارج) گھمسان کے وقت ابودجانہ رسول اللہ کی سپر بنے ہوئے تھے تیر آتے رسول اللہ پر جھکے ہوئے اپنے اوپر لیتے (ابن اثیر) [۵۲] اس حبشی کو ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بہت سے روپے کا لالچ دیکر اس امر پر تعینات کیا تھا کہ محمد - حمزہ یا علی کا سر لائے چنانچہ یہ ایک پتھر کی آڑ میں ہو بیٹھا - اور موقع پاکر نیزہ سے حضرت حمزہ کا کام تمام کیا - لڑائی کے بعد ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا - ناک کان اور عضو تناسل کاٹ لیا - حضرت حمزہ کی عمر اُسوقت صاحب عار الاعیان کے موافق ۵۹ سال کی تھی - بقول رسول صلعم سے ۲ سال بڑے تھے (حبیب السیر) [۵۳] ابودجانہ نے دشمن کی فوج میں گھسکر ایسی تلواریں ماریں کہ قلب فوج میں ہلچل پڑگئی - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تمام اہل سیر کا بہ اتفاق ہے کہ علی نے اُس روز سب صحابہ سے زیادہ شجاعت دکھائی اور مشرکوں کو بھگا دیا مگر لوگ اسوقت لوٹ میں مصروف ہوگئے جس سے مسلمانوں کو شکست ہوگئی

[۵۴] اُسنے سمجھا تھا کہ یہ رسول اللہ ہیں بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ پر حملہ کیا تھا مصعب بچاتے ہوئے شہید ہوئے عمر ۴۰ سال (خمیس)

وہ علم بھی لیلیا اور دشمن کی فوج میں گھسکر تیغزنی اور مردانگی کی داد دی چنانچہ مرقوم ہے کہ ۹ یا ۱۰ علمبردار لشکر کفار کے حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ (ابن اثیر و طبری)

کہتے ہیں کہ اس سراسیمگی کے وقت اصحاب رسول میں سے ایک گروہ تو لڑا اور شہید ہو گیا[۱]۔ ایک گروہ بھاگ کر گوشوں اور پہاڑ کے دامنوں میں جا چھپا۔ بعض نے مدینہ اور نواح مدینہ میں جاکر دم لیا (خمیس)

پیغمبر خدا خود بھی ہتیار چلا رہے تھے یہانتک کہ ترکش خالی ہو گیا اور کمان کا چلہ ٹوٹ گیا (ابن اثیر و تاریخ الخمیس) یکایک ابی بن خلف اُس بھیڑ میں یہ غل مچاتا ہوا آیا کہ محمدؐ کہاں ہے اور نیزہ کا وار کیا حضرت نے اُسیکا نیزہ چھینکر اور بروایت ابن خلدون حرث بن صمۃ کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اُسے ہلاک کیا۔ یہی شخص ہے جو عمر بھر میں آنحضرت کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ہے +

اسی طوفان بے تمیزی میں ایک گوپیے کا پتھر آنحضرت کے منہ پر آکر لگا حضرت کا ہونٹ کٹ گیا اور دو اگلے دندان مبارک شہید ہو گئے یہ پتھر عتبہ بن ابی وقاص نے مارا تھا۔ ایک پتھر سے پیشانی اقدس بھی مجروح ہوئی۔ بعض زخم تلوار کے بھی آنحضرت کو لگے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کے ہاتھ میں ایک تیر اُسے جنگ میں حمایت رسول میں لگا تھا جس سے اُنکا ہاتھ شل ہو گیا +۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ چونکہ مصعب بن عمیر آنحضرت سے شکل میں بہت مشابہ تھے اُنکے مارے جانے پر شور مچگیا کہ آنحضرت شہید ہو گئے اور مدارج و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں میں ہلچل پڑ گئی تو ابن سراقہ ملعون نے یہ آواز دی کہ محمد مارا گیا اس آواز پر قریش کے دل بڑھ گئے اور مسلمانوں کے دل بالکل ہی شکستہ ہو گئے اور وہ بیحواس ہو کر بھاگ گئے[۲]۔ بڑے بڑے صحابہ کا پائے ثبات متزلزل ہو گیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے کہ من انہزم من عمرؓ و عثمان یعنے بھاگنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے۔ تاریخ الخمیس میں ہے جناب ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ بھاگ گئے رسول کے پاس سے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے۔ بروایت طبری و صاحب مدارج النبوۃ وغیرہ جناب عثمان اپنے دو رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر مقام اعوص میں جو مدینہ کے متصل واقع ہے پناہ گزین ہو گئے تھے اور جب اچھی طرح سن لیا کہ خطرہ بالکل جاتا رہا تو تین دن بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جس پر حضرت نے فرمایا تم بڑی دور چلے گئے تھے اے عثمان۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۴۷ تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۲ و ۴۸۵ طبری جلد ۳ ص ۲۱ منہاج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۶۲) +۔ جب سب مسلمان رسول کو تنہا چھوڑ کر اسطرح اپنی جان بچانیکے فکر میں گوشہ عافیت کی تلاش میں چلے گئے رسول صلعم ستر زخم کھا کر جن میں سے عبد اللہ بن قمیہ کی تلوار بڑی زبردست پڑی تھی ایک گڑھے میں گر پڑے زرہ کی دو کڑیاں حضرت کے رخسارہ میں گڑ گئیں۔ اور آخر کار حضرت علی اور طلحہ کی مدد سے گڑھے سے باہر نکلے اور متوجہ شعب احد کے ہوئے (روضۃ الاحباب) + حضرت علی جو ابتدا سے برابر دشمنوں سے مقابلہ میں مصروف تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں لڑتا ہی تھا

---

[۱] تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۸ اور طبری جلد ۳ ص ۱۹ اور حبیب السیر کامل میں ہے کہ انس بن مالک کے چچا انس بن نضر ایک مقام سے گذرے کہ وہاں عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ بعض دیگر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ پس کہا کہ تم لوگ کیوں ہاتھوں میں ہاتھ دیے بیٹھے ہو بولے کیا کریں رسول اللہ تو شہید ہو گئے۔ کہا پھر تم جی کر کیا کرو گے اُنکے بعد۔ اُٹھو جس طرح وہ دین کی حمایت میں شہید ہوئے ہیں تم بھی مر جاؤ۔ یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا یہانتک کہ شہید ہو گئے بروایت ابن ہشام اُنکے ستر زخم لگے تھے اکہترویں زخم پر شہید ہو گئے۔ خمیس میں ۸۰ سے اوپر تلوار نیزہ اور تیر کے زخم لکھے ہیں [۲] کامل اور طبری جلد ۳ ص ۲۰ اور تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۴۸۹ میں ہے کہ جب حضرت کے قتل ہونیکی خبر مشہور ہوئی تو بعض مسلمانوں نے کہا کاش ہمارا کوئی قاصد عبد اللہ بن ابی کے پاس جاتا کہ ہمیں ابو سفیان سے پناہ دلوا دیتا۔ اور بعض ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہو بیٹھے۔ اور بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو قتل نہ ہوتا۔ پھر چلو اپنے بھائیوں کی طرف اور پھر جاؤ اپنے پہلے دین پر انس بن نضر نے کہا کہ اے لوگو اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مرتا۔ رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے جس طرح وہ دین پر لڑکر شہید ہو گئے اُسی طرح لڑکر مر جاؤ پھر کہا بار الہا جو کچھ یہ مسلمان اور منافق کہتے ہیں اُنکی نسبت میں تجھ سے عذر کرتا اور برأت ڈھونڈھتا ہوں۔ پھر غنیم پر حملہ کیا اور شہید ہو گئے +

اور حضرت کے پاس آکر آنحضرت کو دیکھ ہی جاتا تہا ایک دفعہ جو میں لڑتے لڑتے حضرت کو دیکھنے آیا اور حضرت کو نہ پایا تو میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ اصحاب کے فرار ہونے سے خدا نے غضبناک ہو کر اپنے پیغمبر کو آسمان پہ اٹھالیا اور اپنے دلمیں ٹھان لیا کہ بہتر یہی ہے کہ میں قتال کیئے جاؤں یہانتک کہ شہید ہو جاؤں۔ مینے پہر اعدا پر حملہ کیا اور ایسا قتال کیا کہ کفار درہم و برہم ہوگئے اور مینے حضرت کو زندہ پالیا (مدارج و معارج)۔

طبری و ابن اثیر و مدارج و معارج و حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکہا ہے کہ جب لشکر اسلام فراری ہوا اور حضرت کو اکیلا چھوڑ دیا اور کئی دفعہ حضرت نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میری طرف آؤ مگر ایک نہ سُنی تو حضرت غضب میں آئے اور پسینہ پیشانی اقدس سے ٹپکا اس حالت میں دیکہا کہ حضرت علی پہلو میں کھڑے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی تم یاروں کے ساتھ کیوں نہ بہاگ گئے علی مرتضی نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں ایمان لانیکے بعد کافر ہو جاتا۔ بہ تحقیق کہ مجھے آپ سے اقتدا ہے اور کسی سے کیا غرض۔ اُسوقت ایک گروہ کفار کا آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا حضرت نے فرمایا کہ اے علی مجھے اس گروہ سے بچا حق خدمت بجا لا کہ وقت یاری ہے حضرت علی نے حملہ کرکے اُنہیں منتشر کر دیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ علی کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضرت نے ذوالفقار عطا کی تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ جسوقت حضرت علی نے یہ مردانگی دکھائی اور اُن جناب کی اسطرح نصرت کی تو حضرت نے فرمایا اے علی اپنی تعریف سنتے ہو کہ رضوان فرشتہ کہہ رہا ہے آسمان پر لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار[۱] اور اسکے بعد جبرئیل نے حضرت سے آکر کہا یا محمدؐ یہ کمال مواسات و جوانمردی ہے جو علی مرتضی تسے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ (کیوں نہو) "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں" یعنی ہم دونوں تو ایک ہی ہیں اُسپر جبرئیل بولے "اور میں تم دونوں سے ہوں"۔ صاحب مدارج و حیات القلوب لکھتے ہیں کہ اگرچہ ناد علیا مظہر العجائب۔ تجدہ عونا لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بنبوتک۔ یا محمدؐ بولایتک یا علیؑ[۲] بہی اسی معرکہ میں نازل ہوئی ہی مگر مشہور یہ ہے کہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے کہ آنکھیں حضرت علی کی آئی ہوئی تہیں اور مدینہ میں تہے اور ناد علی کے پڑھتے ہی حاضر ہوئے جب حضرت نے پڑھی۔ پہر مولوی عبد الحق لکھتے ہیں کہ علی نے حق مبارزت و محاربت و جلاوت و شجاعت ایسا ادا کیا کہ فوق اُس سے متصور نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا جنگ احد میں سولہ ضرب تلوار کی مجھے پہنچی کہ چار اُن ضربوں سے میں زمین پر گر پڑا اور ہر بار جب میں زمین پر گرتا تہا ایک مرد خوبصورت نیک خو میرا بازو پکڑتا اور کہتا تہا کہ متوجہ کافروں کا ہو۔ کہ تو اطاعت میں خدا کی اور اُسکے رسول کی ہی اور یہ دونو تجھ سے راضی ہیں۔ جب بعد جنگ حضرت علی نے آنحضرت سے یہ حال بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی خدا تیری آنکھوں کو روشن کرے وہ جبرئیل تھا۔ یہ روایت معارج میں بہی ہے۔

اکثر مورخین نے لکہا ہے کہ اس لڑائی میں اگرچہ اہل اسلام متزلزل ہوئے لیکن آنحضرت اپنی جگہ پہ ثابت اور قائم رہے اور سوائے سات انصار اور سات مہاجرین ۱۴ (اور بروایت بخاری ۱۲) اشخاص کے کوئی حضرت کے ساتھ ثابت قدم نہ رہا۔ مہاجرین سے ابو بکر صدیق۔ عبد الرحمن بن عوف۔ علی مرتضی۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ اور انصار سے حباب بن منذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمہ۔ لیکن حضرت کا زخمی ہو کر گڑھے میں گرنا۔ حضرت علی کا برابر کارزار میں مصروف

---

[۱] صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں کہ روایت صحیح ہے اور یہ آواز جبرئیل یا رضوان خازن بہشت کی تہی روضۃ الاحباب میں بہی یہی لکہا ہے۔

[۲] یعنی ندا کر تو اے محمدؐ علی کو کہ وہ مظہر العجائب ہی۔ پاویگا تو اُس سے اپنے لئے مدد بیچ سختیوں اور تشویشوں کے۔ نزدیک ہے کہ تمام تفکرات اور غم دور ہو جائیں۔ بسبب تیری نبوت کے اے محمد اور بسبب تیری ولایت کے اے علی۔ بعض اُسمیں تین مرتبہ یا محمد اور تین مرتبہ یا علی کہتے ہیں لیکن کتب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہی (مدارج) اور بعض نے آخری مصرع کو صرف بعلی بعلی بعلی لکہا ہے۔

رہنا۔ اور لڑتے لڑتے جناب رسولخدا کو ڈھونڈھنے آنا اور نہ پانا یہ وہ واقعات ہیں کہ انسے کسی مورخ نے اختلاف نہیں کیا۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ ۱۳ یا ۱۴ آدمی حضرت کے ساتھ تھے تو حضرت کا زخمی ہونا کیسا اور اگر زخمی بھی ہوئے تھے تو حضرت علی کو آنحضرت کا نشان کیوں نہیں ملا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یا تو یہ لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نہ ہوں یا حضرت کو زخمی گرتا دیکھکر سب کے سب اُس جگہ سے ہٹ گئے ہوں۔ حضرت ابوبکر کا یہ فرمانا کہ جب رسول کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے ہمارے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ پہلے جب موقع خطرناک تھا تو سوائے حضرت علی کے جو کارزار میں مصروف تھے کسی مسلمان نے میدان جنگ میں آنحضرت کا ساتھ نہیں دیا۔ جب کسیقدر خطرہ کم ہوا ہے تو مفرورین میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور بعد میں بقیہ ۱۳ آدمی اوروں سے پہلے آنحضرت کے پاس پہنچے ہیں۔ صاحب حبیب السیر بھی ہماری اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں[۱]۔ "کہ اوائل حال میں کہ سپاہ اسلام بھاگی تھی سوائے مرتضےٰ کے مصطفےٰ کے ساتھ کوئی نہ رہا۔ بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبید اللہ اُن حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر اور عمر ایک گوشہ میں چھپ گئے تھے اور حضرت عثمان کسی طرف نکل گئے تھے اور بعد تین دن کے واپس آئے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا[۲] لکھتے ہیں اور حبیب السیر میں بھی ہے کہ "زید بن اُسید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا مینے ایسا سُنا ہے کہ روز احد سوای علی اور ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے کوئی پیغمبر کے پاس نہ رہا تھا۔ اور بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور طلحہ بن ثابت خدمت خیر البشر میں حاضر ہوئے تھے۔ آیا یہ خبر صحیح ہے کہا عبد اللہ نے کہ ہاں صحیح ہے۔ مینے پوچھا کہ ابوبکر اور عمر کہاں گئے تھے کہا وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے اور جنگ سے تیسرے روز اُن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ واقعی اس واقعہ میں دور گئے تھے۔ اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ عثمان بن عفان دو آدمیوں کے ساتھ جنگ گاہ سے باہر چلے گئے تھے اور راستہ بھول گئے تھے تین روز بعد آنحضرت کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا تم جنگ احد میں بہت دور چلے گئے"۔

جنگ احد میں نُسَیبہ بنت کعب ایک عورت نے بھی بڑی مردانگی دکھائی تھی یہ عورت اصل میں لشکر اسلام کو پانی پلانے کی غرض سے آئی تھی جب اہل اسلام فرار ہوئے تو یہ عورت آنحضرت کی حفاظت میں مصروف ہوئی حضرت کے گرد اگرد مشرکوں کے حملہ کو رد کرتی تھی اور اپنی بیٹوں عمارہ اور عبد اللہ کو اپنے سامنے لڑائی پر بھیجتی تھی۔ نُسیبہ نے کئی کافروں کو قتل بھی کیا اور بہت سے زخم کھائے۔ جن میں سے ایک زخم ایک سال میں اچھا ہوا۔ نُسیبہ مسیلمہ کذاب کے جنگ میں (مقام یمامہ پر) بھی شریک تھی۔ اور وہاں اسکا ایک ہاتھ شہید ہوا۔ (منہاج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۶)

علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخیریق نامی بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا ماجرا اسطرح ہے کہ جب اسے آنحضرت کی مدینہ سے خروج کی خبر پہنچی تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ ای گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمدؐ کی مدد تمپر فرض ہے یہود نے کہا آج شنبہ کا دن ہے۔ مخیریق نے یہ کہکر کہ شنبہ اسکو مانع نہیں ہو سکتا نبی اور کفار کا مقابلہ ہے اپنی تلوار اُٹھائی اور میدان میں جاکر مقتول ہوا۔ چونکہ اُس نے روانگی کے وقت کہدیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو محمد سے کچھ تعرض نکرنا اسوجہ سے یہود خاموش ہو رہے۔ آنحضرت صلعم نے اُسکا واقعہ سُنکر مخیریق کو بہترین یہود فرمایا (ابن اثیر۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۴۹۲)۔

---

[۱] در المنثور جلد ۲ ص ۸۹ و تفسیر طبری ج ۴ ص ۹۰ میں ہے۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ احد کی لڑائی کے دن ہمنے شکست کھائی اور میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اُسپر اسطرح اچکتا تھا جیسے پہاڑی بکری اچکتی ہے۔ [۲] ج اجزو سوم ص ۳۷ جلد دوم صفحہ ۱۰۸۔

جنگ احد میں ۴ یا ۶ مہاجر اور ۶۶ یا ۶۴ انصار مارے گئے۔ اور ستر مسلمان زخمی ہوئے اور کفار صرف ۳۰ یا ۲۳ یا ۲۲ کام آئے (خمیس) اس جنگ میں ۱۲ کفار حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اُنمیں سے مشہور یہ ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ اور ابو سعید بن ابی طلحہ۔ عبداللہ بن حمیل بن زہرہ بن ابو الحکم۔ ولید بن ابی حذیفہ بن مغیرہ اور اُسکا بہائی اُمیّہ۔ ارطاۃ بن شرحبیل اور ہشام بن اُمیّہ۔ عمرو بن عبداللہ جہمی۔ بشر بن مالک۔ صواب غلام بنی عبدالدار اور عبداللہ بن حمید (روضۃ الصفا وغیرہ)

حضرت علی آنحضرت کو گڈہے سے نکالکر پہاڑی پر لے گئے ایک شعب میں جاکر ٹھہرے۔ علی مرتضیٰ اپنی سپر میں ایک جھیل سے پانی لیکر حضرت کے زخموں پر ڈالتے تہے اور جناب فاطمہ جو آپ کی شہادت کی خبر سُنکر مدینہ سے آگئی تہیں اُنکو دہوتی تہیں جب حضرت فاطمہ نے دیکہا کہ پانی سے خون نہیں تھمتا تو بوریے کا ٹکڑا جلا کر اُسکی راکھ زخموں میں بہری اور خون بند ہوگیا +

ایرونگ لکہتا ہے کہ قریش یہ سمجھکر کہ آنحضرت مارے گئے مسلمانوں کے تعاقب سے باز رہے اور لوٹنے اور مقتولوں کے کپڑے اتارنے پر قناعت کی۔ مگر ہندہ اور اُسکے ساتھ کی عورتوں نے خوب وحشی پنے سے بدلہ لیا۔ ہندہ نے حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا گئی۔ اور کان ناک اور عضو تناسل کاٹ کر ہار بناکر گلے میں ڈال لیا۔ (روضۃ الاحباب) ابو الفدا لکھتا ہے کہ ابو سفیان نے حمزہ کی لاش کے ہونٹوں میں نیزہ گھسیٹکر بلند کی اور غل مچا کر کہا کہ آج کا دن بدر کا ہے اور لڑائی ہے۔ آاے لڑائی ظاہر کرانیا دین وندہب یہ دن روز بدر کے بعد آیا ہے۔ یہ کہکر ابو سفیان نے مع اپنے ہمراہیوں کے مراجعت کی +

جب قریش چلے گئے حضرت پہاڑ سے اُترے اور میدان جنگ کا ملاحظہ کیا حمزہ کی لاش کو دیکہا کہ کان ناک کٹے ہوئے کلیجہ چرا ہوا پڑی ہے۔ کمال رنج ہوا حکم دیا کہ حمزہ کی لاش پر چادر ڈالدو کہ اُنکی بہن صفیہ (زبیر بن العوام کی والدہ) اس حال سے نہ دیکہیں۔ (ابن اثیر۔ خمیس) مقتولین میں سے حمزہ کو ایک قبر میں اور باقی اصحاب کو ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کرکے دفن کر دیا۔ مدینہ کی تاریخ میں امام تاج الدین سبکی نے شفاء السقام سے نقل کیا ہے کہ جب معاویہ نے نہر نکالی اور شہیدوں کو اُنکی قبروں سے نکالنے کا حکم دیا تو ایک پہاوڑا حضرت حمزہ کے قدم میں لگا اور خون اُس سے جاری ہوا (مدارج) + تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۴۹۶ میں صفوہ اور منتقی سے نقل کیا ہے اور منہاج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ میں ہے کہ جب معاویہ نے اُحد میں نہر نکالنے کا حکم اپنے عامل مدینہ کے پاس بہیجا ہے تو معاویہ کو لکہا گیا کہ یہ نہر کسی طرح جاری نہیں ہوسکتی جبتک شہدائے احد کی قبروں پر سے نہ گذرے۔ معاویہ نے لکہا کہ قبریں کھود ڈالو پس قبریں کھود کر اُنہیں جلدی ہیو پر اُٹھاکر دوسری جگہ لیگئے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تہا کہ وہ سوتے ہیں اور ایک پہاوڑا حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں میں لگ گیا تہا اُس سے خون جاری ہوگیا تہا یہ واقعہ جنگ احد سے ۴۶ برس بعد کا ہے۔

لڑائی کے بعد کی رات بڑی بیچینی میں گذری۔ اندیشہ تہا کہ غنیم پہر نہ آپڑے۔ اور کہیں مدینہ پر حملہ آور نہو۔ غرض دوسرے دن صبح کو مدینہ روانہ ہوئے ابو سفیان کو خبر پہنچی کہ آنحضرت زندہ ہیں تو اس اندیشہ سے کہ مبادا آنحضرت اور مدینہ کے باشندے ملکر اُس سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اوسنے مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ اور حضرت کو کہلا بہیجا کہ اب لڑائی دوسرے سال ہوگی اور مکہ کو چلا آیا + جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو مسلمانوں کے گھر ماتم برپا تہا۔ حضرت نے پوچہا سب گھروں سے رونے کی صدا آتی ہے حمزہ کے گھر کوئی رونیوالا بہی نہیں ہے۔ انصار نے یہ سُنکر اپنی عورتیں اُنکے گھر رونے کے واسطے بہیجدیں کہ پہلے وہاں رولو پہر اپنوں کو رونا۔ (ابن اثیر و طبری و روضۃ الاحباب)

(۴۵) غزوہ حمراء الاسد ۱۶ شوال یوم یکشنبہ ۳ھ — احد کی لڑائی کے بعد آنحضرت مدینہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ

ملہ شہدائے احد کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے شہدائے احد کو سلام کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جنکی صحابیت پر ہیں قیامت تک گواہی دونگا۔ اسپر حضرت ابو بکر نے فرمایا یا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہو۔ لیکن مجہے معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا احداث کروگے سلہ مدینہ سے ۸۔ ۱۰ میل کے فاصلہ پر تابع ہر ذوالحلیفہ کے

کفار کی رای بدلگئی ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں پس جنگ احد کے دوسرے ہی دن پھر آپ نے مجروح جسم پر ہتیار لگائے علی مرتضیٰ کو علم دیا اور صرف اُنہی اصحاب کو ہمراہ لیکر جو جنگ احد میں ناکام رہے تہے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اور بمقام حمراء الاسد ۳ دن قیام کیا۔ ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں نے جو معبد بن ابی معبد خزاعی سے جو اُس طرف سے ہوکر مکہ جارہا تھا مقام روحا میں جو مدینہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہ خبر سُنکے کہ مسلمان تعاقب میں آرہے ہیں اور اب اُنکی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے اسوقت گو کہ یہ لوگ استیصال اسلام کی غرض سے روحا سے مدینہ پر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے تہے اُنکے دل بالکل چھوٹ گئے مکہ کو واپس چلے گئے۔ اور عبدالقیس کے سواروں سے جو مدینہ آرہے تھے یہ کہلا بہیجا کہ اسوقت ہم ہمقوم ہونیکی وجہ سے درگزر کرتے ہیں ورنہ ہمارا قصد تمہاری استیصال کا تہا۔ آنحضرت کو یہ پیغام حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سنکر فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ مشرکوں میں سے ابوعزہ شاعر اور معاویہ بن مغیرہ جو پیچھے رہ گئے تہے گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے ابوعزہ نے جو اسیران بدر میں سے تہا اس عہد پر رہائی پائی تہی کہ پہر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیگا۔ وہ اپنی بدعہدی کے سبب سے اور معاویہ بن مغیرہ نے حمزہ کی لاش کو پائمال کیا اور اُنکی ناک توڑی تہی وہ اس سبب سے قتل ہوا (ابن اثیر و ابن خلدون) حضرت پانچ دن کی غیرحاضری کے بعد جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوئے

(۴۶) مختلف واقعات (۱) ربیع الاول سنہ ۳ھ میں آنحضرت نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کردیا[۱]۔ (۲) ماہ شعبان میں آنحضرت نے حفصہ بنت عمر سے نکاح کیا[۲]۔ پہلے حفصہ کا نکاح حبیش بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا جو بدر میں آنحضرت کے ساتھ تھا اور بعد میں مدینہ میں انتقال کرگیا تہا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد ایک راز کہدینے کی وجہ سے آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تہی۔ مگر حضرت عمر خاک سر پر ڈالے ہوئے آئے اور اُنکے منت کرنے پر حضرت نے پھر رجوع کی (خمیس) حفصہ شعبان سنہ ۴۵ھ میں ۶۰ برس کی ہوکر مریں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوئی تہیں وہ کسی چیز پر لکھکر اُنہیں کے گھر میں جمع ہوتی تہیں۔ (۳) ماہ رمضان میں آنحضرت نے ام المساکین زینب بنت خزیمہ سے شادی کی جو اس سے پہلے بقول ابن شہاب عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تہیں اور بقول قتادہ و ابوالحسن نسابہ جرجانی طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تہی۔ جب اُس نے طلاق دیدی تو اُسکے بھائی عبیدہ بن حارث سے نکاح کیا۔ جب وہ جنگ بدر میں شہید ہوا تو بعد میں حضرت کے نکاح میں آئی۔ پس بقولے دو تین ماہ بعد اور بقولے ۸ ماہ بعد انتقال کیا اور بقیعہ میں دفن ہوئیں۔ (خمیس) (۴) ماہ رمضان کے وسط میں حضرت امام حسن پیدا ہوئے۔ ساتویں دن حضرت نے سر منڈا کر عقیقہ کیا اور بالوں کے وزن کی چاندی تصدق کی اور ختنہ کئے اور ساتویں ہی دن نام رکھا۔ تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ حسن اور حسین خدا کے حکم سے نام رکھے گئے ہیں۔ امام حسن کی پیدائش کے ۵۰ دن بعد جناب فاطمہ کو ماہ ذیقعدہ میں حضرت حسین کا حمل رہا ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ (ابن اثیر و ابن خلدون)

(۴ھ مطابق سنہ ۶۲۵ عیسوی)

(۴۷) سریہ ابوسلمہ محرم سنہ ۴ھ حضرت کو معلوم ہوا کہ قطن[۳] کے بنی اسد مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس حضرت نے ابوسلمہ[۴] کو ساڑھے پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوسلمہ بنی اسد کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو بھگا کر مال غنیمت

[۱] چونکہ رقیہ اور ام کلثوم سے حضرت عثمان کا نکاح ہوا جو آنحضرت کی صاحبزادیاں کہلاتی ہیں اس سبب سے ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ام کلثوم نے سنہ ۹ھ میں انتقال کیا [۲] حفصہ کے رانڈ ہونے پر عمر نے ابوبکر اور پہر عثمان سے درخواست کی کہ حفصہ سے نکاح کرلو دونوں نے منظور نہ کیا عمر نے آنحضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا اُس سے میں نکاح کئے لیتا ہوں (خمیس) [۳] ایک پہاڑ ہے فید کی طرف [۴] ابوسلمہ رسول اللہ صلعم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اپنی بیوی ام سلمہ کے ساتھ مہاجرین حبشہ سے تہے سنہ ۴ھ کے شروع میں وفات پائی

لیکر صحیح سلامت مدینہ واپس آئے ۔

(۴۸) سریہ عبد اللہ بن انیس ۴ھ | مقام عرنہ[۱] میں سفیان بن خالد ہذلی مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا کئی مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تہا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ مدینہ سے عبد اللہ بن انیس اُسکی طرف چلے اور کسی ترکیب سے اُسکا سر کاٹکر آنحضرت تک اسطرح پہنچایا کہ دن کو چھپتے اور رات کو چلتے۔ اکثر تواریخ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ سفیان بن خالد کا قتل قصہ رجیع کے بعد ہوا تہا۔ کیونکہ سفیان ہی باعث ہوا تہا قصہ رجیع اور قتل عاصم اور اُسکے اصحاب کا ۔

(۴۹) قصہ رجیع صفر ۴ھ | پیغمبر خدا کے پاس ایک گروہ قبیلہ عضل اور القارہ سے آئے تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت، کوئی شخص دیندار، جو مسائل اسلام سے خوب واقف ہو ہمارے ساتھ ہماری قوم کی ہدایت کے واسطے روانہ فرما دیجئے۔ حضرت نے عاصم بن ثابت کی ماتحتی میں چہہ شخص[۲] روانہ کر دیئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع[۳] پہنچے تو کفار نے اُن سے فریب کیا اور بدسلوکی کی۔ ناچار انکو لڑنا پڑا۔ چار مارے گئے اور تین مقید ہوئے انکو کفار بیچنے کے واسطے مکہ لیچلے۔ اُنمیں سے ایک لڑا اور وہ مارا گیا۔ بچے دو اُنکو مکہ میں لاکر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قریش نے اُنکو شہید کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس واقعہ کی خبر مدینہ میں پہنچی ۔

(۵۰) قصہ بئیر معونہ صفر ۴ھ | ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نیزہ باز نے پیغمبر خدا کی خدمت میں بحالت نفاق حاضر ہوکر عرض کی کہ چند صحابہ کو میرے ہمراہ نجد روانہ فرما دیجئے تاکہ یہ لوگ وحدانیت و راہ خدا اُن لوگوں کو تعلیم کریں یقین کامل ہے کہ وہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت نے ابو عامر کی حفاظت اور حمایت کے اقرار پر بہروسہ کرکے منذر بن عمر انصاری کے ہمراہ چالیس اور بہ روایت حبیب السیر ستر مسلمان منتخب کرکے روانہ فرمائے جب مدینہ سے چار منزل پر بمقام بیر معونہ پہنچے تو مقام کیا اور وہاں سے نامہ رسول مقبول عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اُس نے قاصد کو مار ڈالا۔ اور بہت سی جمعیت سے آنحضرت کے صحابہ پر چڑہائی کی سب صحابہ شہید ہوئے ان ہی میں حضرت ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تہا۔ صرف کعب بن زید نیمجان ہوکر لاشوں میں چھپ گیا تہا وہ بچکر آیا[۴]۔ عمرو بن امیہ ضمری گرفتار ہوا تھا اُسکو عامر بن طفیل نے بسبب قبیلہ مضر سے ہونیکے رہائی دی۔ اور اُس نے واپس آکر سارا واقعہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا آنحضرت کو کمال رنج ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن طفیل کو کسی موقعہ پر نیزہ مارکر ہلاک کر دیا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ابو براء پر کوئی الزام مسلمانوں کے نزدیک ثابت نہ تہا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ابو براء کو مسلمانوں کے مارے جانیکا افسوس ہوا۔ اور وہ اس صدمہ میں بیمار ہوکر مرگیا ۔

(۵۱) غزوہ بنی نضیر صفر ۴ھ | عمرو بن اُمیہ جب عامر کے ہاتھ سے چھوٹکر مدینہ آتا تہا تو راستہ میں بنی عامر کے دو شخص یہودی اُسسے ملے اُس نے اُنکو دشمن سمجھکر قتل کر ڈالا۔ یہودیوں کی اُن قوموں نے جو آنحضرت سے معاہدہ صلح کئے ہوئے تہیں اس معاملہ کی بازپرس کی اور اصلاح چاہی۔ حضرت نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو جو مالدار تھے بیچ میں ڈالا انکا قلعہ زہرہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تہا۔ جب حضرت ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تھے تو اُن سے یہ معاہدہ ہوا تہا کہ وہ آنحضرت اور اُنکے دشمنوں کے معاملات میں بالکل دخیل نہ ہونگے۔ اس قوم کے سردار نے آنحضرت کو بلایا کہ ملاقات کر جائیے۔ آنحضرت ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ اُسید بن حضیر اور چند دیگر اصحاب کے ساتھ تشریف لیگئے اس سردار

۱؎ وادی عرفات کے پاس ہے ۲؎ ابو الفدا نے صرف چھ شخص لکھے ہیں جن میں سے مرثد بن ابی مرثد کو سردار لکھا ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے کل دس آدمی لکھے ہیں ۳؎ یہ ایک چشمہ ہذیل کا ہے عسفان سے ۸ میل کے فاصلہ پر ۴؎ آخر جنگ خندق میں مارا گیا ۔

کے مکان کے آگے دعوت کا سامان ہوا مگر حضرت کو خبر ملی کہ اُنہوں نے قتل کی یہ ترکیب کی ہو کہ جب کھانے بیٹھیں تو مکان کی پھلواں چھت سے چکی کا پاٹ لُڑھکا کر حضرت کو ہلاک کریں بغیر اسکے کہ حضرت اپنی واقفیت سے اُنکو آگاہ کرتے اس طرح اُٹھے کہ جیسے کوئی حاجت بشری کو اُٹھتا ہے اور مدینہ کی راہ لی اور تھوڑی دیر بعد تمام اصحاب بھی واپس چلے آئے اس حرکت پر حضرت بنی نضیر سے کمال برانگیختہ ہوئے اور اُنکی سزا جلاوطنی تجویز کی گئی۔ حکم بھیجا کہ دس دن میں اس مقام سے جلاوطن ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ وہ چلدیے ہوتے مگر عبداللہ بن ابی خزرجی رئیس المنافقین نے پوشیدہ طور پر اُن سے مدد کا اقرار کر لیا اور اُنہیں روک دیا۔ لیکن وہ مدد نہ دیسکا۔ آنحضرت نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا (ابن اثیر) اور کچھ آدمیوں کے ساتھ جن کے علمدار حضرت علیؓ تھے اُنکے قلعہ زہرہ کا جسمیں وہ متحصن ہوئے تھے محاصرہ کر لیا۔ اور اُنکے کھجور کے درخت جلادیے اور کاٹ ڈالے جنپر اُنکا آذوقہ منحصر تھا۔ چھ دن اور بروایتے ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد اُنہوں نے قلعہ سپرد کر دیا۔ اُنکو اجازت دیگئی کہ ہر شخص ایک اونٹ اسباب لیجائے۔ مگر ہتھیار کوئی نہ لیجانے پائے۔ پس اُنمیں سے بعض شام کو جلاوطن ہو گئے اور بعض خیبر کو جو یہودیوں کا بڑا مضبوط قلعہ اور شہر تھا۔ اور مدینہ سے کئی دن کی راہ پر واقع تھا۔ قوم مالدار تھی اس سبب سے مال غنیمت بہت سا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اسلئے فوج والوں کا وہ حق نہ تھا خاص آنحضرت کا حق یا بیت المال کا سرمایہ سمجھا گیا۔ آنحضرت کو جو چیزیں ملتی تھیں وہ بھی آنحضرت اپنے کنبہ کا خرچ نکالکر غریب مسلمانوں ہی میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب سے مسلمان مکہ سے آئے تھے ابتک تمام مہاجر انصار ہی کے گھر مہمان تھے ایک ایک مہاجر کو انصار نے لے لیا تھا۔ آنحضرت نے انصار کی مرضی لیکر یہ مال صرف مہاجرین کو اور چند مفلس انصار کو تقسیم کر دیا۔ اُور اُسوقت سے مہاجرین نے اپنا اپنا گھر جدا جدا بنا لیا۔ اور انصار اُنکے خرچ سے ہلکے ہو گئے +

(۵۲) غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاول سنہ ۴ ھ یہ مقام غطفان علاقہ نجد میں واقع ہے۔ یہاں بنی انمار، ثعلبہ و غطفان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو چار سو یا سات سو آدمیوں کے ساتھ کوہ ذات الرقاع پر چڑھائی کی۔ مگر وہ لوگ بھاگ گئے لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض نے اس غزوہ کو بعد فتح خیبر سنہ ۷ ھ میں لکھا ہے صاحب روضۃ الاحباب نے سنہ ۶ ھ میں لکھا ہے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد حضرت نے مدینہ کو مراجعت کی +

(۵۳) غزوۂ بدر شعبان سنہ ۴ ھ جنگ احد سے پھرتے وقت ابو سفیان کہتا گیا تھا کہ سال آیندہ ہم لوگ پھر آئیں گے۔ چونکہ ملک میں قحط پڑا تھا کہ والے آنا پسند تو نہ کرتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں خفت اُٹھانا بھی گوارہ نہ تھا۔ پس ابو سفیان نے ایک شخص کو اس غرض سے مدینہ بھیجا کہ اجنبی بنکر کفار قریش کے سامان سے مسلمانوں کو ڈراوے۔ اُس نے مدینہ آکر

---

۵۱ ابن اثیر ۵۲ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں عزورا نامی یہودی نے آنحضرت کے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ رات ہوئی تو علی مرتضیٰ لشکر سے غائب ہو گئے بعض اصحاب نے حضرت کو اطلاع کی حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری کسی مہم کی کفایت کے واسطے گئے ہونگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت علی نے عزورا کا سر لاکر آنحضرت کے پاؤں میں ڈالدیا۔ اور عرض کی کہ حضور اسی ملعون نے آپکے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ حضرت نے جب واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ میں نے اس ملعون کو بڑا بہادر پایا تھا خیال کیا کہ کہیں جرأت کے سبب سے قلعہ سے نکلکر کسیکو غافل پاکر لیجائے۔ میں اسی لوٹھ میں تھا کہ وہ ملعون تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ میں نے حملہ کر کے اُسکا سر کاٹ لیا۔ اور اُسکے موافقین ایسے قریب ہیں کہ اگر کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیجئے تو اُمیدر کھتا ہوں کہ اُنپر فتح پاؤں۔ حضرت نے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو مع آٹھ آدمیوں کے ساتھ کر دیا حضرت علی نے جاکر اُن سب کو قتل کیا۔ اُنکے سر لائے اور وہ سر سرائے بنی خطمہ کے دروازہ پر لٹکائے گئے ۵۳ طبری نے جمادی الاول سنہ ۴ ھ اور واقدی نے محرم سنہ ۵ ہجری میں لکھا ہے +

اس شدومد سے قریش کی تیاریاں بیان کیں کہ مسلمانوں کی رائے پلٹ چلی - مگر آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی نہ جائے میں تنہا لڑائی پر جاؤنگا - یہ فرمانا تھا کہ سب مسلمان لڑائی پر آمادہ ہوگئے - اور تیاریاں ہونے لگیں - وہ شخص مایوس ہوکر مکہ آیا قریش کے دل چھوٹ گئے - اور تھوڑی دور مکہ سے باہر آکر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آیندہ دیکھا جائیگا - مسلمان ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے بدر تک آئے علی علمدار[1] تھے - بدر میں لوگوں کے جمع ہونے کا موسم تھا - بازار یا میلہ کا دن تھا - بیچنے کے واسطے مسلمان تجارتی مال بھی لیتے آئے تھے - کسی قسم کی جنگ تو نہیں ہوئی - اور نہ مال غنیمت حاصل ہوا لیکن تجارت میں نفع اسقدر ہوا کہ محنت وصول ہوگئی - آٹھ روز یہاں قیام رہا +

(۵۴) حرمت خمر | اسی سال محاصرۂ بنی نضیر کے ایام میں اور بروایات دیگر سنہ ۶ یا ۸ھ[2] میں شراب حرام ہوئی - ابتدائے اسلام میں لوگ برملا شراب پیتے تھے (مگر آنحضرت اور حضرت علی نے کبھی نہیں پی) ایک مرتبہ اصحاب رسول کسی موقعہ پر شراب پی کر آپس میں لڑ پڑے - سعد بن ابی وقاص کا سر[3] پھوٹ گیا - پس شراب کے حرمت کی آیت نازل ہوئی - پیغمبر خدا نے تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ شراب حرام ہوگئی - اب سے کوئی نہ پیئے - حکم ہونا تھا کہ مدینہ میں لوگوں نے خم کے خم لنڈھا دئے اس روز سے آجتک اسلام میں شراب پینا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے - اور ہر قسم کے مسکرات سے پرہیز کرنا شعار اسلام میں داخل ہے

(۵۵) صلوٰۃ خوف - اور صلوٰۃ قصر کا آغاز | ایام غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ قصر کا آغاز ہوا - مگر مسلم اور نووی اور صاحب اسد الغابہ نے صلوٰۃ خوف کا آغاز غزوہ بنی نضیر میں لکھا ہے +

ف۱ کشاف اور بیضاوی میں صرف ۷ آدمی علی کے ساتھ لکھے ہیں ف۲ شیخ ابن حجر نے سنہ ۸ھ کو ترجیح دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت سنہ ۴ھ میں دوسری سنہ ۶ ہجری میں اور تیسری آخری حکم ممانعت کی سنہ ۸ ہجری میں نازل ہوئی - (مؤلف) ف۳ امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد الشبہی اپنی کتاب مستطرف کے باب ۸۹ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خمر کے بارے میں تین آیتیں نازل کی ہیں - اول یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ (لوگ تجھ سے شراب اور میسر کی بابت پوچھتے ہیں پس کہدے اے محمد کہ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور منافع ہیں واسطے آدمیوں کے) پس اس آیت کے بعد بعض نے شراب ترک کردی اور بعض پیتے رہے یہانتک کہ ایک شخص نے شراب پیکر نماز پڑھی تو ہذیان بکا - پس یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ الخ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو جبتک تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو) پس بعض مسلمان پھر بھی پیتے رہے اور بعض نے ترک کردی - یہانتک کہ عمرؓ نے شراب پیکر ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لیکر عبد الرحمن بن عوف کا سر پھوڑ ڈالا - پھر بیٹھکر مقتولین بدر کے نوحہ میں اسود بن یعفر کے یہ شعر پڑھ کر رونے لگے ف وکان بالقلیب قلیب بدر + من الفتیان والعرب الکرام +

ایوعدنی ابن کبشۃ ان سنحیا - وکیف حیاۃ اصداء وھام + ایعجز ان یرد الموت عنی - وینشرنی اذا بلیت عظامی + الا من مبلغ الرحمن عنی - بانی تارک شھر الصیام + فقل للہ یمنعنی شرابی - وقل للہ یمنعنی طعامی + (ترجمہ) قلیب بدر میں جو کہ بدر میں قلیب نامی کنواں ہے عزت والے جوانان عرب پڑے ہیں - ابن کبشہ (محمد) ہمکو کیا وعدہ کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے - بھلا جب آدمی اُلّو ہوگیا تو پھر زندہ ہوتا کیسا (یہ کفار کا عقیدہ تھا کہ بعد موت انسان اُلّو ہوجاتا ہے) کیا وہ اس سے عاجز ہے کہ ہماری موت کو ہم سے روکے اور اس پر قادر ہے کہ جب ہڈیاں گل جائیں تو زندہ کرے - ہے کوئی ایسا جو خدا کو ہمارا پیغام پہنچادے کہ ہم ماہ صیام کے روزے نہیں رکھتے اور کہدے اللہ سے کہ وہ ہماری شراب روکدے اور کہدے خدا سے کہ وہ ہمارا کھانا بند کردے +

یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو غصہ میں بھرے ہوئے باہر نکلے اور حضرت کی ردا گھسٹتی جاتی تھی - پس ایک چیز اُٹھاکر جو حضرت کے ہاتھ میں تھی اُس سے حضرت عمر کو مارا - پس کہا عمرؓ نے کہ میں پناہ مانگتا ہوں غضب خدا اور غضب رسول خدا سے پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی - انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہاری آپسمیں دشمنی اور بغض ڈالدے اور تمکو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا اس اطلاع پانے پر بھی تم باز نہ آؤگے) پس کہا عمر نے ہم باز آئے ہم باز آئے +

(۵۶) رجم زانی و زانیہ — سنہ ھ میں بے تکلف آنحضرت صلعم کی حیثیت پوری سردار قوم کی سی ہوگئی تھی اور احکام شاہی جاری کرنے کے آپ مجاز ہوگئے تھے۔ زنا پر سنگساری کا حکم توریت میں تھا مگر یہود اُس پر کاربند نہ تھے۔ اسی سال کسی مالدار یہودی کے لڑکے نے کسی یہودی عورت سے زنا کیا۔ یہودیوں نے رسوا کرکے چھوڑ دینا چاہا۔ اور آنحضرت سے بیان کیا کہ توریت میں یہی حکم ہے۔ اور ہیر پھیر کرا پنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا۔ لیکن عبداللہ بن سلام کی موجودگی میں کامیاب نہ ہوسکے توریت نے بھی رجم ہی کا حکم دیا۔ اور وہ دونو سنگسار کیے گئے۔ اسکے بعد آنحضرت نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو توریت پڑھائیں تاکہ یہود اسمیں تحریف نہ کرسکیں۔ چنانچہ زید ۱۵ دن توریت پڑھاتے رہے (روضۃ الاحباب۔ خمیس)

(۵۷) سنہ ھ کے مختلف واقعات — (۱) حضرت کے نواسے عبداللہ بن عثمان نے ۶ سال کی عمر میں ماہ جمادی الاول میں انتقال کیا وجہ یہ ہوئی کہ مرغ نے آنکھ میں چونچ ماردی تھی اُس سے بیمار ہوکر انتقال کیا (۲) ربیع الآخر میں ام المومنین زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا۔ مدفن جنت البقیع (۳) فاطمہ بنت اسد مادر جناب علی نے رحلت کی (۴) ۳ یا ۴ یا ۵ شعبان کو حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے (۵) شروع سنہ ھ میں ابوسلمہ عبدالسلام مخزومی نے انتقال کیا اور اُنکی زوجہ ہندؓ مشہور بہ اُم سلمہ اسی سال ماہ شوال میں بعد انقضائے ایام عدت آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ نہایت حسین تھیں بروایت حبیب السیر آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ رمضان یا شوال سنہ ھ میں وفات پائی بقیع میں دفن ہوئیں سنہ ھ مطابق سنہ ۶۲۶ عیسوی

(۵۸) غزوہ دومۃ الجندل۱ — ربیع الاول سنہ ھ — آنحضرت نے سنا کہ دومۃ الجندل کے سردار اکیدر بن عبدالملک نصرانی نے جو قیصر کا ماتحت تھا اعراب جمع کیے ہیں وہ آتے جاتے پر ظلم کرتے ہیں بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس ۲۵ ربیع الاول کو ایکہزار اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے۔ جب وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے وہ مسلمانوں نے منگوالیں۔ اور حضرت واپس ہوکر ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے ⁂

(۵۹) غزوہ مریسیع۲ یا غزوہ بنی مصطلق ۲ شعبان سنہ ھ — مورخین و اہل سیر کا اختلاف ہے کہ سنہ ھ میں ہوا یا سنہ ھ میں۔ صاحب تاریخ الخمیس نے مختلف روایتیں لکھکر سنہ کو اصح لکھا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آنحضرت کو خبر پہنچی کہ بنی مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے۔ بریدہ بن الحصیب تحقیق خبر کو روانہ کیے گئے اُنہوں نے آکر تصدیق کی پس حضرت نے پیشدستی کی اور زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر منتخب آدمیوں کے ساتھ ۲ شعبان کو روانہ ہوگئے۔ جن میں بہت سے بنی خزرج اور انکا سردار عبداللہ بن ابی منافق بھی تھا۔ لڑائی ہوئی یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے۔ مسلمان ایک شہید ہوا۔ حارث کے مارے جانے پر یہود بھاگے۔ مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے۔ اس آسان لڑائی میں دوسو قیدی پانچہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ حارث کی بیٹی جویریہ مسلمان ہوئی اور آنحضرت کی زوجیت میں داخل ہوگئی صحابہ نے جویریہ کو آنحضرت کے نکاح میں دیکھکر کہا کہ حرم رسول اللہ کے اقربا قید نہیں رہ سکتے اور سب کو رہا کردیا اس غزوہ میں بھی علیؑ علمدار تھے (حبیب السیر) ⁂

اس غزوہ سے واپس آتے ہوئے دہاجرین اور خزرجی انصار میں کچھ بے لطفی ہوگئی اور ایک خزرجی کے ایک ضرب لگ گئی

۱ ایک مقام ہے مدینہ سے ۱۵ یا ۱۶ رات کے راستہ پر اور کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے دس منزل کے برابر فاصلہ پر اور دمشق سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر ہے ۲ ساحل بحیرۂ قلزم سے پانچ میل پر علاقہ قدید میں ایک چشمہ ہے [illegible] ۱ سنہ اور لم سمہ ہی ساتھ تھیں

اُسکے ساتہی بدلہ لینے دوڑے اور اگر آنحضرت بیچ میں نہ آجاتے تو بڑا کشت و خون ہوتا۔ مگر خزرجی غصہ میں بہر رہے اور مدینہ کے اور لوگ بہی اُنکے ساتھ ہوگئے۔ عبداللہ بن ابے جو مدینہ میں اپنی سرداری کا آرزومند رہتا تہا اور آنحضرت کے اقتدار سے بہت جلتا تہا اس قسم کے ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تہا اُس نے اس فساد کو اور بہڑکایا۔ اور اپنی قوم قبیلہ کے لوگوں کو الگ کر لیا۔ اور کہا کہ تم نے ان مہاجر قریشیوں کو اپنے شہر میں پناہ دیکر کچھہ مزا دیکہا۔ انکو اپنے گھروں میں لیگئے انکو اپنا مال دیا اور یہ لوگ جس ہنڈیا میں کہاتے ہیں اُسی میں سوراخ کرتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے ہی گھروں میں تمہارے مالک بن بیٹھے مگر قسم خدا کی مدینہ جاکر ہم دیکھ لیں گے کہ کون زبردست ہے۔ عبداللہ بن اُبے ظاہر میں مسلمان ہوا تھا اور لڑائی میں صرف مال غنیمت کے لالچ سے شریک ہوتا تہا۔ اسی طرح اور بہی کئی منافق صرف لالچ سے ظاہر میں مسلمان ہوکر آنحضرت کے ساتھ رہتے تہے۔ لیکن دل سے جنگ نہیں کرتے تہے +

عبداللہ کی اس گفتگو کی خبر آنحضرت کو بہی پہنچی حضرت کے تو تحمل کی انتہا نتہی۔ لیکن عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن اُڑا دیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیونکو بہی مارتے ہیں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے + عبداللہ بن اُبے منافق کا بیٹا جس کا نام بہی عبداللہ تہا۔ بڑا مومن دیندار تہا اُس نے کہا کہ اگر میرا باپ گردن زدنی ہے تو یہ کام میرے متعلق کیجئے میں اُسے قتل کروں۔ حضرت نے فرمایا میں اُسکا ہلاک ہونا نہیں چاہتا۔ مگر پھر بہی یہ ہوا کہ جب عبداللہ بن اُبے مدینہ کے قریب پہنچا تو اُسکے بیٹے عبداللہ نے اُسے یہ کہکر روکدیا کہ تم مدینہ میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہو۔ آنحضرت کو خبر پہنچی تو آپ نے کہا جانے دو اُسوقت بیٹے نے باپ کو چھوڑا۔ غرض ۲۸ دن کی غیر حاضری کے بعد ہلال رمضان کو آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے +

(۷۰) **قصہ اِفک عایشہ** غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوتے ہوئے ایک واقعہ یہ ہوا کہ آپ کی زوجہ عایشہ سفر میں ساتھ تہیں مدینہ کے قریب راستہ میں اُنکی ہیکل گرگئی (جو بروایت مدارج ظفار کے مہروں کی بنی ہوئی تہی) اُسکی تلاش میں عایشہ کو دیر ہوئی اونٹ والے نے کچھہ خیال نہ کیا اور قافلہ چل کھڑا ہوا۔ ہیکل ملگئی اور عایشہ اس انتظار میں کہ کوئی لینے آئیگا سوگئیں۔ قافلہ کے پیچھے ایک شخص چیزوں کی دیکھہ بہال کے لئے رہتا تہا اسکا نام صفوان[۲] بن معطل تہا جوان آدمی تہا وہ کسی ضرورت سے قافلہ کے پیچھے رہ گیا تہا۔ اُس نے حضرت عایشہ کو دیکہا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ منافق مار آستین کب چوکنے والے تھے حضرت عایشہ کے پیچھے رہجانے کو بدنیتی پر محمول کیا۔ ابوبکر کی خالہ زاد بہن کا بیٹا مسطح بن اثاثہ۔ عبداللہ بن اُبے منافق اور حسان بن ثابت۔ زید بن رفاعہ۔ حمنہ بنت جحش نے تہمت اُٹھائی۔ منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑہی۔ تمام لشکر میں شہرہ ہوگیا۔ آنحضرت کو اسکا بہت خیال اور سخت ملال ہوا۔ لیکن چندروز کے بعد جب اسکی پوری تکذیب ہوئی اور آیہ بریت نازل ہوئی تو اتہام کنندوں کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے۔ لیکن ایرونگ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن اُبے کے کوڑے نہیں لگائے گئے کیونکہ وہ ایسا صاحب اقتدار تہا کہ بس میں آنیوالا نہ تہا +

عایشہ کی بریت ثابت ہونے سے پہلے اپنے رنج والم کے عالم میں آنحضرت نے حضرت علی سے عایشہ کے بارے میں مشورہ لیا حضرت علی نے کہا آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں عورتیں بہت ہیں (ابن اثیر وطبری)
غرض آنحضرت ایک ماہ تک عایشہ سے علیحدہ رہے اور عایشہ کو جب اس اتہام کی خبر ہوئی تو کھانے پینے سے انکار کیا اور روتی رہیں۔ جب عایشہ کی بریت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت علی کا بہی اطمینان ہوگیا۔ اور رشک جاتا رہا

[۱] اصل نام حباب تہا اور آنحضرت نے کہا حباب شیطان کا نام ہے اور بدلکر حباب کا نام عبداللہ رکہا [۲] صفوان نامرد تہا عورتوں کے کام کا نہ تہا (ابن اثیر وطبری)

لیکن عایشہ نے اس شک ہی کی بابت جناب علی کو کبھی معاف نہیں کیا - اور ہمیشہ علی سے نفرت کرتی رہیں اور اس نفرت اور دشمنی کے سبب سے حضرت علی کی عمر میں بڑی بڑی دقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں (ایرونگ)

(۶۱) نزول آیۂ تیمم شعبان ۵ھ بعض کہتے ہیں آیہ تیمم بھی اسی غزوہ بنی مصطلق میں نازل ہوئی تھی [1] +

(۶۲) غزوہ خندق یا غزوہ احزاب شوال ۵ھ سبب اس غزوہ کا یہ ہوا کہ یہود بنی نضیر جلاوطن ہو کر خیبر کے قلعوں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اُنکے بعض سردار مثل حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن الربیع شب و روز مسلمانوں سے انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے - آخر الامر ۲۰ نفر اُنمیں سے نکھ گئے اور ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں سے مخالفت رسول اللہ صلعم پر معاہدہ کر لیا اور پھر بنی غطفان اور بنی قیس کے پاس جا کر اُنکو بھی گانٹھ لیا - اسی طرح اور بہت سے قبیلوں کو اپنے سے ملا لیا - ابوسفیان ۴ ہزار قریشیوں کے ساتھ جن میں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے مکہ سے نکلا - راستہ میں ۶ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ اُس کے ساتھ ہو لئے اسطرح دس ہزار آدمی کی جمعیت سے مسلمانان مدینہ پر چڑھائی کی گئی ۔

آنحضرت کو اس حملہ کی پہلے ہی خبر لگ گئی تھی - ایک تو مسلمان جنگ اُحد میں زک پا چکے تھے دوسرے اندیشہ تھا کہ قریش کے پوشیدہ معاون مدینہ میں بھی ہونگے - یہاں کے یہودیوں اور منافقوں پر بالکل بھروسہ نہ تھا - منافق تعداد میں کثرت سے اور طاقتور تھے عبد اللہ بن اُبے اُنکا سردار تھا - اب شہر مدینہ کے بچانے میں بہت کچھ کوشش کیگئی - رسول کریم نے شہر کے باہر جا کر لڑنا خلاف احتیاط سمجھا - مدینہ کے دیگر اطراف مضبوط عمارت و شہر پناہ سے محفوظ تھے صرف کوہ سلع کی طرف سے فضاے کشادہ تھا - اُسی طرف سے غنیم کے حملہ کا اندیشہ تھا پس اُسکے سامنے سلمان فارسی کی رائے سے پانچ گز چوڑی پانچ گز گہری خندق کھودنے کا حکم دیا ۔

عرب کے لوگ اب تک خندق کھود کر لڑنیکے فن سے جو ایران میں رائج تھا واقف نہ تھے - عرب میں اس فن کے موجد حضرت سلمان ہی تھے اور یہ اول موقعہ ہے کہ سلمان لڑائی میں آنحضرت کے شریک ہوئے ہیں [2] - حکم کا ہونا تھا کہ مسلمان خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے - سلمان سب سے دُگنا [3] کام کرتے تھے اور کبھی آنحضرت خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوتے تھے

[1] آیہ تیمم کا سبب نزول مفسرین و محدثین نے اس طرح لکھا ہے - عایشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ایک سفر میں ساتھ تھے واپس آتی دفعہ (غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ فتح میں) جب مدینہ کے قریب بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے میرا گلوبند ٹوٹ کر گر پڑا - پس آنحضرت اور اصحاب اُسکے ڈھونڈھنے کیواسطے ٹھیر گئے اور اس منزل میں پانی نہ تھا اور ساتھ بھی پانی نہ تھا - پس لوگوں نے آکر ابوبکر کو خبر دی کہ عایشہ نے گلوبند کھو کر رسول اللہ اور لوگوں کو روانگی سے روک رکھا ہے - پس ابوبکر آئے اور رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سوتے تھے - پس ابوبکر مجھپر خفا ہوئے کہ پانی تو ہے نہیں اور تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے اور میری کوکھ میں خوب لاتیں ماریں اور بروایتے ہاتھ سے مارا اور میں ہل نہ سکتی تھی کیونکہ رسول اللہ میرے زانو پر سوتے تھے - صبح کو حضرت اُٹھے تو پانی نہ تھا اُسوقت آیہ تیمم نازل ہوئی (بخاری و خمیس وغیرہ) صاحب روضۃ الاحباب نے گلوبند کھوے جانیکے مقام کا نام صُلصُل لکھا ہے - آخر وہ گلوبند صبح کو عایشہ کے اونٹ کے نیچے سے نکلا - جب وہ کھڑا ہوا +

[2] ابن خلدون لکھتا ہے کہ غزوہ خندق و غزوہ بنو قریظہ - غزوہ دومۃ الجندل سے پہلے ۴ھ میں ہوئے تھے - نیز صحیح بخاری میں جو یہ ذکر ہے کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ میں کچھ گفتگو ہوئی یہ غلطی ہے کیونکہ سعد بن معاذ بعد فتح بنی قریظہ ۵ھ میں انتقال کر چکے تھے [3] روضۃ الاحباب و کامل ابن اثیر و طبری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ خندق کا کام آنحضرت نے مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا تھا - سلمان کے بارہ میں مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا - انصار کہتے تھے ہم میں سے ہے اور مہاجرین کہتے تھے ہم میں سے ہے - آنحضرت صلعم نے فرمایا سلمان منا اہل البیت [4] اور بروایت روضۃ الاحباب دس گنا کام کرتے تھے طول عرض عمق سب میں پانچ گز روز کھودتے تھے

چنانچہ ۶ دن میں خندق تیار ہوگئی - خندق کا تمام ہونا تہا کہ دشمن بہی قریب کی پہاڑیوں پر آموجود ہوا - آنحضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ کی حکومت پر چھوڑکر ۳ ہزار آدمی ساتھ لیکر میدان میں تشریف لائے اور اسطرح صف باندہی کہ خندق سامنے رہے اور کوہ سلع پشت پر ایک طرف پہاڑ ایک طرف خندق تہی بیچمیں کمان کی صورت ایک محفوظ جگہ بنائی گئی جسمیں آنحضرت کے لئے سرخ چمڑہ کا خیمہ نصب کیا گیا - غرض مورچے باندہ کر مسلمان پناہ گزین ہوئے - غنیم اول تو انگشت بدندان ہوا کیونکہ پہلے کبہی خندق دیکہی نہ تہی پہر مسلمانوں کو محصور کرلیا - اُسوقت کی مسلمانوں کی حالت اللہ تعالی نے اپنے فرقان حمید میں اسطرح بیان فرمائی ہے - اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا (جسوقت دشمن تمپر تمہارے اوپر کی طرف سے بہی اُترے اور تمہاری نیچے کیطرف سے بہی چلے اور مارے خوف کے تمہاری آنکہیں پہری کی پہری رہ گئی تہیں اور کلیجے مونہوں کو آگئے تہے اور خدا کی نسبت تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تہے) غرض مسلمانوں کا حال بہت تباہ تہا - خندق کہودنے کی تکان بہوک کی تکلیف[1] دشمنوں کا مقابلہ ادہر سردی شدت کی تہی دامن کوہ میں رہنا - رات کو سرد ہوا برچہی کی طرح لگتی تہی - دن کی دہوپ اور رات کی اوس پڑتی تہی - ۲۴ یا ۲۷ یا ۲۹ روز تک مسلمان اسی حالت میں محصور رہے ہاں ایک مصیبت اور تہی رات کو جاگنا بہی پڑتا تہا کہ کفار شب کو دہاوا نہ کردیں - بلکہ دن کو بہی پتھر اور تیر لئے مسلمان مستعد رہتے تہے - کہ کفار نے یورش کی ٹہیں اور پتہروں اور تیروں سے خبر لی گئی - مگر بعض منافق مسلمانوں کو بہکاتے تہے کہ مدینہ میں پہر چلو اپنی جانیں کیوں دیتے ہو - انہیں راتوں میں سے آخری کی بابت معارج النبوۃ - روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب و مدارج اور تاریخ الخمیس میں حذیفہ الیمانی کا یہ بیان لکہا ہے کہ بخدا اُس رات کو بہوک اور سردی نے ہمیں ایسا ستایا تہا کہ خدا ہی جانتا ہے - کسیقدر رات گذرے حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کرکے بعض یاروں کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کون ہے کہ جاوے اور ان لوگوں کی خبر ہم تک لاوے تاکہ اُسکو خدا تعالی بہشت میں میرا رفیق گردانے - حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے خوف اور بہوک اور سردی کے سبب سے جواب نہ دیا حضرت پہر نماز میں مشغول ہوگئے - اور فارغ ہوکر پہر فرمایا کہ کوئی ہے جو اس قوم کی خبر ہمیں پہنچائے تاکہ خدا تعالی اُسے بہشت میں میرا رفیق کرے اس مرتبہ بہی کسی نے جواب ندیا - جب تین دفعہ اسی طرح آواز دیچکے اور کسی نے جواب ندیا تو صحابہ کرام میں سے تین یا چار کا نام لیکر کہا اُنمیں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے اور اُسکے رسول سے کہ مجہے اس مقام پر اس مشقت سے معاف رکہا جائے اور کہیں نہ بہیجا جائے - اسکے بعد میرا نام لیا میںنے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ - فرمایا تجہہ سے ہو سکتا ہے کہ آج رات کو تو ہماری حراست کرے تاکہ قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہو - میںنے عرض کی بیشک یا رسول اللہ - مگر بہوک اور سردی نے مجبور کر رکہا ہے - حضرت نے دعا کی میری بہوک اور سردی جاتی رہی اور میں حضرت کے حکم سے مخالفین کے لشکر کی خبر لایا - واپس آیا تو پہر ویسی ہی سردی معلوم ہونے لگی[2][3] +

---

[1] آنحضرت صلعم نے مارے بہوک کے پیٹ پر پتہر باندہ رکہا تہا تین دن سے کچہہ نہ کہایا تہا اور اصحاب بہی تین دن کے فاقہ سے تہے (معارج النبوۃ - سیرۃ الحلبیہ - تاریخ الخمیس) [2] اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بہیج دیجئے (سیرۃ محمدیہ - سیرۃ الحلبیہ) [3] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں لکہا ہے - ابراہیم تیمی راوی ہیں کہ اُس کے باپ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ کی خدمت میں پہنچتے تو حضرت کی خدمت کرتے - حذیفہ نے کہا شب جنگ خندق ہم رسول اللہ کے ساتھ تہے حضرت نماز پڑہ رہے تہے اور یہ ایسی سرد رات تہی کہ اس سے قبل یا بعد کبہی ایسی سرد رات ہمنے نہیں دیکہی (دیکہو صفحہ ۱۰۶)

صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ نے ماہران فن سیر و تواریخ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب مخالفوں کے لشکر نے مسلمانوں کا ہر طرف سے محاصرہ کرلیا۔ تو مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے بہت ڈرے کیونکہ ایک تو لشکر کی کثرت دوسرے اُسمیں عمرو بن عبدود جیسا نامی پہلوان موجود تہا جسے اہل عرب ہزار بہادروں کی برابر سمجھتے تہے۔ جرأت و شجاعت اور استعمال و استعجال آلات حرب میں کمال رکھتا تہا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس موقعہ پر بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ کہ جن میں عمرو بن عبدود بھی تہا بہت سا مال تجارت لیکر شام کی طرف جارہے تہے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دہو لئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر بچہ بجائے سپر ہاتھ میں لیکر شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا۔ اُسکا اُنکی طرف منہ کرنا تہا کہ وہ سب کے سب بہاگ ہو گئے۔ اور قافلہ سلامتی سے گذر گیا یہ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم عظیم کھاکر جنگ سے بہاگ گیا۔ احد میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا تہا۔ اب تلافی مافات کے لئے آیا تہا۔ بعض نے لکہا ہے کہ یہ عمرو رشتہ میں حضرت خدیجہ کا چچا تہا۔

اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس بہیجکر یہودان بنی قریظہ کو بھی جنکا مضبوط قلعہ شہر کے قریب تہا اور آنحضرت سے معاہدہ صلح کئے ہوئے تہے اپنے سے ملالیا۔ فوج تہوڑی تہی اور تمام خندق کی حفاظت اُس سے دشوار تہی۔ بنی قریظہ کے بے ایمانی کے حملہ سے بچنا اور شہر میں امن قایم رکھنا جہاں اُن یہودیوں کے پوشیدہ ہمراز ضرور ہونگے بہت مشکل تہا۔ لہذا حضرت نے مشورہ کیا اور اُنکے حمایتیوں کو ہٹانا چاہا قوم غطفان اور فزارہ کے بہت سے لوگ قریش کے ہمراہ آئے تہے۔ آنحضرت نے اُنکے پاس کہلا بہیجا کہ اگر وہ قریش سے الگ ہو جائیں تو مدینہ میں ایک سال کے اندر جتنی کھجوریں پیدا ہونگی اُسکا ایک ثلث اُنکو دیا جاویگا۔ وہ راضی ہو گئے تہے لیکن انصار نے خصوصاً سعد بن معاذ نے کہا کہ ہماری میووں پر کبھی انکو جرأت نہ ہوگی جب ہم مسلمان نہ تہے اور مثل انکے کافر تھے۔ جب تو بنی غطفان بغیر دام دیے ہماری کھجوریں لے ہی نہ سکے اب تو ہم سچے دین پر ہیں اور آپ ہمارے

(بقیہ صفحہ ۱۰۸) حضرت ہم لوگونکی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ہے کوئی مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لائے خدا اُسکو ہمارے ساتھ قیامت میں جگہ دیگا حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اُٹھا پہر حضرت نے اس کلام کا اعادہ کیا کسینے جواب نہ دیا آپنے فرمایا اے ابوبکرؓ۔ ابوبکرؓ نے کہا استغفر اللہ و رسولہ۔ حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ۔ پہر فرمایا۔ اے عمرؓ وہ بھی استغفر اللہ کہکر رہ گئے۔ تب آپنے فرمایا کہ اے حذیفہ تو ہمنے کہا لبیک اور حاضر ہوئے حالانکہ سردی کی شدت سے کانپ رہے تہے حضرت نے اپنے دست مبارک سے ہمارے سر اور چہرے پر مسح کیا۔ اور فرمایا جاکر اس قوم کی خبر لا اور کوئی نئی بات نکرنا۔ جبتک ہمارے پاس نہ پہر آؤ۔ پھر آپنے دعا دی۔ کہ خدایا اسکی حفاظت کر آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں بائیں فوق اور تحت سے جبتک یہ پہر آئے۔ حذیفہ کہتے ہیں ہم جب اُدہر روانہ ہوئے تو ایسی گرمی معلوم ہوتی تہی کہ گویا حمام میں جارہے ہیں۔ وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ خدا نے اُنپر ایسی ہوا کو مسلط کیا ہے کہ خیمہ کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ جانور اُنکے بہاگ گئے برتن اُنکے اُلٹے ہیں کوئی چیز اُنکے پاس نہیں ہے سب کو ہوا نے تباہ کر دیا ہے۔ ابوسفیان کو دیکھا کہ آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا ہے ہمنے چاہا کہ ایک تیر سے قصہ طے کر دیں۔ مگر حضرت کا کلام یاد آیا جس سے تیر کو ہمنے پہر ترکش میں رکھ لیا۔ ایک شخص نے اُن کفار میں سے کہا کہیں کوئی جاسوس نہ ہو تو ہر شخص نے اپنے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لیا ہمنے بھی اپنے پاس کے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا کون ہے تو اُس نے کہا سبحان اللہ کیا نہیں پہچانتا کہ ہم فلاں شخص ہیں وہ قبیلہ ہوازن سے تہا بعد اسکے ہم وہاں سے واپس آئے اور رسول اللہ سے سارا قصہ بیان کیا حضرت اسقدر ہنسے کہ اس اندھیری رات میں آپکے دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضرت نے ہمکو اپنے قدم مبارک کے پاس سلا یا اور اپنی ردائے مبارک ہمپر ڈالی ہم مارے سردی کے قدم مبارک اپنا شکم اور سینہ ملا رہے تہے صبح کہ خدا نے اُس لشکر کو ہزیمت دی ÷ ÷ ÷ ÷

سردار ہیں اب کوئی ہم دبنے والے ہیں قسم خدا کی اگر وہ ہماری کھجوروں پر دانت رکھتے ہیں تو تلوار سے لیں حضرت نے بھی اس رائے کو مان لیا اور بات گئی گذری ہوئی (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) +

خندق درمیان میں تھی کفار کو یہ قدرت نہوئی کہ ایک دم سے حملہ کر کے مسلمانوں کو کچلڈالیں لیکن پھر بھی کوئی دن لڑائی سے خالی نہ جاتا تھا - جہاں کفار نے خندق پہلانگنے کا قصد کیا اور مسلمانوں نے پتھر مارنے شروع کئے - بیس دن سے زیادہ یہی حال رہا - ایک روز کفار نے خندق کا ایک تنگ حصہ دریافت کرلیا - اور عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ و ضرار بن الخطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و مرداس وغیرہ چند نامی جنگجو خندق سے گھوڑے کودا کر اس پار آگئے اور مبارز طلب کئے - لڑائی کی کیفیت دیکھنے کو ابوسفیان مع خالد بن ولید بہت سے آدمیوں کا پرا جمائے ہوئے کھڑا تھا - عمرو بن عبدود بڑا ہی شجاع تھا ایک معرکہ میں اکیلے نے پچاس آدمیونکو ہلاک کیا تھا - مسلمانوں میں سے کسی نے اُسکے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور بروایت روضۃ الاحباب و حبیب السیر و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا وغیرہ اُن کی حالت کانما[1] علی روسہم الطیر کی ہوگئی یعنی بالکل بحیس و حرکت ہوگئی - آنحضرت نے تین مرتبہ اپنے اصحاب سے کہا کہ کون اسکے مقابلہ کو جاتا ہے - تینوں مرتبہ صرف حضرت علی ابن ابیطالب ہی بولے کہ یا رسول اللہ اس سے میں لڑونگا دو دفعہ تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مگر تیسری مرتبہ حضرت بولے کہ اے علی یہ عمرو بن عبدود ہے - حضرت علی نے عرض کی کہ کچھ پروا نہیں میں بھی تو علی ابن ابی طالب ہوں - پس حضرت نے اپنی تلوار یعنے ذوالفقار علی کی کمر سے باندھی اپنی زرہ پہنائی - عمامہ اپنا اُنکے سر پر رکھا اور دعا کی کہ بارالہا عبیدہ جنگ بدر میں مجھ سے جدا ہوئے حمزہ احد میں مارے گئے صرف ایک علی رہ گئے ہیں ایسا ہو کہ آج میں ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں - الغرض علی پیدل میدان میں آئے عمرو بن عبدود سے مقابلہ ہوا عمرو کی تلوار علی کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی - علی نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو کا سر کئی قدم پر جا کر پڑا - مسلمانوں کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی ہر ایک دست بدعا تھا دونوں میں سخت گتھم گتھا ہوئی دونوں گرد کے بادلوں میں چھپ گئے تھے - گرد میں ہاتھوں کی صفائی تو نظر نہ آئی لیکن حضرت علی کی تکبیر سنکر مسلمانوں نے کہا وہ مارا - عمرو مارا گیا اور بقیہ کفار سے لڑائی ہوئی طرفین سے چند آدمی مارے گئے - سعد ابن معاذ سخت زخمی ہوئے - آخر وہ کفار جو خندق پہلانگ کر آئے تھے بھاگے بھاگتے ہوئے نوفل کا گھوڑا خندق نہ پہلانگ سکا اور وہ خندق میں گرا - علی مرتضی نے خندق میں کود کر ایک ہاتھ مار کر دو کر دیے - پھر دشمنوں کا تعاقب کیا گیا - عکرمہ علی کے ہاتھ سے زخمی ہوا - ضرار بن خطاب بن مرداس پھری حضرت علی کی صورت دیکھتے ہی بھاگا حضرت عمر خطاب نے بھاگتا دیکھکر سخت تعاقب کیا - ضرار پھر پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہکر کہ اگر مینے یہ عہد نکیا ہوتا کہ کسی قریشی کو نہ مارونگا تو قتل کر ڈالتا رک گیا اور سر پر چھوا کر کہا کہ نعمت مشکورہ ہے کہ مینے ثابت کی جاؤ یاد رکھنا - احسان نہ بھولنا (روضۃ الاحباب ازالۃ الخفاء و خمیس وغیرہ) عمرو کو مار کر حضرت علی نے اُسکے زرہ جو نہایت قیمتی تھی نہ اُتاری اور اُسکا سر لاکر آنحضرت کے قدموں میں ڈالدیا - اُسوقت حضرت نے فرمایا المبارزۃ علی الخ + ابن اثیر نے علی مرتضی اور عمرو بن عبدود کی لڑائی کو اسطرح بیان کیا ہے - عمرو بن عبدود جنگ خندق کے دن علم لئے ہوئے اپنا رتبہ دکھانے کو تزک و احتشام کے ساتھ نکلا جب وہ اور اُسکے ہمراہی میدان میں آکھڑے ہوئے تو پکار کر کہنے لگا کون شخص میرے مقابلہ کو نکلے گا یہ سنکر علی مرتضی میدان میں آئے

[1] گویا اُنکے سر پر پرندہ بیٹھا تھا - اونٹ کے سر میں جب چچڑیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور کوا اُسکے سر پر بیٹھکر اُنہیں چنکر کھاتا ہے اُسے آرام آتا ہے اور وہ اس خوف سے سر نہیں ہلاتا کہ کہیں کوا اُڑ نہ جائے - وہ بالکل بحیس و حرکت ہوجاتا ہے پس عرب بالکل بحیس و حرکت رہجانیکے موقع پر یہ محاورہ بولتے ہیں

[2] عمرو نے دیکھکر کہا کہ تم ابھی حدیث السن ہو تم ابھی اس قابل نہیں کہ مردان مرد کے سامنے میدان میں آؤ اُلٹے پھر جاؤ - اپنے چچاؤں میں سے کیوں نہیں آتے جو تم سے بڑے ہیں وہ آئیں (روضۃ الصفا)

اور کہا عمرو تونے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش کا کوئی آدمی دو[1] باتوں میں سے کسی ایک کی درخواست کرے تو اُسکو ضرور مان لونگا۔ عمرو نے کہا ہاں بیشک میرا یہی عہد ہے علی مرتضیٰ نے کہا کہ میں تمہیں خدا اور اُسکے پیغمبر اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں عمرو نے کہا مجھے اسکی کچھہ ضرورت نہیں ہے۔ تب علی مرتضیٰ نے کہا کہ میں تجھے میدان میں اُترنے کے واسطے بلاتا ہوں۔ تب عمرو نے کہا مجھے تمہارا قتل کرنا پسند نہیں ہے[2]۔ علی مرتضیٰ نے کہا قسم بخدا میں تو تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ اسپر عمرو کو جوش آیا اور گھوڑے سے اُتر کر کھڑا ہوا اور اُسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور منہ زخمی کر دیا اور علی مرتضیٰ کی طرف متوجہ ہوا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی[3]۔ آخرکار علی مرتضیٰ نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکے ہمراہی شکست کھا کر خندق سے بھاگتے ہوئے نکل گئے + اسی طرح مسلمانوں اور کفار میں کئی مرتبہ مقابلہ ہوا۔ اور گو کہ مسلمانوں ہی کا بول بالا رہا مگر نتیجہ کچھہ نہ نکلا۔ کفار محاصرہ کئے رہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ کفار مدینہ پر حملہ کرینگے اسلئے کچھہ لوگ میدان جنگ سے مدینہ کی حفاظت کو بھی گئے مسلمانوں کی عورتیں مدینہ کے قلعوں میں پناہ گیر تھیں۔ خندق کی لڑائی مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت تھی ؞ جب لڑائی ہو رہی تھی ایک شخص قوم غطفان کا جس کا نام نعیم بن مسعود تھا مخفی طور پر مسلمان ہو گیا اور آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو ہم کفار میں جنپر ہمارا اسلام ظاہر نہیں ہے پھوٹ ڈالدیں حضرت نے فرمایا الحرب خدعۃ[4] کچھہ مضائقہ نہیں۔ پس نعیم بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی خیرخواہی ظاہر کرکے کہا کہ ہم تم یہود ہیں اور کفار قریش بت پرست ہیں ہمکو اُن سے کچھہ ہمدردی ہے تو صرف محمدؐ کی عداوت کی وجہ سے لیکن ایسا نہ ہو کہ قریش کل کو چلے جائیں اور پھر اُنکے مددگار بھی اپنے اپنے مقاموں پر منتشر ہو جائیں اور اصحاب محمدؐ اور باشندگان مدینہ تم لوگوں سے بدلہ لیں۔ اور مجھکو مستحکم ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ قریش محمد سے ملگئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم کچھہ سردار قریش کے بطور ضمانت کے طلب کرو تاکہ کفار تمہاری حمایت سے کبھی دست بردار نہوں پھر قریش اور بنی غطفان کے پاس جا کر یوں کہا کہ بنی قریظہ محمد سے مل گئے ہیں اور تمہارے سرداروں کو گرفتار کرکے محمد کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں +

پس ابو سفیان نے جمعہ کی شام کو بنی قریظہ کے پاس امتحاناً کہلا بھیجا کہ ہم لوگ کل شنبہ کو مسلمانوں پر دھاوا کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی تیار رہو اُنہوں نے جواب دیا کہ شنبہ کو ہم لوگ تو کوئی کام نہیں کرتے۔ یوم السبت ہے۔ ہاں اُسکے بعد ہم ضرور شریک ہیں۔ لیکن اس شرط سے کہ تم چند سرداروں کو ہمارے پاس بطور ضمانت کے بھیجدو۔ کہ وہ ہماری حراست میں رہیں۔ تاکہ تم ہماری حمایت سے کبھی دست کش نہ ہو سکو۔ اب قریش اور بنی غطفان کو نعیم کے قول کی تصدیق ہو گئی اور اس اندیشہ سے حملہ سے باز رہے کہ مبادا بنی قریظہ پیچھے سے آپڑیں +

اتفاقاً اُسی رات کو آندھی آئی اور وہ بھی صحرا کی طرف سے نہایت سخت سردی کے ساتھہ۔ مینہ بھی برسا خیمہ اُکھڑ گئے کمپ کی آگیں بجھہ گئیں۔ کفار میں شور مچگیا۔ کہ محمدؐ نے جادو سے یہ طوفان برپا کیا ہے اور اب فوج لیکر حملہ کرتا ہے۔ اُنمیں بڑا اضطراب اور ہلچل مچگئی۔ ابو سفیان کا جی چھوٹ گیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور بازگشت کا حکم دیدیا کچھہ رات رہے دشمن کی فوج میں سے قریش مکہ کیطرف اور اُنکے مددگار اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے مسلمان یہ خبر سنکر مسرور ہوئے اور ایک طور پر خود کو فتحیاب سمجھے اور پھر خوشی خوشی مدینہ واپس آئے۔

[1] حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں تین باتیں لکھی ہیں تیسرے یہ کہ اُلٹا پھر جا اپنے شہر کو۔ کہا یہ عار اور بدنامی گوارا نہیں کر سکتا۔ قریش کی عورتیں بھی ایسا نہیں کر سکتیں [2] کیونکہ میری تیری باپ سے دوستی اور محبت تھی (حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا) [3] عمرو نے تلوار کا وار کیا علی نے سپر پر روکا۔ مگر تلوار سپر کو کاٹ کر سر پر بیٹھی اُسوقت شاہ ولایت پناہ نے ضرب ذوالفقار سے اُسکو دو ٹکڑے کر ڈالا (حبیب السیر) [4] جنگ میں داؤں گھات جائز ہے ++

حذیفہ اسی رات کو دشمن کی خبر لینے کے واسطے بھیجے گئے تھے +

ایرونگ لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے غم و غصہ کی حالت میں آنحضرت صلعم کو لکھا اور ملامت کی کہ یہ کیا بزدلی ہے کہ کھائی کے پیچھے سے لڑے اور یہ وہ چیز ہے کہ عرب لوگ جنگ میں اس سے واقف نہیں۔ یہ بھی لکھا کہ آیندہ کبھی بدلہ لونگا۔ جب جنگ احد کی طرح کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ آنحضرت نے جواب میں لکھا میدان میں آجا۔ اور پیشین گوئی کی کہ عنقریب وہ دن آتا ہے کہ قریشیوں کے بتوں کو پارہ پارہ کرتا ہوں +

صاحب روضۃ الاحباب و صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں خاصکر حیدر کرار صاحب ذوالفقار علی مرتضی سے وہ مبارزت اور مقاتلت واقع ہوئی کہ حد قیاس اور احاطہ عقل سے باہر ہے۔ جیسا کہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ لمبارزۃ علی ابن ابیطالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامۃ (تحقیق جنگ کرنا خندق کی لڑائی میں علی بن ابیطالب کا افضل ہے میری اُمت کے اعمال نیک سے روز قیامت تک)۔ مؤلف کہتا ہے ایک روایت میں بجائے اعمال اُمتی کے من عبادۃ الثقلین (جن و انس کی عبادت سے) واقع ہوا ہے۔ اور بعض روایت میں بجائے لمبارزۃ علی کے لضربۃ علی وارد ہوا ہے۔ اور صاحب سیرۃ المحمدیہ و حیوٰۃ الحیوان ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ یعنے پورا ایمان پوری کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے (حیواۃ الحیوان لغت حیدر) +

صاحب حبیب السیر نے عمرو بن عبدود کے مارے جانیکا حال لکھکر یہ شعر لکھے ہیں ؎ ز تیغ علی عمرو چوں کشتہ گشت۔ فلک نامۂ دولتش در نوشت + رسول خدا گفت از یکدلی۔ کہ در روز خندق مصاف علی + بہ از ہر عمل کاندریں روزگار۔ کنند اہل دیں تا بروز شمار + اور کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اُس مجلس میں اُٹھکر حضرت علی کے سر کو چوم لیا۔ معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اُٹھکر علیؓ کا سر چوم لیا اور عبداللہ بن مسعود نے پڑھا کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ ثبوت کو پہنچا ہے کہ عمرو بن عبدود کے مارے جانیسے اہل اسلام کی کمر مضبوط ہوگئی اور ارباب ضلال کے دل چھوٹ گئے +

(۴۳) غزوہ بنی قریظہ ذیقعدہ ۵ھ — ابو الفدا لکھتا ہے اور صاحب حبیب السیر اور دیگر مورخین و اہل سیر نے بھی لکھا ہے کہ جس روز آپ جنگ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے مسلمان اپنے اپنے ہتھیار کھولکر بیٹھے یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا۔ اُسیوقت حضرت جبرئیل پیغمبر خدا کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ خدا تعالی نے حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جاکر لڑو۔ پس حضرت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جبتک بنی قریظہ کے پاس نجائیں نماز عصر نہ پڑھیں اور حضرت علی کو علم دیکر روانہ کیا اور وہ بنی قریظہ کے ایک کنوئیں پر جاکر اُترے پیچھے سے آنحضرت تین ہزار آدمی کے ساتھ جا پہنچے ۲۵ روز تک مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا آخر وہ ڈرکر قلعہ سے باہر نکل آئے اور گرفتار ہوئے۔ قبیلہ اوس بنی قریظہ کا دوست تہا لہذا بنی اوس نے آنحضرت سے درخواست کی کہ جس طرح بنی خزرج کی سفارش سے حضور نے بنی قینقاع کی جاں بخشی فرمائی تہی اسیطرح ہمارے کہنے سے اس قبیلہ کی جاں بخشی فرمائے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو سعد ابن معاذ کو حکم بنادیں جو وہ کہے ہم اُسکی تعمیل ہم بھی کریں تم بھی کرو۔ یہ شخص چونکہ قبیلہ اوس کا سردار تہا اور اُس قبیلہ کی آدمی اُس قبیلہ سے بہت محبت رکھتے تھے فوراً سب نے منظور کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سعد بن معاذ اُنکی مخلصی میں سعی کریگا۔ حکم ہوا کہ سعد بن معاذ کو بلاؤ۔ سعد کی رگ ہفت اندام میں ایک گہاؤ زخم جنگ خندق میں آیا تہا پیدل نہ آسکے اُنکو ایک دراز گوش پر سہارا دیکر لائے۔ جب سعد حاضر دربار ہوئے حضرت نے اُنکی سب تعظیم کی

سعد کی کنیت ابو عمر تھی ۔ بنی قریظہ نے کہا کہ اے ابو عمر رسول اللہ نے آپ کو ہمارے اوپر حکم مقرر کیا ہے آپ ہمارے واسطے جو حکم دیں وہ عمل میں آئے ۔ سعد نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ مردوں کو مار ڈالو اور بچوں عورتوں اور لونڈیوں کو انکی گرفتار کرلو اور مال انکا سب آپس میں بانٹ لو ۔ آنحضرت نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا پس انصار نے پہلے ان لوگوں سے گڈھے کھدوائے بعدازاں علی اور زبیر اُنکے قتل پر مامور ہوئے ۔ اُنہوں نے سب کی گردنیں کاٹکر اُن گڈھوں میں لاشیں ڈالکر اوپر سے مٹی ڈالدی ۔ یہ تخمیناً ۷۰۰ آدمی تھے جو مارے گئے ۔ انمیں کعب بن اسد اور حی بن اخطب بھی تہا ۔ بعدازاں اُنکی عورتوں بچوں لونڈیوں اور مالوں میں سے پانچواں حصہ خمس کا نکالکر باقی صحابہ میں تقسیم کر دیا اور اُنکے مکان مہاجرین کے رہنے کو دیدیے گئے انصار نے بخوشی منظور کیا اُنمیں سے ریحانہ بنت عمرو کو حضرت نے اپنے واسطے رکھا ۔ اور جو تا وفات پیغمبر خدا آنحضرت کی ملکیت میں رہی ۔ بنی قریظہ کے مقتول ہونیکے بعد سعد بن معاذ کا بھی زخم پھٹ گیا وہ بھی راہی دار البقا ہوئے ۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا ۔ جنگ خندق میں کل چھ آدمی شریک ہوئے تھے ۔ جن میں یہ سعد بن معاذ بھی شامل ہیں اس وقت انکی عمر ۳۷ سال کی تھی جسیم بلند بالا تھے ۔ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے ۔ اُنہوں نے اپنے تمام قبیلہ بنی عبدالاشہل کے مرد عورت بچوں سب کو ایک دن میں مسلمان کیا تہا +

(۴۴) سریہ سیف البحر ذیحجہ ۵ھ حبیب السیر میں مستقصی سے نقل کیا ہے کہ اسی سال پنجم میں آنحضرت نے ابو عبیدہ بن جراح کو تین سو آدمیوں کے ساتھ سیف البحر کیطرف بھیجا تھا ۔ توشہ سفر صرف ایک انبان کھجوریں تھیں اوائل سفر میں ہر شخص ایک کھجور روز کھاتا تھا پھر آدھی کھجور حصہ میں آنے لگی ۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارہ پر بہجی کہ ایک ماہ تک اُسکا گوشت سب نے کہایا ۔ کہتے ہیں کہ وہ اتنی بڑی تھی کہ جابر بن عبداللہ انصاری اونٹ پر سوار اُسکی ایک پسلی کے نیچے سے نکل گئے ۔ واقدی سے روایت ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے جو اونٹ ہمارے ہاتھ خرما کے بدلے بیچے اور خرما مدینہ میں جا کر لے ۔ حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ دیکھتے ہو یہ مرد اپنے باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا ۔ قیس متغیر ہو کر کہا میرا باپ پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے کیا وہ اس قرض کو ادا نہ کریگا جو میں مجاہدان راہ خدا کے لئے کرتا ہوں پس قبیلہ جہینہ کے ایک مرد نے دو وسق[۲] (بوجھ اونٹ کے) خرما کی عوض ۱۵ اونٹ قیس کے ہاتھ فروخت کئے ۔ قیس ایک اونٹ روز ذبح کر کے اُن تین سو آدمیوں میں تقسیم کر دیتے تھے ۔ دو اونٹ باقی رہ گئے تھے کہ وہ ماہی عظیم خدا نے بہجی ۔ پھر ابو عبیدہ نے اُن بقیہ اونٹوں کو ذبح نہ کرنے دیا ۔ مدینہ پہنچے تو سعد بن عبادہ نے بیٹے کی بڑی تحسین کی اور ایک نخلستان اُسکو دیا جس سے ہر سال پچاس وسق خرما حاصل ہوتا تہا ۔ اور اونٹوں کی قیمت جہنی کو پہنچائی اُسے کپڑے بھی پہنائے جب کیفیت واقعہ سے حضور صلعم کو اطلاع ہوئی قیس کی نسبت فرمایا کہ وہ فیاض خاندان سے ہے ۔

(۴۵) مختلف واقعات (۱) جب حضرت غزوہ دومۃ الجندل پر تشریف لیگئے تھے پیچھے مدینہ میں سعد بن عبادہ کی والدہ عمرہ بنت مسعود نے وفات پائی (۲) ماہ جمادی الآخر میں چاند گرہن ہوا اور حضرت نے نماز گرہن پڑہی (۳) اسی سال قریش بہت تنگ ہوئے حضرت نے تالیف قلوب کی غرض سے چاندی سے مدد دی (۴) کئی قبیلے عرب کے حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۵) اسی سال زید بن حارثہ نے اپنی بیوی زینب[۳] بنت جحش کو طلاق دیدی ۔ اور ذیقعدہ میں آنحضرت نے اُن سے نکاح کرلیا (۶) جس شب زینب بنت جحش سے زفاف واقع ہوا اُسی شب کو آیہ حجاب نازل ہوئی (۷) صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ اسی سال حج خدا تعالی نے فرض کیا +

۱ھ تاریخ الخمیس اور کامل ابن اثیر میں اسکو غزوہ الخبط لکھا ہے کیونکہ اسمیں صحابہ کی حالت پسے ہوئے پتے کھانے پر پہنچگئی تھی یہ غزوہ رجب ۸ھ میں لکھا ہے پہلے ایک مٹھی کھجوریں ملتی تھیں پھر ایک ایک ملنے لگی ۔ مچھلی وغیرہ کا سب حال اسیطرح لکھا ہے صاحب تاریخ الخمیس نے رجب ۸ھ یا ۶ھ یا ۷ھ قبل صلح حدیبیہ لکھا ہے ۲ھ وسق = ۶۰ صاع اور صاع = ۱۰۴۰ درہم اور درہم = تقریباً ساڑھے تین ماشہ ۔ نیز صاع = ۴ مد = ۲ سیر بوزن انگریزی

۳ھ آنحضرت کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تہیں + +

آنحضرت نے سنہ ۹ھ تک حج نہیں کیا سنہ ۱۰ھ میں حج کیا۔ حالانکہ کوئی مانع نہ تہا۔ اہل سیر کو سال فرض حج میں اختلاف ہی
بعض نے سنہ ۵ ہجری بعض نے سنہ ۶ بعض نے سنہ ۷ بعض نے سنہ ۸ اور بعض نے سنہ ۹ ہجری میں حج کا فرض ہونا لکھا ہے
قاضی عیاض نے سنہ ۹ ہجری کو صحیح بتایا ہے +

سنہ ۶ھ مطابق سنہ ۶۲۷ عیسوی

(۶۶) غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ھ رجیع سے کچہہ لوگ مدینہ میں آکر بظاہر مسلمان ہوئے اور چھ مسلمان ارکان دین سکہانیکو اُنکے ہمراہ بہیجے گئے وہ گھر پہنچکر اُن سے لڑے اور اُنمیں سے اکثروں کو مار ڈالا۔ قصاص کے لئے آنحضرت نے رجیع کے باشندوں بنی لحیان پر چڑہائی کی مگر وہ لوگ مقابلہ میں نہ آئے بہاگ گئے اور حضرت نے ۱۴ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ کو مراجعت کی

(۶۷) غزوہ غابہ یا غزوۂ ذی قرد ربیع الاول سنہ ۶ھ عیینہ بن حصین فزاری نے آنحضرت کی دودہ دیتی ہوئی اونٹنیاں جنگل میں سے پکڑ لی تہیں۔ رسول خدا صلعم نے بارادہ جہاد مدینہ سے کوچ کیا۔ ۴ ربیع الاول کو ذی قرد کے پاس پہنچے جو مدینہ سے خیبر کی راہ پر دو رات کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ لیکن جب وہ اونٹنیاں واپس مل گئیں تو حضرت نے مراجعت کی۔

نوٹ بعض مورخین واہل سیر نے جنگ بنی مصطلق اور افک عائشہ کا قصہ بہی اسی سال میں لکھا ہے اور غزوہ ذات الرقاع بعض نے اسی سنہ میں لکھا ہے + اسی سال آنحضرت نے کئی اصحاب کو تہوڑی تہوڑی فوج دیکر جدا جدا مدینہ کے قرب وجوار میں جہاد پر روانہ کیا مگر کوئی مشہور یا دلچسپ واقعہ ظہور میں نہیں آیا +

(۶۸) سریہ عیص جمادی الاول سنہ ۶ ہجری حضرت نبی کو خبر ملی کہ قریش کچہہ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت نے زید بن حارثہ کو اُنپر روانہ کیا۔ مقام عیص پر قافلہ قریش ملا۔ مسلمانوں نے مال لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کرلیا۔ اسیروں میں زینب بنت رسول کا شوہر ابو العاص بہی تہا۔ زینب نے اُسکو اپنی جوار میں لیلیا۔ حضرت نے منظور کیا اور اُسکا مال واپس کردیا۔ طبری لکہتا ہے کہ ابو العاص نے مکہ میں آکر لوگوں کا مال حوالہ کیا (اور سنہ ۸ھ میں) مسلمان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت نے نکاح اول ہی پر زینب کو ابو العاص کے حوالہ کردیا +

(۶۹) سریہ دومۃ الجندل۔ شعبان سنہ ۶ھ آنحضرت نے عبد الرحمن بن عوف کو دعوت اسلام کے لئے بنی کلب کے پاس دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اُنکا سردار اصبغ بن عمر کلبی عیسائی مذہب چہوڑ کر مسلمان ہوا۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ تماضر بنت اصبغ سے عبد الرحمن نے نکاح کیا جس کے بطن سے ابو سلمہ فقیہ پیدا ہوا

(۷۰) علی فدک پر۔ شعبان سنہ ۶ھ خبر آئی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیوں کے ساتھ سازش کرکے مدینہ پر چڑہائی کا ارادہ رکہتے ہیں حضرت علی سو آدمیوں کے ساتھ اُنکی سرکوبی کو روانہ کئے گئے۔ فدک پر دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے +

(۷۱) سریہ وادی القریٰ۔ جمادی الآخر سنہ ۶ ہجری زید بن حارثہ نے بہت سا مال تجارت لیکر شام کا سفر کیا۔ وادی القریٰ کے قریب پہنچے تو بنی فزارہ نے لوٹ لیا اور کچہہ ساتہی اُنکے شہید ہوئے۔ زید ہزیمت پاکر مدینہ آئے اور کافی مدد لیکر مقابلہ کو گئے فتحیاب واپس آئے اور دشمنوں کی عورتیں گرفتار کرتے لائے +

(۷۲) سریہ عرنیہ۔ جمادی الآخر یا شوال یا ذیقعدہ سنہ ۶ھ عرنیہ مدینہ کے پاس ایک میدان ہے وہاں ایک بلاغ میں کچہہ بدمعاش رہتے تہے اُنمیں سے ۸ مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔ چونکہ مدینہ کی آب وہوا اُنکو موافق نہیں آئی حضرت نے قبا کے پہاڑوں پر جہاں اونٹوں کی چراگاہ تہی اُنکو بہیجدیا۔ وہاں دودہ پی پیکر جب وہ تندرست اور توانا ہوگئے تو بدنیتی

۱؎ مدینہ سے ۶۰ میل شام کی طرف ۲؎ مدینہ سے ۴ میل پر + +

نے زور کیا اور آنحضرت کے غلام یسار کو ہلاک کرکے اونٹوں کو ہنکا لیچلے ۔ مدینہ میں خبر آئی تو مسلمان دوڑ پڑے اور راستہ ہی میں اُن چوروں کو گرفتار کر لیا +

(۳۷) غزوہ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ہجری حضرت نے خواب میں دیکھا کہ اصحاب کے ساتھ حج کر رہا ہوں ۔ صبح کوچ کا ارادہ کیا ذیقعدہ کا مہینہ تھا جسمیں علاقہ حرم میں دشمنوں کو بھی لڑنا منع ہے ۔ کچھہ تو زیارت کعبہ کا شوق کچھہ وطن میں جانے کی خوشی اکثر مہاجر اور انکے ساتھ انصار بھی سامان سفر میں مشغول ہوئے ۔ یکم ذیقعدہ کو ۱۴۰۰ ۱۵ سو مسلمان آنحضرت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے ۔ ۷۰ اونٹ قربانی کے واسطے ساتھ لئے گئے قریش کو خبر ہوئی ۔ وہ مزاحمت کے لئے آمادہ ہوئے ۔ آنحضرت کو قریش کی مزاحمت کا حال معلوم ہوا تو مکہ سے ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس ٹہیر گئے ۔ یہاں سے ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی ۔ ایک ایلچی قریش کا عروہ بن مسعود ثقفی جو اہل طائف کا سردار تہا آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اب کے سال قریش نے لڑائی کا بڑا سامان کیا ہے ۔ آپ مکہ میں تشریف نہ لیجائیں اثنائے گفتگو میں عروہ کا ہاتھ حضرت کی ڈاڑھی کو لگ گیا ایک صحابی نے عروہ کے ہاتھ پر جھڑکہ مار کر ہٹایا اور کہا یہ کیا گستاخی ہے ۔ علاوہ اسکے عروہ کو بڑا تعجب ہوا جب اُس نے دیکھا کہ اصحاب آنحضرت کی اسقدر عزت کرتے ہیں کہ ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر کی بھی اتنی تعظیم اُنکی رعیت نہیں کرتی ۔ بروایت ارونگ جب آپ وضو کرتے آب وضو اصحاب تبرک کر لیتے تھوکتے تھوک اُٹھا لیتے کوئی بال جھڑتا یا ناخن کترا جاتا تبرک کرکے اُٹھا لیتے ۔ گبن نے ٹھیک لکھا ہے کہ جوش کی دلی حرارت درباروں کی رسمی اور بے دلی کی غلامی کی نسبت زیادہ زور اور سچائی کے ساتھ کام کرتی ہے ۔ عروہ نے کمال حیرت کے ساتھ قریش میں واپس آکر یہ حال بیان کیا[۱] +

بروایت ابن اثیر ۔ روضۃ الاحباب و حبیب السیر ۔ عروہ کی واپسی کے بعد آنحضرت نے جناب عمرؓ خطاب کو بلا کر کہا کہ تم قریش کے پاس جاکر کہو کہ رسول اللہ تم سے لڑنیکو نہیں بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ قریش میرے دشمن ہیں مجھکو اپنی جان کا خوف ہے کہ میرا کوئی حامی نہیں ہے ۔ اگر عثمان کو بھیجئے تو بہتر ہوگا کیونکہ قریش اُنکو عزیز رکھتے ہیں ۔ پس حضرت نے عثمان بن عفان کو ابوسفیان اور شرفائے قریش کے پاس روانہ فرمایا اور کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صرف حج کرنے آئے ہیں لڑنے نہیں آئے ہیں ۔ قریش نے عثمانؓ کی بڑی خاطرداری کی ۔ (کیونکہ آپ بھی ابوسفیان کے رشتہ کے بھیجے بنی اُمیہ ہی سے تہے) اور کہا کہ اے عثمان اگر تیرا ارادہ حج کرنیکا ہے تو بیشک طواف کرجا ۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں بغیر رسول اللہ کے کس طرح طواف کروں ۔ قریش نے خفا ہوکر حضرت عثمان کو گرفتار کر لیا ۔ اور بروایت مستقصی لشکر اسلام کے دس آور مہاجرین بہی جو مکہ گئے تہے قید ہوئے ۔ عثمان کے واپس آنیمیں دیر ہوئی تو مشہور ہوگیا کہ عثمان کو قریش نے شہید کر ڈالا اُسوقت پیغمبر خدا نے ارشاد کیا کہ اب بدون لڑائی اور قتل کفار کے ہم مراجعت نہیں کرینگے ۔ یہ فرماکر حکم بیعت کا دیا (ابوالفدا و حبیب السیر) +

[۱] ابن اثیر ۔ صاحب ازالۃ الخفاء و صاحب مدارج النبوۃ اور صاحب معارج وغیرہ نے لکھا ہے کہ عروہ نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ آپ ان چند اوباشوں کے گھمنڈ پر ہیں جو کہ آپکے گرد و پیش ہیں اگر آپ ایک دفعہ جنگ کی تو میں اُن لوگوں کے منہ دیکھ رہا ہوں جو لڑائی کے وقت بہاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ دینگے ۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام سنکر عروہ کو گالی دی اور اُسکے بتوں کی اہانت کی اور کہا چل نامرد اپنا راستہ لے کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ ہم لڑائی کے وقت بہاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ جائینگے ۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں کہا ابوبکر صدیق ۔ عروہ نے کہا اگر آپ کا مجھپر کوئی احسان نہ ہوتا اور میں نے آپ کو اُسکا بدلہ دیدیا ہوتا تو میں آپ کو اُسکا ضرور جواب دیتا اور اسکی سزا دیتا ۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں حضرت ابوبکر نے عروہ کے ساتھ ایک احسان کیا تہا جسکا بدلہ اُسنے ابتک نہیں اُتارا تہا +

بروایت ابن اثیر وغیرہ یہ بیعت جسکو بیعت الرضوان کہتے ہیں ایک کیکر کے درخت کے نیچے اسہلت پر ہوئی کہ تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ ہم اپنی جان دینگے کفار کو ماریں گے خود مرجائیں گے مگر اس مقام سے ہرگز نہ ٹلیں گے۔ جابر نے کہا ہے کہ ہمنے یہ بیعت صرف اسواسطے کی تہی کہ بہاگیں گے نہیں اور کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے۔ بموجب ارشاد پیغمبر اسکو سب لوگوں نے حضرت سے سوائے جد بن قیس کے کہ وہ اپنی اونٹنی کے نیچے چھپ رہا تہا سامنے نہیں ہوا تھا بیعت پیغمبر کی اور بیعت کرنیوالے اصحاب سمرہ کے نام سے مشہور ہیں انکی تعداد طبری نے ۱۴ سو یا ۱۵۲۵ لکہی ہے اکثر نے ۱۴ سو کی روایت لکہی ہے (حبیب السیر) اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان حاضر نہ تہے اسلئے حضرت نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر انکی طرف سے بہی بیعت کر لی تہی۔ جب صحابہ مرنے پر تیار ہوگئے۔ اسوقت یہ خبر آئی کہ عثمانؓ مقتول نہیں ہوئے بلکہ قریش نے قید کر رکھا ہے (ابوالفدا) + اسی اثناء میں سہیل بن عمرو کو قریش نے صلح کے واسطے رسول صلعم کی خدمت میں بہیجا اور عثمان بہی سہیل کے ساتھ آئے۔ حضرت نے مان لیا اور صلح ہوگئی۔ اسوقت حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یا تو آپ خدا کے رسول نہیں ہیں یا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کسطرح۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ دین اسلام کی کیوں عزت کہوتے ہیں ان لوگوں سے لڑنا ہی مناسب ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا کہ میں ایک بندہ خدا کا ہوں اور رسول اسکا ہوں میں ہرگز اسکے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجھکو تباہ اور ضایع نہ کریگا۔ بعد ازاں حضرت علی کو ارشاد کیا کہ اے علی ایک صلح نامہ تحریر کرو اس طور پر کہ اول میں اسکے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکہو۔ سہیل نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے بسمک اللہم لکہو جو قریش لکہتے ہیں۔ آپنے ارشاد کیا کہ اچہا یہی لکہو۔ جب یہ لکہہ چکے اسوقت فرمایا کہ اے علی یہ لکہو کہ یہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے قریش سے کیا۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکہیے حضرت نے یہ بہی منظور کیا (ابوالفدا) اور بروایت صاحب تذکرۃ الکرام و حبیب السیر حضرت علی سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو محو کرکے محمد بن عبداللہ لکہدو۔ حضرت علی نے (بفرط ادب) فرمایا کہ یہ کام ہمسے نہیں ہوسکتا کہ وصف رسالت کو محو کر دیں اسپر حضور صلعم نے خود محو کر دیا۔ اور اسکی جگہ محمد بن عبداللہ لکہوا دیا۔ معارج النبوۃ و شواہد النبوۃ و مدارج و تاریخ الخمیس و تاریخ الکامل حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تمکو بہی ایک وقت یہی دن پیش آنیوالا ہے (چنانچہ جب جنگ صفین کے بعد صلحنامہ لکہنے لگے کہ یہ عہدنامہ ہے امیر المومنین علی کا معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ تو معاویہ کی طرف سے عمرو عاص نے کہا کہ لفظ امیر المومنین کو محو کرو اور اسکے بدلہ علی ابن ابیطالب لکہو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ سچ کہا تہا رسول اللہ صلعم نے اور عمرو عاص کے کہنے کے بموجب منظور کیا) بعد اسکے صلحنامہ حدیبیہ میں یہ شرایط لکہی گئیں +

(۱) دس برس صلح کی میعاد رہے گی۔ اس اثناء میں ایک فریق دوسرے کی جان یا مال سے تعرض نہ کریگا (۲) جو لوگ

لہ صاحب تذکرۃ الکرام لکہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے سبکا ہاتھ ایک ایک کرکے پکڑا اور اسیطرح بیعت لی۔ حضرات صوفیہ میں اسی پر بیعت کی بنیاد ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصل اصحاب صفہ ہیں جو ۔۔ آدمی مجرد محض تہے۔ سوائے یاد الٰہی اور جہاد اسلام کے انکو دوسرا کام نہ تھا۔ انکے اہل و عیال نہ تہے اور انکا کہانا کپڑا حضور صلعم کے متعلق تھا۔ اور ایک مکان میں رہتے تہے جسکو صفہ کہتے تہے۔ یہیں سے خانقاہ کی اصل ہے۔

ٹہ اثنائے صلح پیڑ یا بری ثنیہ کا میں لکہا ہے کہ سہیل بن عمرو وغیرہ وکلاء قریش جسوقت عہدنامہ میں رسول کو رسول لکہنے سے انکار کر رہے تہے سعد بن عبادہ اور سعید بن حضیر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا تو رسول لکہوا یا تلوار فیصلہ کریگی (الکرام) سے عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکہتے ہیں کہ یہ کہکر علی ہاتھ قبضۂ شمشیر پر لیگئے اور امتناع کرنا اسد اللہ الغالب کا لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے ترک امتثال سے نہ تہا کہ یہ بات مستلزم ترک ادب ہو بلکہ عین امتثال یعنے حکمبرداری اور ادب ہے اور ناشی ہے نہایت عشق و ادب سے +

ہم عہد فریقین کے ہونگے وہ بہی اِس معاہدہ میں شامل سمجہے جائیں گے (۳) اس سال اہل اسلام عمرہ نہیں کرنے پائیں گے (۴) مسلمان سال آیندہ سے عمرہ کرسکتے ہیں (۵) جب مسلمان عمرہ کے واسطے آویں کوئی ہتیار سوائے تلوار کے نہ لاویں کہ وہ بہی میان میں ہو (۶) تین روز سے زیادہ حرم میں نہ ٹہیرا کریں (۷) اگر قریش کا کوئی مفرد مسلمان ہوکر اہل اسلام میں چلا جائے تو مسلمان اُسے واپس کردیں (۸) اگر مسلمانونکا کوئی فراری مرتد ہوکر قریش میں جاملے تو وہ واپس نہ کریں (تذکرۃ الکرام وکامل ابن اثیر) معاہدہ لکہا گیا اور اُسپر طرفین کی گواہیاں ہوگئیں + اصحاب رسول اللہ یہ جانتے تہے کہ اسی سال مکہ ضرور فتح ہوگا کیونکہ رسول مقبول نے حج کرنے کا خواب دیکہا تہا - جبکہ اُنہوں نے اسکے خلاف دیکہا کہ صلح ہوگئی اور رسول اللہ نے مراجعت فرمائی تو صحابہ کے دلمیں دغدغہ عظیم لاحق ہوا قریب تہا کہ وہ لوگ ہلاک ہوجائیں یعنی دین سے جاتے رہیں (ابو الفدا وابن اثیر) تذکرۃ الکرام وحبیب السیر میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ تو فرماتے تہے کہ ہم عمرہ بہی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہمنے یہ تو نہیں کہا تہا کہ اسی سال کرینگے - روضۃ الصفا میں ہے کہ بعض اہل اسلام کے دل میں شیطان رجیم نے ایسے شبہے ڈالے جو اُنکے صدق ویقین کے مناسب نہ تھے - اور بروایت صاحب روضۃ الاحباب حضرت عمر فرماتے ہیں کہ دغدغہ عظیم اُس روز میری دل میں پیدا ہوا ما شککت فی نبوۃ محمد کشکی یوم الحدیبیہ جیسا شک مجہکو آنحضرت کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اتنا شک مجہے کبہی پہلے نہیں ہوا تہا - پہروہی سوال وجواب جو اوپر لکہے گئے آنحضرت سے کرکے حضرت عمر فرماتے ہیں میں محزون وملول حضرت کی مجلس سے اُٹھکر حضرت ابوبکر کے پاس آیا - اور اُن سے وہی باتیں کہیں اُنہوں نے بہی وہی جواب دیا - جو آنحضرت نے دیا تہا - اور ایک روایت یہ ہے کہ صدیق نے کہا کہ اے عمر جا اور آنحضرت کی پیروی اختیار کر اور کوئی اعتراض نہ کر کہ وہ فرستادہ خدا ہے جو کچہہ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور وہی کرتا ہے جس میں مصلحت ہوتی ہے

غرض بعد انجام معاہدہ کے حضور صلعم نے حدیبیہ میں ھدی[1] کے ادا کرنیکا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کرکے اور بال منڈواکر مدینہ واپس چلو تین مرتبہ حضرت نے ایسا ہی کہا لیکن کسی نے کچہہ جواب ندیا اور حکم کی تعمیل نہ کی (عباسی وحبیب السیر ابن اثیر وطبری وروضۃ الاحباب) حضرت کو کمال ملال ہوا - اور ام سلمہ سے اپنے اصحاب کی شکایت کی - ام سلمہ نے رائے دی کہ پہلے آپ اپنا اونٹ قربان کریں اور سر منڈائیں پہر آپ کو دیکہکر وہ بہی ایسا کریں گے - پس حضرت نے اپنا اونٹ قربان کیا تو تمام اصحاب نے بہی ایسا ہی کیا (حبیب السیر) لیکن کمال ملول ومحزون تہے اور نزدیک تہا کہ کثرت غم سے ہلاک ہوجائیں یا ایک دوسرے کو مار کر مرجائیں (روضۃ الاحباب) بعد اسکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی +

ایک شخص ابوجندل بن سہیل جو مسلمان ہوگیا تہا - حضرت کے ساتھ مدینہ آنا چاہتا تہا - مگر بسبب معاہدہ کے ساتھ نہ لاسکے بلکہ اُسکے باپ کے حوالہ کردیا گیا - بعد میں ایک شخص ابوبصیر عتبہ بن اُسید جو مکہ میں رہتا تہا خود بخود مسلمان ہوکر مدینہ میں چلا آیا - قریش نے حسب معاہدہ دو شخص اُسکے لانیکے واسطے مدینہ بہیجے - حضرت نے موافق معاہدہ کے اُسے واپس بہیجدیا سمت میں بمقام ذو الحلیفہ ابوبصیر نے موقعہ پاکر اُنمیں سے ایک کو قتل کرڈالا - اور دوسرا ڈرکر بہاگ گیا - اور ابوبصیر حضور صلعم کے پاس واپس آیا - حضرت نے ابوبصیر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ عجب لڑائی لگانیوالا ہے - ابوبصیر سمجہا کہ اگر ٹہیرتا ہوں تو آنحضرت قریش کے حوالہ کردینگے چپکے سے روانہ ہوگیا - اور سیف البحر کے پاس نواح ذو المروہ میں بمقام عیص ایک جائے امن ڈہونڈہ کر رہنے لگا - جندل بن سہیل بہی مکہ سے آکر اُس سے ملگیا - اسی طرح مکہ میں جو کوئی مسلمان ہوتا اُن سے آملتا - یہانتک کہ اُن لوگوں کی تعداد بروایت ابن اثیر ۷۰ اور بروایت روضۃ الاحباب ۷۰ یا ۳۰۰ ہوگئی - اور وہاں سے گذرنے والے کفار قریش کو لوٹتے اور بہت تنگ کرنے لگے - تب کفار قریش نے تنگ ہوکر خود اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی اور لکہا کہ آپ ان لوگوں کو

[1] ھدی یعنی قربانی کا جانور - [2] بروایت روضۃ الاحباب ابوسفیان نے آنحضرت کی خدمت میں بہیجا + +

بلالیں۔ آنحضرت صلعم نے اُن لوگوں کو بلالیا۔ اور سورۂ فتح اسی بارہ میں نازل ہوئی۔ (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) لیکن اسوقت ابوبصیر کا انتقال ہوچکا تھا (روضۃ الاحباب) علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ گویا اس سے مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہیں رہا۔ علامہ ابن خلدون و ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعد اسکے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کرائی اُسکے لینے کو اُسکا بھائی عمارہ اور ولید آئے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو واپس کرنے سے منع کردیا۔ پس وہ شرط جو عہدنامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ جل جلشانہ نے مسلمانوں پر مشرکین عورتیں حرام کردیں جس سے اُنکا نکاح ٹوٹ گیا از انجملہ عمر خطاب نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی اُمیہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو جو مشرکہ تھیں طلاق دیدی پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور دوسرے نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے نکاح کرلیا (ابن اثیر) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو اپنے شوہر عمرو عاص کے پاس سے بھاگ کر مدینہ میں آگئی تھی۔ مسلمان ہوکر حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳)

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ منزل صہبا میں اور نیز علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ حدیبیہ سے پھرتے ہوئے راہ میں سورۂ انا فتحنا لک فتحا مبینا نازل ہوئی۔ فتح مبین سے یا تو سال آیندہ میں جنگ خیبر وغیرہ میں کامیاب ہونا مراد ہو یا یہ کہ صلح حدیبیہ سے اسلام کو بہت زیادہ ترقی ہونی مقصود ہے کیونکہ اس صلح کے بعد قریش کے لوگ بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے مکہ میں برابر قرآن خوانی ہونے لگی شرایط صلح کے بموجب کفار مزاحمت نہ کرسکتے تھے۔ ان دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے دوچند سے زیادہ ہوگئی[۱] صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز میں مسلمانوں کی حکومت تو قایم نہیں ہوگئی لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اللہ کا نام لینا اور محمدؐ کو رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا۔ ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسروں کو مسلمان ہونیکی ترغیب دیتا تھا" علامہ ابن خلدون زہری سے روایت کرتے ہیں کہ اس صلح سے پہلے کوئی مسلمان کفار قریش سے ملجُل نہ سکتا تھا۔ اس صلح سے ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ امن ہوگیا کوئی کسی کے اسلام سے معترض نہ ہوتا تھا نہ کوئی اسلام کی بُرائی کرتا تھا +

(۷۴) سنہ ۶ ہجری کے مختلف واقعات (۱) بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شراب صلح حدیبیہ میں سنہ ۶ ہجری میں حرام ہوئی تھی لیکن اکثر نے سنہ ۴ ہجری میں واقعہ بنی نضیر میں حرام ہونا صحیح سمجھا ہے۔ اگرچہ آیہ تحریم خمر ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ تاریخ الخمیس (۲) ام رومان والدہ عایشہ نے وفات پائی (۳) رسول اللہ صلعم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا اور زفاف سنہ ۷ ہجری میں واقع ہوا (۴) حکم ظہار اسی سال نازل ہوا ۱۰

سنہ ۷ ہجری مطابق سنہ ۶۲۸ عیسوی

(۷۵) شاہان اطراف کے نام خطوط جب حجاز میں ایک گونہ اسلام کی بنیاد قایم ہوگئی۔ تو آنحضرت کو دوسرے ملکوں میں دعوت اسلام کی فکر ہوئی چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر سنہ ۷ھ کے آغاز تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اور آخر سنہ ۶ھ میں گرد و نواح کے بادشاہوں کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط روانہ کرنیکا ارادہ کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے تو محرم سنہ ۷ھ میں آنحضرت نے ایک مہر تیار کرائی۔ جسپر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ اور نجاشی۔ قیصر اور کسریٰ وغیرہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط قاصدوں کے ہاتھ سربمہر روانہ فرمائے۔

(۱) نجاشی اصحمہ بادشاہ حبش کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمری کو روانہ کیا گیا۔ دو خط بھیجے گئے ایک دعوت اسلام میں ایک جعفر اور اُن مسلمانوں کی طلبی میں جو بسبب بے سروسامانی کے آنہ سکتے تھے۔ نجاشی آنحضرت کا نامہ دیکھکر تخت سے اتر پڑا بوسہ دیکر آنکھوں سے لگایا اور پڑھتے ہی کلمۂ طیبہ زبان پر جاری کیا اور جعفر اور دیگر مہاجرین کو مدینہ کی طرف روانہ کردیا اور وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ پہنچے۔ انہیں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھی جسکا شوہر عبید اللہ بن جحش حبش

---

[۱] ابن خلدون و ابن اثیر + + +

عیسائی ہوکر مرگیا تھا۔ رسول اللہ کی فرمائش سے نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت سے پڑھوا دیا اسکے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے کو آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن وہ کشتی ڈوبنے سے غرقاب ہوگیا (ابن خلدون) اصحمہ نے سنہ ۹ ہجری میں انتقال کیا آنحضرت کو خبر پہنچی تو اُسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ (۲) قیصر ہرقل بادشاہ روم و شام کے پاس دحیہ بن خلیفہ کلبی روانہ کئے گئے ہرقل کے نام کا خط لیکر قاصد بصریٰ میں گیا کہ حاکم بصریٰ کی وساطت سے قیصر کے پاس جائے۔ حاکم بصریٰ یعنی حارث ملک غسان حمص گیا ہوا تھا جو قیصر کا پایہ تخت تھا مگر قیصر اُسوقت بیت المقدس کو روانہ ہوگیا تھا۔ غرض قاصد حمص میں آیا اور والی بصریٰ کی وساطت سے قیصر سے ملا۔ قیصر نے تعظیم کے ساتھ آنحضرت کے خط کا ترجمہ سُنا اور اُسکا دل اسلام کی طرف مائل ہوا۔ مگر ارکان دولت کے خوف سے جو نصرانی تھے اسلام ظاہر نہ کرسکا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہرقل فارس پر فتح پانے کی خوشی میں قسطنطنیہ سے بیت المقدس میں آتا تھا۔ کہ راستہ میں بمقام حمص دحیہ نے نامۂ رسول پہنچایا۔ (۳) نوشیرواں کے پوتے کسریٰ پرویز بادشاہ ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ بھی روانہ کئے گئے۔ خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں اُس خط میں آنحضرت کا نام اپنے نام سے پہلے دیکھکر نہایت غصہ ہوا۔ اور نامہ مبارک کو پارہ پارہ کردیا۔ ایلچی واپس آیا۔ حضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فرمایا خدا اسیطرح اسکی سلطنت کو پارہ پارہ کریگا اسکے بعد خسرو پرویز نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا میں نے سنا ہے کہ عرب کی قوم قریش میں ایک دیوانہ پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعوی کرتا ہے اُسے گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدے باذان نے دو شخص ایک نامہ دیکر آنحضرت کے پاس روانہ کئے ان دونوں نے مدینہ میں آکر نامہ دیا اُسمیں لکھا تھا کہ تم جلد ان دونوں کے ساتھ اپنے تئیں کسریٰ تک پہنچاؤ ورنہ تمکو وہ ہلاک کرڈالیگا۔ آنحضرت نے فرمایا آج ٹھیرو کل جواب ملیگا۔ دوسرے دن جب وہ آئے تو حضرت نے فرمایا کس کے پاس جاؤں۔ جس نے بلایا تھا وہ تو کل رات کو مارا گیا اُسکے بیٹے شیرویہ نے اُسکا پیٹ چاک کر ڈالا[۱]۔ جاؤ باذان سے یہ حال کہو اور یہ بھی کہنا کہ ہمارا دین جلد ایران میں پھیلا چاہتا ہے۔ تو اگر مسلمان ہوجایگا تو جو کچھ تیرے قبضہ میں ہے بحال رہیگا ادہر قاصد واپس آئے اُدہر مدائن سے شیرویہ نے باذان کو لکھا کہ خسرو کو میں نے مارڈالا وہ ظالم تھا میں تخت پر بیٹھا ہوں۔ لوگوں سے میرے لئے بیعت لے اور جبتک ہمارا حکم نہ آئے اُس شخص سے کچھ نہ بولنا جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ یہ خبر سُنکر باذان اور بہت سے لوگ یمن اور ایران کے مسلمان ہوگئے۔ (۴) اسوقت مصر کا دارالحکومت اسکندریہ تھا۔ یہاں ہرقل قیصر روم کی طرف سے جریج بن مینا قبطی جسکا لقب مقوقس تھا گورنری کرتا تھا۔ مگر ایران اور روم کے درمیان لڑائی سی جو چل رہی تھی مقوقس آزادی سے مصر پر حکمرانی کرتا تھا مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ نامہ لیکر بھیجے گئے۔ مقوقس نے قاصد کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ نامہ کو تعظیم اور احترام سے مطالعہ کیا۔ اسلام تو نہیں لایا مگر بہت سے تحفے آنحضرت کیواسطے بھیجے منجملہ اُنکے دو کنیزیں تھیں جن میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حضرت کے حرم محترم میں داخل ہوئیں اور جن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسری ماریہ کی بہن سیرین جو حضرت نے حسان بن ثابت کو عطا کی۔ جس سے عبدالرحمن بن ثابت پیدا ہوا۔ اور ایک خچر سفید جسکا نام دلدل تھا جو آنحضرت کے بعد حضرت علی اور اُنکے بعد حضرت امام حسین کی سواری میں تا زمانہ معاویہ رہا[۳] اور ایک تیز دراز گوش جسکا نام یعفور تھا۔ اور ایک خواجہ سرا مابور نام جو ماریہ کے چچا کا بیٹا تھا

[۱] روم اور ایران میں کئی صدی سے ملک کی خاطر لڑائی ہورہی تھی جو وقتاً فوقتاً تازی ہوجاتی تھی۔ اسوقت بھی کئی سال سے اُنمیں جنگ ہورہی تھی اور دونوں کی لڑائی سے تمام ایشیا کوچک پامال ہورہا تھا۔ ایکدفعہ خسرو نے تین فوجوں سے فلسطین قبدوسیہ (کپادوشیہ) آرمینیہ اور کئی اور جزیرے اور شہر روم سے چھین لئے تھے اور بیت المقدس پر قابض ہوکر صلیب مقدس کو ایران لیگیا تھا اور افریقیہ پر حملہ کرکے مصر اور لیبیا کو فتح کرکے اپنی سلطنت کا ہیج تک وسیع کرلی تھی

[۲] یہ واقعہ جمادی الاول یا جمادی الآخر سنہ ہجری کی ۱۰ تاریخ کا ہے۔ پھر شیرویہ نے ۸ مہینے سلطنت کی اور ۲۲ سال کی عمر میں مرگیا[۵] مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ

[۳] دلدل امام حسنؑ کی سواری میں رہا یہانتک کہ اُن حضرت کی سواری میں ہلاک ہوگیا تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسوقت تک دلدل کے اور کوئی خچر عرب میں نہ تھا۔

یہ ماریہ کے پاس آتا جاتا تہا اور لوگوں کو معلوم نہ تہا کہ یہ خصّی ہی لوگوں نے اس بات کا چرچا کیا آنحضرت کو برا معلوم ہوا اور علی سے کہا کہ اُسے جاکر قتل کر ڈالو۔ علیؑ نے کہا کہ قتل ہی کر ڈالوں یا اپنی رائے پہ عمل کروں حضرت نے فرمایا اپنی رای پہ عمل کرنا۔ پس جب مابور نے علیؑ کو اور ننگی تلوار کو دیکہا تو دکہا دیا کہ اُسکا عضو تناسل نہیں ہے علیؑ نے چھوڑ دیا اور نبی صلعم سے کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ شاہد وہ بات دیکہتا ہے جو غائب نہیں دیکہتا۔ ماریہ گوری اور خوبصورت تہیں اور حضرت اُنکو بہت پسند کرتے تہے۔ درازگوش حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت مرگیا اور مقوقس نے عہد خلافت جناب عمر میں نصرانی حالت میں انتقال کیا (حبیب السیر) (۵) حارث بن ابی شمر غسانی والی دمشق کے پاس شجاع بن وہب نامہ لیکر پہنچے۔ حارث نے نامہ کو پڑھکر پہینکدیا اور قاصد ناکام واپس آیا۔ صرف حارث کے دربان کو اپنے فیضان صحبت سے مسلمان کرتا آیا۔ حارث کا ۸ھ میں انتقال ہوگیا اور اُسکی جگہ جبلہ بن الایہم جو بنی غسان کا آخر بادشاہ ہے حکمران ہوا جب شام فتح ہوا اور عمرؓ شام کو گئے تو بمقام جابیہ جبلہ سے ملاقات ہوئی اور اُسنے اسلام قبول کیا۔ ایک دن جبلہ نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی آنکہہ پہ گھونسا مارا وہ شخص حضرت عمر کے پاس فریاد لایا حضرت عمر نے فرمایا تو بہی اُسکی آنکہہ پہ گھونسا مار۔ جبلہ نے کہا کیا میری اور اُسکی آنکہہ برابر ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا بیشک۔ پس جبلہ ناراض ہوکر عموریہ میں چلا گیا اور وہیں ارتداد کی حالت میں فوت ہوگیا (تاریخ الخمیس) اور مشہور روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۸ھ میں جبلہ بن ایہم آخری بادشاہ غسان کے پاس دعوت اسلام کا خط بہیجا تہا اور اُس نے اسلام قبول کر لیا تہا اور وہ اسلام پہ ثابت تھا یہاں تک کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں حج کو آیا جب طواف کر رہا تھا تو بنی فزارہ کے ایک شخص کے پانو سے اُسکی ازار کھل گئی جبلہ نے اُسکے ایک گھونسہ مارا جس سے اُس فزاری کی ناک اور دو دانت ٹوٹ گئے وہ حضرت عمر کے پاس فریاد لایا۔ حضرت عمر نے جبلہ کو طلب کیا اور کہا یا تو اس سے معافی مانگ یا قصاص دے جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں اور وہ بازاری مجہہ سے اُسے قصاص دلواتے ہو حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں دونو برابر ہیں اور تمہیں اُس پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقوی سے۔ جبلہ نے کہا اگر اس دین میں میں اور یہ شخص دونوں برابر ہیں تو میں عیسائی ہوجاتا ہوں۔ فرمایا عیسائی ہوجائیگا تو تیری گردن ماردونگا۔ جبلہ نے کہا اچہا ایک رات کی مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ پس رات ہوئی تو سوار ہوکر اپنے بنی عم میں چلا گیا اور قسطنطنیہ کیطرف بہاگ گیا اور وہیں عیسائی ہوکر ارتداد کی حالت میں مرگیا (خمیس) (۶) یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نصرانی کے پاس سلیط بن عمرو نامہ لیکر پہنچے۔ اُس نے نامہ پڑہا جواب میں لکہا کہ آپ کی ہدایت کا طریقہ بہت اچھا ہے میں آپکا ہمزبان ہونے کو تیار ہوں لیکن میں مرد شاعر اور فصیح و بلیغ ہوں مجہے آپ نبوت میں اپنا شریک کریں یا کچہہ ملک مجہے دیدیں میں زبان سے آپ کو بہت مدد پہنچا سکونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو اُسکو ایک زمین پر گری ہوئی کہجور بہی نہ دونگا۔ غرض ہوذہ تو تہوڑے دنوں بعد اپنے نصرانی مذہب پر فوت ہوگیا۔ لیکن ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب نے یہیں سے دعوی نبوت پیش کیا۔ جسکا ذکر آگے آئے گا۔ فوائد (۱) علاوہ انکے فتح مکہ سے پہلے ۸ھ میں علاء بن الحضرمی کو والی بحرین منذر بن ساوی عبدی کے پاس بہیجا گیا۔ انکے جانےسے بحرین کے سب عرب مسلمان ہوگئے۔

(۲) علامہ ابن خلدون لکہتے ہیں کہ ۸ھ میں جیفر بن جلندی والی عمان کے پاس عمرو بن العاصی کو روانہ کیا گیا تھا۔

فائدہ (۲) مکہ میں تو ۱۳ برس تک حضرت کا بعد بعثت قیام رہا۔ اس عرصہ میں اسلام کو کوئی رونق نہیں ہوئی لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی سے اُسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چہہ ہی سال میں ایران شام اور مصر تک ایک دہوم مچگئی۔ صلح حدیبیہ میں ایک مصلحت یہ بہی تہی کہ اسلام کو دور دور پہیلانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپسمیں لڑ جہگڑ کر قوت زائل کردینا بے سود ہے۔

ف صاحب مدارج لکہتے ہیں کہ حارث کے بعد جبلہ بادشاہ ہوا ہو اور حارث کا ۸ھ میں انتقال ہوا تو جبلہ کو ۸ھ میں خط بہیجا گیا ہوگا

(۷۹) **جنگ خیبر[1] صفر سنہ ۷ھ** اہل خیبر جنہیں وہ تمام یہودی بہی جا ملے تھے جو مدینہ اور اُسکے نواح سے جلاوطن کئے گئے تھے ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنیکی تیاریاں کرتے تہے اور اُنہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنا حلیف (ہم عہد) کرلیا تہا۔ خیبر کے یہودی اپنی بہادری اور شجاعت میں تو مشہور تہے ہی مگر زیادہ تر اُن قلعوں کی مضبوطی پر جو شمار میں پانچ یا سات یا دس تہے اُنکو بڑا گھمنڈ تہا جب اُن لوگوں کی آمادگی جنگ نے بہت شہرت پائی تو رسول اللہ صلعم نے اس فساد کے مٹانیکا ارادہ کیا اور ماہ محرم میں ۱۴ سو پیدل اور ۲ سو سوار کے ساتھ خیبر پر چڑہائی کی[2]۔ مخالفین کی تعداد صاحب روضۃ الاحباب[3] و مدارج نے دس ہزار زرہ پوش مرد جنگی لکہی ہے ٭ اس لڑائی میں جو ناموری علی مرتضی کو حاصل ہوئی وہ پہلے غزوات سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے کیفیت اسکی یہ ہے کہ جب لشکر اسلام خیبر میں پہنچا تو باشندگان خیبر اپنے قلعوں کی مضبوطی پر نازاں ہو کر اپنے اپنے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے ایکماہ تک اُن سے برابر لڑائی ہوتی رہی اس عرصہ میں اور سب قلعے تو فتح ہو گئے مگر قلعہ قموص جسکو بعض مورخین نے غموص بہی لکہا ہے۔ فتح نہ ہوتا تہا۔ صاحب تاریخ الخمیس و مدارج و معارج و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب اور صاحب حبیب السیر وغیرہ لکہتے ہیں کہ اول آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا علم دیکر سردار لشکر بنا کر اس قلعہ پر بہیجا۔ مگر باوجود سخت مقابلہ کے بغیر فتح کے واپس آئے پہر حضرت ابوبکر کو روانہ کیا بڑی لڑائی ہوئی مگر بلا فتح واپس آئے تیسرے دن پہر حضرت عمر بہیجے گئے مگر ناکام پہرے۔ اُن دونوں آنحضرت درد شقیقہ میں مبتلا تھے جب قموص کسی طرح فتح نہوا۔ اور بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ آنحضرت کے سامنے آکر حضرت عمر کی ہمراہی فوج حضرت عمر پر نامردی کا الزام لگانے لگی اور حضرت عمر اُنپر۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو یہ علم دونگا کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکہتا ہے اور خدا و رسول اُسکو دوست رکہتے ہیں وہ شخص بار بار دشمن پر حملہ کرنے والا اور نہ بہاگنے والا ہے اور خدا تعالی اُسکے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کریگا۔ جن قریشیوں کے دلوں میں علی کی طرف سے کچہہ خیال تہا اُنکا گمان تہا کہ اس سے علی تو ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُنکی آنکہیں ایسی سخت دکہتی ہیں کہ اُنہیں کچہہ دکھائی نہیں دیتا[4]۔ یہ بہی تہا کہ علی اسوقت خیبر میں موجود بہی نہ تھے آشوب چشم کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تہے۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ مفارقت رسول کی برداشت[5] نکر کے اُسی رات کو اُسی حالت میں کہ کچہہ دکھائی نہ دیتا تہا خیبر میں پہنچ گئے (طبری۔ مدارج۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) ٭

تمام مورخین نے لکہا ہے کہ جب آنحضرت نے حدیث رایت ارشاد فرمائی تو صحابہ نے ساری رات اس فکر میں بسر کردی کہ دیکہئے یہ فضیلت کسکو نصیب ہوتی ہے اور یہ علم کسکو ملتا ہے۔ ہر شخص جو آنحضرت کے ساتھ کچہہ بہی منزلت رکھتا تہا اس سعادت کا آرزو مند تھا۔ تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہرگز امارت کو میں نے دوست نہیں رکہا مگر اُس روز۔ وہ رات صحابہ کو مارے اشتیاق کے کمال بیچینی میں گزری۔ مگر علی بہی کہتے تھے کہ بار الہا جس چیز کو تو منع کرے کوئی دے نہیں سکتا اور جس چیز کو تو دے اُس سے کوئی روک نہیں سکتا۔ (خمیس و مدارج و معارج وغیرہ) غرض خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ بہت سویرے سے صحابہ آنحضرت کے سامنے آکھڑے ہوئے ہر ایک اپنے کو دکھاتا اور جتاتا تہا۔ سعد بن ابی وقاص نے تو غضب ہی کیا۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچکر دو زانو کے بل دہم سے

[1] خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۴ یا ۵ دن کی راہ پر ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع تہا۔ عربی مورخین نے مدینہ سے خیبر کا فاصلہ لکہا ہے ۸ برید اور برید ۴ فرسنخ کا ہوتا ہے فرسخ ۳ میل کا میل ۴ ہزار خطوہ کا خطوہ ۳ قدم کا۔ (تاریخ الخمیس بسند مزیل الخفاء) اکثر محققین نے میل دو ہزار گز کا لکہا ہے۔ کنانہ بن ربیعہ ... الحقیق خیبر کا حاکم تہا جو حی بن اخطب کا داماد اور صفیہ کا شوہر تہا جو لبعد فتح خیبر آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں [2] اس غزوہ میں ام سلمہ حضرت کے ساتہ تہیں سیرۃ المحمدیہ [3] بخاری مسلم۔ احمد بن حنبل نسائی۔ ترمذی۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابو الفدا۔ فتوحات واقدی۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج۔ روضۃ الاحباب [4] مدارج و خمیس و حبیب السیر [5] اور بعض روایت میں ہے کہ آنحضرت نے بحکم خدا نادعلی پڑہی اور اُسیوقت علی آموجود ہوگئے

گر پڑے اور پھر کھڑے ہو گئے - کہ رسول کسیطرح بہی متوجہ ہوں اور اپنا بڑا وعدہ شاید ہمارے ساتھ پورا کریں - مگر اُنکا یہ خیال ٹھیک نتہا - کیونکہ رسول ہر شخص کی طبیعت اور قابلیتوں سے خوب واقف تھے اور کسیکو بہولنے والے نتھے +

اب حال یہ ہے کہ تمام صحابی صف باندہے ہوئے علم ملنے کی اُمید میں رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑے ہیں مگر رسول کسیکی طرف مخاطب نہیں ہوتے - اور پوچھتے ہیں علی کہاں ہیں ؟ اس سوال پر ہر طرف سے شور ہوتا ہے کہ اُنکی تو ایسی آنکھیں دکھتی ہیں کہ کچھہ بہی نہیں دکھائی دیتا - فرمایا بلاؤ تو - سلمہ بن اکوع گئے اور علی کا ہاتہہ پکڑے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر کیا - پوچھا کیا حال ہے عرض کی یارسول اللہ آنکھیں بہت دکھتی ہیں - رسول اللہ صلعم نے علی کا سر گود میں رکھکر اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا دیا فوراً اچھی ہو گئیں - گویا دکھی ہی نہ تہیں پھر اسکے بعد بہی حضرت علی کی آنکھیں کبہی نہ دکھیں[1] - اسکے بعد علم جس پر سبکی نظر تہی علی کو عطا کیا - اور خود علی کو مسلح کرکے قلعہ پر روانہ کیا - علم لیکر علی نے پوچھا یارسول اللہ کبتک لڑوں فرمایا جبتک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں - اے علی اگر تیری بدولت ایک شخص کی بہی ہدایت ہو تو تیرے سرخ اونٹونکی خیرات سے بہتر ہے - مدارج و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے وہ علم حصار قموص کے نیچے ایک پتھروں کے تودہ پر جو وہاں تہا قایم فرمایا - ایک شخص احبار یہود سے اُس حصار کے اوپر کھڑا تہا دیکھکر بولا اے صاحب علم تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے فرمایا حیدر[2] میرا ہی نام ہے - یہ سنکر وہ یہودی اپنی قوم سے بولا کہ قسم توریت کی اب تم مغلوب ہوئے اور یہ جوانمرد فتح کئے بغیر یہاں سے نہیں پھریگا - صاحب مدارج ظاہری سبب اسکا یہ لکھتے ہیں کہ وہ یہودی صفات علی مرتضٰے سے واقف تہا اور شجاعت اُس شجاع بے مثل کی اور اوصاف اُسکے توریت میں پڑھتے تھے اور وصف سرور عالم اور اصحاب خاص کے کتب سلف میں مذکور اور مسطور تہے +

اُس روز اول جو شخص جنگ کے واسطے قلعہ سے باہر نکلا وہ مرحب کا بہائی حارث یہودی تہا کہ نیزہ اُسکا تین[3] من کا تھا - اہل اسلام سے اُسنے کئی شخصونکو شہید کیا - یہ دیکھکر حضرت علی اُسکے مقابلہ کو گئے اور اُسے قتل کیا - اسپر اُسکا بہائی مرحب غصہ میں آگ بگولا ہو کر آیا یہ شخص نہایت تنومند بلند بالا تہا اور شجاعت اور مبارزت میں اُس گروہ کے پہلوانوں میں کوئی اُسکا ثانی اور ہمتا نہ تہا - اُس روز دو زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں حمائل کئے ہوئے تہا - دو پگڑیاں سر پر رکھکر ایک خود آہنی اور اُسکے اوپر ایک پتھر سوراخ کرکے رکھا تہا - اُسکا نیزہ تین من کا تہا - رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا - حضرت علی نے بہی اُسکے مقابلہ میں رجز پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے ؎ انا الذی سمتنی امی حیدرہ - کلیث غابات کریہ المنظرہ - ضرغام آجام ولیث قسورہ + (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنے اسد رکھا ہے یعنے جہاڑیوں کا شیر اور زبردست شیر ببر) اس موقعپر صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ شروع میں حضرت علی کی والدہ نے حضرت علی کا نام (اپنے باپکے نام پر) اسد رکھا تہا - اور مرحب نے خواب میں دیکھا تہا کہ شیر اُسے پہاڑ رہا ہے - پس شاید اللہ تعالیٰ نے علی کو مرحب کے خواب سے اطلاع دیدی تہی[4] - اور اس رجز میں علی نے مرحب کو اُسکا خواب یاد دلایا تہا تاکہ اُسکے دل میں خوف اور ہیبت بیٹھ جائے اور ہتیار چلانے کی ہمت نہ رہے - ایرونگ کے موافق مرحب نے آتے ہی اپنے تئیں بہال کے

---

[1] بخاری، مسلم - ازالۃ الخفاء - کامل - خمیس - ربیع - المرتضی [2] ایرونگ لکھتا ہے (دیکھو سکیسز آف محمد) علی میانہ قد تہے - مگر قوی ہیکل اور مربع - طاقت بہت تہی - ہنس مکھہ - نہایت خوش مزاج - گھنگی ڈاڑھی - مزاج میں محبت بہت - نہایت عقلمند - مذہب میں سرگرم - بالکل نہ ڈرنے والے بہادر اور اسد اللہ کے لقب سے مشہور تہے [3] من مطلق سے ۷۰ تولہ مراد ہوتی ہے - من پکی - ۸۰ تولہ کا اور من تبریزی دو سو تولہ کا ہوتا ہے - یہاں شاید من پکی سے مراد ہو +

[4] صاحب سیرۃ المحمدیہ نے لکھا ہے علی کو کشف ہوا تھا +

نیزہ سے حملہ کیا مگر علی نے رد کر کے اُسکے سر پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ ذوالفقار قربوس زین پر جا جھکی۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ جسپر ید اللہ کا غضب کا ہاتھ پڑے وہ دو ٹکڑے کیونکر نہو۔ مرحب کے مارے جانے سے یہودیوں کا دل ٹوٹ گیا۔
مگر لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ چھ اور نامی سردار جن میں سے عنتر پہلوان۔ ربیع بن ابی الحقیق اور یاسر بہت ہی مشہور ہیں علی کے ہاتھ سے مارے گئے (فواتح میبذی) جب یہودیوں کے ایسے ایسے نامی کامی سردار اور پہلوان مارے جا چکے تو اُنکا حوصلہ بالکل پست ہو گیا قلعے کی طرف بھاگے۔ حضرت علی اُنکے پیچھے مارتے چلے جاتے تھے کہ ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر اس زور سے ضرب[۱] لگائی کہ سپر دست مبارک سے چھٹکر زمین پر گری دوسرے یہودی نے دوڑ کر وہ سپر اُٹھالی اور بھاگ گیا۔ حضرت امیر کو غصہ آیا اور ایک حالت عالم قدرت ربانی سے بقوت روحانی وارد ہوئی کہ خندق سے ایک جست کر کے حصار کے دروازہ پر جا پہنچے اور اُس حصار کا دروازہ آہنی قدرت دست ولایت سے اُکھاڑ لیا۔ اور اُسے اپنی سپر گردانکر[۲] جنگ میں مشغول ہوئے۔ اس موقعہ پر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں ؎ سپہر در زمان قتال و جدال۔ بیفتاد از دست شاہ رجال + بر آشفت آں شاہ عالی اغر۔ در قلعہ را کند و کرد ش سپر + روضۃ الصفا و مدارج میں ہے کہ دروازہ اُکھاڑنے سے قلعہ میں ایسا تزلزل پیدا ہوا کہ صفیہ بنت حی اخطب تخت پر سے گر پڑی اور مُنہ اُسکا مجروح ہو گیا۔ جابر انصاری کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے درِ خیبر کو ہاتھ میں لیکر یا کندھے پر رکھکر اور بروایت تاریخ الخمیس پشت پر رکھکر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اُسپر سے گذر کر داخل قلعہ ہوئے۔ اور جنگ سے فارغ ہو کر اُس پٹ کو دو بالشت کی مقدار پر تاخت کیا اور پیٹھ کے پیچھے پھینکا کہ اسّی بالشت یعنے ۴۰ گز کے[۳] فاصلہ پر جا کر پڑا۔ کہتے ہیں کہ آٹھ طاقتور آدمیوں نے ہر چند کوشش کی کہ اُس پٹ کو اِس پہلو سے اُس پہلو پر پھیر دیں نہ پھیر سکے۔ اور چالیس شخصوں نے ارادہ کیا کہ ایک دوسرے کی کمک سے اُس پٹ کو اُٹھاویں نہ اُٹھا سکے۔ طبری فارسی۔ روضۃ الصفا۔ مدارج اور مواہب میں ہے کہ حرکت نہ دے سکے اس در کو ستر شخص مگر بہت ہی مشقت کے بعد۔ اس در کے وزن میں بھی مورخین کو اختلاف ہے۔ صاحب معارج نے آٹھ سو من اور صاحب روضۃ الصفا نے تین ہزار من تک لکھا ہے +

حضرت علی فرماتے ہیں کہ مینے وہ در قوت روحانی سے اُکھاڑا نہ قوت جسمانی سے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات عالم قدرت سے تھی نہ عادت سے۔ اور عالم حقیقت سے تھی نہ مجاز سے۔ الغرض جب اہل حصن غموص نے اور خیبر کے تمام قلعہ والوں نے یہ قوت اور قدرت حضرت کی دیکھی فریاد الامان الامان اُن سے بلند ہوئی۔ اور جناب امیر نے رسول خدا سے اجازت لیکر اُنکو امان[۴] دی (معارج و مدارج) عہد نامہ میں شرایط ذیل لکھی گئیں (۱) تمام اہل خیبر اور اُنکی اہل و عیال کو جان سے امان دیجائے (۲) تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب بطور تاوان جنگ کے حوالہ کر دیں۔ صرف ایک ایک اونٹ غلہ اپنے پاس رہنے دیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اُس سے جان اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قایم نہ رہیگا (۳) تمام زمین خیبر کی اُنکی ملکیت میں نہ رہے گی مگر وہ صرف اپنے گھروں میں آباد رہیں گے۔ اور خیبر کی زمینوں پر زراعت کیا کرینگے اور اُنکی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کریں گے اور نصف اُجرت میں اپنے پاس رکھا کرینگے (۴) کسی بد عہدی پر آنحضرت کو اختیار ہوگا کہ اُنکو جلا وطن کر دیں (اعجاز التنزیل و ابوالفدا و حبیب السیر و مدارج وغیرہ) +

کنانہ بن الربیع نے کچھ مال دفن کر کے چھپا دیا تھا اور جھوٹی قسم کھائی تھی کہ نہیں چھپایا وہ مال برآمد کیا گیا اور کنانہ کو

۱؎ طبری فارسی میں ہے کہ کسی یہودی نے قلعہ پر سے پتھر زور سے حضرت کے ہاتھ پر مارا تھا۔ جس سے سپر چھوٹ گئی تھی۔ ۲؎ مدارج تاریخ الخمیس۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب۔ معارج۔ ۳؎ بعض نے لکھا ہے کہ چالیس گز کے فاصلہ پر جا کر پڑا (حیات القلوب) ۴؎ صاحب سیرۃ المحمدیہ لکھتے ہیں کہ قموص کا ۲۰ دن محاصرہ رہا آخر علی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے جسکے بہائی محمود بن مسلمہ کو کنانہ نے چکی کا پاٹ لڑہکا کر شہید کیا تہا قتل کرادیا گیا۔ اور اُسکی بیوی صفیہ اسیر ہوکر آئی جو آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئی۔ اور بوقت مراجعت منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا مال غنیمت بہت سا آیا خمس نکالکر بقیہ اور مسلمانوں میں تقسیم کردیا گیا۔ بروایت حبیب السیر و مدارج النبوۃ و روضۃ الصفا وسیرۃ المحمدیہ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے +

مدارج و معارج النبوۃ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب علی مرتضی قلعہ خیبر کو فتح کرکے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت اُن کو آتا دیکھکر اسقدر مسرور ہوئے کہ اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اُنکا استقبال فرمایا چھاتی سے لگایا آنکھوں کا بوسہ لیکر فرمانے لگے یا علی میں تمہارے سعی مشکور سے نہایت خوش ہوا۔ خدا بھی خوش ہے اور اُسکے تمام فرشتے بھی۔ یہ سنکر امیر المومنین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے رسول اللہ صلعم نے پوچھا یا علی یہ گریہ شادی ہے یا گریۂ غم۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ گریہ شادی ہے اور کیونکر خوش نہ ہوں کہ خدا اور اُسکا رسول مجھ سے خوش ہوا +

خیبر فتح ہونے کے بعد زینب بنت حارث یہودیہ نے ایک بکری بہونکر اور زہر آلودہ کرکے آنحضرت کے پاس ہدیہ بھیجی آپنے اُسکا ایک ٹکڑا لیکر چبایا اور تھوک دیا اور اصحاب سے فرمایا کہ اسے نہ کھاؤ۔ اور فرمایا یہ بکری مجھکو خبر دیتی ہی کہ میں زہر آلودہ ہوں۔ بشر بن برا جو ایک لقمہ نگل گئے تہے وہیں مرگئے۔ اور بروایتے ایک سال بعد انتقال کیا۔ آنحضرت اپنی وفات کے وقت فرماتے تہے کہ وہ نوالہ زہر کا جو مینے خیبر میں چبایا تہا وہ ہمیشہ مجھے تکلیف دیا کرتا تہا آج وہ گھڑی ہی جس میں انقطاع رگ وجان قریب ہے +

(۷۷) **فدک**[۵] معارج النبوۃ اور حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعد فتح خیبر رسول اللہ صلعم نے علی

---

[۵] ینابیع المودت مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱ میں اخطب خوارزم کے حوالہ سے لکھا ہی علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جب دن خیبر خدا کی قدرت سے فتح ہوا رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہاری حق میں وہی کہنے لگیں گے جو نصاری عیسی بن مریم کے حق میں کہتے ہیں۔ تو تمہاری حق میں وہ باتیں بیان کرتا کہ اگر تم مسلمانوں کے گروہ کے پاس سے گذرتے تو وہ تمہاری قدموں کی مٹی تک نہ چھوڑتے اور بچا ہوا آب طہارت لیکر اُس سے شفا ڈھونڈھتے تاہم اسقدر کہنا کافی ہی کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میری وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں۔ تمہاری منزلت میری ساتھ وہی ہی جو ہارون کی موسی کی ساتھ تھی فرق اتنا ہی کہ میری بعد نبی نہ ہوگا۔ یا علی تم میرا قرض ادا کروگے میری سنت پر جہاد کروگے۔ آخرت میں سب سے زیادہ تم میری قریب ہوگے۔ اور قیامت میں حوض پر تم میری خلیفہ ہوگے اور حوض پر سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچوگے۔ اور تم ہی میرے حوض پر سے منافقوں کو ہنکاؤگے۔ اور میری اُمت میں سے سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہوگے۔ اور بتحقیق تمہاری محب اور تابعین نور کے منبروں پر ہونگے اُنکے چہرے سفید نورانی ہونگے۔ میرے گرد ہونگے اور میں اُنکی شفاعت کرونگا۔ پس قیامت میں وہ میرے ہمسایہ ہونگے۔ اور تمہاری دشمن قیامت میں پیاسے ہونگے اُنکے چہرے سیاہ ہونگے۔ اُنکو آگ کے تازیانے لگائے جائیں گے۔ تم سے لڑنا مجھ سے لڑنا ہی تم سے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے۔ تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا اعلان میرا اعلان ہی۔ تمہاری دلی خیالات میری دلی خیالات ہیں۔ تم میری علم کے دروازہ ہو تمہاری اولاد میری اولاد ہی۔ تمہارا گوشت میرا گوشت ہی۔ تمہارا خون میرا خون ہی۔ بتحقیق حق تمہاری ساتھ ہے اور حق تمہاری زبان پر ہے اور تمہاری دل میں ہی۔ اور تمہاری آنکھوں کے درمیان ہی۔ اور ایمان تمہاری گوشت اور خون میں اسطرح مخلوط ہی جسطرح میری گوشت و خون میں۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی خوشخبری دوں کہ تمہاری عترت اور تمہاری محب جنت میں ہیں اور تمہاری دشمن جہنم میں۔ تم سے بغض رکھنے والا حوض پر وارد نہ ہوگا اور تمہارا محب اُس سے محروم نہیں رہے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ سنکر میں سجدہ میں گر پڑا۔ اور حمد خدا بجا لایا۔ کہ اُس نے مجھے اسلام اور قرآن کی نعمت عطا کی اور جناب خاتم النبیین کا محبوب مجھکو قرار دیا۔ گبن لکھتا کہ (جنگ خیبر میں) رسول نے علی کی مثال سے اپنے صحابہ کی اعتقاد اور حرارت میں بہت دنائی اور اسے شیر خدا کا خطاب دیا ۵۲ شرح مواقف میں ہی کہ فدک نواح خیبر میں ایک قریہ ہی تاریخ الخمیس میں ہے کہ فدک مدینہ سے دو تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے +

مرتضیٰ کو فدک پر روانہ کیا وہاں کے لوگوں نے واقعہ خیبر سے خوفزدہ ہوکر جناب امیر سے اس شرط پر صلح کرلی کہ اُنکو جان کی امان دیجائے اور فدک کی حوایط خاص رسول اللہ کی ملکیت قرار پائیں۔ اس مصالحہ کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ حقتعالیٰ فرماتا ہے وآت ذی القربیٰ حقہ (ای رسول قرابتدار کو اُسکا حق دیدے) آنحضرت نے فرمایا کہ قرابتدار سے کون مراد ہے اور اُسکا حق کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ فاطمہ ہے حوائط فدک اُسکے حوالہ کرو اور جوکچھ فدک میں خدا و رسول کا ہے وہ بھی اُسکو دیدو۔ پس حضرت نے فاطمہ کو بلایا اور اُسکے واسطے ایک حجت لکھدی۔ اور وہی وثیقہ تھا جو رسول اللہ صلعم کے بعد جناب فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس لائی تھیں۔ اور فرمایا تھا کہ یہ نوشتہ رسول ہے کہ میرے اور حسنؑ اور حسینؑ کے واسطے لکھہ گئے ہیں نیز مدارج و معارج و تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ اہل فدک پر چڑہائی ہوئی تو اُنہوں نے لڑائی منظور نہیں کی بلکہ نصف زمین قریہ فدک کی رسول اللہ کی نذر کرکے صلح کرلی اور بقیہ نصف پر حضرت عمر خطاب کے عہد تک خود قابض رہے مگر حضرت عمر نے بیت المال سے پچاس ہزار درہم دیکر اُنکا نصف حصہ بھی بیت المال کے لئے خریدلیا اور اُنکو شام کیطرف جلاوطن کردیا

(۷۸) مہاجرین حبشہ کی مراجعت — روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جس روز خیبر فتح ہوا۔ اُسی روز جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسماء بنت عمیس اور ابوموسیٰ اشعری اور پانچ اور شخص اُنکے خاندان کے حبشہ سے خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے آنحضرت جعفر کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے زیادہ خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے۔ اور جعفر اور اُنکے ہمراہیوں کو خیبر کے مال غنیمت میں سے حصّہ[1] دیا +

(۷۹) نکاح بہ ام حبیبہؓ — ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرگئیں تہیں وہاں اُنکا شوہر عیسائی ہوکر مرگیا تہا یہ اسلام پر قایم رہی تہیں۔ آنحضرت نے نجاشی کو جب دعوت اسلام کا خط لکھا ہے تو اُسمیں یہ بھی لکھا تہا کہ ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردے۔ بس نجاشی نے چارسو دینار مہر اپنے پاس سے دیا اور اُسکے حکم سے ام حبیبہ کے چچا کے بیٹے خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ نے ام حبیبہ کا نکاح غائبانہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کردیا تہا۔ اُسوقت بقول ایرونگ و صاحب تاریخ الخمیس ام حبیبہ کی عمر کچہہ اوپر تیس سال کی تہی۔ جعفر ہی کے ساتھ ۷ھ میں شرجبیل بن حسنہ کے ساتھ نجاشی نے مدینہ میں آنحضرت کے پاس بہیجدیا۔ (خمیس) ۴۴ھ میں انتقال ہوا (استیعاب) صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ ام حبیبہ کو عمرو عاص اور خالد بن سعید۔ عام الحدیبیہ یعنی سال صلح حدیبیہ میں حبشہ سے آنحضرت کے پاس لائے تہے

(۸۰) رجعت شمس — صاحب حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و صاحب تاریخ الخمیس نے معتبر کتابوں سے لکھا ہے کہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب وادی القریٰ کی طرف جاتے تہے آپ نے مقام صہبا میں قیام کیا وہاں ایک موقعہ حضرت پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ حضرتؐ کا سر علیؑ کی گود میں تہا اور نزول وحی میں اتنا عرصہ لگا کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ نزول وحی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے علی تمنے عصر کی نماز بھی پڑہی۔ عرض کی نہیں۔ رسول اللہ صلعم نے دعا کی کہ بارالہا علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا۔ سورج کو اُلٹا پہیردے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ لے۔

[1] ابن خلدون لکھتا ہے۔ اُن مہاجرین میں سے جو نجاشی کے ملک میں قبل ہجرت چلے گئے تہے کچہہ لوگ تو قبل از ہجرت یہ سنکر کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہی مکہ میں واپس آگئے تھے اور پہر مدینہ کو ہجرت کرگئے تہے اور کچہہ لوگ غزوہ خیبر سے دو برس بیشتر حبشہ سے مدینہ چلے آئے تھے۔ معدودے چند جو باقی رہ گئے تہے وہ فتح خیبر کے بعد آئے اُنکے نام یہ ہیں جعفر بن ابیطالب اُنکی زوجہ اسماء بنت عمیس اور اُنکے بیٹے عبداللہ محمد عون۔ خالد بن سعید بن عاص بن امیہ اور اُنکی بیوی امینہ اور بیٹا سعید۔ اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن عاص۔ اور معیقیب بن ابی فاطمہ اور ابوموسیٰ اشعری۔ اور اسود بن نوفل برادرزادہ خدیجہ۔ جہم بن قیس بن شرحبیل اور اُنکے لڑکے عمرو خزیمہ حارث بن خالد بن صخر۔ عثمان بن ربیعہ محیمہ بن جزء۔ معمر بن عبداللہ ابوطالب بن عمر بن عبدشمس۔ ابوعمرو مالک بن ربیعہ۔ حضور صلعم نے اُنکی واپسی کے واسطے عمرو بن اُمیہ ضمری کو نجاشی کے پاس مع پیغام دعوت اسلام کے بہیجا تہا [2] اُنکا اصل نام رملہ تہا [3] طبری میں ہے (دیکھو صفحہ ۱۲۶)

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غائب ہونیکے بعد پھر نکل آیا اور میں نے دیکھا کہ پہاڑ اور جنگل پر چمکنے لگا - یہانتک کہ سب نے سورج اور روشنی کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور علی نے نماز عصر پڑھی۔

(۸۱) غزوہ وادی القریٰ جمادی الآخر سنہ ۷ھ | صہبا سے کوچ کرکے وادی القریٰ میں پہنچے لڑائی ہوئی گیارہ یہودی مارے گئے آخر کو بھاگ نکلے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا - آخر جزیہ دینا قبول کیا اور صلح ہوگئی - اسیطرح تیما کے یہودیوں نے جزیہ قبول کرکے صلح کرلی - (حبیب السیر و ابو الفدا)

اب آنحضرت صلعم فتح و ظفر کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور ماہ شوال کے آخر تک مدینہ میں قیام فرمایا - اور دیار عرب کے اطراف و جوانب میں سریے روانہ کئے - یہانتک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اور نواح میں جتنے یہود تھے سنہ ۷ھ کے اختتام سے پہلے پہلے سب مسلمانوں کے زیر فرمان ہوگئے - اور ان سے کسی قسم کا کھٹکا باقی نہیں رہا۔

(۸۲) عمرۂ قضا - ذیقعدہ سنہ ۷ھ | ماہ ذیقعدہ میں آنحضرت عمرہ ادا کرنیکے ارادہ سے مکہ کو تشریف لائے دو ہزار مہاجر و انصار اور ساٹھ ستر اونٹ ھدی کے واسطے ہمراہ تھے پچھلے سال جو لوگ حدیبیہ تک جاکر واپس آئے تھے اُنمیں سے کوئی بھی بلا وجہ معقول کے جانیسے باقی نہیں رہا کیونکہ یہ عمرۂ قضا تھا - حسب شرائط معاہدہ مسلمان تین روز مکہ میں رہ کر واپس آئے اور اس تین دن میں بہت سے اہل مکہ مسلمان ہوئے۔

(۸۳) نکاح بمیمونہ | اسی عمرہ کے ایام احرام میں آنحضرت نے میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح کیا اور بعد عمرہ زفاف کیا یہ آنحضرت کا آخری نکاح ہے - اِسوقت میمونہ کی عمر ۵۱ سال کی تھی اُنکا سنہ ۶۳ھ میں انتقال ہوا[۵۱]۔

(۸۴) اسلام ابو ہریرہ | سنہ ۷ھ میں جب رسول اللہ صلعم خیبر میں تھے ابو ہریرہ ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور وہاں سے خیبر میں آکر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کے ساتھ مدینہ واپس آئے - ۷۸ سال کی عمر میں سنہ ۵۷ یا سنہ ۵۸ یا سنہ ۵۹ھ میں بمقام مدینہ یا عقیق وفات پائی - مرویات ۵۳۷۴ حدیثیں - ۳ سال حضرت کی خدمت میں رہے[۵۳]۔

سنہ ہجری مطابق سنہ ۶۲۹ع

(۸۵) اسلام خالدؓ عمرو عاص | ایرونگ لکھتا ہے کہ میمونہ سے نکاح کرنیکی بدولت میمونہ کا بھانجا خالد بن ولید اور اُسکا دوست عمرو عاص جو دونوں ابتک

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) ام حبیبہ کہتی ہیں ہم مدینہ میں اُسوقت آئے کہ رسول اللہ خیبر میں تھے ہم میں سے جس کسی نے چاہا وہ حضرت کے پاس خیبر کو چلا گیا اور میں مدینہ میں رہی جب آنحضرت خیبر سے تشریف لائے تو میں خدمت سے مشرف ہوئی ابن خلدون لکھتا ہے کہ دو کشتیاں آدمی بھر کر نجاشی نے مہاجرین روانہ کردیے اُنہیں میں جعفر اور ام حبیبہ بھی تھیں یہ لوگ خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے[۵۰] مولوی عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رجعت شمس بعلی کی صحیح ہو (ثقہ راویوں سے ثابت ہے) ابن جوزی اور اُسکی مانند بعض علماء نے اسکی صحت میں کلام کیا ہے - حال یہ ہے کہ ابن جوزی بے پروائی اور جلدی میں جس حدیث کو چاہتا ہے موضوع کہدیتا ہے - اور حبیب طحاوی - احمد بن صالح - طبرانی اور قاضی عیاض قائل اسکی صحت کے اور اسکے حسن کے ہیں اور ذکر کیا ہے اُنہوں نے اپنی کتابوں میں - تو قول ابن جوزی کا درست نہیں ہوسکتا - پھر محدث دہلوی نے اُن دلائل کو رد کیا ہے جو حدیث رد شمس کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہیں - [۵۲] اسوقت میمونہ بیوہ تھیں پہلے ابی رہم بن عبد العزی یا سبرہ بن ابی رہم کے نکاح میں تھیں [۵۳] بعد میں جب ابو ہریرہ پر اعتراض کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم سے اتنی حدیثیں کوئی صحابی بھی بیان نہیں کرتا جتنے تم بیان کرتے ہو تو کہا کہ میرے بھائی مہاجر تو بازار میں لین دین کرتے کراتے پھرتے تھے اور انصار اپنے مالوں کے حساب کتاب اور زمینوں اور باغوں کے کاموں میں مصروف رہتے تھے - میں ایک غریب مسکین آدمی اصحاب صفہ کی طرح رسول اللہ صلعم کی ملازمت میں رہتا تھا - مجھکو سننے کا موقع ملتا تھا اُن کو نہیں ملتا تھا - ابو ہریرہ کہتے تھے کہ مینے رسول اللہ صلعم سے پانچ جراب (تھیلے) علم کے حاصل کئے پس مینے دو جرابیں نکالیں - اگر تیسری نکالتا تو مجھکو سنگسار کردیتے (تاریخ الخمیس)۔

اسلام کے بڑے دشمن تھے مسلمان ہو گئے ۔ اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب یہ دونوں مدینہ کی طرف آرہے تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری راستہ میں ملا اور تینوں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شخص ۸ھ کے شروع میں مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے +

(۸۶) **منبر کی ابتدا** ابتک آنحضرت مسجد کے ستون سے لگ کر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے ۔ بروایت اسد الغابہ اس سال آنحضرت نے تین درجہ کا منبر تیار کرایا ۔ دو درجے خالی اور تیسرا بیٹھنے کیلئے ۔ پس آنحضرت تیسرے درجہ پر بیٹھتے اور دوسرے پر پاؤں رکھتے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو دوسرے درجہ پر بیٹھتے اور پہلے پر پاؤں رکھتے ۔ عمر خلیفہ ہوئے تو پہلے پر بیٹھتے اور زمین پر پاؤں رکھتے ۔ عثمان بھی چھ برس تک عمرؓ کی طرح بیٹھتے رہے مگر اسکے بعد آنحضرت کے درجے پر بیٹھنے لگے ۔ معاویہ خلیفہ بنا تو اُس نے چھ درجے کا منبر تیار کرایا + منبر رسول عائشہ انصاریہ نے آنحضرت سے اجازت لیکر اپنے رومی غلام باقوم سے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کرایا تھا (تاریخ الخمیس) +

(۸۷) **سریہ موتہ[۱] جمادی الاول ۸ھ** عمرۃ القضا سے واپس آکر آنحضرت نے چھ مہینہ مدینہ میں قیام کیا ۔ پھر سریہ موتہ کو روانہ کیا ۔ وجہ اس جنگ کی یہ ہوئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمیر کو حاکم بصریٰ کے پاس جو قیصر روم کی طرف سے گورنر تھا دعوت اسلام کی بابت ایک نامہ دیکر روانہ کیا تھا جب وہ مقام موتہ میں جا کر اُترا تو شرجبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کے ایلچیوں میں سے تھا اُسے قتل کرا دیا ۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلعم کا سفیر کسی نے نہیں مروایا تھا ۔ حضرت کو نہایت شاق گذرا ۔ اور اس غرض سے کہ آیندہ حضرت کے ایلچیوں کا لحاظ کیا جاوے ۔ حضرت نے ۳ ہزار فوج بسرکردگی اپنے آزاد غلام زید بن حارثہ کے روانہ کردی اس فوج میں حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر بن ابیطالب اور عبد اللہ بن رواحہ شاعر بھی تھے ۔ روانگی کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ اول زید بن حارثہ علم اُٹھائے وہ شہید ہو جائے تو جعفر اور جعفر کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن رواحہ ۔ جب وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان جسے پسند کریں علمدار بنالیں ۔ حکم تھا کہ زید بہت جلد جا کر موتہ پر اچانک حملہ کریں باشندوں کو دعوت اسلام کریں اُن سے نرمی سے پیش آئیں ۔ عورتوں ۔ بچوں ۔ پادریوں ۔ اندھوں اپاہجوں کو کسی حال میں کچھ نہ کہیں کوئی گھر نہ مسمار کیا جائے نہ جلایا جائے نہ درخت کاٹے جائیں ۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج کو پورا یقین تھا کہ اچانک موتہ پر جا پڑینگے ۔ مگر جب مقام معان پر اُترے تو معلوم ہوا کہ ہرقل رومیوں کی ایک لاکھ فوج سے مقام مآب میں اُترا ہوا ہے اور نیز بنی لخم اور بنی جذام وغیرہ کی ایک لاکھ جمعیت مالک بن رافلہ کی ماتحتی میں اُنکے مقابلہ کو آرہی ہے ۔ مسلمانوں میں مشورہ کیا گیا ۔ بعضوں نے کہا توقف کرنا چاہیئے اور حضرت کے آیندہ احکام کا انتظار کرنا چاہیئے مگر عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ بڑھے چلو اور کچھ مخالف کی تعداد کا خیال نہ کرو ۔ ہم ایمان کے لئے لڑتے ہیں اگر مارے گئے تو بہشت ہماری ہے ۔ فتح ہوئی یا شہید ہوئے ہمارا بگڑتا ہی کیا ہے ۔ عبد اللہ کے اس جوش پر اوروں کی بھی ہمت بندھی ۔ بڑھے ۔ موتہ کے قریب مقابلہ ہوا ۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی ۔ زید زخم کاری کھا کر ۵۵ سال کی عمر میں شہید ہو گئے ۔ علم اسلام اُنکے ہاتھ سے گرنے نہ پایا تھا کہ جعفر نے جا سنبھالا ۔ قاعدہ ہے کہ علم بردار ہی پر مخالف زیادہ زور سے حملہ کرتا ہے ۔ مگر جعفر نے نہایت جانبازی اور بہادری سے علم کو بچائے رکھا ۔ یہانتک کہ وہ ہاتھ جس میں علم تھا قطع ہو گیا ۔ جعفر نے علم دوسرے ہاتھ میں لیلیا ۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو لہو بہتے بازوؤں سے سنبھالا ۔ جب تلوار کی ضرب سے سر شگافتہ ہو گیا تو جعفر زمین پر گرے مگر اس ڈگمگاتے حال میں

---

[۱] موتہ شام کے علاقہ بلقاء کا ایک قریہ ہے کہ یہاں سے بیت المقدس دو یا تین منزل مغرب کو ہے ۔ کرک کے قریب واقع ہے (حبیب السیر و تاریخ الخمیس) [۲] ابن اثیر و تاریخ الخمیس ۔ یہ رومیوں سے مسلمانوں کی پہلی لڑائی ہے ۸ھ اور گھوڑے سے اُتر کر اُسے پے کر ڈالا یہ اسلام میں پہلا

بھی علم سے چمٹے رہے۔ پس ایک رومی نے تلوار مار کر جعفر کو دو ٹکڑے کر ڈالا[۱]۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم اُٹھایا۔ مگر وہ بھی شہید ہوئے تو مسلمانوں نے خالد بن ولید کو علمدار بنایا۔ خالد شام تک لڑتے رہے۔ خالد کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ۹ تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹیں۔ شام نے مخاصمین میں جدائی ڈالی۔ لڑائی موقوف ہوئی۔ دوسرے دن خالد نے فوج کی آراستگی نئے طور سے کی آگے کی فوج پیچھے دائیں جانب کی بائیں جانب کرکے کچھ اس طرح صف آرائی کی کہ دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ نئی کمک آگئی۔ پس پہلے ہی حملہ پر اس سے اُنکے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کرکے بہت سے قتل کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر مدینہ کی طرف مراجعت کی[۲]۔ طبری۔ ابن اثیر و حبیب السیر و روضۃ الصفا و صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ نے لکھا ہے کہ اسی جنگ مُوتہ کی کارروائی کے صلہ میں خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب آنحضرت صلعم نے عطا فرمایا تھا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جن مورخین نے اس واقعہ کو فتح کی صورت میں دکھایا ہے وہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسلمان شکست کھا کر واپس آئے اور مدینہ کے لوگ اُن سے ملنے شہر کے باہر آئے تو وہ اُنکے منہ پر خاک ڈالتے تھے اور اُنہیں ملامت کرتے تھے کہ تم جہاد سے بھاگ کر آئے ہو۔ ام سلمہ زوجۂ رسول ؐ فرماتی ہیں کہ میں نے سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے پوچھا کہ سلمہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کیوں نہیں آتا جواب دیا کہ وہ گھر سے نہیں نکلتا جب کبھی نکلتا ہے لوگ اُسکے پیچھے غل مچاتے ہیں کہ یہ جہاد سے بھاگا ہوا ہے ناچار اُس نے خانہ نشینی اختیار کرلی ہے (دیکھو طبری۔ ابن اثیر و تاریخ الخمیس وغیرہ)۔

اہل فوج جعفر کی لاش کو رسول اللہ صلعم کی رشتہ داری کے لحاظ سے دفن کرنے کیلئے مدینہ لیتے آئے تھے اور وہ مدینہ میں آنیکے تیسرے دن دفن کردی گئی۔ اہل مدینہ کو اسلام کے ان تین نامی بہادروں کے ضائع ہونیکا کمال صدمہ ہوا۔ خصوصاً جعفر کی شہادت کا بہت ہی قلق ہوا۔ حضرت بھی جعفر اور زید کے یتیم بچوں کو دیکھکر کمال مؤثر ہوئے گلے لگا کر بہت روئے کسی دیکھنے والے نے کہا آپ کیوں روتے ہیں وہ بہشت میں گئے۔ حضرت نے فرمایا دوست کی جدائی پر روتا ہوں۔

جب حضرت نے جعفر کی وفات پر لوگوں کو بہت بیتاب دیکھا تو فرمایا کیوں روتے ہو علم اسلام کی حمایت میں جعفر کے ہاتھ جدا ہونیکے صلہ میں باری تعالی نے اُنکو دو پر زمرد کے عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائک کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں اور وہاں نعمتہای بہشت سے متنعم ہوتے ہیں (ابن اثیر و طبری۔ خمیس و ابن اثیر وغیرہ)

ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ اُسی روز سے جعفر ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔ اسی اعتبار سے انکو جعفر طیار بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ پھر رسول اللہ جعفر کے گھر آئے اُنکے بچوں کو بلا کیا بیوی کو تسلی دی۔ اُدھر فاطمہ اپنے گھر میں رو رہی تھیں اُنکو تسلی دی اور اپنے گھر سے کھانا پکوا کر جعفر کے گھر میں بھیجا اور یہ اسلام میں پہلی حاضری ہے جو اہل مصیبت کے گھر بھیجی گئی +

ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ طبری۔ ابن اثیر۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے ابن اسحاق نے بھی تحریر کیا ہے کہ جس روز موتہ میں یہ حادثہ ہوا اُسی روز آنحضرت کو بالہام الٰہی من وعن تمام واقعات کی اطلاع ہوگئی۔ اور منبر پر چڑھکر تمام واقعات ترتیب وار مسلمانوں سے ارشاد فرماتے گئے۔ اسیطرح خسرو پرویز کے مارے جانیکی خبر آپکو اُسیدن بالہام ہوئی تھی۔

---

[۱] اسوقت جعفر کی عمر ۴۱ سال کی تھی۔ انکے جسم پر نوّے زخم نیزہ و شمشیر کے گنے گئے اور سب زخم آگے کیطرف تھے (تاریخ الخمیس و تفریح الاذکیا وغیرہ) جعفر کے قتل ہونے پر لوگوں نے عبداللہ بن رواحہ کو آواز دی اور وہ لشکر کے ایک جانب اونٹ کی ایک پسلی چچوڑ رہے تھے کیونکہ تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا۔ آواز سنتے ہی پسلی کو پھینکدیا اور اپنے نفس کو اسطرح ملامت کرتے ہوئے کہ جعفر مارے گئے اور تو دنیا ہی میں پھنسا ہوا ہے چلے۔ اس روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں (تاریخ الخمیس)

[۲] جعفر پر تین روز تک رونیکی اجازت دی اسکے بعد منع کردیا کہ اب میرے بھائی پر مت رو (تاریخ الخمیس)

موتہ کی لڑائی میں بروایت صاحب تفریح الاذکیا ۸ اور بروایت ابن خلدون ۱۰ اور بروایت ابن اسحاق ۱۲ اصحابی شہید ہوئے اور مخالفین بے انتہا مارے گئے +

(۸۸) سریہ ذات السلاسل[۱] جمادی الآخر ۸ھ — مدینہ میں خبر آئی کہ قبیلہ بلی اور قبیلہ قضاعہ اور بنی القین کے لوگ جمع ہو کر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں پس آنحضرت نے عمرو عاص کو تین سو آدمی کے ساتھ اُنکی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا یہ ہی خیال تھا کہ عمرو عاص قبیلہ بلی سے قرابت رکھتا ہے شاید اسکے ذریعہ سے باہمی مصالحت ہی سے معاملہ طے ہو جائے مگر وہاں معاملہ طے نہوا اور عمرو عاص نے مدینہ سے کمک طلب کی چنانچہ یہاں سے ابو عبیدہ ۲ سو فوج کے ساتھ عمرو عاص کی کمک کو بھیجے گئے اس فوج میں ابو بکر اور عمر بھی ابو عبیدہ کے ماتحتی میں روانہ کئے گئے تھے۔ چونکہ عمرو کے مزاج میں ذرا سختی تھی اور امارت فوج کا خیال تھا اہل فوج اور عمر اور ابو عبیدہ عمرو عاص سے ناراض ہوگئے[۲]۔ مخالفین کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی تاہم وہ اندازہ نہ کر سکے اور ہیبت اسلام نے اُنکو بھاگنے پر مجبور کیا جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی اور فوج اسلام نے کچھہ غنیمت اور مویشی لیکر مراجعت کی[۳] +

(۸۹) فتح مکہ رمضان ۸ھ — اُسوقت تک آنحضرت بہت سے قبائل عرب کے سردار بن چکے تھے۔ حضور کے زیر حکم اب ہزاروں جنگجو موجود تھے جو بھوک پیاس اور دھوپ کے عادی تھے اور جنکو جنگ کرنا کچھہ مشقت نہیں بلکہ کھیل معلوم ہوتا تھا حضرت کی تعلیم سے ان لوگوں نے شراب بھی چھوڑ دی تھی۔ باقاعدہ بہادر اور تعمیل حکم کے عادی ہوگئے تھے۔ متواتر فتوحات سے اُنکے دل اور بھی بڑھ گئے تھے اور اپنے پیشوا پر زیادہ بھروسہ ہوگیا تھا جسکے جھنڈے تلے وہ سپاہیانہ فرمانبرداری اور مریدانہ جوش کے ساتھ جاتے تھے[۴] + مکہ ابھی کافروں ہی کے ہاتھ میں تھا۔ دس برس کا صلحنامہ لکھا جا چکا تھا۔ مگر مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ مکہ آنحضرت ہی کے حیات میں مسلمان فتح کر لیں۔ اور الله اکبر اور لا اله الا الله محمد رسول الله کا نعرہ وہاں بھی حضرت ہی کی حیات میں بلند ہو جائے۔ اور اسکے اسباب اسطرح پیدا کر دیے کہ صلحنامہ حدیبیہ[۵] کے وقت سے قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ اور بنی خزاعہ آنحضرت کے ساتھ ہم عہد و حلیف تھے۔ یہ دونو مکہ کے قریب آباد تھے ۸ھ میں ایسا اتفاق ہوا کہ کسی بات پر ان دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوگئی قریش مکہ نے ہتھیار بھیجکر بنی بکر کی مدد کی اور بعض سرداران قریش خود بھی تبدیل لباس اُنکے شریک ہوگئے اور ان سب نے ملکر بنی خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ نے ناچار ہو کر رسول کریم سے مدد کی درخواست کی چونکہ اس طرح وہ عہد جو حدیبیہ میں قریش سے رسول الله صلعم نے کیا تھا فسخ ہوگیا آنحضرت صلعم دس ہزار فوج سے مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیار ہوگئے + قریش کو بھی اپنی اس ناشائستہ حرکت سے ندامت ہوئی اور اسلئے ابوسفیان بن حرب سردار مکہ مدینہ میں آیا کہ اُس عہدنامہ کی تجدید کرے۔ اول اپنی بیٹی ام حبیبہ زوجۂ رسول کے گھر پہنچا چاہتا تھا کہ بچھونے پر بیٹھے ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا ابوسفیان نے خفا ہو کر کہا ای بیٹی مجھے بیٹھنے نہ دیا اور بچھونا تو نے اُٹھا لیا۔ وہ بولی یہ بچھونا رسول الله کا ہے اور تو کافر مشرک ناپاک ہے۔ ابوسفیان خفا ہو کر بد دعا کرنے لگا۔ اور اُٹھکر رسول خدا صلعم کے پاس آیا۔ آپ سے کلام کرتا رہا لیکن حضرت نے کچھہ جواب نہ دیا۔ وہاں سے اُٹھکر حضرت ابو بکر کے

[۱] سلسل ایک چشمہ اور آبادی تھی مدینہ سے دس منزل وادی القری سے پرے شام کیطرف (تاریخ الخمیس) [۲] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ایسا ہوا کہ جب رسول الله صلعم نے فوج سے عمرو کا حال پوچھا تو فوج نے کہا کہ ایک دن صبح کو اُسنے حالت جنابت میں بغیر غسل کئے نماز جماعت کی امامت کی آنحضرت نے عمرو سے سبب پوچھا جواب دیا سردی بہت تھی اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اپنی نفس کی ہلاکت کے اندیشہ سے میں نے غسل نکیا رسول صلعم نے مسکرا کر فرمایا دیکھو منہ اپنے لئے کیسا بہانہ نکالا ہے [۳] شیعی مفسرین و محدثین و اہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ ذات السلاسل سے وہی جنگ مراد ہے جو ۸ھ میں وادی الرمل میں واقع ہوئی اور جسکا ذکر کشف الغمہ و حبیب السیر و روضۃ الصفا و معارج النبوۃ میں ۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے اور جسکا ذکر ہم بھی ۹ھ کے واقعات میں لکھینگے [۴] ابو اسحٰق

[۵] ابو الفدا ابن اثیر وغیرہ +

پاس آیا اُنھوں نے بھی کچھہ جواب نہ دیا - پھر حضرت عمر کے پاس وہ بھی کچھہ نہ بولے - اسکے بعد حضرت علی کے پاس آیا وہاں سے بھی ناکام پھرا - ناچار فاطمہ بنت رسول کے پاس آیا اور گذارش کی کہ آپ ہمیں اپنے بیٹے حسن کی حمایت میں لے لیجئے مگر فاطمہ نے بے رخی سے جواب دیا کہ میرا بیٹا کم سن ہے کسیکا حامی نہیں بن سکتا - اور بغیر رسول خدا کی مرضی کے کچھہ نہیں ہوسکتا دوبارہ ابوسفیان پھر علی کے پاس آیا اور کہا کہ میں قریش کیطرف سے سفارت پر آیا ہوں آپ مجھے اِس امر اہم میں کیا رائے دیتے ہیں - علی نے جواب دیا میں اس سے بہتر رائے نہیں دیسکتا کہ تو اپنی طرف سے بحیثیت سردار قریش ہونے کے انجمن میں کھڑا ہوکر آواز بلند کہدے کہ میں نے طرفین کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا - میں عہدنامۂ حدیبیہ کی تجدید کی غرض سے آیا ہوں اور اُسکو مضبوط کرتا ہوں یہ کہکر گھر کو واپس چلا جا - ابوسفیان بولا مگر کیا آپکے خیال میں اس سے کچھہ فائدہ ہوگا" حضرت علی نے بے پروائی سے جواب دیا کہ یہ تو خبر نہیں کہ فائدہ ہوگا یا نہیں الّا اسکے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا - پس ابوسفیان نے حضرت علی کی رائے پر عمل کیا مسجد میں آیا اور علانیہ سبکے سامنے کہدیا کہ ای قوم جانو اور آگاہ ہو کہ میںنے دونوں طرف سے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا اور میرا گمان یہ ہے کہ محمد میری پناہ کو رد نہ کرینگے - یہ کہکر مکہ واپس آیا مکہ والوں نے یہ واقعہ سنکر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھہ نہ کیا علی نے تیرے ساتھ تمسخر کیا ہے (حبیب السیر و ابن اثیر)

ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے مخفی طور سے مکہ پر اچانک حملہ کرنیکا قصد کیا - تمام اطراف سے مددگار مدینہ میں بلائے گئے مگر یہ نہ بتایا کہ چڑھائی کس جگہ کیجائیگی - مکہ کی طرف کے تمام راستے بند کردیے گئے کہ چڑھائی کی خبر قریش کو نہ پہنچے مگر مہاجرین میں ایک شخص حاطب بن بلتعہ تھا کہ اُسکی بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے تھے - اور اُنکا کوئی نگران حال نہ تھا - حاطب نے چاہا کہ قریش ہی میں سے لوگوں کو اپنے کنبہ کا خبر گیراں اور سرپرست بنائے کہ اُنکو قریش سے آزار نہ پہنچے اور اسلئے اُس نے چڑھائی کا تمام حال لکھکر ایک عورت مسماۃ سارہ[۱] کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کیا - آنحضرت کو یہ راز کھل گیا اور حضرت علی اور مقداد اور زبیر بن العوام[۲] کو سارہ کے تعاقب میں روانہ کیا - اُنھوں نے اُسے جالیا - مگر تلاشی پر کچھہ نہ نکلا - اور لوگ تو چھوڑنے کو تھے مگر علی کو کامل یقین تھا کہ خط اسکے پاس سے ضرور نکلیگا - رسول اللہ غلط نہیں کہہ سکتے - پس تلوار کھینچکر سارہ سے کہا خط نکال نہیں تو تیرا سر قلم کرتا ہوں - اُس نے فوراً اپنے بالوں میں سے وہ خط نکالکر حوالہ کردیا - خط حضرت کی خدمت میں لایا گیا - حاطب کو بلاکر دکھایا گیا اُس نے اقرار کیا اور کہا کہ میںنے یہ خط اپنے محتاج اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا - اور یہ بھی جانتا تھا کہ اسمیں حضور کا کچھہ نقصان بھی نہیں - حضرت عمر نے حاطب کے عذر کو نہ مانا اور اُس کا سر قلم کرنے ہی کو تھے کہ رسولخدا نے اُسکی جنگ بدر کی جانبازی کا خیال کرکے اُسکا عذر قبول کیا اور معاف کردیا +

صاحب تفریح الاذکیا ر لکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے اپنی روانگی سے پیشتر بنا پر توریہ (یعنے ارادہ چھپانے کی غرض سے) یکم رمضان کو ابوقتادہ کو بعیت ۷ سو غازیوں کے اضم پر روانہ فرمایا تھا جو مدینہ سے ۳ منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچمیں واقع ہے - بعد کچھہ عرصہ کے ابوقتادہ منزل سقیا میں آنحضرت سے آملے +

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ۱۰ رمضان سنہ ۸ ھ کو آنحضرت دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کیطرف روانہ ہوئے - فوج اسلام پہاڑوں کے سنسان دروں سے ایسے گراہ راستہ سے گئی کہ قریش کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ جحفہ یا ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے یہاں عباس سے ملاقات ہوئی جو اپنے کنبہ کے ساتھ ہجرت کئے چلے آتے تھے[۳] - حضرت نے اُنکی عیال و اطفال کو مدینہ بھجوادیا

---

[۱] ابن اثیر نے اس عورت کو کنیز کسی بنی مطلب مسماۃ سارہ یا بنی قرینہ کی ایک عورت مسماۃ کنود لکھا ہے مگر ابن خلدون نے اسکا نام طعینہ لکھا ہے [۲] ابوالفدا اور ابن اثیر نے علی اور زبیر دو شخص اور ابن خلدون نے مع مقداد تین شخص اور بعض مورخین نے کل ۵ شخص لکھے ہیں [۳] عباس جنگ بدر سے قبل اظہار اسلام کرچکے تھے - مگر قریش پر ظاہر نہ کرتے اور مکہ ہی میں سکونت رکھتے تھے فتح مکہ کے روز اُنہوں نے اپنا ایمان علانیہ ظاہر کردیا - (استیعاب)

اور اُنکو اپنے ساتھ رکھا۔ نقب العقابؔ پر پہنچے تو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن اُمیہ مخزومی سے ملاقات ہوئی جو ہجرت کئے ہوئے آرہے تھے اور اسوقت مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح لشکر اسلام مرالظہران تک جا پہنچا جو مکہ سے ۱۰ فرسنگ پر واقع ہے۔ رات ہوگئی تھی ڈیرے ڈالے گئے اور اس ساری سفر میں لشکر کو اسوقت اول مرتبہ آگ روشن کرنے کی اجازت ملی (ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ حبیب السیر وغیرہ)

عباس اگرچہ صدق دل سے آنحضرت کے ساتھ تھے لیکن قریش کی ہلاکت پر اُنکا جی بہت کڑھتا تھا۔ پس رات کو وہ سوار ہوکر چلے کہ اگر کوئی ملے تو اُس سے قریش کو خبر کرادوں کہ پیغمبر خدا دس بارہ ہزار فوج سے تشریف لائے ہیں تاکہ وہ لوگ خواہاں امن ہوکر حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوں ورنہ سب مارے جائیں گے۔ ناگاہ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا الخزاعی ملے اور عباس سے پوچھا یہ غل غپاڑہ کیسا ہے اور آگین کیسی روشن ہیں۔ عباس نے صورت حال بیان کی۔ ابوسفیان یہ سنکر بہت سٹ پٹایا۔ مگر عباس کے کہنے سے طالب امان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں چلا۔ راستہ میں حضرت عمر کے خیمہ کے آگے سے گزرا تو دیکھکر وہیں قتل کرنے پر مستعد ہوگئے۔ عباس نے کہا کہ یہ میری امان میں ہے اور چونکہ عمر اسوقت پیدل تھے اور یہ دونو سوار اس سبب سے وہ آگے نکل گئے اور حضرت تک جا پہنچے پیچھے ہی عمر بھی تلوار کھینچے ہوئے آپہنچے اور عباس کے امان کی کچھ پروا نہ کرکے ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرنے لگے۔ اور اُسکے قتل پر حضرت کے اشارہ کے منتظر تھے۔ کہ عباس نے چِلا کر کہا کہ اے عمر اگر یہ بنی عدی سے ہوتا تو تم اسکے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے چونکہ جانتے ہو کہ بنی عبد مناف سے ہے اس سبب سے اِس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ عباس افسوس ہے کہ میری نسبت تم ارا ایسا خیال ہو۔ تم جو چاہو سو سمجھو مگر میں اسکو زندہ نہیں چھوڑونگا۔ عباس اس کلام کا جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ عمر خفا ابوسفیان کی طرف جھپٹے۔ آنحضرت نے یہ دیکھکر ارشاد کیا کہ مینے اسے شب بھر کی مہلت دی۔ عمر یہ سنکر دم بخود ہوگئے۔ اور تلوار میان میں کرلی۔ غرض عباس ابوسفیان کو واپس لے آئے اور سمجھایا۔ دوسرے دن جب صبح کو حاضر ہوا۔ آنحضرت نے دعوت اسلام کی۔ ابوسفیان بولا کہ اس امر میں مجھے ابھی کلام ہے۔ عباس بولے کمبخت جلدی سے گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد اُسکا رسول ہے ورنہ ابھی گردن ماری جائیگی۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی تلوار کے خوف سے گھبرا کر کہدیا لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ اور مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ مگر تمام مورخین نے اسکو اور اسکے بیٹے معاویہ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔ ساتھ ہی حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا نے بھی اسلام قبول کیا (حیات القلوب۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر وغیرہ)

اب مصالح وقت اور حرمت کعبہ پر نظر ڈالکر اور نیز عام اخلاق کے لحاظ سے بھی آنحضرت نے عام حکم دیا کہ کوئی ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں یا مسجد کعبہ میں چلا جائیگا یا اپنا دروازہ بند کر لیگا اُسکو پناہ ہوگی۔ اور جو بلا ہتیار لگائے سامنے آئے اُسپر مسلمان ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ پھر عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت کی فوج دکھائی مسلمانوں کی دس بارہ ہزار سپاہ کو دیکھکر اُسکے حواس جاتے رہے اور عباس سے کہا کہ اتو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے۔ عباس نے کہا کہ کمبخت یہ رتبہ نبوت ہے نہ رتبہ بادشاہت۔ اُس نے کہا ہاں سچ ہے + یہ حال دیکھکر ابوسفیان فوج اسلام سے پہلے مکہ میں داخل ہوا اور آنحضرت کی طرف سے منادی کردی۔ اب وقت ہی نہ تھا کہ کفار جنگ کی تیاری کرتے اور اپنے حلیفوں اور حمایتوں کو بلاتے ہر ایک اُنمیں سے بجائے خود ششدر تھا۔ پس اُن لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ آنحضرت کو بلا مزاحمت مکہ میں

(روضۃ الصفا وغیرہ)

لہ حیات القلوب میں تمنیۃ العقاب لکھاہے ۲ہ جب فوج ابوسفیان کے پاس سے گذر رہی تہی سعد بن عبادہ جو انصار کے علمدار تھے یہ کہتے ہوئے گذرے کہ ایہ لڑائی کا وقت ہے کسی متبرک مقام کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ مقتولین اُحد کا خوب بدلہ لیں گے۔ ابوسفیان نے سن پایا اور رسول اللہ صلعم سے آکر عرض کیا کہ سعد قریش کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہے حضرت نے جناب علیؑ کو بھیجا کہ سعد سے جاکر علم تم لیلو پس علیؑ نے سعد سے علم لیلیا (روضۃ الاحباب)

داخل ہونے دیں۔ مگر آنحضرت کو چونکہ معلوم نتہا کہ کیا صورت پیش آئیگی اسلئے قریب منزل ذی طوی پہنچکر اپنی فوج کو ہوشیاری سے تقسیم کیا۔ حضرت علی سپہ سالار تھے ایک حصہ فوج کا زبیر بن العوام کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف جاؤ اور علم کو کوہ حجون پر جاکر گاڑ دینا اور جبتک میں آؤں وہیں رہنا فوج کے ایک حصہ کو خالد بن ولید کے ماتحت مکہ کے زیرین حصہ کی طرف نامزد کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو ایک اور طرف سے روانہ کیا گیا۔ مگر سرداروں کو سخت تاکید تہی کہ تحمل اور نرمی سے کام لیں ہرگز اپنی طرف سے حملہ نکریں کیونکہ فتح مکہ نرمی اور رحم کے ساتھ منظور ہے تشدد اور سختی مد نظر نہیں ہے۔ ابن اثیر لکہتا ہے کہ شہر میں داخل ہوتے وقت سعد بن عبادہ نے کہا کہ لڑائی کیوقت کسی متبرک مقام کا خیال نہیں کیا جاتا حضرت کو معلوم ہوا تو سعد سے علم لیکر علی کے حوالہ کر دیا۔

بڑا حصہ فوج کا بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا فوج کا مؤخر حصہ جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھا آنحضرت کے ساتھ داخل ہوا اسوقت حضرت ناقہ قصوی پر سوار تھے لیکن چونکہ گرد اگرد ہجوم بہت ہو گیا تہا۔ حضرت آہستہ آہستہ چلتے تھے یہانتک کہ کوہ حجون تک پہنچے جہانکہ زبیر نے اسلام کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ حضرت کے واسطے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت نے اوپر سے نیچے میدان پر نظر ڈالی تو تلواریں اور برچھیاں چمکتی ہوئی اور خالد نظر پڑا جو میسرہ کا سردار تھا۔ اور جس نے کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تہا۔ حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور غصہ آیا۔ بات یہ تہی کہ عکرمہ بن ابو جہل۔ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ کچھ آدمیوں کے ساتھ مقام خندمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے آکھڑے ہوئے تھے خالد نے سبقت کرکے اُنپر حملہ کر دیا تھا اور اُسکی فوج دشمن کو مارتی ہوئی مکہ میں گھس گئی اور اگر آنحضرت کا حکم فوری نہ ہوتا تو مکہ میں قتل عام ہو جاتا۔ خالد کے اس حملہ میں ۱۳ یا ۲۸ اور بروایتے ستر کفار اور دو یا تین مسلمان مارے گئے۔ (حبیب السیر و ابن اثیر وغیرہ) صاحب روضۃ الصفا نے ۲۰ کفار اور دس مسلمانونکا مارا جانا لکھا ہے۔

اسکے بعد حضرت پہاڑ سے اُترکر ناقہ پر سوار ہوئے سوچ نکلے دروازۂ مکہ کے قریب آئے ابوبکر اور اسامہ بن زید ساتھ تھے۔ اسوقت آپ کو مکہ سے اپنا بے سر و سامانی سے نکلنا اور پھر اس شاہانہ شکوہ سے وہاں داخل ہونا خیال کرکے ایک خاص کیفیت سے متکیف ہوئے۔ حضرت نے اپنی گردن اظہار شکرگذاری کے لئے اونٹ کے کوہان کی طرف جھکائی اور سیدھے کعبہ کے قریب آکر قریش سے کہا اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا کروں۔ عرض کی کہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ فرمایا جاؤ تمہیں معاف کیا۔ پھر کعبہ کے گرد سات طواف کرکے اندر داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔ جتنی تصویریں خانہ کعبہ کے اندر تہیں سب محو کر دی گئیں۔ انمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی بھی تصویریں تہی اور فرشتوں کی تصویریں خوبصورت عورتوں کے بھیس میں بنی ہوئی تہیں۔ کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت لگے ہوئے تھے جن میں ہبل کا بت بہت مشہور تھا۔ جو بت نیچے تھے اُنکو خود آنحضرت نے لکڑی سے توڑ ڈالا

لہ ابن اثیر۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ۔ مگر ارونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت کا علم اور بڑا حصہ فوج کا علی کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ علم کو کوہ حجون پر پہنچکر گاڑ دینا اور جبتک میں نہ آؤں وہیں رہنا اور یہ حصہ بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا اور کوہ حجون پر جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اور علی آنحضرت کی تشریف آوری کے منتظر رہے لہ مکہ کے قریب قبرستان ہے کہ بعض نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر باران کئے تھے مگر اکثر کتب سے یہی ثابت ہے کہ خالد ہی نے عجلت اور سبقت کی تہی۔ جیسا کہ تاریخ طبری سے ثابت ہوتا ہے لہ عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جو کلید بردار تہا اور مرتد ہو گیا تہا۔ آنحضرت کو آتا دیکھکر خانہ کعبہ میں قفل لگا دیا۔ حضرت علی نے اُس سے کنجیاں چھین لیں مگر بعد میں آنحضرت نے واپس کرا دیں اور اُس سے ایسا نرمی کا سلوک کیا کہ آخر کو وہ پھر مسلمان ہو گیا اور کلید برداری کا عہدہ اُسکے خاندان میں موروثی کر دیا گیا اب تک اُسکی نسل سے کلید بردار ہوتا چلا آتا ہے۔ اسیطرح سقایۃ حاج اور چاہ زمزم کی نگرانی کا عہدہ عباس کے خاندان میں موروثی کر دیا گیا۔

اور جو اونچے تھے اُنکے توڑنے کے واسطے حضرت علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا اور وہ حضرت علی نے توڑ کر گرا دئیے[۵] - خالد بن ولید - سعد بن زید اور عمرو بن عاص وغیرہ گرد و نواح کے بت مسمار کرنے کے لئے مامور کئے گئے - ظہر کا وقت آیا سقف کعبہ پر آنحضرت نے بلال سے اذان کہوائی - ظہر کی نماز باجماعت ہوئی حضرت نے خطبہ پڑھا اور کعبہ میں اللہ اکبر کی دہوم مچگئی - اسکے بعد حضرت کوہ صفا پر تشریف لیگئے - اور عمر نیچے حضرت سے کھڑے ہوئے اور مکہ کے پہلے مرد اور بعد میں عورتیں آگے سے گذرتے جاتے اور آنحضرت کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے جاتے تھے عورتونکی بیعت اسطرح ہوئی کہ حضرت نے ایک کپڑا لٹکا دیا تہا یا ہاتھ پر لپیٹ لیا تہا کیونکہ آنحضرت غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے ۔

اس فتحیابی اور کامیابی کی حالت میں بھی حضرت نے کوئی شاہانہ رعب داب لوگوں پر نہیں ڈالا - نہ کسی سے اُس اطاعت اور تعظیم کے خواہاں ہوئے جو بادشاہوں کی کیجاتی ہے - جس نے ایسا کیا اُسے منع کیا ایک شخص ڈرتا ڈرتا سامنے آیا حضرت نے فرمایا ڈرتا کیوں ہے میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں ایک زن قرشیہ کا فرزند ہوں جو دہوپ میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں - حضرت کا برتاو امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا - بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرت کو تنگ کرکے مکہ سے نکالا تہا اور طرحطرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں سر جہکائے ہوئے آئے کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو قریش کی گردنوں کا مالک بزور کر دیا تہا - آپنے ارشاد کیا تمکو میرے ہاتھ سے کیا توقع ہے اُنہوں نے عرض کی جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہ کرو - حضرت نے فرمایا چلے جاؤ تم کو ہمنے چھوڑ دیا ۔

ابن اثیر - روضۃ الاحباب - تاریخ الخمیس - روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ صرف گیارہ مردوں اور چھہ عورتوں کی نسبت آنحضرت نے حکم دیا تہا کہ اُنکا خون مسلمانوں کو معاف ہے کیونکہ ان لوگوں سے مسلمانوں نے سخت اذیتیں اُٹھائی تھیں - لیکن اُنمیں سے بہت کم لوگ مارے گئے کچھہ بہاگ گئے کچھہ مسلمان ہوگئے اور کتنونکی خطا دوسرونکی سفارش پر آنحضرت نے معاف کردی - اُنمیں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

(۱) ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ مادر معاویہ جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تہا بہت متخوف تھی بھیس بدلکر اُن عورتوں کے ساتھ آئی جو بیعت کرنے حاضر ہوئی تھیں لیکن جب حضرت نے نظر غور سے اُسکی طرف دیکھا تو وہ پاؤں پر گر پڑی اور معافی کی ملتجی ہوئی حضرت نے اُسے معاف کر دیا ۔

---

[۵] صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ کئی بڑے بڑے بت ایک بلند مکان پر رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اُن میں سے بڑے بت کا نام ہبل تہا علی مرتضی نے عرض کی کہ اپنا پائے مبارک میرے شانہ پر رکھئے اور ان بتوں کو نیچے اُتار دیے فرمایا یا علی تمکو طاقت نبوت کا بوجھ اُٹھانے کی نہیں - تم اپنا پاؤں میرے شانے پر رکھو - حضرت علی نے امتثالاً للامر پاؤں رسول خدا کے شانے پر رکہا اور اُن بتوں کو نیچے ٹپکا اُسوقت سرور کائنات صلعم نے پوچھا یا علی اسوقت اپنے تئیں کیسا پاتے ہو کہا یا رسول اللہ ایسا دیکھتا ہوں کہ تمام حجاب کے پردے مکشوف ہوگئے ہیں اور گویا سر میرا ساق عرش کو پہنچا ہے - اور جس چیز پر ہاتھ دراز کروں وہ چیز میرے ہاتھ آتی ہے حضرت نے فرمایا یا علی خوش ہو جیو حال تمہارا کہ خدا کے کام کرتے ہو اور خوش ہو جیو حال میرا کہ بار حق اُٹھاتا ہوں - صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ وغیرہ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ پھر جب حضرت علی اوپر سے کودے تو ہنسنے لگے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ یا علی کیوں ہنسے - عرض کی اس لئے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسیطرح کا الم مجھے نہیں پہنچا فرمایا کیونکر تم کو الم پہنچتا کہ محمد نے تم کو اُٹھایا اور جبرئیل نے تم کو اُتارا ۔[۵] تاریخ الخمیس میں ہے کہ عمر بیٹھ کر تے جاتے تھے اور وہ رسول اللہ - اطاعت اور فرمانبرداری پر بیعت کرتے جاتے تھے جب یوم فتح مکہ کو مردوں کی بیعت سے فارغ ہوگئے تو وہیں عورتوں کی بیعت شروع ہوئی پس ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان آئی اور وہ خوف زدہ و متفکر تھی - بسبب اُس سلوک کے جو اُس نے حمزہ سے کیا تہا پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں تم عورتوں سے) دیکھو صفحہ ۱۴۴

(۲) وحشی قاتل حمزہ مکہ میں فوج کے داخل ہوتے وقت بہاگ گیا تہا بعد میں حضرت کے سامنے اس طرح آکر مسلمان ہوا کہ بہچانا نہ گیا۔ بہچانے جانیکے بعد اسکا قصور معاف ہوا مگر حضرت نے حکم دیا کہ کبہی میرے سامنے نہ آیئو۔ بعد میں اسی وحشی نے خلافت اول میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا +

(۳) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایک نوجوان قریشی کاتب وحی منافق تہا۔ وحی لکہتا تو الفاظ بدل ڈالتا تہا اور کہتا تھا کہ قرآن تو میرے اختیار میں ہے جو چاہوں لکہہ لوں۔ جب اسکا بہید کھلا تو چھپکر مکہ سے مدینہ چلا آیا اور مرتد ہو گیا۔ چونکہ حضرت عثمان کا رضاعی بہائی تہا کئی دن تک حضرت عثمان نے اُسے چھپائے رکھا۔ بعد میں اپنے ساتھ حضرت کے پاس لائے اور اُسکا خون معاف کرانیکی سفارش کی دو دفعہ حضرت نے انکار کیا تیسری مرتبہ بڑے توقف کے بعد بکمال کراہیت کے ساتھ معاف کیا۔ کیونکہ حضرت عثمان کے چلے جانے پر آنحضرت نے حاضرین جلسہ سے کہا کہ تم میں سے کسیکو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ میری امان دینے سے پہلے اُس کتے کو قتل کر ڈالتا لوگوں نے کہا اگر حضور ذرا بہی آنکھہ کا اشارہ کرتے تو ہم لوگ فوراً اُسے مار ڈالتے آپ نے فرمایا کہ آنکھہ سے اشارہ کرنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے۔ پس عبداللہ دوبارہ مسلمان ہوا۔ اور بعد میں حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں اُسے مصر کا گورنر بنا دیا تہا +

(۴) عکرمہ بن ابوجہل جسنے آنحضرت کی دشمنی اپنے باپ سے میراث میں پائی تہی۔ جس روز آنحضرت مکہ میں داخل ہوئے اپنی بیوی ام حکیم کو چھوڑ کر تیز گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا تہا۔ ام حکیم مسلمان ہو کر آنحضرت کے قدموں پر گر پڑی اور درخواست کی کہ میرے شوہر کا بہی قصور معاف کر دیجئے آنحضرت نے اُسکی عاجزی دیکھکر عکرمہ کا قصور معاف کر دیا۔ پہر ام حکیم عکرمہ کو ڈہونڈھ کر آنحضرت کی خدمت میں لائی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت نے اُسے ایک دستہ فوج کا سردار بنا دیا۔ آخر خلافت دوم میں جنگ اجنادین میں مارا گیا +

(۵) کعب بن زہیر شاعر آنحضرت کی ہجو کرتا اور اپنی زبان سے مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتا تہا۔ فتح مکہ کے دن بہاگ گیا تہا۔ بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور آتے ہی قصیدہ بانت سعاد وقلبی الیوم متبول پیش کیا آنحضرت نے پسند کیا + (۶) صفوان جسنے عکرمہ کی فوج کے ساتھ خالد کا مقابلہ کیا تہا بہاگ گیا تہا بعد میں اُس نے حضرت سے ایمان لانیکے لئے مہلت لیلی تہی۔ یہانتک کہ جب جنگ حنین میں مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور حضرت نے اُسکو بہت سا عطا فرمایا تو مسلمان ہو گیا +

(۷) ہبار بن الاسود کا یہ قصور تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت کی صاحبزادی زینب مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئی تہیں تو نیزہ اونٹ پر مارا تھا جس سے ڈر کر اُنکا حمل ساقط ہو گیا تہا یہ بہی مسلمان ہو گیا اور قصور معاف ہوا +

(۸) عبداللہ بن زبعری شاعر آنحضرت اور صحابہ کی ہجو کیا کرتا تہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کی حرب پر ترغیب و تحریص دلاتا تھا۔ بہاگ گیا تھا۔ بعد میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا +

(۹) مقیس بن صبابہ کا یہ جرم تہا کہ اُس نے ایک شخص انصاری کو جس نے اُسکے بہائی کو غلطی سے مار ڈالا تہا قتل کیا تہا حالانکہ اُس انصاری نے دیت ادا کر دی تہی۔ مقیس مرتد ہو کر مکہ کو بھاگ گیا تہا مکہ کی فتح کے روز مشرکوں کے ساتھ شراب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) ان امور پر بیعت لیتا ہوں کہ کسیکو خدا کا شریک نکرنا۔ چوری نکرنا۔ زنا نہ کرنا۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ کسی پر بہتان نہ لگانا نیکی میں عصیان نکرنا۔ جب حضرت نے ہند سے کہا کہ چوری نکرنا تو ہند نے کہا کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے کیا اُسکا مال بہی چوری سے نہ لوں پس ابوسفیان نے کہا کہ میرا مال جو تجھے ملجائے وہ تجھے حلال ہے۔ اسپر حضرت ہنسے اور اُسے پہچان کر کہا تو ہند ہے۔ ہند نے کہا ہاں یا رسول اللہ میری گذشتہ قصور کو معاف کیجئے۔ حضرت نے معاف کر دیا + +

بی رہا تھا نمیلہ بن عبد اللہ کو خبر ہوئی اُس نے اُسے جاکر قتل کر دیا +

(۱۰) عبد العزی بن خطل مدینہ میں آکر مسلمان ہوا تہا حضرت نے اُسکا نام عبد اللہ رکھا تھا بعد میں ایک مسلمان کو مار کر مرتد ہوگیا تہا اور مکہ کو چلا گیا تہا یہ بہی مارا گیا +

(۱۱) حویرث بن نقید شاعر آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تہا۔ حضرت علی نے اُسے قتل کیا +

(۱۲) حارث بن طلاطلہ بہی حضرت کو ایذا پہنچایا کرتا تہا حضرت علی نے اُسے بہی قتل کیا +

عورتوں میں ہند کے علاوہ فرتنا کی جاں بخشی ہوئی اور قریبہ۔ ارنب۔ سارہ اور ام سعد چار قتل ہوئیں۔ ہند اور فرتنا اسلام لائیں +۔ مکہ ۲۰ رمضان کو فتح ہوا اور ۶ شوال تک حضرت وہاں مقیم رہے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی گھرانے کی عورت[۵۱] چوری میں گرفتار ہوئی آنحضرت نے اُسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اُس قوم کے لوگوں نے اسامہ سے سفارش کرائی۔ آنحضرت نے سماعت نفرمایا اور ارشاد کیا اللہ کے حدود امیر و غریب سب کے ساتھ مساوی ہیں پہلی اُمتوں میں اسی سبب سے خرابی واقع ہوئی کہ لوگوں نے تمام قاعدے غریبوں ہی کے لئے نافذ کئے اور اونچے لوگوں کے لئے کوئی قید نہ رہی۔ قسم ہے اُس خدا کی جسکے ید قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو اُسکا ہاتھ بہی اسیطرح کاٹا جائیگا +۔ سنہ ۸ ہجری ۶۳۰ء

(۹۰) خالد اور بنی جذیمہ[۵۲] فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے تھوڑے تھوڑے آدمی اطراف مکہ میں اسواسطے روانہ فرمائے تھے کہ لوگوں کو دعوت اسلام کریں مگر یہ شرط تہی کہ کسی سے لڑائی نکریں (ابن اثیر۔ ابو الفدا) انہیں میں سے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا تھا +

ایام جاہلیت میں بنی جذیمہ نے عبد الرحمن بن عوف کے باپ عوف کو اور خالد بن ولید کے چچا الفاکہ بن مغیرہ کو جبکہ وہ یمن سے آرہے تھے مار ڈالا تھا اور اُنکا اسباب لوٹ لیا تہا۔ وہ لوگ جو واسطے ہدایت خلق کے رسول اللہ صلعم نے روانہ کئے تہے اُنہیں خالد بن ولید بہی تھے۔ بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ساڑہے تین سو آدمی مہاجر و انصار و بنو سلیم سے اُنکے ساتھ تھے خالد بن ولید بنی جذیمہ کے ایک چشمہ پر جاکر اُترے جسکا نام یلملم تھا اور مقام غمیصا اسکے قریب واقع تہا یہ دونو مقام مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر واقع تھے۔ یہاں کے لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوکر مسلمان ہوچکے تھے اسوقت اُنسے صرف حالت دریافت کرنی منظور تہی کہ آیا اپنے عہد پر قایم ہیں یا نہیں[۵۳]۔ بنی جذیمہ مدافعت کی غرض سے مسلح ہوکر خالد کے مقابلہ میں آئے خالد کو دیکھکر اظہار اسلام کیا خالد نے حاکمانہ آواز سے اُن سے پوچھا کہ تم مسلمان ہوئے یا کافر اُنہوں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا کہ مسلمان ہیں ہمنے مسجدیں بنائی ہیں اُنمیں نمازیں پڑہتے ہیں (روضۃ الاحباب) خالد نے کہا پہر ہتیار بند کیوں آئے ہو۔ اُنہوں نے جوابدیا اس سبب سے کہ بعض قبیلوں سے ہماری دشمنی ہے اور اندیشہ ہے کہ بیخبری میں وہ حملہ کریں غبار دیکھکر ہم تمکو وہی سمجھے تھے۔ خالد نے اُنکا عذر نمانا اور درشتی سے حکم دیا کہ گھوڑوں سے اُتر جاؤ اور ہتیار رکہدو۔ اُنہوں نے ہتیار رکھدیے اور الگ کھڑے ہوگئے۔ خالد نے فوراً بہت سوں کو گرفتار کرلیا۔ بہت سے بہاگ گئے خالد نے اُنکا تعاقب کرکے بہت سے قتل کئے۔ رہے قیدی ایک ایک آدمی کو ایک ایک اسیر سپرد تھا صبحکو خالد نے حکم دیا کہ ہر ایک اپنے اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے۔ بنی سلیم نے جو خالد کے ہم قوم تھے اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دیا مگر مہاجر و انصار نے اپنے اسیروں کو چھوڑ دیا۔ (ابو الفدا۔ ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ معارج۔ حبیب السیر۔ ابن اثیر۔ طبری)

انہیں کے ایک اسیر نے آنحضرت کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی پس خالد کے اس فعل کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو

---

[۵۱] اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبد الاسد مخزومی تہا یہ اسود ام سلمہ رضہ کا برادر زادہ تہا (حبیب السیر و روضۃ الاحباب) [۵۲] صاحب حبیب السیر و ابو الفدا نے بنی خزیمہ اور طبری و ابن اثیر نے بنی جذیمہ لکھا ہے + [۵۳] تہذیب المتین و حبیب السیر +

پہنچی تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بڑھائے کہ حضرت کے بغلوں کی سپیدی ظاہر ہو گئی اور خدا سے دعا کی کہ بار خدایا میں بری الذمہ ہوں خالد کے فعل سے کیونکہ اُس نے ممانعت رسول کا کچھ خیال نہ کیا دو یا تین بار یہی فرمایا اور حضرت علی کو ارشاد کیا کہ تم مال لیکر جاؤ اور سب کا خونبہا دیکر آؤ۔ حضرت علی موجب ارشاد پیغمبرؐ وہاں تشریف لیگئے اور جتنے مارے گئے تھے اُنکا خون بہا دیکر آپنے پوچھا کہ کسیکی کوئی دیت رہ گئی ہو تو وہ یاد دلادے سب نے عرض کی کہ اب کوئی باقی نہیں رہا۔ تب حضرت علی نے وہ روپیہ جو اُنکے پاس بچ رہا تھا اُنہیں لوگوں پر تقسیم کر دیا کہ اُن لوگوں کے دل زیادہ خوش ہوں۔ آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے۔ اس معاملہ کے سبب خالد کیطرف سے آنحضرت عرصہ تک قہر و غضب میں رہے۔ جب بنی جذیمہ کو راضی کر لیا تو بعض صحابہ کی سفارش سے آنحضرت نے خالد سے درگذر کی۔[1]

عبدالرحمن بن عوف نے بھی خالد کے اس فعل پر بہت ملامت کی اور کہا تو نے بہت برا کیا۔ خالد نے کہا کہ مینے تیرے باپ عوف کا بدلہ لیا ہے۔ عبدالرحمن نے جوابدیا کہ نہیں تو نے اپنے چچا الفاکہ بن مغیرہ کا عوض لیا ہے۔ اور یہ فعل تو نے زمانہ جاہلیت کا سا کیا مسلمان ہو کر تجھے ایسا کرنا چاہئیے تھا۔ عبدالرحمن اور خالد کے اس جھگڑے کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے خالد کو ارشاد کیا کہ میرے اصحاب تو اپنے ساتھ نہ رکھ لے خالد تو اُنکی قدر نہیں جانتا۔ قسم ہے خدا کی اگر تیرے پاس سونیکا پہاڑ ہوتا اور تو اُسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تب بھی ایسے شخصوں کی بو باس نہ پاتا (ابن اثیر و ابوالفدا)

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کہتا ہے کہ خالد کے اس سریہ میں میں خالد کے ساتھ تھا ایک جوان بیری قید میں رسّی میں بندھا تھا اُسکے ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے اُس نے کہا ای شخص ہو سکتا ہے کہ مجھکو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لیچلے کہ اُنسے کچھ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں اُسکو وہاں لیگیا وہ اُنہیں سے ایک عورت سے ملا اور آپس میں کچھ باتیں کیں پھر میں واپس لے آیا۔ جب اُسے قتل کیا تو وہی عورت آکر بیتابانہ اُسکی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرے مار کر جان بحق تسلیم ہوئی۔ جب اہل سریہ نے یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا جسے رحم آتا۔

(۱۹) جنگ حنین[2] ۱۰ شوال سنہ ۸ھ جب فتح مکہ کی خبر اطراف عرب میں پہیلی بنی ہوازن۔ بنی ثقیف۔ بنی جشم بنی سعد اور دیگر پہاڑی اور صحرائی قوموں نے آنحضرت سے لڑنیکے واسطے آپسمیں اتحاد کیا۔ یہ بنی سعد وہی ہیں جنکے پاس آنحضرت کا بچپن حلیمہ سعدیہ کے ساتھ گذرا تھا اور بنی ثقیف وہی ہیں جنہوں نے طائف میں آنحضرت کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ اور پتھراؤ کیا تھا۔ اور لات کی پرستش کرتے تھے۔ مالک بن عوف نضری جو بنی ثقیف کا سردار تھا اس تمام اتحاد کا سرگروہ اور رابو جرول علمبردار بنایا گیا۔ پس مالک نے مقام اوطاس پر جو طائف اور حنین کے درمیان ہے چھاونی ڈالدی۔ بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار اور بروایت منتہی الاقصی تین ہزار مرد جرار تھے مگر بعض مورخین مثلاً صاحب منتہ الصفا نے لکھا ہے کہ تیس ہزار مرد جرار کا جمگھٹا ہو گیا تھا۔ یہ لوگ اپنی عورتیں بچے اور ریوڑ بھی ساتھ لائے تھے دُرید بن صمہ نے جو ایکسو بیس یا ایکسو ساٹھ برس کا بوڑھا اور بنی جشم کا سردار تھا عورتوں بچوں اور ریوڑ کا لانا پسند نہیں کیا جنکو مالک بن عوف اس خیال سے لایا تھا کہ انکی موجودگی میں اُسکی فوج بھاگنے کی نہیں۔ درید چونکہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار تھا اس سبب سے اسے صرف صلاح مشورہ لینے کے واسطے ایک کجاوہ میں بٹھا لائے تھے۔ ورنہ بسبب پیری کے ڈہانچ ہی ڈہانچ رہ گیا تہا آنکھوں سے اچھی طرح دکھائی بھی نہ دیتا تہا۔ اس نے عورتوں بچوں کے واپس بھیجنے کی صلاح دی مگر اسپر عمل نہیں کیا گیا۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ اس اجتماع کا

[1] حبیب السیر۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب [2] حنین ایک جنگل ہے جو مکہ سے تین میل پر طائف کی طرف واقع ہے۔

حالانکہ آنحضرت بھی بارہ ہزار (اور بروایتے ۱۶ ہزار) فوج لیکر چل کھڑے ہوئے انمیں دس ہزار مہاجر و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور حسب معمول حضرت علی علمدار تھے۔ اور دو ہزار باشندگان مکہ تھے جن میں سے بعض ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ صفوان بن اُمیّہ کافر بھی ہمراہ تھا۔ اس سے ایکسو زرہ حضرت نے اس جنگ میں عاریت لی تھی تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسّی مشرکین آنحضرت کے ساتھ تھے اُنہیں میں صفوان تھا +

۶ ر شوال کو آنحضرت مکہ سے باہر آئے دلدل پر سوار تھے۔ مسلمان وادی حنین تک پہنچے تھے کہ غنیم کی فوج پہلے ہی آموجود ہوئی تھی۔ اور وہ لوگ جابجا پہاڑ کے دروں میں چھپ گئے تھے۔ مسلمان اس سے واقف نہ تھے صبح کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے متفرق ہوکر آگے بڑھے۔ اس متفرق ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فتح مکہ سے اور اپنی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ نخوت بھی آگئی تھی۔ چنانچہ روضۃ الصفا روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور حبیب السیر وغیرہ اور کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کا یہ شاندار لشکر دیکھکر کہا تھا کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے۔ اس نخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہی دشمن کمینگاہ سے نکل پڑے اور ایسے نکلے کہ مسلمان حیران رہ گئے ماری تیروں پتھروں اور نیزوں کے بولائے اور راہ فرار اختیار کی[۱]۔ بہت سے مسلمان مارے گئے۔ کئی زخمی ہوئے۔ حضرت نے بہت پکارا کہ اے اصحاب بیعت الرضوان تم اپنے رسول کو اکیلا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نے بھی نہ سنی پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا۔ نفسی نفسی کی پڑی ہوئی تھی۔ اسطرح مسلمانوں کی شکست ہوگئی +

اس موقعپر کفار مکہ اور منافقین کے بغض و کینے خوب ظاہر ہوگئے۔ ابوسفیان بن حرب جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہر میں مسلمان ہوچکا تھا اپنے ترکش کو تیروں سے بھرے ہوئے مستعد کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی تو یہ مسلمان سمندر تک بھاگیں گے صفوان بن امیہ کے بھائی کلدہ نے بھی پکار کر کہا کہ اب محمدؐ کے جادو کا اثر جاتا رہا[۲] اور اگر بعض جانباز حضرت کے ساتھ نہ ہوتے تو ایک شخص نے تو آنحضرت کو شہید ہی کر دیا ہوتا۔ حبیب السیر میں ہے کہ مالک بن عوف نے آنحضرت پر حملہ کیا۔ ایمن ابن ام ایمن نے روکا یہانتک کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اب ناچار ہوکر خود آنحضرت نے اپنا خچر لڑنیکے واسطے آگے بڑھایا۔ مگر عباس نے لگام تھام لی اور لڑنے سے روکا۔ عباس کی آواز بہت بلند تھی[۳]۔ رات کو جب اپنے غلاموں کو آواز دیتے تو دو میل تک آواز جاتی تھی[۴]۔ اُنہوں نے آنحضرت کے حکم سے فراری مسلمانوں کو (اے گروہ انصار۔ اے اصحاب السمرہ اور اے اصحاب سورہ بقر

[۱] حبیب السیر۔ وروضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید نے فرار کیا اسکے بعد کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے۔ بعد ازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار نے راہ فرار اختیار کی۔ حضرت ابوبکر اور عمر بھی قدم نہ جما سکے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر ایک عورت کے سامنے سے چلے جا رہے تھے (یہ وہی جنگ احد والی بہادر تھی) اُس نے پکارا کہ ای عمر یہ کیا کام کرتے ہو۔ عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ حضرت ابوبکر کے فرار کی نسبت ابن ابی الحدید اپنے قصیدہ رائیہ میں لکھتا ہے ؎ وَلَیْسَ بِنُکْرٍ فِی حُنَیْنٍ فِرَارُہٗ ۔ فَفِی اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَخَیْبَرَا (جناب ابوبکر کا جنگ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ وہ جناب اس سے پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر میں بھی از خوف کے فرار کر چکے ہیں)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رسول خدا کے پاس سے بروز حنین بھاگ گئے تھے براء نے کہا مگر رسول خدا نے تو فرار نہیں کیا اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ ابوقتادہ نے کہا کہ بھاگے سب مسلمان اور ہم بھی بھاگے اُنہیں بھاگنے والوں میں عمر خطاب کو دیکھا پوچھا کہ یہ لوگ کیوں بھاگے تو عمرؓ نے کہا کہ حکم خدا یوں ہی جاری ہوا تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس و زاد المعاد ابن قیم

[۲] صفوان بن اُمیہ باوجودیکہ ابتک مسلمان نہ ہوا تھا مغموم تھا اور اُن لوگوں کو ایسے بیہودہ الفاظ سے روکتا تھا (خمیس)

[۳] خمیس میں ہے کہ جب عباس زور سے آواز دیتے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجاتے تھے۔ اور چوپایوں پر خفا ہوتے تو اُن کا پتہ پھٹ جاتا [۴] المرتضیٰ + + + +

اس زور سے کہکر پکارا کہ وہ تنگ وادی گونج اُٹھی۔ عباس کی آواز سُنکر مسلمان جمع ہونے لگے اور یہ دیکھکر کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا حضرت کے قریب انصار وغیرہ جمع ہوگئے اس اثنا میں دشمن بلندی سے اُتر آئے تھے میدان میں خوب جنگ ہوئی صاحب حبیب السیر وصاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں کافروں کا علمبردار ابو جرول رجز پڑھتا ہوا آیا اور مبارز طلب کیا۔ دلاوران فوج اسلام اُسکے طول قامت اور عظم جثہ کو دیکھکر اندیشہ مند ہوئے کوئی اُس سے لڑنے کو نہیں نکلا ناگاہ علی مرتضی نے مقابلہ میں آکر اس بدبخت کو فی النار کیا[1]۔ اور یہ بات باعث ہمت بندھنے مسلمانوں کی اور کمر ٹوٹنے کفار کی ہوئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہنگامہ جنگ شدت سے برپا تھا آنحضرت صلعم نے جھککر ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور مشرکین پر پھینکی پھینکتے ہی کفار کی فوج کو شکست ہوگئی۔ بہت سے قتل اور بہت سے زن و مرد اسیر ہوئے بہت سے بھاگ گئے۔ مالک اور بنی ثقیف دور طائف میں جاکر پناہ گزین ہوئے کچھ نخلہ کی طرف اور بقیہ اپنی اوطاس کی چھاونی میں چلے گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا[2]۔ اس لڑائی میں ستر کافر اور چار مسلمان مارے گئے حبیب السیر۔ ابن ہشام میں ہے کہ منجملہ ستر مقتولین کے چالیس صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ فتح حنین کے وقت مسلمانوں کی کامیابی دیکھکر بہت سے مکہ اور نواح کے کافر مسلمان ہوگئے +

اسمیں مورخین کا اختلاف ہے کہ جنگ حنین میں کون کونسے صحابہ نے اپنے پائے ثبات کی حفاظت کی۔ مواہب لدنیہ تاریخ الخمیس اور فتح الباری میں ہے کہ صرف (۱) حضرت علی جو آنحضرت کے سامنے تیغزنی میں مصروف تھے (۲) عباس جو حضرت کے استر (خچر) کے آگے آگے تھے (۳) ابو سفیان بن حارث جو داہنی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے اور (۴) عبداللہ بن مسعود جو بائیں طرف تھے صرف یہی چار شخص دشمنوں کی زد سے آنحضرت کو بچاتے تھے۔ بعض نے دس اشخاص لکھے ہیں۔ علی۔ عباس اور عباس کے بیٹے فضل اور قثم اور حارث کے بیٹے ابو سفیان اور ربیعہ۔ عبداللہ بن زبیر۔ عتبہ و معتب پسران ابولہب۔ اور ایمن پسر ام ایمن۔ امام ابن قتیبہ نے صرف آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر عتبہ اور معتب کا نام نہیں لکھا ہے اسامہ بن زید کو شامل کیا ہے ان روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو صرف تین ہی شخص علی۔ عباس۔ ابو سفیان بن حارث جو تینوں بنی ہاشم تھے آنحضرت کے ساتھ رہگئے تھے ان کے نام سب روایتوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے فرار نہیں کیا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اور آتے گئے یہانتک کہ تعداد سو تک پہنچ گئی۔ مگر تاریخ الخمیس و مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس جنگ میں ایک موقعپر رسول اللہ اکیلے ہی رہ گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے علی کے جو رسول اللہ صلعم کے سامنے جہاد میں مصروف تھے (ابوالفدا و مدارج) اور جنکا فرار کسی غزوہ میں کسی نے نہیں لکھا سب ہی فرار کر گئے تھے۔ تفسیر کبیر و خازن میں ہے کہ صرف عباس اور ابو سفیان بن حارث صرف دو شخص رسول اللہ کے پاس رہ گئے تھے +

(۹۲) جنگ اوطاس شوال ۸ھ حضرت نے حنین میں قیام کیا اور ابو عامر اشعری کو ایک زبردست فوج کے ساتھ اوطاس پر بھیجا جو حنین اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ہوازن نے بہادری سے مقابلہ کیا ۹ آدمیوں کو مارکر ابو عامر شہید ہوئے اور اُنکے بھتیجے ابو موسی اشعری کمان کرنے لگے۔ بہت سے دشمن مارے گئے اور انکے ہاتھ فتح ہوئی اور ابو موسی اشعری بہت سا مال غنیمت ریوڑ اور مرد عورتوں اور بچوں کو قید کئے ہوئے آنحضرت کے سامنے آئے۔ قیدیوں میں شیما بنت الحارث بھی جو حلیمہ سعدیہ کی بیٹی تھی آئی۔ اُس نے پیغمبر خدا کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے اُسکے ساتھ اپنی چادر بچھائی اور اُسکی بڑی خاطر کی اور اُسکو زاد راہ دیکر جہاں اُسنے اپنی قوم کا پتہ بتایا۔ وہاں پہنچوا دیا +

[1] ابن جرول کو حضرت علی کے ہاتھ سے مارا جانا ابن ہشام نے بھی لکھا ہے [2] اس تعاقب میں دُرید بن الصمہ ربیعہ بن رفیع کے ہاتھ سے [illegible]

تاریخ ابن اثیر

طبری۔ کامل۔ ابوالفدا۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حنین اور اوطاس سے یہ غنیمت ہاتھ آئی تھی چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ[1] چاندی چالیس ہزار سے زیادہ گوسفند + حضرت نے حکم دیا کہ مال غنیمت مقام جعرانہ[2] میں جمع رکھا جائے اور عباد بن بشر انصاری اسکی محافظت کرے +

(۳۳۹) غزوہ طائف شوال سنہ ۸ھ

مال غنیمت اور قیدیوں کو ایک محفوظ جگہ اچھی حفاظت کے ساتھ چھوڑ کر حضرت نے بنی ثقیف کے تعاقب میں طائف پر چڑھائی کی۔ علی علمدار تھے۔ طائف کی شہر پناہ بڑی مضبوط تھی۔ اسمیں ایک مضبوط قلعہ بھی تھا۔ چونکہ بنی ثقیف نے شہر کا دروازہ بند کر لیا حضرت نے طائف کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ بیس دن سے زیادہ اور بروایت حبیب السیر اٹھارہ روز رہا۔ اس عرصہ میں مسلمان فارسی کی ہدایت سے منجنیق (گوپیوں) اور دیگر قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا گیا۔ ان آلات کا استعمال اسلام میں پہلی دفعہ جنگ طائف ہی میں ہوا ہے۔ محصورین مسلمانوں کے حملہ کو تیروں سے روکتے رہے جو مسلمان دیوار کے قریب آتا اُسپر پگھلا ہوا لوہا ڈالدیتے۔ آخر آنحضرت کے حکم سے اُنکے تمام انگور کے درخت کاٹ ڈالے گئے۔ اور اُنکے تمام کھیت اور باغیچے برباد کر دیے گئے پھر منادی کیگئی کہ جو غلام شہر سے نکل آئیگا آزاد کر دیا جائیگا۔ تیرہ غلام جو نکلکر آئے مسلمان ہو کر آزاد ہوئے انہیں میں ابو بکرہ نفیع بن حارث تھا (نخیس) مگر بروایت روضۃ الاحباب بیس غلام باہر آئے تھے + آخر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو محاصرہ ترک کرنے کی رائے ٹھیری تو بلے فتح واپس ہونے پر بعض اصحاب بڑبڑانے لگے۔ ناچار چلتے چلتے شہر کے ایک دروازہ پر حملہ کا حکم دیا گیا مگر محصورین نے خوب ہی حفاظت اور مدافعت کی۔ طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اُمیہ برادر ام سلمہ۔ عبداللہ بن ابوبکر[3] اور دس دیگر اصحاب اس موقعہ پر مارے گئے[4] اور ابوسفیان جو یہاں بہت بہادری سے لڑا تھا ایک آنکھ کھو بیٹھا (ایروئنگ) آخر طائف سے محاصرہ اُٹھا لیا گیا اور ۵ ذوالقعدہ کو آنحضرت مقام جعرانہ پر واپس تشریف لائے جہاں حنین اور اوطاس کا مال غنیمت چھوڑ گئے تھے +

روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ طائف کے محاصرہ کے ایام میں علی مرتضی کے ساتھ ایک جماعت اصحاب نے آنحضرت کے حکم سے اُس علاقہ کے گرداگرد کے دشمنان دین سے محاربہ اور مقاتلہ کیا۔ اور وادی ثقیف اور ہوازن کے بتوں کو جو اُس نواح میں تھے سب کو توڑ ڈالا اور اُس علاقہ کو ویران کر دیا۔ اور بروایت حبیب السیر قبیلہ خثعم کا ایک نامی پہلوان شہاب نامی حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب حضرت علی اس کامیابی کے بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت نے علی کو دیکھکر تکبیر کہی اور علی مرتضی کے ساتھ ایک خلوت کی جس میں کسی غیر کو داخل ہونیکی مطلق اجازت نہ تھی بطریق راز خفیہ گفتگو آپس میں بہت ہوئی جب بہت ہی دیر ہوگئی تو صحابہ اور بروایت صاحب معارج و حبیب السیر خاص حضرت عمر[5] کہنے لگے کہ پیغمبر ایسے راز دور و دراز اپنے چچیرے بھائی سے کہتا ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں کہتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں راز نہیں کہتا کسی سے بلکہ مجھے خدا حکم کرتا ہی کہ اُس سے راز کہوں سے

راز کہوں سے	بفرمان دانائے راز نہاں	کشادم بایں راز یا او زباں	

۵ ذوالقعدہ کو حضرت جعرانہ میں پہنچے ۱۳ دن قیام کیا یہاں بنی ہوازن کیطرف سے اس مضمون کی سفارت آئی کہ ہم اطاعت قبول کرتے ہیں ہماری عورتیں اور مال واپس

[1] اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور درہم ۳ ماشہ کچھ زیادہ ہوتا ہے پیسہ کا پانچواں حصہ سمجھو [2] جعرانہ مکہ سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

[3] عبداللہ بن ابوبکر کا زخم تیر مندمل ہوگیا تھا مگر بعد میں پھر پھٹ گیا اور اپنے باپ کے عہد خلافت میں اُسی زخم سے انتقال کر گئے روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس پر ہے کہ غزوہ طائف میں ۱۲ صحابی مارے گئے [4] کنز العمال میں بجائے حضرت عمر ابوبکر رض کا نام لکھا ہے مگر بروایت کا قرینہ اس امر کا مقتضی ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما دونوں ہی نے یہ بات کہی تھی مدعا غالباً ان دونوں بزرگوں کا صرف یہ تھا کہ آپس میں یہ گفتگو کی تھی (مؤلف)

کر دیجیے[1]۔ انکے ساتھ سفارش کو حلیمہ بھی آئی تھیں جنہوں نے حضرت کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت نے انکے واسطے اپنی چادر بچھائی اور بڑی تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے[2]۔ آنحضرت نے ان لوگوں سے پوچھا تمہیں اپنا مال پیارا ہے یا اہل و عیال اُنہوں نے جواب دیا کہ بال بچے زیادہ پیارے ہیں اسپر آنحضرت نے اپنا اور اولاد مطلب کا قیدیوں کا حصہ اُنکے سپرد کر دیا۔ یہ دیکھکر سب مسلمانوں نے سب لوگوں کو اُنکی عورتیں اور بچے واپس دیدیے پس وہ سب چھ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے +

انہیں وفود کی معرفت حضرت نے مالک بن عوف کے پاس جو طائف میں قلعہ بند ہو گیا تھا کہلا بھیجا کہ اگر مسلمان ہو جائے اور اطاعت قبول کرے تو تیرا تمام مال جو حنین میں لیگیا ہے واپس کر دیا جائیگا بلکہ سو اونٹ اور بھی دیے جائیں گے مالک نے منظور کر لیا اور رسول اللہ نے اُسکے اہل و عیال اور مال کو واپس دیدیا اور سو اونٹ اس سے علاوہ دیے اور اُسکے قبیلے کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے اُنکا اُسے سردار بنا دیا (ابن اثیر وغیرہ)

صاحب ازالۃ الخفا نے نسائی سے نقل کیا ہے کہ اسی سفر طائف میں جناب امیر کے ساتھ آنحضرت نے وہ معاملہ کیا جو اُمیدوار خلافت سے کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت ہم آپکے ہمسائے اور حلیف ہیں ہمارے غلام جو آپکے پاس آکر مسلمان ہوئے ہیں درحقیقت نہ اُنکو اسلام سے مطلب ہے نہ فقہ سے صرف ہمارے اموال اور ضیاع سے فرار کرکے آئے ہیں آپ اُنہیں واپس کر دیں۔ حضرت نے ابوبکرؓ سے پوچھا اُنہوں نے کفار کی تصدیق کی جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا۔ پھر عمرؓ سے پوچھا اُنہوں نے بھی ابوبکرؓ کی موافقت کی جس سے حضرت کا چہرہ پھر متغیر ہوا اور فرمایا کہ اے گروہ قریش قسم خدا کی اللہ تعالیٰ تم پر ایسے شخص کو مسلط کریگا جس کے قلب کا اُس نے امتحان لیا ہے ایمان کی نسبت۔ اور تم کو وہ دین پر مارے گا۔ یا تم میں سے بعض کو ماریگا۔ کہا ابوبکر نے کہ یا رسول اللہ کیا میں وہ شخص ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ صفت اُس شخص کی ہے جو جوتی میں پیوند لگا رہا ہے۔ اور رسول اللہ نے علی کو جوتی گانٹھنے کو دی ہوئی تھی +

(۴۹) غنیمت حنین اب مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہو آنحضرت ہماری پچھلی لڑائیوں کا روپیہ یونہیں اُڑا دیں[3]۔ لہذا آنحضرت کے گرد ہجوم کیا اور مال غنیمت کی تقسیم کے واسطے غل مچانے لگے۔ حضرت نے نظر غضب سے دیکھا اور فرمایا کیا تمنے مجھے کبھی حریص یا جھوٹا یا بے ایمان یا بددیانت پایا ہے۔ پھر ایک بال اونٹ کا اُکھیڑ کر بلند آواز سے ارشاد کیا قسم ہے خدا کی مینے کبھی مال غنیمت سے سوائے خمس کے اس بال کے برابر بھی نہیں لیا اور وہ خمس بھی تمہارے ہی فائدہ میں صرف ہوا ہے۔ پھر حضرت نے حسب معمول مال غنیمت کو تقسیم کیا بلکہ اپنا خمس بھی اُن لوگوں میں تقسیم کر دیا جنکی تالیف قلوب منظور تھی۔ جو مولفۃ القلوب کے نام سے مشہور ہوئے +

قریش کی حالت مشکوک تھی اُنکو حضرت حالت تذبذب میں سمجھتے تھے چنانچہ جنگ حنین کی شکست کے وقت اُنکی شماتت سن چکے تھے۔ پس ابوسفیان بن حرب اور ابوسفیان کے بیٹوں یزید اور معاویہ ان تینوں میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اور اتنا ہی عکرمہ بن ابو جہل کو دیا گیا۔ صفوان بن اُمیہ کو سو اونٹ اور پھر سو اونٹ اسیطرح حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے۔ حارث بن کلدہ۔ حارث بن ہشام برادر ابو جہل۔ عبدالرحمن بن یربوع۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبدالعزی (یہ سب اشراف قریش سے تھے) اقرع بن حابس تمیمی۔ عیینہ بن حصن الفزاری۔ مالک بن عوف النضری (جو غیر قریش سے تھے) انمیں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیے۔ اور انکے علاوہ اور لوگ تھے مخرمہ بن نوفل۔ عمیر بن وہب۔ سعید بن یربوع۔ عدی بن قیس۔ علا بن حارثہ۔ عثمان بن نوفل

[1] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ یہ بیس آدمی اشراف بنی ہوازن سے تھے اُنہوں نے جعرانہ میں آکر اسلام قبول کر لیا [2] ارونگ [3] حبیب السیر +

ہشام بن عمرو انمیں سے ہر ایک کو پچاس اونٹ دیے گئے۔ عباس بن مرداس شاعر کو سنو سے کم[1] اونٹ ملے وہ اس سے ناراض ہوا اور آنحضرت کی ہجو میں شعر لکھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا اسے یہاں سے لیجاؤ اور اسکی زبان قطع کردو ایرونگ لکھتا ہے کہ عمر جو ہمیشہ سختی کے کاموں کے واسطے تیار رہتے تھے وہیں اُسکی زبان کاٹنے کو تیار ہوگئے۔ لیکن جو لوگ حضرت کے منشا کو سمجھنے والے تھے علی[2] عباس کو جو کانپ رہا تھا شارع عام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور کھڑے تھے اور اُس سے کہا انمیں سے جون سے چاہے پسند کرلے عباس جو اپنے دل میں جانتا تھا کہ اب زبان کٹے گی خوش ہو کر بولا کیا اس طرح رسول اللہ نے میری زبان قطع کرنے اور مونہہ بند کرنے کو ارشاد کیا تہا بس میں اپنے ہی حصہ پر راضی ہوں پہر بھی بروایت ایرونگ حضرت اپنی فیاضی سے باز نہ رہے اور اُسے ساٹھ اونٹ بھیجے۔ اسکے بعد یہ شاعر ہمیشہ آنحضرت کا مداح رہا۔ حبیب السیر میں ہے کہ عباس نے اپنے ہی حصہ پر قناعت کی زیادہ نہ لیا۔ ابو الفدا لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا مال غنیمت قبیلہ ہوازن کا تقسیم کر چکے اور علینہ بن حصن اور ابو سفیان وغیرہ کو حصہ جات مذکورہ دیچکے تو ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے تہا آنحضرت سے کہنے لگا کہ نہیں آپکا عدل و انصاف نہ دیکھا پیغمبر خدا کو غصہ آیا ارشاد کیا افسوس ہے تم لوگوں پر اگر میں عدل نہ کرونگا تو پہر عدل کون کریگا حضرت عمر بولے کہ رسول اللہ مجھکو ارشاد کیجیے میں اسکو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں جانے دو قریب ہے کہ اس سے ایک گروہ ہوگا وہ دین میں بال کی کھال اُتارینگے یہانتک کہ اسطرح دین سے نکل جائینگے جسطرح تیر کمان سے[3]۔ یہ روایت محمد بن اسحق سے ہے اور ایک راوی کہتا ہے کہ ذوالخویصرہ نے بروقت فراغت پانے تقسیم مال مذکورہ کے یہ کہا تہا کہ یا محمد آپنے تقسیم برابر نہ کی اس مال کی۔ اور میں صرف خدا الگنی خالصۃً للہ کہتا ہوں۔ رسول اللہ نے ارشاد کیا قریب ہے کہ نکلے گی اس شخص کے خاندان سے ایک ایسی قوم کہ وہ خارج ہوگی دین سے مثل چہوٹ جانے تیر کے جب کمان سے علیحدہ ہوتا ہے اور پہر وہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اُن لوگوں کی پیٹہ پر گردن کے قریب ایمان نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ذوالخویصرہ میں سے ایک شخص حرقوص بن زہیر البجلی جسکو ذی الثدیہ ہی کہتے ہیں ظاہر ہوا۔ اس شخص سے سب سے اول بیعت خوارج کی ہوئی امامت میں۔ اور اول اول وہی دین سے خارج ہوا۔ یہ نام ذوالخویصرہ پیغمبر خدا نے اُس کا رکھا تہا۔ ابن اثیر نے اس روایت کو لکھکر کہا ہے کہ ذوالخویصرہ کا یہ معاملہ آگے چلکر تقسیم مال یمن کے وقت ہوا تہا۔

جب آنحضرت نے اپنے خمس میں سے مکہ والوں کی تالیف قلوب کی تو انصار رشاکی ہوئی اور کہا دیکھو حضرت دغاباز قریشیوں کے ساتھ بے تحاشا فیاضانہ بخششیں کرتے ہیں۔ ہمیں جنہوں کہ تمام خطروں میں وفادار رہے۔ ہمیں ہمارے خالی حصہ کے سوا کچھ نہ ملا۔ ہمنے کیا کیا جو اُن سے گھٹیا رہے۔ آنحضرت کو اُنکے بڑبڑانے کا حال معلوم ہوا تو انصار کے سرداروں کو ایک خیمہ میں بلایا اور ارشاد کیا کہ انکے سوا اور کوئی نہ آئے اور خود حضرت علی کے ساتھ اُس خیمہ میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کہ اے اہل مدینہ کیا تم لوگوں میں آپس میں فتنہ و فساد نہیں رہتا تہا اور مینے تم سب کو ایک دل اور ایک جماعت نہیں بنا دیا کیا تم خطا کار نہیں تھے اور میں تمکو راہ راست پر نہیں لایا۔ کیا تم غریب نہیں تھے اور کیا مینے تم کو امیر نہیں کردیا۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپ کا فرمانا درست ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس حالت میں آیا کہ لوگ مجھے جھٹلاتے تھے پھر بھی تم مجھپر ایمان لائے تمنے میری ایسے وقت میں حفاظت کی کہ میں نہایت تنگ تھا۔ میں بہاگ کر آیا تمنے مجھے پناہ دی۔ میں بیکس و ناچار تہا تمنے میری نصرت کی۔ کیا تم جانتے ہو

[1] بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب چار اونٹ ملے تہے [2] یہ منشا کو سمجھنے والے علی تہے جیسا کہ حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے حکم سے علی عباس شاعر کو اُس مقام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور تھے وہ سمجھ گئے کہ حضرت کا منشا یہ ہی کہ دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ یعنی اچھے سے اسکی زبان بند کردو۔ [3] تاریخ الخمیس میں بھی اسی طرح ہے [4] حبیب السیر۔

کہ مجھ میں ان باتوں کی معلوم کرنے کی حس نہیں ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ناشکرا یا احسان فراموش ہوں۔ تم شکایت کرتے ہو کہ میں ان لوگوں کو بہت کچھ بخشتا ہوں اور تمہیں کچھ نہیں دیتا۔ سچ ہے میں اُنکو دنیا کی خوشی دیتا ہوں مگر یہ بات اُنکی دنیاوی تالیف قلوب کی نظر سے ہے۔ تم جو میرے ساتھ سچے وفادار ہو میں اپنے تئیں دیتا اور وقف کرتا ہوں وہ (اہل مکہ) بھیڑیں اور اونٹ لیکر جائیں گے اور تم رسولخدا کو ساتھ لیکر جاؤ گے۔ کیونکہ قسم ہے خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمام دنیا ایک راستہ پہ جائے اور تم دوسرے راستہ پر میں تمہارے ساتھ رہونگا اب تمہیں بتاؤ کہ اہل مکہ اچھے رہے یا تم۔ میںنے تم کو اچھا انعام دیا یا اہل مکہ کو۔ حضرت کے اس ارشاد سے انصار ایسے متاثر ہوئے کہ رونے لگے۔ اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اپنے حصہ پر راضی ہوئے +

۱۸ ذیقعد ۸ھ کو آنحضرت مکہ کو واپس آئے۔ فتاح بادشاہ کی طرح نہیں بلکہ عمرہ کرنیکی نظر سے لباس احرام باندھے ہوئے عمرہ بجالائے عتاب بن اُسید بن ابو العیص کو مکہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا جس کی عمر اسوقت ۱۸ سال کی تھی اور اُسکے پاس معاذ ابن جبل اور ابوموسی اشعری کو واسطے تلقین اور وعظ مسائل کے چھوڑا۔ عتاب کی تنخواہ ایک درہم روز بیت المال سے مقرر ہوئی + ان کاموں سے فارغ ہوکر آنحضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کی زیارت کی بہت روئے اور یکم ذیحجہ کو مدینہ میں داخل ہوئے +

(۹۵) ۸ھ کے مختلف واقعات (۱) ماہ ذیحجہ میں رسول اللہ صلعم کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے جو سولہ مہینہ یا ۱۸ مہینہ کے ہوکر انتقال کرگئے۔ (۲) اشخاص ذیل نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان۔ یزید بن ابوسفیان۔ عروہ بن مسعود ثقفی عکرمہ بن ابو جہل۔ شیبہ بن عثمان عبدری۔ ابو قحافہ عثمان پدر حضرت ابو بکر۔ حکیم بن حزام بن خویلد۔ [illegible] بن عوف نصری (۳) زینب بنت رسول نے وفات پائی۔ جن کو جنگ بدر کے موقع پر انکے شوہر ابوالعاص سے جدا کر دیا گیا تھا اور پھر ابوالعاص کے اسلام قبول کرنے پر حوالہ کر دیا گیا تھا۔ (۴) سودہ کی عمر اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ امور کی صحبت اُنکو درکار نہ تھی۔ اور آنحضرت بحیثیت عادل ہونے کے فرض تھا کہ اُنکے پاس بھی شب باش ہوتے۔ پس آنحضرتؐ نے سودہ کو طلاق دینا چاہا۔ اسپر سودہ نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ قیامت کے دن ازواج مطہرات میں میرا بھی شمار ہو مجھے آپ طلاق نہ دیں اور میری باری میں بھی آپ عائشہ کے گھر رہیں۔ آنحضرت نے منظور کیا اور طلاق نہ دی (خمیس۔ مدارج [illegible] وغیرہ)۔ (۵) ۸ھ کے آخر میں علاء حضرمی کو حضرت نے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس روانہ کیا وہ مسلمان ہوا اور آنحضرتؐ کی تحریر کے مطابق یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے لگا۔ (۶) مکہ اور حنین کی فتح کے بعد آنحضرت نے سریے بھیجکر جابجا بتوں کو مسمار کرایا +

سنہ ۹ ہجری مطابق سنہ ۶۳۰ عیسوی

(۹۶) بنی تمیم پہ حملہ محرم سنہ ۹ھ نویں سال ہجری میں آنحضرت کو شہنشاہ عرب کی پوری حیثیت حاصل تھی۔ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی ہر متمول مسلمان اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ بیت المال میں جمع ہونے کے واسطے ادا کرتا تھا۔ جو مسلمان نہ تھے وہ جزیہ دیتے تھے۔ پس یہی خراج تھا جو آنحضرت کے عہد میں رعایا سے وصول ہوتا تھا؎۔ شرح

؎ میور لکھتا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کے نام سے مسلمانوں سے بطور ذیل وصول کیا جاتا تھا۔ ایسی زمین کی پیداوار کا جو چشمہ اور ندیوں سے سیراب ہوتی تھی دسواں حصہ۔ ایسی زمین کی پیداوار سے جہاں آبپاشی کرنی پڑتی تھی بیسواں حصہ۔ دس اونٹ والے سے دو بھیڑیں۔ بیس مویشی میں سے ایک گائے۔ تیس میں سے ایک دو سالہ بچھڑا۔ چالیس بھیڑوں میں سے ایک۔ اس سے زیادہ دینا ہر ایک کی مرضی پر منحصر تھا۔ اختیار تھا کہ بطور ثواب جسکا جتنا جی چاہے زیادہ دے + جزیہ کی شرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں +

محرم سنہ ۹ھ میں مسلمان قبیلوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کو عامل مقرر کئے گئے +
بنی تمیم کے بہکانے سے بنی کعب باوجود مسلمان ہونے کے راہ حق سے منحرف ہوگئے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ عامل رسول خوف زدہ ہوکر آنحضرت کے پاس بھاگ آیا یہاں سے عیینہ بن حصن الفزاری پچاس سوار کے ساتھ مخالفوں کی گوشمالی کے لئے تعینات کیا گیا - مخالف مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے - اور کچھ لوگوں کو اسیر کرکے مسلمان واپس آئے - اسکے بعد چند سردار آئے اور خطائیں معاف کرکے قیدیوں کو چھڑا لیگئے +

(۹۷) اسلام کعب بن زہیر سنہ ۹ھ کعب بن زہیر بہت بڑا شاعر تھا آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا - فتح مکہ کے وقت مکہ سے بھاگ گیا تھا - اب ایک قصیدہ آنحضرت کی شان میں رکھکر مدینہ میں حاضر خدمت ہوا - اور مسجد نبوی میں حضرت کے سامنے پڑھا - آنحضرت اُسکے اشعار سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی چادر اُسپر ڈالدی - جو اُسے ایسی عزیز ہوئی کہ اشرفیوں کی عوض اُسے جدا نہ کرتا تھا معاویہ اُسکے دس ہزار مثقال دیتا تھا نہ دی - بعد میں اُسکی اولاد سے معاویہ نے بروایت ابن اثیر ۲۰ ہزار درہم کو اور بروایت ابوالفدا ۴۰ ہزار درہم کو خرید لیا خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس بطور تبرک کے اُسے بعض موقعوں پر اوڑھتے رہے +

(۹۸) اسلام بنی ثقیف رمضان سنہ ۹ھ جب شہر بہ شہر اور قلعہ بہ قلعہ قبائل عرب کا مسلمان ہو رہا تھا - اور رسول اللہ کی اطاعت قبول کر رہا تھا اہل طائف یعنی بنی ثقیف لات کی پرستش میں مصر رہے - اہل شہر کو اپنے پہاڑی مسکن مضبوط فصیل اور قلعہ پہ بڑا بھروسا تھا - مگر جب طائف کا گرد و نواح کل مسلمان ہوگیا تو اُنکو اپنے قلعہ اور شہر سے نکلنا محال ہوگیا اور مجبور ہوکر اُنہوں نے صلح کی غرض سے اپنے ایلچی ایک سردار عبد یالیل کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں بھیجے - حضرت نے فرمایا اسلام اور اطاعت قبول کرو - ایلچی تو وہیں مسلمان ہوگئے مگر اہل طائف کی نسبت کہا کہ وہ یکلخت لات کی پرستش نہیں چھوڑینگے - اُنکو لات کی پرستش کرنیکے لئے تین سال کی اور اجازت دیجائے حضرت نے نامنظور کیا پھر ایلچیوں نے کہا کہ کم سے کم ایک ماہ کی اجازت دیجئے کہ عوام کی طبیعتیں راہ راست پر لانیکے لئے تیار کی جائیں - حضرت نے اسے بھی نامنظور کیا - پھر اُنہوں نے کہا کہ روز کی نماز اُنہیں معاف کردیجائے آنحضرت نے فرمایا بغیر نماز کے صحیح مذہب نہیں ہوسکتا - ناچار اُنہوں نے بغیر کسی شرط کے اطاعت منظور کی اور مسلمان ہوگئے - پس ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ لات کے توڑنیکے واسطے جو پتھر کا بت تھا طائف بھیجے گئے اور مغیرہ بن شعبہ نے ہتوڑے سے بت کو توڑ دیا - اور اُسکا قیمتی لباس - چوڑیاں - کنٹھا - بالیاں اور تمام سونے اور جواہرات کا زیور اُتار لیا - طائف کی عورتیں اپنی اس دیوی کے لئے روتی پیٹتی رہ گئیں +

(۹۹) صنم فلس کے توڑنے کو علی بھیجے گئے - ربیع الآخر سنہ ۹ھ فلس ایک بت تھا قبیلہ طے کا - حضرت علی اُسکے توڑنے کو قبیلہ طے کی طرف ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ بھیجے گئے - اُنہوں نے اس بتخانہ کو مسمار کیا - عدی بن حاتم جو قبیلہ طے کا سردار تھا شام کی طرف بھاگ گیا - بہت سے قیدی اور مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا - حضرت علی نے مال غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم کردیا مگر قیدیوں میں عدی کی بہن سفانہ بھی تھی جو پیچھے رہ گئی تھی - اُسکو جناب علی نے قیدیوں میں شامل نہیں کیا - اپنے ساتھ مدینہ میں لائے - اُس نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ حاتم مرگیا اور میرا بھائی عدی جو میری حفاظت کرتا مجھے چھوڑکر بھاگ گیا مجھپر رحم کیجئے خدا آپ پر رحم کرے گا - حضرت نے اُسے آزاد کردیا اور لباس اور ناقہ دیکر فوراً قافلہ کے ساتھ شام میں اُسکے بھائی کے پاس بھجوا دیا - سفانہ نے اپنے بھائی سے ملکر کہا کہ حضرت بیشک رسول اللہ ہیں اور اب تمام دنیا میں اُنکی حکومت ہونیوالی ہے تو بھی جلدی سے جاکر حضرت کی اطاعت اور اسلام قبول کرلے - پس عدی سنہ ۱۰ھ میں مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا

ا جو عیسائی مذہب رکھتا تھا ۲ جنہیں عبد یالیل (سیرۃ حلبیہ و خمیس وغیرہ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عدی شعبان سنہ ۹ھ میں مدینہ میں آکر مسلمان ہوا تھا (خمیس)

جب عدی مسجد میں آیا تو آپنے اُسکی کمال عزت کی اپنے ساتھ اپنے گھر لائے آپ زمین پر بیٹھے اُسے بچھونے پر بٹھایا راستہ میں ایک عورت ملگئی تھی جبتک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے - عدی اس خلق سے مسخر ہوگیا یقین کرلیا کہ حضرت کو بادشاہی کا خیال نہیں بلکہ بیشک رسول اللہ ہیں (ابن خلدون)

(۱۰۰) رجم غامدیہ ۹ھ اس سے قریب تین سال پیشتر قبیلہ غامدیہ کی ایک عورت مسماۃ سبیعہ نے پیغمبرؐ کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ مینے زنا کیا ہے یا رسول اللہ مجھے گناہ سے پاک کیجیے یعنے مجھپر حد شرع جاری کیجیے حضرت نے فرمایا تو حمل سے ہے وضع حمل تک صبر کر - جب وضع حمل ہوا حاضر ہوئی فرمایا اسکے دودھ چھوٹنے تک انتظار کر - جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا پھر حاضر ہوئی - حضرت نے اُسکے بچہ کو ایک مسلمان کے سپرد کردیا اور اُسے آدھا زمین میں گڑوا کر اُسے سنگسار کرایا پھر نکلوا کر نماز پڑھکر دفن کرادیا (روضۃ الاحباب وغیرہ)

(۱۰۱) جنگ تبوک رجب ۹ھ عرب کے متفرق قبیلے جو ایک دوسرے کی ایذارسانی میں کوشاں رہتے تھے - اور ایک دوسرے لیسے خطرناک حالت میں بسر کرتے تھے اور اس نااتفاقی کی وجہ سے باقی دنیا کے مقابلہ میں کمزور تھے اُنکو آنحضرت نے تعلیم اسلام سے متفق کرکے ایک زبردست قوم بنا دیا تھا اور اسطرح بیرونی اقوام سے مقابلہ اور بیرونی فتوحات کے لایق کردیا تھا اور چونکہ رسول اللہ کے لوگوں کے دلوں پر حضرت اسقدر حاوی تھی کہ غیر ملکوں میں مذہب اسلام پھیلانے کی غرض سے اس خوفناک قوت کو بیجانا بالکل حضرت کے اختیار میں ہوگیا تھا +

حضرت کی بے انتہا فتوحات اور موتہ کے واقعہ نے شہنشاہ ہرقل کے کان کھڑے کردیے تھے اور وہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور اس دشمن کے کچلنے کیلئے عرب کی سرحد پر ایک فوج جمع کر رہا تھا - آنحضرت نے اُس پر سبقت کی اور ارادہ کیا کہ قلب شام میں جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑدیں + پس ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرت نے رومیوں سے لڑائی کا حکم دیا - لوگوں کو بسبب دور ہونے راہ کے اور قوی ہونے دشمن کے اور بسبب اسکے کہ گرمی شدت سے پڑتی تھی اور شہروں میں قحط بھی ہورہا تھا چشمے کنوئیں ندیاں خشک پڑی تھیں یہ مہم گراں معلوم ہوتی تھی - اسیواسطے اس لشکر کا نام جیش العسرہ رکھا گیا ہے اور ایک بات یہ بھی تھی کہ لوگوں کی کھجوریں پک رہی تھیں وہ چاہتے تھے کہ اسی مقام پر رہیں - تاکہ اپنی کھجوروں کی خبرداری کریں - چنانچہ عبداللہ بن ابی منافق نے یہ سب باتیں لوگوں کو خاصکر اپنی قوم بنی خزرج کو جتاکر اس مہم میں جانے سے روکنے کی کوشش کی تھی - مگر جب جانے سے انکار کرنیوالوں کی شان میں اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ "آتش جہنم زیادہ گرم ہے اور دنیا کے امن کے خیال سے جو خدا کے کام میں پہلوتہی کرتے ہیں قیامت کے دن اپنی سزا پر بہت روئیں گے" تو سب لوگ مجبور سامان جنگ تیار کرنے اور جانے پر مستعد ہوگئے +

ابتک حضرت کی تمام مہمیں عموماً مخفی طور پر ہوتی تھیں سوائے خاص خاص معتبر صحابہ کے کسیکو آنحضرت کی تدبیر اور ارادہ کی

۵ل تاریخ الخمیس - روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں ہے کہ شام سے ایک قافلہ آیا تھا اُس نے یہ خبر مشہور کی تھی مگر جب تبوک میں پہنچکر چند روز قیام کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خبر بالکل بے بنیاد تھی مگر طبرانی نے لکھا ہے کہ نصاری نے ہرقل سے ۴۰ ہزار فوج منگائی تھی (مواہب اللدنیہ) روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک قافلہ تاجروں کا شام سے آیا اُس نے اہل مدینہ سے کہا کہ بادشاہ روم نے بہت سا لشکر جمع کیا ہے اور بہت سے قبیلے اپنے علاقہ کے عربوں کے بھی اپنے سے ملالئے ہیں اور یہ سب قصد مدینہ کا رکھتے ہیں اور اُسکا مقدمہ لشکر ایلغار کرکے آپہنچا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نصاریٰ عرب نے ہرقل کو لکھا کہ جس مرد نے نبوت کا دعوی کیا تھا قحط و تنگی اُسکے اصحاب میں نمودار ہوگئی ہے اور اُنکے مال ضایع ہوگئے ہیں - اُس کا ملک اب آسانی سے لے سکتے ہیں پس قیصر نے ایک روم کے سردار قباد کے ماتحت ۴۰ ہزار آدمی مدینہ پر تاخت کرنیکے واسطے نامزد کئے +

خبر نہ ہوتی تہی۔ مگر چونکہ اس مہم عظیم کے واسطے بڑی تیاری کی ضرورت تہی دور دراز کا طولانی سفر تہا حضرت نے شروع ہی سے علانیہ صاف صاف اس مہم کا منشاء کھول دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تہا کہ جو کچھہ جس سے ہو سکے اس مہم کے لئے سامان نقد یا رسد وغیرہ کا مہیا کرے بہت سے اصحاب نے معقول مالی امداد کی بعض عورتوں نے اپنا گہنا تک اُتار دیا (روضۃ الصفا وغیرہ) اسوقت آنحضرت کے پاس بدقت تمام دس ہزار سوار اور بیس یا تیس ہزار پیادے جمع ہو گئے تاریخ الخمیس کے موافق تیس یا چالیس یا ستر ہزار جن میں دس ہزار سوار تھے ٭

تاریخ ابو الفدا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب سب مجاہدین واسطے جنگ روم کے آمادہ ہو چکے تب عبداللہ بن اُبیّ منافق مع اپنے تابعین منافقین کے پیچھے رہ گیا اور تین شخص انصار میں سے بھی پیچھے رہ گئے تھے ایک کعب بن مالک دوسرا مرارہ بن ربیع تیسرا ہلال بن اُمیہ ٭ بروایت حبیب السیر اُس روز پیغمبر خدا بجائے اپنے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے تہے اور امہات المومنین سے کہہ گئے تہے کہ امام المسلمین کے کہنے سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ پہر لکہتے ہیں کہ آنحضرت جناب علی کو اس غزوہ میں اسوجہ سے ساتھ نہیں لیگئے تہے کہ روانہ ہونے کے وقت حضرت کے دل پر ظاہر ہو گیا تہا کہ اس سفر میں اعدائے دین سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئیگی ٭ منافقین نے حضرت علی کی حال پر حسد کرکے علی سے کہا کہ رسول اللہ آپ کو بوجہہ ہلکا کرنے کے واسطے چھوڑ گئے ہیں اور حضرت علی کچھہ تو یہ خیال کرکے کہ جب تمام غزوات میں ساتھ رہا ہوں تو اسمیں پیچھے کیوں رہوں اور کچھہ منافقین کو فضیحت کرنے کی نظر سے اپنے ہتہیار لیکر پیغمبر خدا سے مقام جرف میں جاملے۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ علی کو فرمانبرداری سے چارہ نہ تھا مگر اُنکو اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ رہا۔ اور اس غزوہ میں شریک نہ ہوا۔ غرض جناب علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منافقین کی طعنہ زنی کا حال بیان کیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ وہ لوگ جہوٹے ہیں میں تمکو اپنی جگہ اپنا خلیفہ بناکر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو کیا تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ تمہارا رتبہ میرے ساتھ وہ ہے جو ہارون کا رتبہ تھا نزدیک حضرت موسی کے مگر اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی) ایرونگ لکھتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہی ہے اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا ٹھانا ہوا تہا۔ صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں۔

علی را چنین گفت خیر الانام ٭ کہ لے کردہ در کار دین اہتمام ٭ ترا از من آن منزلت شد پدید ٭ کہ نسبت ز ہارون بموسی رسید
مگر آنکہ نبود پس از من نبی ٭ نبوت ز مردم شود اجنبی ٭ اور پہر صاحب کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے اس حدیث میں نبوت کو اس سبب سے مستثنی کیا ہے کہ لوگوں کو تحقیق ہو جائے کہ سوائے مرتبہ نبوت کے جو مرتبہ کہ ہارون کو موسے کے ساتھ میسر تہا شاہمرداں کو بہی اُن حضرت کے ساتھ وہی منزلت مقرر اور مقدر ہے اور یہ خصلت ہو کہ کوئی بشر اسمیں شریک نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت علی کو اطمینان ہوا اور مدینہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگے ٭

جو لوگ آنحضرت کے ساتھ آئے تھے اب اُنکو چلتے ہوئے میدانوں کا مقابلہ پیش آیا بہت سے تو دوسرے ہی دن واپس چلے آئے اور بعضے تیسرے دن اور چوتہے دن۔ جب کبہی لوگوں کے چلے جانے کی خبر آنحضرت کو ملتی فرماتے کہ اگر انکے ساتھ رہنے میں فائدہ ہے تو خدا اُنکو واپس بہیجیگا اور اگر نہیں تو ہم بوجہہ سے ہلکے ہوئے۔ جب بعض واپس جارہے تہے تو بعضوں کو جو مدینہ میں رہ گئے تہے اپنی ضعیف الایمانی اور پیچھے رہجانے پر پچہتاوا آیا۔ ایک شخص ابو خیثمہ تھا ایک دن گرمی کے وقت اپنے باغیں داخل ہوا جب اُسکی دو بی بیوں نے اُسکے واسطے ایک ٹھنڈے خیمہ میں کھانا اور ٹھنڈا پانی لاکر رکھا تو اُس نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا ہی تہا کہ رُک گیا اور کہنے لگا کہ محمد تو گرم صحراؤں میں گوؤں میں چلیں اور

۵۔ ابو الفدا، ابن اثیر اور طبری میں یہ اور ہے کہ میری اور اپنی اہل میں میری نیابت کرو ٭

خیثمہ اپنی خوبصورت بیویوں میں ٹھنڈی خیمہ میں عیش مناوے قسم ہے خدا کی میں خیمہ میں داخل نہیں ہونگا اور فوراً تلوار اور برچھا لیکر اور اونٹ پر سوار ہوکر اسلام کے جھنڈے سے آملا +

راستہ میں مسلمانوں کو بھوک اور پیاس کی تکلیف بہت اُٹھانی پڑی سات دن کے دشوار سفر کے بعد مقام حجر پر پہنچے یہاں قدیم زمانہ میں قوم ثمود رہتی تھی جسپر عذاب الٰہی نازل ہو چکا تھا - یہاں چشمہ اور سبزہ زار دیکھکر مسلمانوں کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی - ایرونگ لکھتا ہے کہ فوج نے قیام کرنا شروع کر دیا کیونکہ آنحضرت اپنے معمول کے موافق اب بھی فوج کے پیچھے تھے - حضرت کا دستور یہی تہا کہ کمزوروں کی مدد کرنے اور راہ گم کرنے والوں اور پیچھے رہی ہوئی لوگوں کو ساتھ لینے کے لئے فوج کے پیچھے ہی رہا کرتے تھے - جب پیغمبر خدا نے دیکھا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو حضرت نے سبکو منع کر دیا کہ اس چشمہ کا پانی نہ پینا اور اگر پیاس میں کسی نے پیلیا ہو تو قے کر ڈالے - اگر آٹا گوندھا ہو تو اونٹوں کو کھلا دو اور جسقدر جلد ہوسکے اس سرزمین معذب سے نکل چلو - بس آنحضرت نے چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر اپنے مرکب کو ایڑ کی اور فوج بھی وہاں سے ایسی جلدی نکل گئی جیسے کوئی دشمن سے بھاگتا ہے - اسکے بعد کی رات کو فوج نے بڑی تکلیف اٹھائی - مقام کیا مگر پانی نتھا - موسم از حد گرم تہا - صحرا کی لوہ بہونے ڈالتی تھی - اور پیاس الگ مارے ڈالتی تہی - دوسرے دن خوب مینہ برسا آدمی اور جانور سب میں جان آگئی اور اب بغیر کسی تکلیف کے فوج تبوک تک پہنچی جو سلطنت روم کی سرحد پر ایک چھوٹی سی بستی ہے - اور مدینہ اور دمشق دونوں سے دس دس منزل پر واقع ہے - یہاں ایک چشمہ کے قریب سبزہ زار میں حضرت نے چھاونی ڈالدی - مگر ہرقل کی کوئی فوج نہ آئی - گو حضرت نے بیس روز تک وہاں قیام کیا - اس اثناء میں یہاں سے حضرت نے اپنے کپتانوں کو گرد و نواح کے علاقوں میں اسواسطے روانہ کیا کہ لوگوں کو مسلمان کریں یا جزیہ لگائیں - بعض قرب و جوار کے شاہزادوں نے ایلچی بھیجکر اسلام یا جزیہ قبول کیا - چنانچہ یوحنا بن رئبعہ حاکم ایلہ[1] حضرت کے پاس آکر بروایت ابو الفدا سو دینار اور بروایت ایرونگ ۳ ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر گیا - اور اہل اذرح نے اقرار کیا کہ ہر رجب کے مہینہ سو دینار جزیہ دیا کرینگے - یہی اہل جربا نے کیا جو اذرح سے تین دن کی راہ پر واقع ہے +

اسی قیام تبوک کے زمانہ میں آنحضرت نے خالد بن ولید کو چارسو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل[2] کیطرف بہیجا یہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبد الملک کندی نصرانی تہا - خالد کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اور خود بیس دن تک تبوک میں قیام کر کے مدینہ کیطرف مراجعت کی - خالد پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ ایسا زبردست ہے کہ فتح نہیں ہوسکے گا - خالد ایک چال کر کے اکیدر اور اُسکے بہائی مصاد کو گرفتار کر کے آنحضرت کے پاس مدینہ بہیجدیا - یہاں اُسکی قوم نے فدیہ بہیجا اُسے چھڑا لیا اور جزیہ دینا قبول کیا - اس طرح بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے سے دریائے فرات کی حد تک تمام قبائل آنحضرت کے محکوم ہوگئے +

(۱۰۴) واقعہ عقبہ | در المنثور - روضۃ الاحباب - تاریخ الخمیس - معارج النبوۃ - شواہد النبوۃ - تفسیر جلالین میں ہے کہ تبوک سے مراجعت کرتے وقت ایک عقبہ (مسمی عقبہ ذی فتق) پیش آیا حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس شب کو اس عقبہ پر نجائے جبتک کہ رسول خدا نہ گذر جائیں - پس حضرت اونٹ پر سوار ہوکر تشریف لیگئے حذیفہ بن الیمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسر پیچھے سے اُسکو ہنکاتے تھے - حذیفہ کہتے ہیں

[1] ایلہ بحیرۂ قلزم کے قریب عیسائیوں کا شہر تہا - یہی وہ مقام ہے جہاں پہلے یہودی رہتے تھے جو بعد بسبب [illegible] کو مچھلیاں پکڑنے کے گناہ میں بندر ہو گئے تھے
[2] اور جو ان [illegible] کی صورت میں مسخ ہو گئے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے [illegible] ملک دمشق سے [illegible] مدینہ سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر واقع ہے

کہ یکایک بجلی چمکی اور دیکھا ہے کہ ۱۲ یا ۱۴ اسوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ اونٹ کو بھڑکا کر حضرت کو نیچے گرادیں۔ انہے آپ کو آگاہ کیا آپ نے اُنکو ڈانٹا وہ بھاگے اور بروایتے عمار نے آگے بڑھکر اُنکے اونٹوں کے مُنہ پر مارا۔ حضرت نے فرمایا تمنے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یارسول اللہ اُنکے مُنہ پوشیدہ تھے اور رات کا اندھیرا تھا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے۔ جانتے ہو کہ انکا کیا ارادہ تھا۔ چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھکو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا کہ یارسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ انکے سر کاٹ ڈالیں۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمد نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو اب اُنکو قتل کرتے ہیں۔ بعد ازاں اُنکے اور اُنکے باپوں کے نام حذیفہ کو تبلائے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھو اور انکو رسوا نکرو[1] اسیوجہ سے حذیفہ اصحاب رسول میں صاحب السر الذی لایعلمہ غیرہ (ایسے بھید کے جاننے والے جسے سوا انکے کوئی اور نہیں جانتا) کے نام سے مشہور ہوگئے ۔

[1] چونکہ وہ منافق منہ ڈھانکے ہوئے تھے اس وجہ سے حضرت عمر کو خیال ہوا کہ کہیں رسول خدا نے مجھکو بھی اُن لوگوں میں نہ سمجھ لیا ہو چنانچہ معارج النبوۃ میں ہے کہ امیرالمومنین عمر کچھ مدت تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دیکر پوچھتے رہے کہ مجھکو تو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں۔ اور کتاب سواد و بیاض میں ہے کہ چونکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے اسلئے امیرالمومنین عمر نے دو مرتبہ اُنکے پاس جاکر اور دو مرتبہ اُنکو اپنے نزدیک بلاکر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بھی اُن میں شامل ہوں یا نہیں۔ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کرونگا۔ اسپر حضرت عمر نے بروایت میزان الاعتدال فرمایا یا حذیفہ انا باللہ من المنافقین (اے حذیفہ قسم خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں)۔

روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت یہ بھی درج ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دیکر پوچھا کہ اصحاب عقبہ کتنے آدمی تھے حضار مجلس نے کہا کہ ای حذیفہ جبکہ قسم دیکر پوچھتا ہے تو بتا دو حذیفہ نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ ۱۴ آدمی تھے اور مجھ سمیت ۱۵ ہوتے ہیں۔ قسم خدا کی اُن میں سے ۱۲ دنیا اور دین میں دشمن خدا اور رسول کے ہیں اور اُنمیں سے ۳ نے عذر کیا کہ اُنکو آنحضرت کی منادی کی خبر نہ پہنچی تھی اور نہ منافقوں کے ارادے کی خبر تھی۔ اور نیز مسلم میں عمار سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں ۱۲ منافق ہیں کہ بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اور اُس کی بو نہ سونگھیں گے جبتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جائے اور اُن میں سے آٹھ مرض دُبیلہ سے مرینگے۔ انسان العیون میں ہے کہ لیلۃ العقبہ کی صبح کو اُسید بن حضیر کو رسول اللہ صلعم سے ان منافقین کا حال معلوم ہوا تو اُسید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اُس کو قتل کریں اگر مناسب ہو تو اُنکے نام مجھے بتایئے قسم خدا کی ابھی اُنکے سر لاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب اُنہیں کو قتل کرتے ہیں۔ اُسید نے کہا یارسول اللہ وہ آپکے اصحاب نہیں ہوسکتے آپ نے فرمایا کیا وہ اظہار شہادتین نہیں کرتے ۔

افسوس ہے کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی مورخ نے نہیں لکھے اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو بہت بڑی جرأت مل گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جانکر اُنکے ناموں کو نہیں لکھا۔ حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرت کی دعا کے موافق اُنمیں سے آٹھ مرض دبیلہ فوت ہوئے اور تین نے عذر کیا کہ ہمنے منادی نہیں سُنی تھی اور منافقوں کے مشورہ سے آگاہ نہ تھے غلطی سے عقبہ پر چلے گئے تھے جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اکابر صحابہ سے تھے کیونکہ عوام میں سے جو منافق گذرے ہیں اُنکی تشہیر و ملامت میں مورخین اہل سنت نے درگذر نہیں کی۔ اور اُنکی ملامت نہ کرنے اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تھی کہ رسول اللہ نے حذیفہ اور عمار کو اُنکے نام ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ کبھی عام منافقین کی نسبت حضرت نے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر اُس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کا نام لکھا ہے مگر ہم ترک ادب سمجھکر اعراض کرتے ہیں ۔

غرض ماہ رمضان میں آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے مگر نہایت سادگی کے ساتھ ۔ راستہ میں جو لوگ مدینہ سے استقبال کو آتے ایک ایک سے ملنے کو ٹہیر جاتے اُنکے بچوں کو اپنے پیچھے مرکب پر بٹھالیتے ۔ اس دور دراز کے سفر سے مال غنیمت کے ساتھ بخیریت واپس آنے پر تمام مسلمان کمال خوش ہوئے صرف وہ لوگ شرمندہ اور خجل تھے جو ساتھ نہ گئے تھے اُنہیں سے اکثروں کا حضرت نے عذر قبول کرکے معاف کردیا مگر کعب ابن مالک ۔ مرارہ ابن ربیعہ اور ہلال ابن اُمیہ کی نسبت حضرت نے حکم دیا کہ ان سے کوئی شخص کلام نہ کرے ۔ اُن سے سب نے بولنا چھوڑ دیا ۔ اس امر سے وہ بہت تنگ ہوئے اور جان اُنکی ضیق میں آگئی چنانچہ اسی حال پر پچاس روز تک رہے ۔ بعد ازاں جب ایک آیت قرآن شریف میں اُنکی توبہ کی بابت نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں نے اُن سے ملاپ کیا اور بول چال ہوئی +

(۱۰۴۳) وفات نجاشی — جب ۹ھ ہجری میں نجاشی یعنے اصحمہ بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوگیا آنحضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز پڑہی اور فرمایا کہ وہ مسلمان تہا +

(۱۰۴۴) ہدم مسجد ضرار رمضان — تبوک سے واپس آتے ہوئے آنحضرت نے مسجد ضرار کو مسمار کرادیا + صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ مورخین نے لکہا ہے کہ ہجرت سے پہلے ابو عامر راہب اشراف قبیلہ خزرج سے تہا اور دین نصرانیت اختیار کرچکا تہا اور توریت اور انجیل کے علم میں مہارت اور داعیۂ ریاست کا رکہتا اور وصف و نعت پیغمبر آخر الزماں کے اہل مدینہ کو سنایا کرتا تہا ۔ لیکن جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے اور ابو عامر کی کوئی قدر نہ رہی تو اُس نے حسد کرکے کہنا شروع کردیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا وصف میں بیان کیا کرتا تہا ۔ اور لوگوں کو حضرت کی متابعت سے روکنے لگا جب اہل اسلام نے بدر کی لڑائی میں فتح پائی تو ابو عامر مدینہ سے مکہ کیطرف بہاگ گیا ۔ اور کفار قریش کو آنحضرت کی جنگ پر برانگیختہ کیا ۔ جنگ احد میں کفار کے ساتھ آیا اور اول تیر لشکر اسلام پر اسی نے چلایا ۔ آخر جنگ احد سے بہاگ کر ابو عامر روم میں چلا گیا[۵] ۔ اور ہرقل کا نوکر ہوگیا اور چاہا کہ اُس سے فوج لیکر حضرت پر حملہ کرے مگر اسکے لئے ایک مدت درکار تہی پس اُس نے یہ ترکیب کی کہ وہاں سے اپنی قوم کے منافقان مدینہ کو لکہا کہ تم مسجد قبا کے مقابلہ میں اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ جب میں مدینہ میں آؤں اُس مسجد میں افادہ علوم میں مشغول ہوؤں اور تاکہ ہم وہاں بیٹھکر اپنے تمام مہموں کو اطمینان کے ساتھ سوچا اور سرانجام دیا کریں ۔ پس اُن لوگوں نے ایک نہایت مستحکم مسجد بنالی ۔ اور اُسکی تعمیر آنحضرت کی روانگی تبوک سے پہلے تمام ہوگئی ۔ جب حضرت غزوہ تبوک کی روانگی کے ارادہ سے نکلے تو اُنہوں نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمنے اپنے محلہ میں بیماروں اور ضعیفوں اور وقت سرما و بارندگی کے واسطے ایک مسجد بنائی ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ تشریف لیجاکر اُس مسجد میں نماز پڑھ کر مشرف فرمائیے اور مطلب یہ تہا کہ حضرت اُسمیں نماز پڑہینگے تو اُسے استحکام ہو جائیگا +

حضرت نے اُن منافقوں کے جواب میں فرمایا اب تو ہم جنگ پر جاتے ہیں آتے وقت دیکہا جائیگا ۔ پس جب تبوک سے واپس ہوئے اور منزل ذی اوان پر پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کا ایک گھنٹہ کا راستہ ہی تو اُس مسجد والے لوگ آئے اور درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجیے اُسیوقت جبرئیل یہ آیت لائے ۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ (یعنے ایک قسم کے منافق وہ ہی ہیں جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور خدا و رسول کے ساتھ کفر کریں اور مسلمانوں میں پہوٹ ڈالیں اور اُن لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور پوچہا جائیگا تو قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہمنے تو بہلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ

۵ ایک روایت یہ ہی کہ جنگ حنین میں بہی شریک تہا ۔ جنگ حنین سے بہاگ کر روم کو گیا تہا (روضۃ الاحباب)

گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ ابس معن بن عدی بن العجلان اور اُسکے بھائی عامر نے آنحضرت کے حکم سے جاکر اُس مسجد کو گرا دیا اور اُسکے عملہ کو آگ لگا دی اور وہ جگہ آنحضرت کے حکم سے اہل مدینہ کا کوڑی خانہ مقرر ہو گیا ✦

(۱۰۵) عبداللہ بن ابی کی وفات ذیقعد ۹ھ — تھوڑے دنوں بعد ماہ شوال میں عبداللہ بن اُبے منافق ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی اُمید نہ رہی آنحضرت اُسکی عیادت کو جاتے رہے اور جب وہ[1] مر گیا۔ تو اُسکے جنازہ کے ساتھ گئے اور اُسکے بیٹے کے منت کرنے سے حضرت نے اُسکے جنازہ پر نماز پڑھی حضرت عمر نے اعتراض[2] کیا کہ آپنے منافق پر نماز کیوں پڑھی جواب میں اُسیوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ "منافقوں پر خواہ نماز پڑھ خواہ نہ پڑھ جیسا تو چاہے لیکن اگر تو ستر مرتبہ بھی نماز پڑھیگا تو بھی اُنکو معاف نہیں کیا جائیگا" ✦ اس نماز پڑھنے میں مصلحت یہ تھی کہ بنی خزرج اور عبداللہ بن اُبے کے زبردست[3] رشتہ داروں کی تالیف قلوب منظور تھی۔ اور دراصل اسکا نتیجہ بھی حضرت کی مصلحت کیموافق ہوا تمام بنی خزرج اور عبداللہ کے بڑے بڑے رشتہ دار آنحضرت کے جاں نثار بنگئے۔ اور اب مدینہ میں کوئی خلل انداز نہ رہا۔ گویا آنحضرت امن سے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد ایک آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ جو بے ایمانی کی حالت میں مرا ہو اُسپر نماز نہ پڑھو

(۱۰۶) آنحضرت کا اپنے ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہنا — تعدد ازواج سے جو بے نظمی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت بھی اُس سے خالی نہ رہے۔ آنحضرت کا برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے عدل اور انصاف کے ساتھ تھا۔ ہر بی بی کے رہنے کے واسطے ایک جدا گھر تھا۔ اور باری باری ایک ایک دن ایک ایک بی بی کے گھر میں گذارتے تھے محبت میں تو فرق ضرور تھا مگر برتاؤ میں کوئی امتیاز نہ تھا اور نہ نفقہ میں کوئی کمی بیشی تھی۔ جب کوئی وافر مال آتا تھا تو اکٹھا سال بھر کا یا ایک معتد بہ زمانہ کا نفقہ آپ سب کو دیا کرتے تھے اور پھر اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ ہمیشہ اسطرح رات بسر کرتے تھے کہ صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ فقر و توکل پر پورے طور سے عمل تھا آپ چاہتے تو شروع سے خدیجہ کے مال کی بدولت آپ کا شمار متمولوں میں ہوتا۔ اور شاہ عرب ہو جانے پر تو فقر پاس پھٹکنے نہ پاتا لیکن آپ دولت دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس شاہی حالت میں بھی آپ پر اور آپ کے لواحقین پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا (عباسی) ✦ آنحضرت کی ازواج کے دو فرقے تھے جیسا کہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کے دو گروہ تھے میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک طرف اور زینب بنت

---

[1] اُسکی وصیت یا اُسکی بیٹے کی درخواست پر اپنے پیراہن کا اُسکو آنحضرت نے کفن دیا۔ [2] روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت کا جامہ پکڑ لیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عمر چھوڑ دے مگر عمر مبالغہ کرتے تھے۔ نیز لکھا ہے کہ دفن کرنیکے بعد آنحضرت عبداللہ بن اُبے کی قبر پر گئے اُسے باہر نکلوایا اُسکا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعاب دہن اُسکے منہ میں ڈالا [3] آنحضرت کی کثرت ازواج شہوت پرستی کی نظر سے نہ تھی اسکے ثبوت میں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں ہوئے۔ اور ۲۵ برس کی عمر تک کسی عورت سے قربت نہیں کی۔ اور عین شباب کو ستر اشی برس کے بڈھوں کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت (خدیجہ) سے جو حضرت سے ۱۵ برس بڑی تھیں۔ اور جبتک خدیجہ جیتی رہیں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اُنکے بعد بھی بمصلحت وقت اسلام کی قوت بڑھانے کی نظر سے حضرت نے متعدد نکاح کئے بھی تو بیوہ عورتوں سے۔ سوا عائشہ کے کوئی کنواری نہ تھی۔ اور گو کہ عائشہ زیادہ پیاری تھیں مگر اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے ہر ایک بی بی کو برابر ایک ایک دن دینا پڑتا تھا۔ اس سبب سے عائشہ کا نمبر زیادہ دنوں میں آتا تھا اور اس سبب سے یہ قیاس کہ یہ عورتیں لطف بڑھانے کی غرض سے نکاح میں لائی گئی تھیں بالکل قائم نہیں ہوتا۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے زوجات کے گھر تک درست نہ تھے سامان عیش و نشاط کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کیا شہوت پرستی کی یہی نشانی ہے کہ مشن بیوائیں گھر میں بند کرکے اُنکے ساتھ چٹائی چمڑے کی فرش پر سویا جائے اور فقر و فاقہ میں بسر کیجائے؟ اچھا پھر اتنی بیویاں بڑہانیکی ضرورت کیا تھی؟ یہ ایک مصلحت ملکی تھی اور وہ یہ تھی کہ مختلف قبیلوں میں شادی کرنے سے آنحضرت سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے جاں نثاروں کا گروہ بڑھ جائیگا۔ اور ایک غرض یہ بھی تھی کہ لوگ بیوہ عورتوں سے عقد کرنے میں عیب نہ سمجھیں ✦ خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ میں بڑی گشت تھی دونو بھی دانت کاٹی روٹی تھی۔ جیسا کہ مطالعہ کنندگان کتب تواریخ و تفاسیر پر پوشیدہ نہیں ہے ✦

جحش - اور ام سلمہ اور باقی بیویاں دوسری طرف - پس ایک پارٹی میں جو ایک کی رائے ہوتی تھی اُس پارٹی کی بقیہ اُس میں شریک ہوجاتی تھیں اور اسطرح کبھی باہمی مذاق اور شکررنجی کی نوبت پہنچ جاتی تھی - علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ عائشہ بنت ابوبکر اور حفصہ بنت عمر زیادہ گستاخ تھیں کیونکہ انکے باپ آنحضرت کے دربار میں اور لوگوں کی نظروں میں رسوخ زیادہ رکھتے تھے - یہ دونوں آنحضرت سے نفقہ اور لباس میں زیادتی کی اور ایسی ایسی فرمائشیں کرکے تنگ کرتی تھیں جو حضرت سے بہم نہ پہنچ سکتی تھیں چنانچہ اس حرکت پر حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو مارا اور اُنہوں نے توبہ کی کہ آئندہ ایسا نکرینگے (روضۃ الاحباب) - یہ بھی ہوا کہ زینب بنت جحش کے پاس کچھ شہد ہدیہ میں آیا تھا آنحضرت صلعم کو شہد بہت بھاتا تھا - زینب نے آنحضرت کے واسطے وہ شہد رکھ چھوڑا - جب حضرت زینب کے گھر جاتے وہ اُسکا شربت بناکر پلاتیں چونکہ شہد کے گھلنے میں دیر لگتی عائشہ اور حفصہ کو زینب کے گھر زیادہ ٹھیرنا ناگوار گزرتا دونوں نے مسکوٹ کی کہ اب جو رسول اللہ میرے تمہارے پاس آئیں تو یہ کہیں گے کہ آپکے منہ میں سے مغافیر[1] کی بدبو آتی آتی ہے - القصہ آنحضرت حفصہ کے پاس آئے اور اُنہوں نے وہی مقرر کردہ بات حضرت سے کہی حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہرگز مغافیر نہیں کھایا بلکہ زینب بنت جحش کے پاس شہد کا شربت پیا ہی حفصہ نے کہا کہ پھر اُن مکھیوں نے جن کا شہد ہے مغافیر کا پھول چوسا ہوگا - حضرت نے فرمایا کہ اب ہرگز اُس شہد میں سے نہیں پیونگا اور بروایتے قسم ہی کھائی، مگر اس بات کو کسی سے بیان نہ کیجو - اُسوقت تو اقرار کرلیا اور بعد میں یہ بھید حضرت عائشہ[2] سے کہدیا - اُنہیں دنوں میں یہ بھی ہوا کہ ایک دن آنحضرت حضرت حفصہ کے گھر میں تھے وہ اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر ملنے گئیں حضرت نے حفصہ کے گھر میں اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو بلاکر اُس سے صحبت کی - اتنے میں حفصہ واپس آگئیں گھر کا دروازہ بند دیکھا - تھوڑی دیر توقف کیا حضرت نے دروازہ کھولا حفصہ رونے پیٹنے اور حضرت پر عتاب کرنے لگیں اور کہا یا رسول اللہ میرے ہی گھر میں میرے ہی بستر پر ایک کنیز سے آپنے صحبت کی - میرے ہی گھر میں اور میری ہی وار میں آپ کو ایسا کرنا ہی تھا - حضرت نے حفصہ سے فرمایا آیا تو اُسپر راضی نہ ہوجائیگی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں - حفصہ نے کہا اسپر میں راضی ہوں - حضرت نے فرمایا میں نے اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا - اُس سے صحبت نکرونگا - مگر یہ بھید کسی سے بیان نہ کیجو حفصہ نے اقرار کرلیا کہ کسی سے نہ کہونگی لیکن جب حضرت باہر گئے تو عائشہ رض سے جو دیوار بیچ رہتی تھیں اس بھید کو کہدیا اور یہ بھی کہا کہ مبارک ہو حضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا - جب حضرت عائشہ آنحضرت سے ملیں تو طعن سے کہا کہ یا رسول اللہ میری باری میں آپ ماریہ سے صحبت کرلیا کیجیے تاکہ دوسری بیویوں کے دن سالم رہیں - رسول اللہ صلعم یہ بات سنکر کمال متغیر ہوئے - سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ سے ثیبات و ابکارا تک انہیں ایام میں اور اسی بارہ میں نازل ہوئی ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے اے نبی کسواسطے حرام کرتا ہے تو اپنی ذات پر اُس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے واسطے تیرے - طلب کرتا ہے تو (اُس حلال کو حرام کرنے میں) خوشنودی بیویوں کی اور خدا بخشنے والا ہے (تجھکو ترک کرنے پر اماولے کے) مہربان ہے (رجوع کرنے میں طرف افضل اور اولی کے) تحقیق مقرر کیا ہے خدا نے واسطے تمہارے (اے بندو) کھولنا قسموں تمہاری کا (کفارہ سے)

[1] حضرت کو بدبو سے سخت نفرت تھی اور مغافیر ایک قسم کا بدبودار گوند ہوتا ہے [2] عمدۃ البیان میں ہے کہ پہلے حضرت عائشہ کے گھر گئے تو عائشہ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کے ناک کو بند کیا حضرت نے پوچھا کہ تونے ایسا کیوں کیا عائشہ نے کہا کہ تجھ میں سے مغافیر کی بدبو آتی ہے - حضرت نے فرمایا کہ مغافیر تو مینے نہیں کھایا - زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے - کہا اُسکی مکھی نے اُسکا پھول چوسا ہوگا اور جسوقت حفصہ کے گھر تشریف لائے اُنہوں نے بھی ناک پکڑی اور کہا کہ یہ کیا ناخوش بو ہے جو تجھمیں سے آتی ہے اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا وہی اُنہوں نے بھی کہا - جسوقت حضرت نے دو مرتبہ دو عورتوں سے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ اُس شہد کو مینے اپنے اوپر حرام کرلیا - عمدۃ البیان میں اس موقعہ پر یہ نہیں لکھا کہ اس بھید کو کسی سے نہ کہنا ؛

اور خدا کارساز تمہارا ہے اور وہ جاننے والا ہے (بندوں کی مصلحتوں کا) حکمت والا ہے (اور یاد کرو تم اے مومنین) جسوقت راز کے طور پر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے (یعنے حفصہ سے) ایک بات (ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا) پس جسوقت کہ خبر کی اُسنے (حفصہ نے عائشہ کو) ساتھ اُس بات کے اور مطلع کیا اللہ نے پیغمبر کو (بواسطہ جبرئیل) اُس بات پر (کہ حفصہ نے عائشہ سے کہدی) اور اُس میں سے بعض بات (حفصہ سے کہی (پیغمبر نے کہ تو نے عائشہ سے ایسا ایسا کہا) اور منہ پھیر لیا بعض سے (یعنے بعضی نہ کہی ہر چند خدا نے سب بتلا دی تہی) پس جسوقت خبر کی (پیغمبر نے) اُسکو (حفصہ کو) ساتھ اُس بات کے تو کہا اُس (حفصہ نے) تجھے کسنے یہ خبر دی (کہ حفصہ نے راز فاش کر دیا ہے) کہا (پیغمبر نے) خبر دی ہے مجھکو خدا جاننے والے مہربان نے + اگر توبہ کرو تم دونو (اے عائشہ اور حفصہ) طرف اللہ کے (اور پیغمبر کے آزار دینے میں ایک دوسرے کی مدد نکرو) تو بہتر ہے واسطے تمہارے - کیونکہ تمنے پیغمبر کا راز فاش کرنے میں بڑا جرم کیا ہے -) پس بہ تحقیق کج ہو گئے ہیں دل تم دونوں کے - اور اگر تم دونو ایک دوسرے کی کمک کروگے اوپر اُسکے (یعنے پیغمبر کے آزار پہنچانے پر تو کچھہ اندیشہ نہیں ہے) پس تحقیق خدا وہی اُسکا مددگار ہے اور جبرئیل اور مرد نیک تمام مومنین سے - اور فرشتے بعد اسکے اُسکے مددگار ہیں - قریب ہے کہ خدا اُسکا (پیغمبر کا) اگر وہ پیغمبر تمکو طلاق دیدے تو بدلہ میں دیوے اُسکو عورتیں بہتر تمسے - فرمانبرداری کرنیوالیاں ایمان لانیوالیاں - عاجزی کرنیوالیاں یا نماز پڑہنے والیاں - توبہ کرنیوالیاں - عبادت کرنے والیاں - روزہ رکھنے والیاں شوہروں کے پاس گئی ہوئی اور کواریاں[1] - الغرض جب آنحضرت کو اللہ تعالی نے حفصہ کے راز افشا کرنے کی خبر دی تو حضرت نے حفصہ سے فرمایا کہ مینے منع کیا تہا اور تو نے راز میرا فاش کر دیا حفصہ نے کہا آپنے کیونکر جانا حضرت نے فرمایا مجھے خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے - اور بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب حفصہ کو طلاق دیدی طلاق رجعی - اور چونکہ مدت سے آنحضرت درگذر کر رہے تہے اب تنگ ہو کر ازواج کی تادیب کی غرض سے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک اُنسے تعلق نہ رکھونگا - اور حضرت نے مسجد کے ایک حجرہ میں عزلت اختیار کی - صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کی طلاق کا حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی اور کہا کہ دیکہیے اسکے بعد خدا عمر اور اُس کی بیٹی کے ساتھ کیا کرتا ہے - روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کے طلاق کی خبر پہنچی تو وہ مسجد میں آئے اور رباح غلام حبشی سے جسے رسول اللہ نے حجرہ کے دروازہ پر بٹہا رکھا تھا کہ کسیکو اندر نہ آنے دے اندر جانے کی اجازت منگائی دو دفعہ حضرت نے کچھہ جواب نہ دیا تیسری مرتبہ حضرت عمر نے حجرہ کے دروازہ کے پاس آکر باواز بلند کہا کہ اے رباح رسول اللہ سے کہدے کہ میں حفصہ کی سفارش کو نہیں آیا ہوں اگر حضرت حکم دیں تو میں حفصہ کو گردن ماروں میرے لئے اندر جانے کی اجازت مانگ یہ کہکر اُلٹے پھر آئے - حضرت نے یہ سنا تو رباح سے کہا عمر کو اندر بلالے حضرت عمر اندر گئے تو دیکہا کہ حضرت تہ بند باندہے ہوئے بوریے پر بیٹھے ہیں اور بوریے کے نشان حضرت کے پہلوئے مبارک میں پڑ گئے ہیں - حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں اندر گیا تو حضرت سے ایسی ہنسی کی باتیں کرنے لگا کہ حضرت نے تین مرتبہ تبسم فرمایا اور آخر کو مینے حضرت کو ہنسا دیا اور آثار غضب کے حضرت کے چہرہ پر باقی نرہے - پھر میں حضرت سے بہت سے عذر اور طلب آمرزش کر کے چلا آیا اور مسجد کے دروازہ پر باواز بلند پکار دیا کہ حضرت نے اپنی بیویوں کو طلاق

[1] بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۱ کتاب اللباس تاریخ الخمیس اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابن عباسؓ سے صحت کو پہنچا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر سے کچھہ پوچھنا چاہتا تہا ایک سال تک اور ہیبت کے ہیاو نہ پڑا - یہانتک کہ ایک سفر میں موقع دیکہکر میں نے پوچھا کہ مراد ان دو عورتوں سے جو ان تظاہرا علیہ الخ اور اگر تم دونو ایک دوسری کی کمک کرو) میں مذکور ہیں کونسی عورتیں ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ دونو عائشہ اور حفصہ ہیں صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۶۸ کتاب الطلاق اور فتح الباری جزو ۲۲ صفحہ ۱۲۷ میں اسیطرح شہد کے شربت کا واقعہ لکھکر تحریر کیا ہے کہ آیات یا ایہا النبی لم تحرم سے ان تتوبا الی اللہ تک عائشہ اور حفصہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں +

نہیں دمی ہے - پس آنحضرت ایک ماہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ اس حجرہ میں رہے اور وہ مہینہ ۲۹ دن میں تمام ہو گیا تو حضرت اول عائشہ کے پاس آئے عائشہ نے استقبال کیا اور کہا کہ یا حضرت آپ نے تو مہینہ بھر کی قسم کھائی تھی ابھی تو ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں - حضرت نے فرمایا یہ چاند ۲۹ ہی دن کا ہے +

(۱۰۷) تبلیغ سورہ برات تفسیر معالم التنزیل و تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کریم نے اس سال حج کے موسم میں آخر ماہ ذیقعدہ میں ابوبکر صدیق کو حاجیوں کا امیر مقرر کر کے بھیجا - بروایت ابوالفدا و صاحب تاریخ الخمیس تین سو آدمی اور اپنی طرف سے بیس اونٹ واسطے قربانی کے ساتھ کئے - اور سورہ برات کی شروع کی چالیس آیتیں حاضرین حج کو سنانیکا حکم دیا مگر اُنکے پیچھے علی مرتضی کو خاص اپنی اونٹنی عضبا پر جو سب سے زیادہ تیز تھی سوار کر کے روانہ کیا اور فرمایا کہ سورہ برات کی وہ آیتیں مکہ - منیٰ - اور عرفات کے مقام میں تم لوگوں کو سناؤ - حضرت علی مرتضی کو حضرت صدیق کے بعد روانہ کرنے کی وجہ ترمذی میں یہ لکھی ہے کہ رسول کریم نے ابوبکر کو آیات سورہ برات دیکر مکہ بھیجا اور پھر اُنکو واپس بلالیا اور فرمایا کہ کسی آدمی کو میری اہلبیت کے سوا مناسب نہیں کہ یہ پیغام پہنچائے - اور علی مرتضی کو بلا کر سورہ برات کی آیتیں اُنکو دیں - اور امام احمد بن حنبل اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ آدمی کہ میری اہل بیت سے ہو وہ میرا ہو اور میں اُسکا ہوں - نیز لکھا ہے کہ جب ابوبکر واپس آئے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا مگر یا تو خود آپ یا وہ آدمی جو آپ کا ہو - پس ابوبکر نے لوگوں کو حج کرایا اور اُسکے بعد جب قربانی کا وقت آیا تو علی مرتضی نے یہ تقریر کی (۱) کوئی شخص برہنہ ہو کر کعبۃ اللہ کا طواف نہ کرے (۲) جس شخص سے رسول کریم کا کچھ معاہدہ ہے وہ میعاد مقررہ تک اسمیں رہ سکتا ہے - اور جس سے عہد و پیمان نہیں ہوا اُسکے واسطے چار مہینے تک مدت مقرر کی گئی ہے (۳) بہشت میں مومن کے سوا کوئی نہیں جائیگا (۴) کوئی مشرک آج کے بعد حج کو نہ آئے - اصطلاح میں یہ فرمان ابراء نامہ کہلاتا ہے +

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آخر ذیقعدہ میں پیغمبر خدا نے چاہا کہ حج کریں مگر سنا کہ مشرک عادت جاہلیت کے موافق حاضر ہوتے اور برہنہ طواف کرتے ہیں حضرت کو اُنکی مخالطت مکروہ معلوم ہوئی اُس سال ابوبکر کو ۳ سو آدمیوں کا امیر بنا کر حج کو بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں کو مراسم حج کرائیں اور مناسک حج تعلیم کریں - اور سورہ برات کی شروع کی تیس چالیس آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھیں - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف - جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوہریرہ وغیرہ بھی ہمراہ ہوئے اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کرنے کو حضرت نے ابوبکر کے ساتھ کئے جنکی حفاظت ناجیہ بن جندب کے سپرد کی - ۵ اونٹنیاں ابوبکر اپنے واسطے قربانی کرنے کو ساتھ لیگئے - اور مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا - اور روانہ ہوئے جبرئیل آنحضرت پر نازل ہوئے اور کہا ادائے رسالت و پیغام سوائے تمہارے یا ایسے شخص کے جو تم ہی سے ہو دوسرا کوئی ادا نہیں کر سکتا - آنحضرت نے حضرت علی کو طلب کیا اور کیفیت واقعہ سے اطلاع دی - اور فرمایا جاؤ ابوبکر کے

ف۱ اور بروایت نسائی صبح ہوتے حضرت علی حضرت ابوبکر سے مقام عرج پر جا ملے - طبری نے بھی عرج پر ملاقات لکھی ہے اور نیز ذوالحلیفہ پر - ف۲ اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا "لیکن جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے خدا کی طرف سے - اور کہا کہ تیری طرف سے نہیں ادا کر سکتا سوائے تیرے یا ایسے شخص کے جو تجھ سے ہو - اور علی مجھ سے ہے اور وہ بھائی ہے میرا اور وصی ہے میرا اور وارث ہے میرا اور خلیفہ ہے میرا میرے اہل بیت میں اور میری اُمت میں بعد میرے - ادا کرے گا میرا دین اور پورا کرے گا میرے وعدہ کو اور نہ ادا کرے گا یہ میری طرف سے سوائے علی کے" +

پیچھے[۱] اور اوائل سورہ برات کو اُن سے لیلو اور موسم حج میں لوگوں کو سناؤ - اور یہ چار کلمے لوگوں کو پہنچاؤ (۱) مومن کے سوا کوئی جنت میں نجاویگا (۲) کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ کا نکریے (۳) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے (۴) کافروں میں سے جس کسیکا رسول اللہ سے کسیقدر مدت کا عہد ہے تو وہ عہد قایم رہیگا اُس مدت تک اور جس کسیکا عہد نہیں ہے اُسے چار مہینہ تک امان ہے بعد اسکے اگر مسلمان نہوگا مال اور خون اُسکا ہدر ہو جائے گا - یہ فرماکر اپنا ناقہ خاص کہ عضبا اُسکا نام تھا علی کو دیا - تاکہ اُس پر سوار ہوکر امور مذکورہ کے نافذ کرنے کے واسطے ابو بکر کے پیچھے روانہ ہوں - حضرت علی روانہ ہوئے اور منزل ضجنان[۲] یا منزل عرج پر راستہ ہی میں ابو بکر سے جا ملے - صدیق نے پوچھا امیر ہوکر آئے ہو یا مامور ہوکر - فرمایا مامور ہوکر[۳] - مگر سورہ برات مجھکو عنایت کیجئے کہ حکم یہی ہے - کہ میں لوگوں کو سناؤں اور ان چار کلموں کو پہنچاؤں - ابو بکر نے فوراً وہ آیات علی کے حوالہ کیں - اور جب مکہ میں پہنچے اور مناسک حج بجالائے ابو بکر نے وہ خطبے جو ایام حج کے لئے مقرر ہیں پڑھے اور مناسک حج تعلیم کئے اور علی سے کہا اُٹھئے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کو بجا لائیے - علی اُٹھے اور مجمع مردم میں سورہ برات پڑھی اور حضرت کے چاروں حکم سنا دیئے - خیموں اور مجمعوں کے پاس آتے اور سب کو سورہ اور احکام سناتے اس سے فارغ ہوکر مدینہ کی طرف مراجعت کی - اور حضرت صدیق نے حضرت رسول اللہ صلعم سے آکر پوچھا کہ یا حضرت مجھسے کیا صورت واقع ہوئی کہ آپنے سورہ مجھسے چھین لیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے راستہ ہی سے واپس جاکر حضرت سے پوچھا تھا (جیسا کہ ابو الفدا - طبری اور ابن خلدون نے بھی لکھا ہے اور صاحب روضۃ الصفا نے بھی اعلام الوری سے نقل کیا ہے) حضرت نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم سے کوئی صورت تو واقع نہیں ہوئی اور تم سے کوئی قصور بھی نہیں ہوا تم تو میرے ساتھی ہو غار کے اور حوض کوثر پر - لیکن جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس امر کو سوائے آپکے یا ایسے شخص کے جو آپ ہی سے ہو دوسرا ادا نہیں کرسکتا - اس لئے مینے ایسا کیا +

(۱۰۸) سریہ وادی الرمل معارج النبوۃ - حبیب السیر اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ صلعم سے بیان کیا کہ وادی الرمل[۴] میں عرب کی ایک قوم جمع ہوئی ہے اور یہ لوگ مدینہ پر شبخون کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں - حضرت نے یہ سنکر اصحاب کو

---

[۱] کنز العمال میں سورۂ توبہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر سورۂ برات کے ساتھ اہل مکہ کی طرف بھیجے گئے ابو بکر کی روانگی کے بعد آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور کہا کہ ابو بکر کے پاس جلدی سے پہنچکر ابو بکر کو واپس بھیجدو اور تم اس سورۃ کو پہنچاؤ پس علی نے ایسا ہی کیا پس ابو بکر واپس آکر روئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرے بارہ میں کچھ نازل ہوا ہے (جو آپنے مجھے واپس بلا لیا) علام الحرم فرمایا تیرے بارہ میں کچھ نازل نہیں ہوا مگر جو کچھ نازل ہوا اچھا نازل ہوا ہے مجھے حکم ہوا ہے کہ اسے یا تو میں پہنچا سکتا ہوں یا ایسا شخص جو مجھسے ہے - یہی روایت حموی نے درر السمطین میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں ابن جریر سے لکھی ہے [۲] یا ذو الحلیفہ (ابن خلدون) [۳] اہل تشیع اس روایت میں امیر و مامور کے جملے کو معتقدین کا ساختہ پرداختہ بتاتے ہیں - اور یہ دلیل قایم کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر راستہ ہی سے مدینہ واپس ہوئے اور علی مکہ کو جا رہی تھے تو ضرور وہ ۳ سو آدمی جو حج کرنے آئے تھے علی کے ساتھ ہو لئے ہونگے - حالانکہ کسی تاریخ میں اُن لوگوں کا حضرت ابو بکر کے ساتھ واپس جانا یا پھر حضرت ابو بکر کو اُنہیں ساتھ لیجا کر حج کرنا درج نہیں ہے - نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر کی واپسی تک وہ لوگ مقام عرج یا ذو الحلیفہ ہی میں اُنکے انتظار میں ٹھیرے رہے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک کام سے حضرت ابو بکر معزول کئے جائیں اور دوسرے کام پر جو اُسی قسم کا ہے بحال رہیں اور کیا علی حج کرانے کی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ واپسی کے بعد پھر ابو بکر ہی جوں توں کر کے حج کرانے کو بھیجے جاتے - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو معنے یہ ہونگے کہ خود امیر بنکر نہیں آیا ہوں بلکہ خدا و رسول کیطرف سے مامور ہوکر آیا ہوں [۴] یہ مقام مدینہ سے ۵ منزل کے فاصلہ پر ہے - بعض مورخین نے خصوصاً مورخین اہل تشیع نے جنگ وادی الرمل کو جنگ سلاسل ہی کے نام سے لکھا ہے - جنگ سلاسل کا جو حال واقعات ۸ھ میں بیان ہوا ہے وہ اس جنگ کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیئے جو عمرو عاص کے جانے سے متعلق ہے +

جمع کیا اور فرمایا کہ کون ہے جو اُن لوگوں کی شہر کو فتح کرے۔ اصحاب صفہ میں سے ایک گروہ اس امر پر آمادہ ہوا حضور پرنور
نے علم جناب صدیق کو دیا اور اُس گروہ پر اُنکو سردار بناکر دشمنوں پر بھیجا۔ مخالفوں کا مقام ایک وادی میں تھا
جس میں پتھر اور درخت کثرت سے تھے ایساکہ وہاں سے گذرنا دشوار تھا۔ بعد قطع منازل صدیق نے اُنکی منزل کے
قریب پہنچکر چاہا کہ وادی میں داخل ہوں۔ ناگاہ ارباب نفاق بہئیت اجتماعی وادی سے باہر آئے اور نیزہ و شمشیر
ہاتھ میں لیکر جنگ میں مصروف ہوگئے۔ آخر مسلمانوں نے شکست کھائی بعض مسلمان مارے گئے اور بعض بھاگ
کر مدینہ واپس آئے پھر آنحضرت نے جناب فاروق کو علم دیکر مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اُنکے ساتھ
بھی یہی پیش آیا کہ جب وادی میں قدم رکھنے کو تھے مشرکوں نے درختوں اور پتھروں کے پیچھے سے جہاں وہ گھات میں تھے
باہر آکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور بعد کشش و کوشش کے لشکر اسلام بھاگ کر مدینہ واپس آیا بعد ازاں عمرو عاص نے جو مکر
و حیلہ کے ساتھ مخصوص تھا درخواست کی کہ اب مجھے بھیجئے تاکہ بمقتضائے الحرب خدعۃ (لڑائی میں فریب جائز ہے
اور اُسی سے کام چلتا ہے) عمل کرکے اعدا کو فریب دوں آنحضرت نے عمرو عاص کو بعض مسلمانوں کا سردار بناکر دشمنونکی
طرف روانہ کیا اور وہ بھی مقابلہ میں شکست پاکر منفعل واپس آیا۔ اسکے ساتھ بھی بعض مسلمان شہید ہوئے۔ عمرو عاص کے
واپس آنے کے چند روز بعد آنحضرت نے علم حضرت علی کو عنایت کیا۔ اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاکر حضرت علی کے لئے دعا
کی۔ اور مسجد احزاب تک حضرت علی کو پہنچانے تشریف لائے۔ اور حکم دیا کہ صدیق اور فاروق اور عمرو عاص علی کے ساتھ
اس سفر میں موافقت کریں۔ اور اُن جناب کے حکم سے ہرگز تجاوز نکریں۔ اور مرتضیٰ علی طریق وادی الرمل کو چھوڑکر عراق
کی طرف متوجہ ہوئے چند منزل طے کرنے کے بعد مخالفوں سے لڑنے کا عزم کرکے اُس راہ سے کہ وہاں وادی پہنچتی ہوتی تھی
مقصد کی جانب رخ کیا۔ رات کو چلتے اور دن کو راستہ سے ہٹ کر آسایش و آرام سے سوتے تھے۔ جب اہل خلاف کے مسکنو
کے قریب پہنچے حکم دیا کہ فوج آہستہ چلے اور خود لشکر کے آگے روانہ ہوئے۔ اور چونکہ امیرالمومنین کی حرکات و سکنات سے عمرو
عاص کو یقین ہوگیا کہ ضرور فتح ہوگی چاہا کہ کام کو بگاڑ دے۔ اور اس ارادہ اور غرض کو مدنظر رکھکر صدیق اور فاروق سے
کہا کہ اس راستہ میں درندوں اور وحشیوں سے خطرہ ہے۔ اب مصلحت وقت یہ ہے کہ وادی کی بلندی پر سے دشمنوں پر
شبخون ماریں۔ اور شیخین نے اس بارہ میں حضرت علی سے گفتگو کی حضرت نے منظور نہ کیا۔ عمرو عاص نے کہا کہ اے
مسلمانو ہم اپنی جانوں کو ضایع نہیں کرسکتے آؤ تاکہ وادی کی بلندیونکی طرف سے چلیں۔ سپاہ اسلام نے جوابدیا کہ پیغمبر
خدا نے ہمکو علی کی مخالفت سے منع کیا ہے اب تیری بات مانکر ہم کیونکر اُسکے خلاف کریں۔ علی عمرو عاص کی رای کو
غلط سمجھکر اُسی طرح چلے جاتے تھے یہانتک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر جا پہنچے اور جس طرح کہ چاہتے تھے اُس قوم
بیباک سے انتقام لیا۔ صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ انوار ذوالفقار حیدر کرار کی تاب نلاکر ایسے بھاگے جیسے صبح
سے چمگادڑ۔ مولف کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضرت رسول نے اصحاب کو فتح کی
بشارت دی۔ جب علی مراجعت کرکے مدینہ کے قریب پہنچے حضرت نے اصحاب کو امیرالمومنین کے استقبال کے واسطے حکم دیا
اور خود اُنکے آگے آگے روانہ ہوئے۔ اور جب جناب ولایت مآب کی نظر آنحضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑی گھوڑے سے اُتر پڑے
حضور نے فرمایا کہ ای علی سوار ہو کہ خدا اور رسول خدا تجھ سے راضی ہیں۔ امیرالمومنین مارے زیادتی خوشی کے رونے لگے۔ رسول اللہ
نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہوتا کہ طوائف اُمت تیری شان میں وہی بات کہنے لگیں گے جو کچھ نصاری عیسی بن مریم کے
باب میں کہتے ہیں تو البتہ تیرے حق میں ایسی بات کہتا کہ کسی گروہ پر تو نہ گزرتا مگر یہ کہ خاک تیرے قدموں کے نیچے سے اُٹھاتے
اسکے آگے صاحب حبیب السیر یہ اشعار لکھتے ہیں ؎ چنین گفت آں روز خیرالانام ۔ کہ اندیشہ دارم زبعضی عوام

وگرنہ حدیثے نہ قدرِ علی ہمی گفتم ازغایت یکدلی + کہ بہر کہ کروے زاُمت گزر - نہادے بجائے قدمہاش سر +
زخاک قدمہاش برداشتے - ازاں آبروئے وگرداشتے +

(۱۰۹) سریہ علی ابن ابی طالب بطرف یمن صاحب حبیب السیر نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد عمرو بن معدیکرب زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا ایک دن ابیہ بن عشعث خشعمی کو جس نے اُسکے باپ کو مارا تھا مدینہ میں دیکھکر گھسیٹتا ہوا آنحضرت کے پاس لایا اور قصاص کا طالب ہوا حضرت نے فرمایا کہ معاف کر دیا اسلام نے اُسکو جو کچھ جاہلیت میں ہوا اسبات پر عمرو بن معدیکرب مرتد ہوکر اپنے وطن (زبید یمن) کو چلا گیا اور بنی حارث کے ایک گروہ کو اپنے قبیلہ سے ملالیا - حضرت کو جب خبر ہوئی تو علی مرتضی کو مہاجرین کے ایک گروہ پر امیر بناکر عمرو اور اُسکی قوم پر بھیجا - اور خالد بن ولید کو ایک فوج کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا - اور مقرر کیا کہ جب دونوں لشکر ملیں تو دونوں لشکروں کے سردار علی ہوں - علی نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنی فوج کا ہراول بنایا اور خالد بن ولید نے ابوموسی اشعری کو - جب چند منزل پر پہنچ چکے تو وہ لوگ جنپر خالد کو بھیجا تھا دو فرقے ہوگئے ایک فرقہ یمن کو چلا گیا اور دوسرا بنی زبید سے جاملا - یہ سنکر علی مرتضی نے خالد کو پیغام بھیجا جہانتک آیا ہے وہیں ٹھیرا رہ جبتک کہ میں نہ آؤں - خالد نے حکم نہ مانا تو علی نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کے پیچھے بشتابی روانہ ہو - اور جہاں اُس سے ملے وہیں ٹھیرالے - خالد بن سعید نے ایسا ہی کیا - علی بھی آپہنچے اور خالد کو عدول حکمی پر ملامت کی اور پھر عمرو بن معدیکرب پر چڑھائی کی - عمرو مقابلہ کو آیا لیکن حضرت کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلا - مسلمانوں نے حملہ کرکے اُسکے بھائی اور بھتیجے کو قتل کیا - اور اُسکی منکوحہ کو مع دیگر عورتوں کے قید کرلیا - پس علی نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں چھوڑا اور حکم دیا کہ جو کوئی بھاگے ہوؤں میں سے واپس آئے اور ایمان لائے تو اُسے امان دینا - اور علی کے واپس آنیکے بعد عمرو بن معدیکرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہوا اور اُسکے اہل وعیال کی خلاصی ہوگئی - روایت ہے کہ اسی سفر میں فتح وظفر کے بعد امیرالمومنین علی نے خمس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو اپنے واسطے اختیار کیا تھا خالد بن الولید نے اس امر کی اطلاع رسول خدا کو لکھی اور وہ مکتوب بریدہ بن الحصیب کے ہاتھ آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا[ا] بریدہ کہتے ہیں کہ اسوقت میں علی کو دشمن رکھتا تھا - میں نے وہ مکتوب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا اور علی کی شکایت کی سنتے ہی آنحضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا علی کے بارہ میں گمان بدمت کر وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ولی تمہارا ہے اور جس کسی کا میں ولی ہوں علی بھی اُسکا ولی ہے علی سے دشمنی نکر اُس سے دوستی رکھ اُسکا حصہ اس خمس میں اس کنیز سے زیادہ تھا[ا]

[ا] اور بریدہ نے لشکر سے پہلے مدینہ میں پہنچکر خالد کے نوشتہ کو آنحضرت کے حوالہ کیا اور جب آنحضرت نے اُس مکتوب کے مضمون سے اطلاع پائی تو رنگت حضرت کا متغیر ہوگیا اور حضرت کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہوگیا - بریدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ایسے ایسے کام کرنے کی اجازت پائینگے تو مسلمانوں کا حصہ مال غنیمت ضائع ہوگا - آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر اے بریدہ تونے احداث نفاق کیا علی کے بارہ میں - بدرستیکہ مال غنیمت میں سے جو کچھ مجھکو حلال ہے وہ علی کو بھی حلال ہے اور علی بن ابی طالب سب آدمیوں سے بہتر ہے تجھ سے بھی اور تیری قوم سے بھی - اور تمام اُمت میں میرے بعد جتنی آدمی ہونگے - اُن سب سے بہتر ہے - اے بریدہ علی کے دشمن رکھنے سے پرہیز کر ورنہ خدا ئے تعالی تجھے دشمن رکھے گا - بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت مجھے یہ آرزو ہوئی کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں - اور میں نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غصہ سے اور اُسکے رسول کے غصہ سے میرے لئے معافی کی دعا کیجئے کہ اب سے ہرگز علی سے عداوت نکرونگا - اور سوائے خیر وخوبی کے اُنکی شان میں نہ کہونگا - حضرت رسول اللہ نے میرے واسطے طلب معافی کی اور اسکے بعد سے وہ شاہ مرداں کو تمام خلقت سے زیادہ محبوب رکھنے لگا (روضۃ الصفا و حبیب السیر) [ا] اکثر مورخین نے اس کنیز کے واقعہ کو سنہ ۱۰ھ میں لکھا ہے حضرت علی دوبارہ یمن بھیجے گئے تھے روضۃ الاحباب میں حضرت علی کا دودفعہ یمن میں بھیجا جانا لکھا ہے ایک سنہ ۸ھ میں اور ایک اس کے بعد

بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکھنے لگا (روضۃ الاحباب ۔ روضۃ الصفا ۔ حبیب السیر وغیرہ)

(۱۱۰) سنہ ۹ھ کے مختلف واقعات (۱) شعبان سنہ ۹ھ میں حضرت کلثوم بنت رسول زوجہ عثمان نے وفات پائی ۔ (۲) سنہ ۹ھ کے آخر میں پیغمبر خدا مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ہر چہار اطراف سے عرب کے مختلف علاقوں سے قاصد تحایف و ہدایا کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جگہ جگہ کے لوگ آنکر مسلمان ہوئے ۔ اور پھر اپنے وطن میں واپس آکر اسلام کی پھیلانے کی کوششیں کرنے لگے ۔ اکثر باشندگان یمن اور شاہان حمیر نے دین اسلام قبول کیا ۔ اس سنہ میں وفود[1] کی وہ کثرت ہوئی کہ یہ سال سنۃ الوفود کے نام سے مشہور ہو گیا اور یہی کثرت وفود کی سنہ ۱۰ھ کے شروع تک رہی (۳) اسی سنہ میں صدقات فرض ہوئے ۔ طبری[2] ہی لکھا ہے کہ سنہ ۹ھ میں آیہ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم نازل ہوئی جس سے مسلمانوں پر صدقات واجب ہوئے +

سنہ ۱۰ھ مطابق سنہ ۶۳۱ء

(۱۱۱) ابو عامر ایک بدوی شاہزادہ قبیلہ عامر بن طفیل بن عامر کا سردار بڑا خوبصورت اور شاہانہ شان و شوکت کا بادشاہ تھا مگر بڑا پرنخوت اور آن طعن کا آدمی تھا ۔ عکاظ کے میلہ میں جو طائف اور نخلہ کے درمیان واقع ہے جہاں سوداگر حاجی اور شاعر عرب کے تمام علاقوں سے آکر جمع ہوا کرتے تھے اسکا منادی یہ ڈھنڈورا پٹیا کرتا تھا کہ جس کسیکو بار برداری کا جانور درکار ہو یا جو کوئی بھوکا ہو یا جس کسیکو کسی ظالم کی طرف سے خطرہ ہو وہ عامر کے پاس آئے وہ اُسکو جانور دیگا کھانے کھلائیگا اور حفاظت کرے گا یا پناہ دیگا ۔ اپنی فیاضی اور عالی حوصلگی کی وجہ سے وہ ہر دل عزیز ہو گیا تھا ۔ آنحضرت کے عروج کو اور خصوصاً مکہ وغیرہ کی فتوحات کو دیکھکر عامر کو بہت حسد آیا ۔ اور اپنے چچا کے بیٹے اربد کے ساتھ اس ارادہ سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ موقع ملے تو آنحضرت کو قتل کر ڈالے ۔ مگر جب موقع نہ پایا تو حضرت سے کہا کہ آپ مجھ سے یارانہ اور دوستی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ جبتک تو مسلمان نہ ہو ہرگز میں تجھ سے دوستی نہیں کر سکتا ۔ عامر بولا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا تم اس بات پر قناعت کروگے کہ تم شہر کے عربوں پر حکومت کرو اور میں صحرائی عربوں[3] پر ۔ حضرت نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا ۔ عامر نے کہا پھر مجھے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ ۔ حضرت نے فرمایا تمام مسلمان تیرے بھائی ہو جائیں گے ۔ عامر بولا میں ایسے بھائی بننے سے باز آیا اور منہ بناکر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں وہ طاعون سے اور اربد بجلی سے ہلاک ہو گیا ۔ بعض مورخین نے اس واقعہ کو سنہ ۹ ہجری میں درج کیا ہے +

(۱۱۲) وفات ابراہیم اسی سال حضرت کے ۱۵ مہینہ کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی جس سے حضرت کو بہت قلق ہوا ۔ عبدالرحمن نے حضرت کو روتا دیکھکر پوچھا کہ کیا آپنے ہمکو مردوں پر رونے کو منع نہیں کیا ۔ حضرت نے فرمایا نہیں ۔ مینے تمہیں چیخنے اور چنگھاڑنے اور منہ پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے کو منع کیا ہے ۔ یہ شیطانی کام ہیں مگر مصیبت پر جو آنسو بہائے جائیں ۔ وہ مرہم دل ہیں آپنے جب ابراہیم کو قبر میں اُتارا تو اُسپر تلقین پڑھی (ایرونگ)

(۱۱۳) روانگی علی بطرف یمن سنہ ۱۰ھ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں خالد بن ولید چار سو صحابیوں کے ساتھ اہل یمن یعنی نجران اور اُسکے اطراف و جوانب کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کئے گئے تھے یہ چھ مہینہ تک وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ انکی شکایتیں آنحضرت کی خدمت میں وصول ہونے لگیں (صرف اتنا ہوا کہ اکثر اہل نجران نے اسلام قبول کیا)

[1] وفود کے معنی سفارت یہ لوگوں کا ایمان لانے کے لئے آنا ۔ [2] طبری و ابن اسحق و روضۃ الصفا و ابن اثیر وغیرہ [3] صاحب تاریخ الخمیس لکھا ہے کہ ابو عامر نے کہا کیا آپ مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ بنا جائینگے فرمایا خلیفہ بنانا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے بناتا ہے ۔ اسپر ابو عامر نے کہا کہ اچھا آپ شہر کے عربوں پر حکومت کریں میں صحرائی عربوں پر فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا [4] ابن خلدون و طبری +

تب آنحضرت نے خالد کو معزول کیا اور علی کو ۳۰۰ سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا خالد بن ولید کو واپس بھیجدینا۔ اہل یمن سے لڑنا نہیں جبتک وہ نہ لڑیں۔ روانگی کے وقت علی نے کہا کہ یارسول اللہ آپ مجھے اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں میں نو عمر ہوں اور علم قضایا سے بخوبی واقف نہیں ہوں حضرت نے علی کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی بار الٰہا علی کی زبان کو ثبات دے اور اُسکے دل کی رہنمائی کر اور قضائے احکام کے واسطے ایک قاعدہ یہ بتا دیا کہ اے علی جو دو آدمی یا دو گروہ تمہارے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو جبتک دونوں فریقوں کے بیان نہ سُن لو صرف ایک فریق کی گفتگو سُنکر فیصلہ نکرنا۔ پھر علم اسلام ہاتھ میں دیکر اور سر پر عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ کر حضرت علی کو رخصت کیا۔ علی نے مقامات یمن میں پہنچکر لوگوں کو جمع کیا بعد حمد و ثنائے الٰہی کے آنحضرت کا فرمان پڑھکر سنایا۔ پس قبیلہ ہمدان کے سب لوگ ایکہی دن میں مسلمان ہوگئے۔ اور علی نے آنحضرت کو اطلاع تحریر کی تو آنحضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور تین بار "السلام علیٰ ہمدان" ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد اہل یمن جوق جوق مسلمان ہوتے گئے اور اُنکے وفود آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور علی تمام اطلاعیں آنحضرت کو دیتے رہے۔ پھر آنحضرت نے جناب علی کو حکم بھیجا کہ قبیلہ نجران سے جزیہ اور مال وصول کرو اور واپس چلے آؤ پس حضرت علی نے اہل نجران سے مال و جزیہ وصول کرکے مراجعت کی اور رسولخدا سے حجۃ الوداع میں درمیان مکہ کے ملاقات کی۔ (ابن خلدون ابوالفدا ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا)

(۱۱۴) حجۃ الوداع سنہ۱۰ھ ماہ ذیقعد کے پانچ دن باقی تھے کہ جناب رسول خدا حج کے واسطے روانہ ہوئے اور ۴ ذیحجہ کو اتوار کے دن مکہ میں پہنچے ہجرت کے بعد حضرت کا یہی پہلا اور یہی آخری حج ہے۔ اس سفر میں بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ایک لاکھ ۱۴ ہزار یا ایک لاکھ ۲۴ ہزار مسلمان حضرت کے ہمراہ تھے۔ تمام امہات المومنین اور جناب فاطمہ بھی ساتھ تھیں۔ اسی سفر میں محمد بن ابوبکر اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ آیا حج اور عمرہ دونوں ساتھ تھے یا صرف تمتع تھا۔ (یعنے بعد عمرہ کے سر منڈانا وغیرہ اور حلال ہوجانا اور بعد اسکے حج کرنا) یا فقط حج ہی تھا۔ کثرت اس بات پر ہے کہ حج اور عمرہ دونوں تھے[1] اور حضرت نے ہمراہ لوگوں کے حج کیا +

پس ادہر تو رسول اللہ مدینہ سے مکہ پہنچے اور اُدہر علی نے یمن سے اپنے لشکر سے آگے بڑھکر آنحضرت کو آ سلام کیا۔ اور جو کچھ یمن میں گذرا اور جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تہا آنحضرت سے بیان کیا۔ آنحضرت اُن حالات سے اور علی کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے اور پوچھا اے علی تمنے کیا نیت باندہی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ مجھے آپنے اپنی نیت تو لکھی ہی

[1] صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت نے قبائل اطراف میں اسلام کے نہایت دور دور کے علاقوں میں خبر بھیجی کہ ہمنے حج کا پختہ ارادہ کرلیا ہے جس کسی کا حج کرنے کا ارادہ ہو اُسے چاہئے کہ ہمسے آملے پس بہت سے لوگ مدینہ میں آکر جمع ہوگئے۔ تاکہ اول ہی سے حضرت کے ساتھ چلیں اور مناسک و آداب حج سے واقفیت حاصل کریں۔ اور حضرت علی کو جو یمن میں تھے لکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں ہم سے راستہ میں آملو اور قسم حج سے مطلع نہیں کیا[2] روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آنحضرت مقام عقیق پر پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہا اور وقت احرام لوگوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہے اور جسکا جی چاہے صرف عمرہ کا احرام باندہے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ ذوالحلیفہ میں حضرت نے احرام باندہا تھا اور لوگوں نے بھی حضرت کے ساتھ احرام باندہا + صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ موضع سرف میں فرمایا کہ جس کسی کے پاس قربانی کا اونٹ نہ ہووے اور چاہے کہ حج کو عمرہ کرلے اُس سے کہو ایسا ہی کرے اور جس کسیکے پاس قربانی کا اونٹ ہو وہ حج کی نیت پر قایم رہے۔ پس جنکے پاس قربانی کے اونٹ نہ تھے بعض نے احرام عمرہ کا باندہ لیا اور حج کی نیت توڑ دی۔ اور بعض احرام حج پر قایم رہے اور جنکے پاس قربانی کے اونٹ تھے وہ احرام حج ہی پر قایم رہے۔ ابوموسیٰ اشعری یمن سے آکر مقام بطحا میں حضرت سے ملے اور کہا یارسول اللہ مینے اپنی نیت کو آپکی نیت سے متعلق کیا ہے۔ لیکن قربانی میرے پاس نہیں ہے فرمایا تو بہی وہی کر جو تیرے یاروں نے کیا ہے + +

جیسے یہ نیت باندہی ہو کہ باندہا جو رسول اللہ نے نیت باندہی ہے وہی میری نیت ہے۔ اور ۳۴ اونٹنیاں لایا ہوں حضرت نے فرمایا اللہ اکبر ۶۶ میں لایا ہوں اور تو حج اور مناسکات اور قربانی میں میرا شریک ہے۔ پس تو اپنے احرام پر قایم رہ۔ اور اپنے لشکر والوں میں واپس جا اور انہیں جلدی میرے پاس لاکر حاضر کر۔ یہانتک کہ ہم مکہ میں جمع ہوں۔ پس علی اپنے لشکر سے ملے جو قریب آ گیا تھا دیکھا کہ اُن سب نے کپڑے بدل لئے ہیں جو اُنکے ساتھ علی کے توشہ خانہ میں تھے۔ علی نے اُس شخص سے پوچھا جسے نائب چھوڑ گئے تھے کہ ان لوگوں نے کپڑے کیوں بدلے ہیں۔ عرض کی ہینے کپڑے اسواسطے بدلوا دیے ہیں کہ مکہ کے لوگوں میں عزت کے ساتھ جائیں حضرت علی نے فرمایا افسوس ہے۔ آنحضرت کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کرکے توشہ خانہ میں رکھ لے اُس شخص نے ایسا ہی کیا فوج کے کچھہ لوگوں نے آنحضرت کے سامنے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے لوگو علی کا شکوہ نکرو وہ خدا کی بات اور خدا کی راہ میں سخت ہے ابھی حضرت یہ فرما رہے تھے کہ باقی لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے آنحضرت کے روبرو غمگینوں کے پل باندھ دیے۔ حضرت نے فرمایا کہ علی کو برا نہ کہو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ لہذا اُسکے ذہن میں مداہنت کرنیوالا نہیں ہے۔ پس اُسکے رتبہ کو پہچانو (سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور و کشف الغمہ و الحرمین)

(۱۱۵) خم غدیر — الغرض حج و قربانی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے ۱۴ ذیحجہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اثنائے مراجعت میں جب ۱۸ ذیحجہ کو منزل غدیر خم پر پہنچے جو نواحی جحفہ میں واقع ہے ایسے مقام پر جو بسبب پانی اور چارہ اور سایہ ہونیکے قابل نزول نہ تھا دو پہر کے قریب آنحضرت نے سب کو اُترنے اور مقام کو خس و خاشاک سے صاف کرنیکا حکم دیا۔ اور سبب نزول صاحب حبیب السیر و کشف الغمہ نے یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے جناب رسالتمآب حسب وحی سماوی مامور ہوئے تھے کہ جناب علی کو اپنی خلافت پر نصب کریں اور وہ حضرت اس معاملہ کے اظہار میں ایسے وقت کے انتظار میں تھے کہ جس میں اختلاف نہ ہو اور جب موضع غدیر خم پہنچے اور معلوم ہوا کہ اس مقام سے چلنے کے بعد گروہ گروہ کے لوگ جدا ہو کر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہو جائینگے اور ارادۂ ازلی اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ تمام لوگ اس بات سے باخبر ہو جائیں۔ یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک (اے رسول استخلاف علی اور نص امامت علی کی بابت جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل ہوا ہے[1] وہ اُمت کو پہنچا دے اور اگر تونے ایسا نہیں کیا تو تونے اُسکی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اور اللہ تجھکو لوگوں کی شر سے بچائیگا) پس اس آیت کی تعمیل ضروری ہوئی اور آنحضرت اُس مقام پر اُتر پڑے اور زمین کو صاف کراکے پالان ہائے شتر سے ایک منبر تیار کرایا۔ اور بلال نے حضرت کے حکم سے آواز لگائی الصلوٰۃ الجامعہ اور بہ وا حی علی خیر العمل۔ لوگ جمع ہوگئے رسول اللہ صلعم اُس منبر پر تشریف لیگئے حضرت کے حکم سے علی بھی اوپر چڑھے اور دائیں پہلو میں کھڑے ہوگئے اور آنحضرت نے بعد ادائے حمد و ثنائے باریتعالی اپنے انتقال کی لوگوں کو خبر دی اور فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہوں اور وہ قرآن اور میرے اہلبیت[2] ہے

[1] تفسیر کبیر۔ تفسیر در المنثور۔ تفسیر نیشاپوری۔ سیرۃ الحلبیہ [2] علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کا منشا ظاہر یہ تہا کہ قرآن تمہارے واسطے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانیکے لئے میرے اہلبیت سب سے زیادہ قابل ہیں کہ فیض صحبت نے اُنہیں دوسرے اصحاب سے زیادہ تر فیضیاب بنا رکھا ہے ۔۔۔۔۔ زمانہ وفات قریب تہا اس سبب سے مسلمانوں کے آیندہ نظام کے لئے یہ سب باتیں اسی طرح کہی گئیں جسطرح مرنیوالے وقتاً فوقتاً وصیت کے طور پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں ۔۔۔ اسمیں کلام نہیں کہ دس بارہ برس کے سن سے ہوش سنبہالنے کے بعد حضرت علی سے ایسے ایسے نمایاں کام ہوئے اور اشاعت اسلام میں ایسی کچھہ مدد ملی کہ آنحضرت کے نزدیک یہ بہت زیادہ ممتاز اور پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرت کو اُن کے ساتھہ تہا اُس سے قطع نظر کرکے دیکھا جب بہی مسلمانوں کی جماعت میں حضرت علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تہا۔ شجاعت۔ تہور۔ راستی۔ اتقا۔ دانشمندی۔ سخاوت۔ توکل۔ اسلام کے جان نثار محمد پر جان قربان کرنیوالے۔ جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا تہا۔ اسکو پیغمبر کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہا۔ ہنچ موسیٰ کے ساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علی نے محمد کے ساتھہ کیا۔ انگریزی مورخ بہی اس مرد میدان کے مداح ہیں۔ بعض مسلمانوں نے علی کی محبت کو جزو ایمان سمجھہ رکھا ہے

ہیں کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اُن میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے۔ دیکھو احتیاط رکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کس طرح پیش آتے ہو اور اُنکی رعایت حقوق کس کیفیت سے کرتے ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پہ میرے پاس پہنچیں۔ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی وانہما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض) پھر فرمایا ایہا الناس کیا میں تمہارے نزدیک تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز آئی بلاشک آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے نفس سے میں اولیٰ ہوں علی بھی اُسکے نفس سے اولے ہے اور علی کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا اور اسقدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور فرمایا

من کنت مولاہ فہٰذا علیٌّ مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث کان (جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولی ہے۔ بار الٰہا جو اسکو دوست رکھے اُسکو تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کر اور جو اُس کی مدد کرے اُسکی تو مدد کر اور جو اُسے چھوڑ دے تو بھی اُسے چھوڑ دے اور پھرا تو حق کو اُسکے ساتھ جہاں کہیں وہ ہو) تین مرتبہ کہکر ارشاد کیا کہ تم حاضرین کو چاہیئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہنچاؤ۔ یہ فرماکر منبر سے اُتر آئے اور حضرت امیرالمومنین آنحضرت کے حکم سے ایک خیمہ میں بیٹھے تاکہ گروہ گروہ کے لوگ اُن حضرت کی خدمت

میں آکر مبارکباد دیں۔ چنانچہ عمر خطاب نے جناب علی سے کہا بخ بخ یا ابن ابیطالب اصبحت مولای ومولا کل مومن ومومنۃ (یعنی خوشا حال آپکا اے علی ابن ابیطالب خوشا حال آپکا کہ آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے مولا ہو گئے) مردوں کے بعد امہات المومنین اور دیگر عورتوں نے آنحضرت کے حکم سے علی کے خیمہ میں جاجاکر مبارکباد دی۔ اسکے بعد لوگ متفرق نہ ہونے پائے تھے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آجکے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) نازل ہوئی پس حضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل اور نعمت کے تمام ہونے پر اور میری رسالت اور علی کی ولایت سے خدا کے خوشنود ہونے پر (درالمنثور سیوطی۔ حبیب السیر وکشف الغمہ) اسوقت زوال آفتاب شروع ہوگیا تھا حضرت منبر سے اُترے موذن نے اذان کہی اور حضرت نے نماز ظہر بجماعت ادا فرمائی[1] (کشف الغمہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ خصائص نسائی۔ درالمنثور۔ جامع الصغیر۔ فرائد الابرار۔ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب یوقتہ النبی۔ ارجح المطالب۔ مطالب السئول۔ ینابیع المودت) اسکے بعد آنحضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے۔

(۱۱۶) **الحاق یمن** حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت آنحضرت کو خبر پہنچی کہ باذان حاکم یمن نے وفات پائی جو بوجہ مسلمان ہو جانے کے اپنی یمن کی حکومت پر بلا شرکت غیرے بحال رکھا گیا تھا۔ اُسکی وفات پر آنحضرت نے یمن کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ (۱) صنعاء میں باذان کے بیٹے شہر کو گورنر بنایا (۲) علاقہ ہمدان میں عامر بن شہر ہمدانی (۳) مارب میں ابو موسیٰ اشعری (۴) جند میں یعلی بن اُمیۃ (۵) عک اشعر میں طاہر بن ابی ہالہ (۶) نجران وزمع وزبید کے درمیانی علاقہ میں سعید بن عاص (۷) نجران میں عمرو بن حزم (۸) حضرموت میں زیاد بن ولید (۹) سکاسک وسکون میں عکاشہ بن ثور

[1] انسان العیون۔ نورالابصار ارجح المطالب میں تفسیر ثعلبی سے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے آنحضرت پر اعتراض کیا اور گمان کیا کہ من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ آنحضرت نے بغیر حکم خدا اپنی طرف سے خواہش نفسانی سے محبت علی میں فرمایا ہے اور خدا سے سوال کیا کہ اگر درحقیقت رسول اللہ نے تیرے حکم سے ایسا کیا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اُسیوقت اُسکے سر پر ایک پتھر آکر پڑا کہ دبر سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اُسیوقت آیہ سأل سائل بعذاب واقع نازل ہوئی۔ نزہت المجالس میں بھی تفسیر قرطبی سے اس واقعہ کو لکھا ہے مگر نام نضر بن حارث لکھا ہے۔

گورنر مقرر کئے گئے (ابن خلدون)۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے عدی بن حاتم بنی طے کے اور اسد اور مالک بن نویرہ بنی حنظلہ کے اور علی ابن ابیطالب بنی نجران کے اور علا حضرمی بحرین کے صدقات وجزیہ وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے اور بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تہا۔ انہیں سے علی بن ابیطالب نجران سے صدقات وصول کرکے حجۃ الوداع میں آکر شریک ہو گئے تھے

(۱۲۷) کثرت وفود — عرب در اصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کے اسلام ومخالفت کا انتظار کر رہا تہا اور بغور دیکھ رہا تہا کہ آنحضرت اور قریش میں کیا نبٹتی ہے۔ کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار انکے ہادی انکے بیت اللہ او معبد کے مجاور اور قومی اور ملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسمعیل کی اولاد سے تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ انکے سردار اور ہادی ہونے اور حضرت اسمعیل کی اولاد میں ہونے سے انکار نہیں کر سکتا تہا۔ چونکہ قریش آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ اور آپ سے لڑنے پر مستعد رہتے اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہو گئے تھے اسوجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا۔ لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اسوقت عرب کو معلوم ہو گیا کہ اب نہ کسیکو آنحضرت سے لڑنے کی طاقت ہے اور نہ کوئی انکی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بایں لحاظ عرب گروہ گروہ بعد فتح مکہ آکر مشرف باسلام ہونے لگا۔ جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا[۱]۔ چنانچہ سنہ ۹ھ میں بعد غزوہ تبوک سب سے پہلے بنی تمیم کا وفد آیا اور یہ سب مسلمان ہوا (آنحضرت کا قاعدہ تہا کہ آپ وفود کی عزت کیا کرتے اور رخصت کے وقت صلہ مرحمت فرماتے تھے) پھر ملوک حمیر کا وفد آیا اور مسلمان ہوا۔ پھر بہرا کا وفد جسمیں تیرہ آدمی تھے سب مسلمان ہوئے۔ اسکے بعد بنو البکا۔ بنو فزارہ کے وفد اور عدی بن حاتم بنی طے کا وفد ہو کر یکے بعد دیگرے آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال بنو سعد اور بنو قضاعہ کے وفود آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال فیروز دیلمی خواہرزادہ نجاشی خدمت میں حاضر اور مشرف باسلام ہوا۔

سنہ ۱۰ھ میں خالد بن ولید (جو نجران کی طرف بھیجے گئے تھے) آنحضرت کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب کے وفد کے ساتھ مدینہ کو آئے اس وفد میں قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان اور پانچ شخص اور تھے۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کے شروع میں جب یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے تو آپ نے انپر قیس بن حصین کو سردار مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم نجاری کو بغرض تعلیم فرایض وسنن نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا۔ اور چلتے وقت یہ نصیحتیں فرما دیں "ہمیشہ حق پر چلنا جیسا اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا۔ قرآن کی تعلیم دینا اور اس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو ہاتھ نہ لگائے مگر یہ کہ وہ طاہر ہو۔ اور عام طور سے انکے منافع ومضرات سے مطلع کرتے رہنا۔ راہ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں انپر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اسکے کرنے سے روکا ہے۔ آدمیوں کو جنت کی بشارت دینا اور اسکے ملنے کے اعمال بتانا۔ دوزخ سے ڈرانا اور اس سے بچنے کی تدبیر سکھانا۔ لوگوں کو ملائے رکھنا تاکہ اشاعت دین ہو اور لوگ برضا ورغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج وعمرہ کے فرایض وسنن اور جسکا اللہ جل شانہ نے حج وعمرہ میں حکم دیا ہے اسکو بتلانا۔ نماز کی تعلیم کرنا اس طرحپر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈالکر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اسقدر بڑا ہو کہ اسکے دو کنارے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لیں۔ اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرمگاہ کو نہ کھولے رکھے اور بجز اللہ جلشانہ سے دعا کی جاے اور اسی سے مدد مانگی جاے کوئی شخص اپنی ہمجنس مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے

[۱] اے پیغمبر جبکہ خدا کی مدد اور فتح آپہنچی اور تمنے لوگوں کو دیکھ لیا کہ لوگ دین خدا میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد وثنا کیساتھ اسکی تسبیح میں مشغول ہو جاؤ اور اس سے معافی مانگو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے (اکثر مفسرین نے اس آیت میں فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے)۔

اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کریں تو چاہیئے اسکی گردن تلوار سے ٹھلائی جائے۔ تا آنکہ اللہ جل و علا ذکرہ سے دعا مانگے۔ اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا۔ اور ہمیشہ نماز صبح شب کے آخری اندھیرے میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جسوقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی ستارے نکل آنے سے پہلے اور عشا اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ خمس و صدقہ و زکوٰۃ مومنین سے لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے اُسکے حقوق وہی ہونگے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اُس سے جزیہ ایک دینار یا اُسکی عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص یہ جزیہ ادا کر دیگا وہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں رہے گا۔ اور جو شخص اسکے دینے سے انکار کرے گا۔ وہ اللہ اور اُسکے رسول اور کل مومنین کا دشمن ہے۔"

رمضان سنہ ۱۰ھ میں بنی غسان اور بنی عامر کی وفد آکر مسلمان ہوئے۔ شوال میں۔ مسلامان۔ ازد اور جرش کے وفد آکر مسلمان ہوئے اسی سال ہمدان کا قبیلہ سارا علی کے ہاتھ پر ایک دن میں مسلمان ہوگیا جیسا کہ لکھا گیا۔ اسی سال بنی مراد اور عبد قیس کا وفد آکر اسلام سے مشرف ہوا۔ اسی سنہ میں بنو حنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر حبیب کذاب اور طلق بن علی بن قیس اور رجال بن عنفوہ اور سلمان بن حنظلہ اُسکا سردار تھا۔ یہ مدینہ میں پہنچکر مسلمان ہوئے چند روز ٹھیرے رہے اور ابی بن کعب سے قرآن سیکھتے رہے رجال اور طلق وغیرہ اکثر آنحضرت کی خدمت میں آتے اور مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت بغرض حفاظت اسباب رہتا تھا۔ پھر جب یہ سب یمامہ میں واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعوی کیا اور طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کو اپنا شریک بنایا ہے۔ اکثر آدمی اس فتنہ میں پڑ گئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسی سال کندہ کا وفد آیا جسکا سردار اشعث بن قیس تھا مسلمان ہوئے اسی سال کنانہ کے وفد کے ساتھ حضر موت کا وفد بھی آیا۔ اور وائل بن حجر حضرمی بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہوا یہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سال بنی محارب کا اور بنی مذحج سے الرہا کا وفد آکر مسلمان ہوا۔ اسی سنہ میں حضر موت سے صدف کے وفد نے حجۃ الوداع میں آکر اسلام قبول کیا۔ طبری کہتا ہے کہ عدی بن حاتم کا وفد بھی اسی سنہ میں آیا تھا۔ اسی سنہ میں خولان اور طے کے وفد آکر مسلمان ہوئے (ابن خلدون)

(۱۱۸) مباہلہ رسول خدا نے نجران کے عیسائیوں کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا۔ اُنمیں سے ستر یا تیس یا چودہ شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت کا حال تحقیق کریں۔ عبد المسیح جسکا لقب عاقب تھا اس وفد نجران کا سردار تھا اور اہل نجران کا امیر اور خداوند رائے اور صاحب مشورت تھا۔ ایہم جسے سید کہتے تھے یہ صاحب الرحال اور مجتمع اس گروہ کا تھا۔ ابو الحارثہ بن علقمہ مدرس اور عالم اس جماعت کا تھا اور یہی اسقف تھا یہ لوگ مناظرہ کرنے لگے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اسپر رسول خدا نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھسے مباہلہ کرو (جسکا ذکر آیہ مباہلہ سورہ بقر میں خدا نے کیا ہے) پس ۲۴ ذیحجہ تاریخ مباہلہ قرار پائی۔ رسولخدا اس قرارداد کے موافق علی اور اُنکے دونو بیٹوں حسن اور حسین اور بی بی فاطمہ کو گھر سے لیکر

سلہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں نصارائے نجران کا وفد آیا جسمیں ۷۰ سوار اور اُسکا سردار عاقب عبد المسیح کندہ سے اور اُنکا اسقف ابو حارثہ بنی بکر بن وائل سے اور سید ایہم تھا۔ ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہوکر دینی امور میں بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورۂ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصارائے نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ اور آنحضرت نے اُنکی استدعا کے بموجب اُنسے صلح کرلی اُنہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ابو عبیدہ بن جراح اُنکے عامل مقرر کرکے اُنکے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اسکے بعد عاقب اور سید نے آکر اسلام قبول کیا تھا۔ مباہلہ سنہ

نکلے اور اُنکو سمجھانے لگے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہتے جانا - جب اسقف نے ان پانچوں تنو نکو دیکھا تو پوچھا کہ یہ محمدؐ کے ساتھ چار آدمی کون کون ہیں جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت کا داماد بیٹی اور نواسے - علی - فاطمہ اور حسنین ہیں تو بہت گھبرایا اور کہا کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرینگے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر ہم مباہلہ کرینگے تو ہم سب ہلاک ہونگے اور ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہیگا - اور ابن اثیر کے موافق یہ کہا کہ یہ صورتیں ہیں کہ اگر خدا سے پہاڑ کے اُکھڑ جانے کی دعا کریں تو خدا پہاڑوں کو اُنکی جگہ سے اُکھاڑ دے - پس وہ لوگ مباہلہ سے باز رہے اور چالیس چالیس درہم کے دو ہزار حلّے دینے کرکے صلح کرلی اور حضرت نے اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا - مگر جب حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں نصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کیا تو نصارائے نجران بھی کوفہ اور شام کی طرف جلاوطن کئے گئے + صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل تعالوا ندع ابناءنا الخ تو آپ نے علی فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں - اس موقع پر صاحب حبیب السیر نے یہ اشعار رقم کئے ہیں سے

چو دیدیم نصارا و اہل عناد	بران پنج عالی گہر اوفتاد	چنیں گفت اسقف کہ این پنج فرق	کہ ماننا بشان نیست در غرب و شرق
چو خواہند از کردگار جہاں	کہ این کوہ را برکند از میاں	شود آں دعا در زماں مستجاب	ز نفرین ایشاں کنید اجتناب
شنیدم کہ در گرد آں پنج شمع	کہ در سایہ پروردہ بودند جمع	یکے جو پروانہ میگشت روح الامین	کہ ای پادشاہان دنیا و دین
	درین سایہ گر جائی باشد مرا	کنم سرفرازی بہر دو سرا	

نصارائے نجران نے چلتے وقت حضرت سے امین مانگا حضرت نے ابو عبیدہ کو امین مقرر کیا - اور اسکے تہوڑی عرصہ بعد اہل نجران مسلمان ہوگئے - تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایسی دلیل ہے کہ اس سے قوی تر کوئی دلیل فضیلت آل عبا پر نہیں ہے

(۱۱۹) اسود عنسی اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالخمار تہا شیریں کلامی شعبدہ بازی اور کہانت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تہا شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اُس سے مانوس ہوجاتے تہے کہف حناد میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش سنبہالا بڑا ہوا تو نبوت کا دعویٰ کیا - مذحج و نجران والوں نے سمعاً و طاعتاً اُسکی تحریر کو قبول کرلیا - چنانچہ نجران والوں نے مجتمع ہوکر مسلمان عاملوں عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو نکالدیا اور شہر اسود کے حوالہ کردیا اور قیس بن عبد یغوث نے دفعتاً حملہ کرکے فروہ بن مسیک کو جلاوطن کردیا جو بنی مراد پر آنحضرت کی طرف سے عامل تھے - اسکے بعد اسود عنسی نے سات سو سواروں کو لیکر صنعاء پر چڑہائی کی اور شہر بن باذان شکست کہاکر مارا گیا - اسود نے اُسکی بیوی سے شادی کرلی اور تمام علاقہ مابین صنعا و حضرموت پر اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک قابض ہوگیا - اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہوگئے - عمرو بن معدیکرب جو مسلمان ہوچکا تہا خالد بن سعید سے جدا ہوکر اسود سے جا ملا اور اسود نے اُسے مذحج کا سردار بنادیا - اسود کے لشکر کا ایک سردار فالہ اور دوسرا قیس بن عبد یغوث مرادی تہا اور ابناء پر اُس کی طرف سے فیروز اور دادویہ حکمرانی کررہے تہے غرض جب یمن میں بغاوت عام پہیل گئی تو آنحضرت کے عامل جابجا چھپے اور عمرو بن حزم اور خالد بن سعید نے مدینہ میں آکر آنحضرت سے بیان کیا آنحضرت نے سب کی گوشمالی کے واسطے جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھکر ایک قاصد کی معرفت ابو موسیٰ و معاذ اور طاہر کے پاس جو اس ہنگامہ میں چھپ گئے تھے بہیجا - اسمیں لکھا کہ جس طرح ممکن ہو قبیلہ حمیر و ہمدان سے مدد لیکر اسود عنسی کو قتل کرو +

(بقیہ نوٹ ۱۶۱) یہ ہیں کہ دو شخص جو آپس میں کسی امر پر نزاع رکھتے ہوں اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کو ہمراہ لیکر میدان میں جائیں اور ایک جا ہوکر بہ مبالغہ تمام خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت نازل ہو اور خدا اُس کو تباہ کرے سے دیکھو حبیب السیر روضۃ الصفا تفسیر کشاف وغیرہ آیہ مباہلہ سے یہ عہدہ آجکل کے پولیٹیکل ایجنٹ کے موافق تہا سے روضۃ الاحباب میں ہے کہ پہلے مسلمان ہوا تھا پہر مرتد ہوکر نبوت کا دعویٰ کیا + + +

فیروز جسکے چچا کی بیٹی شہر کی بیوی کو اسود نے اپنے گھر میں ڈالا تہا اور جو بعض مورخین کے نزدیک خواہرزادہ نجاشی تہا اور سنلہ ھ میں مسلمان ہوا تہا اسود کی حرکتوں سے جلتا تہا۔ اودہر قیس بن عبد یغوث اسود کی نخوت سے پیچ و تاب کہاتا تہا۔ رسول اللہ کے عاملوں نے ان دونوں کو اپنے سے ملالیا۔ اسود کو قیس اور فیروز کی بددلی کی خبر ہوئی تو اُنہیں جشم نامی کی یہ لوگ روپوش ہوگئے اور پوشیدہ مراسلت اُسکی بیوی آزاد سے جو اسود کی جان کی دشمن تہی جاری رہی ایک روز موقع پاکر رات کو فیروز اور قیس اسود کے گھر میں نقب لگاکر گہس گئے۔ اور اُسکو پکڑکر ذبح کرڈالا اسود نے زور سے خرخراہٹ کی آواز نکالی۔ دربانوں نے پوچہا کیا معاملہ ہے آزاد نے کہا حضرت نبی پر وحی نازل ہورہی ہے۔ صبح ہوئی تو محمدی جہنڈا شہر پر لہرارہا تہا منادی کی گئی کہ اسود عنسی مارا گیا۔ اور صنعاء و نجران مرتدین مبتدعین سے خالی ہوگیا۔ آنحضرت کے عمال جیساکہ پہلے تہے اپنے اپنے علاقوں میں چلے آئے اور صنعاء کے عامل معاذ بن جبل مقرر ہوئے اس واقعہ سے فراغت پاکر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن اُسکے پہنچنے سے پہلے بذریعہ الہام آپ کو خبر ہوگئی اور آپنے یہ فرمایا کہ "شب گذشتہ کو اسود مارا گیا اُسکو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے" جب وہ قاصد مدینہ میں آیا تو حضرت کا انتقال ہوچکا تہا اسود مذکور آنحضرت کی وفات سے ایک رات اور ایک دن پہلے مقتول ہوا تھا۔ چار مہینہ کے اندر اس کی ابتدا بہی ہوگئی اور انتہا بہی۔ (ابن خلدون و ابوالفدا)

(۱۲۰) دیگر مدعیان نبوت | صاحب روضۃ الاحباب لکہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر حضرت علیل ہوگئے یہ علالت غیر مرض موت کیہ تہی۔ اور جب حضرت کی علالت کی خبر اطراف و جوانب میں پہنچی تو بعض لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا مثلاً بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور بنو اسد میں طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی اور سجاح بنت حارث تمیمیہ ⁂

علامہ ابن خلدون لکہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسود عنسی کے زمانہ خروج میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں مدعی نبوت ہوئے آنحضرت نے نامہ و پیام سے اُنکا مقابلہ کیا اور اپنے اُن عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے مسیلمہ و طلیحہ پر جہاد کرنے کو لکہا اسود کے ساتھ جو کچہہ واقعات پیش آئے وہ لکہے جاچکے۔ باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ۔ اُنکی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا ایک خط آنحضرت کی خدمت میں آیا جس میں اُس نے لکہا کہ مسیلمہ رسول اللہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو کہ میں تمہارے کام میں تمہارا شریک ہوں پس آدہی زمین میری اور آدہی آپکی۔ جواب میں آنحضرت نے لکہا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام اُس شخص پر ہو جو ہدایت کا تابع ہو۔ بجواب تحریر ہے کہ زمین اللہ کی ہے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہے اُسکا مالک بنائے اور بہلائی آخرت سے ڈرنیوالوں کے لئے ہے[۱]۔

(۱۲۱) نزول سورۂ ہل اتیٰ | ۲۵ ذیحجہ سنلہ ھ کو صاحب شہید اسلام نے نزول سورۂ ہل اتیٰ[۲] لکہا ہے مگر مصنف انکار لکہتے ہیں

[۱] طبری نے لکہا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے طلیحہ نے صلح کا پیغام بہیجا پہر بعد انتقال جو کچہہ اقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گذرے وہ آیندہ بیان ہونگے [۲] کتب تفاسیر میں سورۂ ہل اتیٰ کی آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا کی تفسیر میں لکہا ہے کہ ایک دفعہ حسن اور حسین بیمار ہوئے علی فاطمہ اور اُنکی کنیز فضہ نے نذر مانی کہ اگر یہ اچہے ہوجائیں گے تو ہم تین روزے رکہیں گے۔ وہ اچہے ہوگئے تو روزے رکہنے شروع کئے مگر کہانیکو کچہہ بہی نہ تہا۔ علی نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع جو قرض لئے فاطمہ نے ایک صاع پیسکر پانچ روٹیاں پکائیں اور شام کو روزہ کہولنے کے لئے وہ روٹیاں لیکر یہ پانچوں آدمی بیٹہے کہ اتنے میں ایک مسکین نے آواز دی اُنہوں نے وہ پانچوں روٹیاں اُسکے حوالہ کردیں اور پانی سے افطار کرکے سو رہے دوسرے دن اسی طرح پہر جب کہانے بیٹہے تو ایک یتیم نے آواز دی اور اُسکو وہ روٹیاں دیدی گئیں اور تیسرے دن ایک اسیر افطار کے وقت آگیا پانچوں روٹیاں اُسے دیدیں۔ پس جبرئیل آنحضرت کے پاس سورہ دہر لیکر نازل ہوئے اور کہا اے محمد اللہ تعالی نے یہ آپکے اہلبیت کی شان میں نازل کی ہے۔ (سیف یادی) [۳] اسی طرح آنحضرت کے زمانہ حیات ہی میں طائف کے رئیس ذوالکلاع نے مزدک کی طرح خدائی کا دعوی کرکے لوگوں

مجھے اس تاریخ کے قبول کرنے میں تردد ہے ۱۸ ذیحجہ تک حضرت رسول مع حضرت علی مقام خم میں تھے ۲۵ ذیحجہ تک حضرت کا مدینہ میں پہنچنا مشکل تھا نہ کہ سینن کا بیمار ہونا - غدیر کا جانا صحت پانا - اور ایفاء عہد سب کچھ ۱۸ سے ۲۵ تک ہوگیا ہوگا اس کتاب کا مؤلف کہتا ہے کہ ۲۵ ذیحجہ کی تاریخ تو صحیح ہے اکثر علما نے لکھی ہو مگر سنہ ھ سے پہلے کسی اور سنہ کا واقعہ ہے غالباً سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا +

سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۶۳۲ عیسوی

(۱۶۷) تجہیز جیش اسامہ — روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آنحضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ روم سے جنگ کرنے کے واسطے لشکر تیار ہو جائے اور دوسرے دن اسامہ بن زید بن حارثہ کو طلب کیا اور فرمایا میں تمکو اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی اُبنیٰ میں جاکر جہاں تیرا باپ مارا گیا ہے رومیوں پر تاخت کر اور اُنکے علاقہ کو پھونک دے - اور اسقدر جلدی جا کہ تیرے پہنچنے سے پہلے اُنکو خبر نہ ہو - اسی فکر میں تھے کہ ۲۸ صفر کو چہارشنبہ کے روز آنحضرت کو وہی مرض لاحق ہوا جس سے انتقال فرمایا یعنے تپ اور درد سر - مگر باوجود مرض دوسرے دن جمعرات کو اپنے دست مبارک سے ایک لواء اُسکے واسطے ترتیب فرمایا - پس اسامہ لواء لیکر باہر گیا اور بریدہ بن الحصیب کو اپنا علم دار بنایا اور مقام جُرف پر جو مدینہ سے تین میل بجانب شام واقع ہے جاکر مقام کیا تاکہ لشکر وہاں آکر جمع ہو جائے - اور حکم عالی یوں صادر ہوا کہ اعیان مہاجر و انصار مثل صدیق اکبر و عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ بن جراح و سعید بن زید اور قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم کے اُسامہ کی ماتحتی میں روانہ ہوں مگر علی مرتضیٰ کو ہمراہ نکیا اپنے پاس رکھا - یہ بات لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابرین مہاجرین و انصار پر امیر بنایا گیا اور مجلسوں میں ان باتوں کا ذکر کرتے تھے جب یہ خبر پیغمبر خدا کو پہنچی کمال رنجیدہ اور غضبناک ہوئے - اور باوجود تپ اور درد سر کے عصابہ مبارک پر باندھ کے گھر سے باہر آئے - منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ارشاد فرمایا اے لوگو میں نے اسامہ کو جو تمہارا امیر بنایا تم اُس سے انحراف کرتے ہو اور اُسکے باپ کی امارت میں بھی غزوہ موتہ کے موقع پر اعتراض کرتے تھے یہ کیا بات ہے - قسم خدا کی کہ وہ سزاوار ہے امارت کا اور اُسکا باپ بھی سزاوار امارت تھا زید محبوب ترین مردم سے تھا مجھکو - اور اسامہ بھی مجھکو دوست ترین مردم سے ہے اُسکے بعد - اور یہ دونو مظنہ جمیع خیرات ہیں - پس وصیت میری اُسکے بارہ میں نیکی کے ساتھ قبول کرو - اور اُسکے ساتھ نیکی بجالاؤ کہ وہ تمہارے اخیار میں سے ہے - اسکے بعد منبر سے اُترے اور دولت سرا میں تشریف لیگئے - کہتے ہیں کہ اسامہ کی عمر اسوقت ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی - یہ واقعہ شنبہ کے روز کا ہے + الغرض جو مسلمان کہ اسامہ کے ساتھ جانیوالے تھے آتے تھے اور حضرت سے وداع ہو کر لشکرگاہ میں چلے جاتے تھے - اور اُس روز بیماری آنحضرت کی اور دنوں سے زیادہ تھی اور فرماتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو - یکشنبہ کو آنحضرت کے مرض نے اور بھی شدت پکڑی اور اسامہ اپنے لشکرگاہ سے آنحضرت سے وداع ہونے آیا اور حضرت کے سر اور ہاتھوں پر بوسہ دیا مگر مرض کی زیادتی اتنی تھی کہ حضرت بات نہیں کر سکتے تھے - اسامہ رخصت ہو کر لشکرگاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حاضر خدمت ہوا اُسوقت حضرت کو تھوڑی تخفیف حاصل ہوئی تھی - حضرت نے اسامہ کو رخصت کیا اور اُسکے واسطے دعا کی حضرت کے حکم سے اسامہ لشکرگاہ کو پھرا اور کوچ کا حکم دیدیا اور خود سوار ہونیکو تھا کہ اُسکی ماں ام ایمن نے کہلا بھیجا کہ حضرت حالت نزع میں ہیں - یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو باہر گئے تھے واپس پھر آئے - اور بریدہ بن الحصیب نے لواء آنحضرت کے دروازہ پر لاکر کھڑا کر دیا

ملا مدارج النبوۃ ۲ ۵ اور بروایتے یہ بھی فرمایا کہ لعنت ہو اُس پر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہے - ملل و نحل ملا اسکے بعد جناب عمر مدۃ العمر اسامہ کو

تاآنکہ اُسی دن آنحضرت کا انتقال ہوگیا اور اس طرح لشکر اسامہ کی روانگی اسوقت ملتوی ہوگئی۔ اور بعد میں اسامہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں روانہ کئے گئے) اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور امثال اُنکے جو مدینہ ہی میں تھے (یعنے اسامہ کے ساتھ گئے ہی نہیں تھے)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی چھٹی جلد میں ابوبکر جوہری سے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے "رسول اللہ صلعم نے اپنے مرض موت میں اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا جس میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار تھے مثل ابوبکرؓ عمرؓ ابو عبیدہ بن جراح۔ عبدالرحمن بن عوف۔ طلحہ اور زبیر کے۔ اور اُسے حکم دیا کہ مقام موتہ پر جاکر پڑے جہاں اُسکا باپ قتل ہوا تہا اور وادی فلسطین میں غزوہ کرے پس اُسامہ نے ڈھیل کی اور اُسکی ڈھیل سے لشکر نے بھی ڈھیل کی۔ اور رسول اللہ کے مرض کا یہ حال تہا کہ کبھی زیادہ ہوجاتا تہا اور کبھی تخفیف ہوجاتی تہی۔ اور اس لشکر کی روانگی میں بار بار تاکید کرتے تھے یہانتک کہ اسامہ نے آنحضرت سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں چند روز ٹھیرا رہوں یہانتک کہ اللہ تعالی آپ کو شفا عطا فرمائے فرمایا نکل کھڑا ہو اور خدا کی برکت پر روانہ ہوجا۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں روانہ ہوگیا اور آپ کا یہ حال ہے تمام راستہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کھٹکا لگا رہے گا۔ فرمایا تو نصر اور عافیت کے ساتھ روانہ ہوجا۔ اُسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حال سواروں سے پوچھتا پھروں۔ حضرت نے فرمایا جو میں نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کر۔ یہ فرماکر رسول اللہ صلعم بیہوش ہوگئے اور اُسامہ کھڑا ہوگیا۔ اور روانگی کی تیاری کی۔ جب رسول اللہ صلعم ہوش میں آئے تو اُسامہ اور روانگی لشکر کا حال پوچھا پس خبر دی گئی کہ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے ہیں۔ پس حضرت فرمانے لگے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ لعنت ہے اُسپر جو اُس (لشکر) سے پیچھے رہ جائے۔ اور بار بار یہی فرماتے تھے۔ پس اسامہ شہر سے نکل کھڑا ہوا اور لوا اُسکے سر پر تھا۔ اور صحابہ اُسکے آگے تھے۔ یہانتک کہ جرف میں پہنچکر قیام کیا اور اُسکے ساتھ ابوبکرؓ عمرؓ اور اکثر مہاجرین و انصار تھے مثل اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد وغیرہ کے سرداروں میں سے۔ پس اسامہ کے پاس ام ایمن کا قاصد آیا اور کہا کہ شہر میں چلو رسول اللہ قریب بمرگ ہیں۔ اُسامہ فوراً کھڑا ہوگیا اور مدینہ میں داخل ہوا اور لوا اُسکے ساتھ تھا پس آپ نے لاکر رسول اللہ کے دولت خانہ پر گاڑ دیا۔ اُسوقت حضرت کا انتقال ہوچکا تہا۔ ابوبکر جوہری کہتا ہے کہ اسوقت سے ابوبکرؓ اور عمرؓ مرتے دم تک اسامہ کو امیر کہکر پکارا کرتے تہے"۔

(۱۲۳) **ایام مرض و امامت نماز** صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر وفات سے ایک ماہ پیشتر سے آنحضرت اپنی وفات کی خبر دیتے تہے ایک دن حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا خطبہ پڑہا وعظ فرمایا علاوہ دیگر نصائح کے یہ بہی فرمایا کہ میں نہیں خوف کرتا تمسے کہ میرے بعد تم مشرک ہوجاؤگے لیکن خوف ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی رغبت کروگے فتنے میں پڑوگے اور ہلاک ہوگے جیسے ہلاک ہوچکے وہ لوگ جو تمسے پہلے تھے۔ (مدارج و روضۃ الاحباب)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اواخر ماہ صفر میں ایک دن رات کو میری باری میں میرے گھر سے آنحضرت اہل بقیع کے لئے استغفار کرنے تشریف لیگئے۔ اُسیوقت میری آنکھ کھل گئی۔ کہ ناکسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے [illegible]

---

۱ مدارج ۲ نیز ملاحظہ ہو شرح مواقف تذنیل فی ذکر الفرق اور ملل و نحل شہرستانی درضمن اختلافات صحابہ و تاریخ [illegible] ابن ابی الدم ۳ صاحب ازالۃ الخفا لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق سے یہ بہی فرمایا کہ شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بہی زیادہ" حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک یہی ہے نہ کہ غیر خدا کی عبادت کیجائے۔ آنحضرت نے فرمایا تجھے روئے اے صدیق میں کہتا ہوں کہ شرک تم میں خفی ہے چیونٹی کی چال سے بہی۔ دفعیہ شرک کے لئے ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔ اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک و انا اعلم و استغفرک لما اعلم (ازالۃ الخفا اُردو جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

چپکے سے میں بھی پیچھے ہوئی یہانتک کہ حضرت اہل بقیع کے واسطے دعا کرکے واپس پھرے میں پہلے سے آکر لیٹ رہی۔ حضرت نے میری حالت سے حقیقت حال دریافت کرلی۔ مجھ سے پوچھا۔ مینے اقرار کیا۔ میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مارکر فرمایا اے عایشہ شیطان نے تیرے دل میں شک ڈالا کہ میں کسی دوسری بیوی کے پاس گیا ہوں حالانکہ خدا نے مجھے حکم کیا تھا گورستان بقیع پر دعا کرنے کا۔ حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے مرض حضرت کو میمونہ کے گھر میں ہوا جب اُسکی باری تھی وہاں سے میرے گھر تشریف لائے اور مجھے دردسر عارض ہوا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے دردسر حضرت نے فرمایا اے عایشہ بلکہ مجھے دردسر ہے اور حضرت نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح کے فرمایا۔ اے عایشہ اسمیں تیرا کیا نقصان ہے کہ تو مجھ سے پہلے انتقال کرجائے۔ اور میں تیری تجہیز و تکفین کروں اور تیرے جنازہ پر نماز پڑھکر دفن کردوں۔ پس مینے بھی بطریق مزاح کے کہا گمان کرتی ہوں کہ تم میرا مرنا چاہتے ہو۔ اگر میں مرجاؤں تو تم اُسی روز میرے گھر میں دوسری بیوی کرلوگے پس حضرت نے تبسم ہوکر فرمایا کہ اے عایشہ تیرا درد اچھا ہوجائیگا۔ مگر میرا اس درد سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسوقت بروایت روضۃ الاحباب اُٹھکے آنحضرت میمونہ کے گھر چلے گئے اور وہاں مرض شدید ہوگیا۔ اور ہر بی بی کے گھر پر اُسکی باری میں جانا دشوار ہوا تو سب بیویاں جمع ہوئیں اور بروایتے حضرت کی فرمایش سے اور بروایتے جناب فاطمہ کی رائے سے ایسا قرار پایا کہ حضرت کو عایشہ کے گھر میں لیجاکر وہاں سب حضرت کی تیمارداری کریں تاکہ بار بار ہر ایک کے گھر میں جانیکی دقت نہ اٹھانی پڑے پس آنحضرت عایشہ کے گھر میں آگئے[۱]۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ اس حالت میں میں آنحضرت کے پاس آیا حضرت مخمل کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ بخار کی یہ شدت تھی کہ بدن پر ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ فرمایا حضرت نے کہ انبیا کی بلا سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اس سبب سے اُنکا اجر بھی مضاعف ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ یہ اثر اُس گوشت کا ہے جو یہودیہ نے جنگ خیبر میں کھلایا تھا۔!

آنحضرت کی تاریخ ابتدا مرض میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ ماہ صفر کے آٹھ یا دس دن باقی تھے جب حضرت بیمار ہوئے بعض کہتے ہیں کہ صرف دو دن باقی تھے مدت بیماری اکثر نے تیرہ دن اور بعض نے آٹھ بعض نے دس بعض نے بارہ اور بعض نے ۱۴ دن لکھی ہے +

شدت مرض میں جناب فاطمہ آپ سے ملنے آئیں آپ حضرت فاطمہ سے بڑی عزت و تعظیم سے پیش آتے تھے جب فاطمہ ع آتی تھیں تو کھڑے ہوجاتے تھے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیکر اپنی جگہ بٹھاتے تھے جب رسول اللہ تشریف لاتے تو فاطمہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں اب جو تشریف لائیں مرحبا یا بنتی کہکر پہلو میں بٹھا لیا۔ اور چپکے سے کچھ کان میں کہا فاطمہ زہرا رونے لگیں پھر اُسی طرح کان میں کچھ کہا تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عایشہ نے رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا فاطمہ زہرا نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی حضرت کی وفات کے بعد جب عایشہ نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا اول بار رسول خدا نے مجھ سے کہا کہ اجل میری نزدیک پہنچی ہے میں رونے لگی دوسری بار فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں تم میرے پاس آجاؤگی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔ اسپر میں خوش ہوکر ہنسی تھی (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب)

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۷۷ پر)

[۱] طبری۔ ابوالفدا اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابتداء مرض زینب بنت جحش کے گھر سے ہوئی اواخر صفر میں۔ اور رسول اللہ اپنی بیویوں کے گھروں میں باری باری جاتے رہے یہاں تک کہ مرض نے شدت پکڑی میمونہ کے گھر میں۔ اور وہاں سے سب کی رضامندی سے سب بیویوں کے ساتھ عایشہ رض کے گھر میں آگئے کہ وہاں سب تیمارداری کریں۔ ان مورخوں نے دردسر کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت نے بقیع سے واپس آکر دیکھا کہ عایشہ دردسر کی شکایت کررہی ہیں۔ اسکے بعد حضرت ازواج کے گھروں میں باری باری جاتے رہے [illegible] حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ فضل بن عباس اور ایک دوسرے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھکر آئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ دوسرا شخص علی تھے (دیکھو صفحہ ۱۶۹)

جس دوشنبہ کو حضرت کا انتقال ہوگا اُس سے پہلے کی جمعرات کو جبکہ لوگ حضرت کے گھر میں جمع تھے حضرت نے فرمایا مجھے کاغذ قلم دوات لادو آؤ میں تمکو ایک ایسی وصیت لکھدوں جسکے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو پس کہا حضرت عمر نے کہ تحقیق اس مرد کی بیماری شدت پر ہے کیا اسے ہذیان ہوگیا ہے (بہک رہا ہے) اور بروایتے البتہ بہک رہا ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کتاب خدا کافی ہے) پس جو لوگ گھر میں تھے اُن میں اختلاف واقع ہوا اور جھگڑنے لگے بعض تو کہتے تھے کہ سامان کتابت لادو کہ رسول اللہ وصیت تحریر کردیں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا تھا۔ پس جب بانگ و خروش اور اختلاف زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ نبی کے پاس تنازع اور آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہوتا کھڑے ہوجاؤ میرے پاس سے دور ہو۔ کیونکہ وہ حال جس میں میں ہوں اُس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو۔ ساتھ ہی اسکے حضرت نے فرمایا کہ اچھا تین باتوں کا تو خیال رکھنا۔ اول مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسرے وفود جو آئیں اُنکو انعام اور صلے دینا اور تیسری بات کو راوی بھول گیا یا اُسکے ظاہر کرنے میں مصلحت نہ دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ ابن عباس اس جمعرات کے دن کو یاد کرکے اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے اُنکے پاس تر ہوجاتے تھے۔ اور کہتے تھے ہائے وہ کیسا جمعرات کا دن تھا کہ لوگوں نے رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی۔ یہ کیسی سخت مصیبت ہے۔ اور کل مصیبتوں کی جڑ یہی ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ طبری سرالعالمین غزالی) ✣ ✣ ✣

صاحب مدارج و ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۶) عایشہ نے القصہ علی کا نام خیر کے ساتھ لینا پسند نہیں کرتی تھیں (طبری) (روضۃ الصفا) مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اسی موقع پر ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپکی تیمارداری کروں فرمایا کہ اے ابوبکر اگر میں تیمارداری بغیر اہلبیت کے کسی اور سے کراؤں تو مصیبت اُنکی زیادہ ہوگی۔ اور تحقیق کہ اجر تیرا خدا عزوجل پر جس نیت سے تو نے کہا ثابت ہوا۔ وفات سے چار دن پہلے بروایت ابن خلدون آپ اپنے صحابہ کو جمع کرکے اُنکے حق میں دعائے خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ کلام میں آپنے یہ بھی فرمایا میں تمکو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ نے تمکو وصیت کی ہے اور میں اُسکو تمپر چھوڑتا ہوں اور تمہیں اُسکے سپرد کرتا ہوں بیشک میں تمکو دوزخ سے ڈرانیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کے ملکوں اور بندوں میں برتری اختیار نہ کرو کیونکہ اُس نے کہا ہے ہمکو اور تمکو یہ مکان آخرت اُن لوگوں کے لئے ہے جو زمین پر نہ برتری کا قصد کرتے ہیں اور نہ فساد کا اور نکوئی آخرت کی متقین کے لئے ہے اور کہا کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا غرور کرنیوالوں کا۔ بعد اسکے لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا آپ نے فرمایا جو قریب تر میرے اہل سے ہیں۔ پھر کفن کو دریافت کیا آپ نے ارشاد کیا میرے انہی کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانی ہو۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ مجھکو میرے سریر پر میری قبر کے کنارہ رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا آنکہ ملائکہ مجھپر نماز پڑھ لیں بعد ازاں گروہ گروہ مجھ پر نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں بعد ازاں اُنکی عورتیں۔ قبر میں اُتارنے کی بابت فرمایا کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تمکو کچھ لکھدوں تاکہ بعد اُسکے گمراہ نہو۔ (روضۃ الصفا وغیرہ میں اصحاب کو خانہ عایشہ میں جمع کرکے اس طرح وصیت کرنا وفات سے ایک ماہ قبل لکھا ہے) اور اصحابہ کے حق میں فرمایا کہ میں نہیں ڈرتا ہوں تمپر کفر اور شرک کی بابت لیکن ڈرتا ہوں کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپس میں لڑوگے (مدارج) اور ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب اس واقعہ کے بعد عیادت کو آئے تو اُسوقت حضرت نے اس طرح فرمایا۔ اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے دوات اور کاغذ مانگا اور فرمایا تاکہ میں تمکو ایسی وصیت لکھ جاؤں کہ جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہو۔ تو اُنمیں تنازع ہونے لگا اور نبی کے پاس تنازع مناسب نہیں۔ پس کہا اُنہوں نے تحقیق کہ رسول اللہ بہک رہے ہیں پس وہ حضرت کی بیماری پرسی کرنے لگے پس فرمایا دور ہوجاؤ میں جس حال میں ہوں اُسی میں اچھا ہوں تمہاری خطاب سے۔ (اس سے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو)

خلافت کے بارہ میں لکھتے کہ انکے بعد کون خلیفہ[1] ہو - اسکے بعد ایک دن آنحضرت انصار کی بیتابی کی خبر سُنکر جو ان ایام میں دولتسرا مبارک کے گرد پریشان پھرتے تھے علی اور فضل بن عباس کے شانوں پر بدقت تمام ہاتھ رکھکر مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا تم میری وفات سے پریشان کیوں ہوتے ہو کوئی نبی ہمیشہ زندہ رہا ہے جو میں زندہ رہونگا مہاجرین کو انصار کے حق میں اور انصار کو مہاجرین کے حق میں مواسات اور نیکی کرنیکی وصیت کی اور سب لوگوں کو نیکی میں بسر کرنیکی ہدایت فرمائی اور جب مہاجرین کو آپس میں نیکی کرنے کی وصیت کی تو حضرت نے سورہ والعصر کو آخر تک پڑھا اور یہ آیت پڑھی فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم[2] (روضۃ الاحباب و مدارج)

آنحضرت فضل بن عباس اور علی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھے اور بعد حمد وثنای الٰہی کے فرمایا کہ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ میں مینے کوڑا مارا ہو اب میری پیٹھ حاضر ہے عوض لیلے جس کسی کو مینے برا کہا ہو وہ مجھے برا کہہ لے اور اپنا بدلہ لیلیوے جس کسی سے مینے کچھ مال لیا ہو یہ مال میرا موجود ہے اپنا مال لیلیوے اور کچھ حکومت اور سیاست کا میری طرف سے خیال نکرے - کیونکہ یہ میری شان سے بعید ہے - پھر آپ منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھکر پھر منبر پر چڑھے اور جو اول فرمایا تھا وہی ارشاد کیا ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھکو آپ سے تین درہم لینے ہیں حضرت نے اسکو دلوادیے پھر ارشاد کیا یاد رکھو فضیحت ہونا دنیا کا آسان ہے آخرت کی فضیحت سے - پھر آپ نے اصحاب احد کے واسطے طلب مغفرت جناب باری سے کی اور ارشاد کیا کہ ایک بندہ کو خداتعالی نے دین اور دنیا دونوں پر اختیار دیا ہے جو چاہے اختیار کرے اسکے بعد حضرت گھر تشریف لائے اور بروایت مدارج وحبیب السیر نصیحت کی ازواج کو اور فرمایا کہ تمکو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں رہنا اور اپنے کو نامحرموں سے چھپانا اور اُن سے پردہ کرنا[3] +

ایام مرض میں جب وقت نماز آتا بلال آنحضرت کو اطلاع دیتے اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہوسکے - اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو پس علی کو بلانے گئے

---

[1] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیدہ مذہب شیعہ کا یہ ہے کہ اصحاب نے وہ کتابت اسواسطے نہ لکھنے دی کہ رسول اللہ علی کو ولیعہد کرنیکا وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے جیسا کہ شارح الغمہ کی ان دو بیتوں سے مفہوم ہوتا ہے ~~ اوصی النبی فقال قائلھم - قد ظل یھجر سید البشر + وادی ابابکر اصاب ولم یھجر وقد اوصی الی عمر + (نبی وصیت کرنے لگے تو اُنکے کہنے والے نے کہا کہ سید البشر کو ہذیان ہوگیا ہے اور ابوبکرؓ نے وصیت کی تو انکو ہذیان نہیں ہوا وہ عمرؓ کے لئے وصیت کرگئے - وہ ہذیان نہ سمجھا گیا) [2] پھر کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم ہوجاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحم کرو +

[3] روضۃ الصفا میں ہے کہ بعد اسکے حکم دیا کہ اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کیطرف کھلے ہوئے ہیں بند کردیے جائیں سوائے دروازہ خانہ علی کے کہ مجھے اُسکی صحبت سے اور اُسے میری صحبت سے چارہ نہیں ہے - حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اتنا موکھا رکھوں کہ اُسمیں سے آپ کو گھر سے باہر آتا ہوا دیکھ لیا کروں حضرت نے منظور نہیں کیا اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ مراد فتح ابواب سے کیا تھی اور سبب انکے مسدود کرنیکا کیا ہے - حضرت نے فرمایا کہ نہ کھولنا میرے حکم سے تھا اور نہ بند کرنا - حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو مع دیگر اصحاب کے مسجد سے خارج کردیا - پس عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہمیں نکالتے ہیں باوجودیکہ ہم آپ کے ساتھ رشتہ پدری میں نسبت رکھتے ہیں اور آپ کے چچا ہیں اور آپ نے علی کو مسجد میں رہنے کا حکم دیا پس حضرت نے ارشاد فرمایا نہ مینے تمکو نکالا ہے نہ اسکو رکھا ہے بلکہ خدا نے تمکو نکالا اور اسکو رکھا ہے (ارجح المطالب) صاحب نزل الابرار نے احمد - نسائی اور حاکم اور ضیاء مقدسی سے بطریق صحیح نقل کیا ہے کہ بعض اصحاب کے مکانوں کے دروازے مسجد رسول میں تھے حضرت نے حکم دیا کہ یہ سب دروازے بند کردو سوا دروازہ علی کے - پس کلام کیا لوگوں نے اس باب میں تو فرمایا رسول اللہ نے کہ واللہ نہ مینے کھولا نہ بند کیا بلکہ حکم دیا گیا مجھکو خدا کی طرف سے پس میں اُسے بجالایا + + +

عائشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلالوں تو کیا حرج ہے اور حفصہ نے کہا اگر عمر کو بلالوں تو کیا حرج ہے - پس یہ سب آں حضرت کے پاس آکر جمع ہوگئے پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا - پس یہ لوگ چلے گئے اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا نماز کا وقت آگیا جواب ملا البتہ - فرمایا بس تو ابو بکر کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑہادے پس عائشہ رضؓ نے کہا کہ وہ مرد رقیق القلب ہیں عمرؓ کو حکم دیجے - فرمایا عمرؓ ہی کو حکم کرو - جب عمرؓ سے کہا گیا تو عمرؓ نے کہا مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں تو تقدم کروں اور ابو بکر دیکہا کریں - پس ابو بکر نماز پڑہانے کھڑے ہوئے - اسوقت رسول اللہ کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور باہر تشریف لائے - پس جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ صلعم نے اُسکا کپڑا پکڑ کر کہا کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو - اور بیٹھ گئے رسول اللہ پس پڑہایا رسول اللہ نے نماز کو اُس جگہ سے جہاں سے ابو بکر نے چھوڑا تھا - ابن خلدون لکھتا ہے کہ پہر یہ ہوتا رہا کہ ابو بکر تو آنحضرت کی نماز سے پڑہتے تھے اور لوگ ابو بکر کی نماز سے - کہتے ہیں اسطرح ۱۷ نمازیں پڑھی گئیں + ایک روایت یہ ہے کہ جب موذن نے آنحضرت کو وقت نماز کی اطلاع دے تو حضرت نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا کہ جا کر لوگوں سے کہدو کہ نماز ادا کرو - پس دروازہ مسجد پر عبد اللہ بن زمعہ کو عمر خطاب ملگئے اُس نے عمرؓ سے کہدیا کہ نماز پڑہا دو - عمر نے نماز پڑہانی شروع کی اور تھے وہ بلند آواز - رسول اللہ نے اپنے حجرہ میں سے عمرؓ کی آواز سنی اور کھڑکی سے سر نکالکر کہا نہیں نہیں نہیں - چاہیے کہ ابو بکر نماز پڑہائیں پس عمر ہٹ گئے اور عبد اللہ سے کہا کہ تو نے بڑا کام کیا میں تو جانا تہا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے عبد اللہ نے کہا لا و اللہ مجہے تو رسول اللہ نے کسیکے نام ہی حکم نہیں دیا تہا (مدارج و روضۃ الاحباب)

اور ایک اور روایت یہ ہے کہ اذان کے بعد بلال حسب معمول آنحضرت کو نماز کی اطلاع کرنے آئے - حضرت تیار ہوئے مگر بیہوش ہوگئے - ایسا ہی تین مرتبہ ہوا - پس جب ہوش آیا فرمایا کہو ابو بکر سے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑہے - عائشہ کہتے ہیں کہ پس کہا میں نے کہ یا رسول اللہ باپ میرا مرد انابہ ہے ناک نرم دل ہے جب آپکی جگہ کھڑا ہوگا نہیں سنا سکیگا قرآن لوگوں کو - اگر عمر خطاب کو فرماؤ تو ہو سکتا ہے - حضرت نے پہر فرمایا کہو ابو بکر کو کہ نماز پڑہے لوگوں کے ساتھ - پہر میں نے وہی کہا - حضرت نے پہر وہی فرمایا - میں نے حفصہ سے کہا کہ تم کہو کہ یا رسول اللہ ابو بکر مرد نرم دل ہے جب کھڑا ہوگا آپ کی جگہ تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیگا - حضرت حفصہ نے کہا تو فرمایا حضرت نے کہ تم اے عورتوں صواحب یوسف ہو یعنے اپنی بات اڑاتی ہو اور دل میں کچھ رکھتی ہو اور ظاہر میں کچھ کہتی ہو - امر کرو ابو بکر کو کہ نماز پڑہے لوگوں کے ساتھ پس حفصہؓ نے عائشہ سے کہا اے عائشہ مجھے تجھ سے کبھی کچھ فائدہ نہ پہنچا ایسے وقت میں تو نے مجھ سے رسول اللہ کو رنجیدہ کیا - القصہ ایک شخص نے آکر بلال سے کہا کہ رسول اللہ نے ابو بکر کو نماز پڑہانے کا حکم دیا ہے - بلال نے ابو بکر سے کہا - پس جب ابو بکر نے نماز پڑہانی شروع کی - آنحضرت کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی - علی و عباس کے کندہوں پر سہارا دیکر اس طرح کہ پاؤں حضرت کے زمین پر خط کھینچتے جاتے تہے - مسجد میں داخل ہوئے - جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں پس اشارہ کیا حضرت نے کہ اپنے حال پر رہیں - اور خود ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے ابو بکر نے کھڑے ہوئے اقتدا کی رسول خدا کی اور اقتدا کی لوگوں نے ابو بکر کی یعنے لوگوں کو ابو بکر کی تکبیر کے واسطے سے آنحضرت کے افعال اور انتقالات کی خبر ہوتی تہی (مدارج و روضۃ الاحباب و بخاری و فتح الباری)

ل۵ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ یہ جمعرات کا دن گزر کر شب جمعہ نماز عشاء کا واقعہ ہے ل۵ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس سبب سے کہا تہا کہ میرا [illegible] میں خیال کرتی تہی کہ لوگ کسی شخص کو دوست نہیں رکہیں گے کہ آنحضرت کی قایم مقامی کرے نماز میں - اور اُسکے ساتھ حسد کرینگے - میں چاہتی [illegible] کہ یہ ابو بکر سے ٹل جائے - اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے عائشہ سے کہدیا تہا کہ وہ حضرت سے کہدیں کہ عمر کو نماز پڑہانے کا حکم دیجے (روضۃ [illegible])

کہیں سے کچھ دینار حضرت کے پاس آئے تھے حضرت نے فقیروں پر تقسیم کرادیے تھے صرف سات دینار بچے تھے عائشہ پاس رکھوائے تھے ایام مرض میں رسول اللہ نے عائشہ سے کہا کہ وہ دینار بھی فقیروں میں تقسیم کرادو اور بیہوش ہو گئے عائشہ نے وہ تقسیم نہ کئے۔ حضرت نے ہوش میں آکر پھر کہا مگر عائشہ نے ایثار نہ کئے تین بار ایسا ہی ہوا کہ حضرت کہکر بیہوش ہوگئے۔ اور عائشہ نے ایثار نہ کئے پس آنحضرت نے وہ دینار علی کے پاس بھجوادیے اور علی مرتضیٰ نے وہ دینار تقسیم کر دیے پس جب شب دوشنبہ آئی جسکی دوپہر کو حضرت کا انتقال ہوگا تو گھر میں تیل ہی نہ تھا کہ عائشہ نے کسی انصار کی عورت سے چراغ بھیجکر تیل منگایا (مدارج۔ روضۃ الصفا وغیرہ)

جس دوشنبہ کی دوپہر کو آنحضرت کا انتقال ہوا ہے۔ رسول اللہ صلعم دو آدمیوں کے سہارے سے سر پر عصابہ باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ جبکہ ابو بکر صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت کی آہٹ معلوم کرکے ابو بکرؓ اپنے مصلے سے اٹھنے لگے۔ حضرت نے پیٹھ پر ہاتھ مارکر کہا کہ نماز پڑھاتے جاؤ۔ اور رسول اللہ ابو بکر کے دائیں پہلو میں بیٹھ گئے[1]۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت نے ایک مختصر خطبہ ایسی بلند آواز سے پڑھا کہ مسجد کے دروازے سے باہر آواز جاتی تھی اُس میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو آگ بھڑک اٹھی اور فتنے آن پہنچے جیسے کہ اندھیری رات کا سب سے اندھیرا حصہ ہوتا ہے۔ جب حضرت کلام سے فارغ ہوئے ابو بکر نے کہا کہ اے نبی اللہ اب تو آپ کو خدا کے فضل سے بہت آرام ہے۔ پس ابو بکر تو اپنے بال بچوں میں اپنے گھر محلہ سُنخ میں چلے گئے اور رسول اللہ دولت سرا میں تشریف لائے اور عائشہ کی گود میں سر رکھکر لیٹ رہے (طبری ج ۳ ص ۱۹۶ ابن خلدون)

اسکے بعد حضرت کا حال بگڑ گیا۔ قریب وفات اپنی بیویوں کو پاس بلاکر وصیت کی انہیں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ اپنے گھروں میں رہنا اور نامحرموں کے سامنے نہ ہونا۔ جب حالت بہت غیر ہوئی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے اُنکے آنسو اپنے ہاتھ سے پاک کیے اور فرمایا کہ اے فاطمہ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں اور بہت دلداری کی اور بہت سی بشارتیں دیں۔ اور کہا بار خدایا اسے میری مفارقت میں صبر عطا فرما۔ پھر فاطمہ سے کہا کہ حسن حسین کو پاس بلاؤ حسن و حسین نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے اور حضرت کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے! ور اس درد سے روئے کہ اُنکو دیکھکر گھر کے سب آدمی رونیلگے۔ حسن نے منہ حضرت کے منہ پر اور حسین نے اپنا سر حضرت کے سینہ پر رکھدیا حضرت نے آنکھیں کھولکر شفقت سے اُنکی طرف دیکھا اُنکو بوسے دیے اور بو سونگھی اور انکی

[1] بخاری جلد ۱ ص ۸۰ میں ہے کہ پیر کے دن دیکھو لوگ نماز کی صفیں باندھے کھڑے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا حالانکہ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر مسکرائے اور ہنسے۔ ابو بکر یہ سمجھکر کہ حضرت نماز پڑھانے آتے ہیں صف میں جاملنے کے لئے پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ نماز کو تمام کرو اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن انتقال فرمایا۔ یہ امامت نماز حضرت ابو بکر کی روایتیں ایسی متضاد اور ایسی ایک دوسرے کے خلاف ہیں کہ کوئی صاحب تحقیق ان پر اعتماد نہیں کرسکتا۔ بلکہ صاف سمجھ جاتا ہے کہ خوش اعتقادوں کی بندش ہے یا اُن لوگوں کی ساختہ پرداختہ ہیں جو معاویہ کے انعام کی اُمید پر اس قسم کی حدیثیں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید اور صاحب نصایح الکافیہ نے لکھا ہے کہ معاویہ احادیث فضائل ثلاثہ بنوایا کرتے اور بنانے والوں کو مالا مال کیا کرتے تھے + ہم شیخین رضی اللہ عنہما کی بابت ایسا سوء ظن نہیں کرسکتے کہ رسول اللہ صلعم بار بار فرمائیں کہ جو شخص لشکر اسامہ کے پیچھے رہ جائیگا اُس پر خدا کی لعنت اور پھر شیخین لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے ہوں۔ پھر جب یہ دونوں بزرگ لشکر اسامہ کے ساتھ چلے گئے[2] کیونکہ یہ بھی اسامہ کی ماتحتی میں مامور ہوئے تھے) اور یہ مدینہ میں تھے ہی نہیں تو رسول اللہ نے حضرت ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کیونکر۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ ان آخری سترہ نمازوں کے پڑھانے کو بھی رسول اللہ مسجد میں تشریف لاتے رہے مؤلف سنح جو آنحضرت کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ (تاریخ الخمیس)

[2] جیسا کہ ابن ابی الحدید کی جیش اسامہ کی روایت سے ثابت ہے۔ اور قتل و قتل ہوا جیسے ہو

تعظیم و احترام محبت کے باب میں وصیت کی۔ پھر فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ علی آئے اور سرھانے آکر بیٹھ گئے حضرت نے اپنا سر بستر سے اٹھایا علی نے آنحضرت کے سر کو اپنے بازو پر رکھ لیا حضرت نے فرمایا اے علی فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے کہ تجہیز جیش اسامہ کے لئے اُس سے لیا تہا میری طرف سے اُسے ضرور ہی ادا کر دینا اے علی اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہنچیں گے چاہیئے کہ دلتنگ نہ ہونا تحمل اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج)

سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور میں لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت کی وفات کا وقت قریب آیا فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو بلا لیا[ا] جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سر اُٹھا کر اُنکو دیکھا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم اپنے باپ عمر کو بلا لو شاید آنحضرت اُن سے ملنا چاہتے ہیں بی بی حفصہ نے اُنکو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے اُنکو دیکھکر پہر بالین پر سر رکھ دیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے کہا حضرت علی کو بلاؤ آنحضرت سوا اُنکے اور کسی کو طلب نہیں کرتے۔ حضرت علی آئے تو حضرت نے سر اُٹھا کر دیکھا اور وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اُسکو اُٹھایا اور علی کو اُس میں لے لیا اور علی آنحضرت سے بغلگیر رہے یہاں تک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے مدینہ میں آکر جناب عمر سے پوچھا کہ آنحضرت کی زبان سے آخری کلام کیا نکلا تہا حضرت عمر نے کہا علی سے پوچھو۔ علی نے جواب دیا کہ جسوقت وہ جناب میرے سینے پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور سر آپکا میرے دوش پر تھا فرمایا الصلوۃ الصلوۃ کعب نے کہا کہ آخر عہد وصیت انبیا کی یہی ہوتی ہے۔ اور وہ اسی پر مامور اور مبعوث ہوئے ہیں۔ علیؑ کہتے ہیں کہ حضرت مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ اور آپ تہیں حضرت کا مجھکو پہنچتا تھا۔ ناگاہ حال حضرت کا متغیر ہوا۔ عورتیں پس پردہ سے بے طاقتی کرتی تہیں اور میں بھی حضرت کو اس حال سے دیکھ نہ سکتا تہا پس آواز دی کہ اے عباس آنا۔ عباس آئے اور ہم دونوں نے حضرت کو بستر پر لٹا دیا اور حضرت نے الرفیق الاعلی کہکر جان دیدی (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج)

عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ عائشہ فخر کیا کرتی تہیں کہ قبض روح حضرت کا میرے آغوش میں ہوا ہے اور منتہی بہی پہنچے اور اوپر کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت سر مبارک علی کی گود میں تہا کہ حاکم اور ابن سعد نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ عائشہ کی مراد قرب وفات سے ہے کہ علی سے پہلے اُنکے سینہ پر تھا (مدارج)

(۱۲۴) وفات رسول ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو بوقت دوپہر آنحضرت کا انتقال ہوا (اسی روز ابوبکرؓ کی بیعت ہوئی) اور دوسرے دن منگل کا دن گذر کر شب چہارشنبہ کو آنحضرت آدہی رات کو دفن ہوئے۔ یہ وہ روایت ہے جسکو علمائے شیعہ صاحب کشف الغمہ وغیرہ نے اور نیز علمائے اہل سنت مثل ابن حجر عسقلانی۔ صاحب تاریخ الخمیس طبری حلبی۔ ابن خلدون وغیرہ نے معتبر مانا ہے۔ اور ابن اثیر اور ابوالفدا نے یہی لکھا ہے۔ صاحب حیات القلوب نے ۲۸ صفر کو ترجیح دی اور مستند سمجہا ہے۔ دیگر روایات یہ بہی ہیں کہ (۱) بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ کو وقت دوپہر انتقال کیا اور دوسرے دن منگل کو بوقت دوپہر کہ آفتاب کا زوال شروع ہوگیا تہا حضرت دفن ہوئے۔ یہ روایت واقدی سے طبری نے نقل کی ہے اور نیز ابن خلدون و صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھی ہے (۲) ایک روایت طبری نے یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ غائب تھے تین دن بعد آئے اس عرصہ میں کوئی حضرت کا مونہہ

[ا] نیز دیکھو سوانح عمری علی مرتضی صفحہ ۴۳۹ (از دارقطنی والرازی) اور حیات القلوب صفحہ ۵۲ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی وفات سے پہلے بلا لیا تہا۔ لیکن تمام مورخین نے لکھا ہے کہ عین وفات کے وقت ابوبکر موجود نہ تہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت آکر چلے گئے تہے۔

کہولنے کی جرات نکر سکا یہانتک کہ حضرت کا پیٹ پہولگیا۔ ابوبکر آئے اُنہوں نے مُنہ کہولکر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ زندگی میں خوشبودار تھے اور بعد وفات بہی۔ اور وفات کے تین دن بعد جب ابوبکر کی بیعت سے فراغت ہوچکے تو لوگ حضرت کو دفن کرنے آئے۔ (ابوالفدا۔ طبری) (۳) دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا کسینے کہا حضرت کی مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کسی نے کہا کہ اپنے صحابیوں کے پاس دفن کئے جائیں۔ ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ نبی اُس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُسکی روح قبض ہوتی ہے۔ پس رسول اللہ کا فرش اُٹھایا گیا جسپر حضرت کا دم نکلا تھا اور وہاں قبر کہودی گئی۔ پہر لوگ تہوڑے تہوڑے آکر نماز پڑہتے گئے بغیر امام کے پہلے مردوں نے اور پہر بچوں نے نماز پڑھی اور پھر غلاموں نے۔ پہر شب چہارشنبہ آدہی رات کو دفن ہوئے (طبری) (۴) حیات القلوب میں ہے کہ دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت ۲۸ صفر کو انتقال ہوا دوشنبہ اور سہ شنبہ کا دن ختم ہوکر رات تک نماز حضرت پر دس دس آدمیوں نے حجرہ میں جاکر پڑہی یہانتک کہ مدینہ اور نواح مدینہ کے مرد و زن خورد و بزرگ سب نے آنحضرت پر نماز پڑہی مگر جو لوگ بیعت کے فکر میں لگے ہوئے تھے وہ شریک نہ ہوئے۔ باوجودیکہ علی نے اطلاع دی وہ نماز پڑہنے نہ آئے اُنکی بیعت کا کام اسوقت ختم ہوا جب حضرت دفن ہوچکے تھے۔ (۵) کنز العمال جلد سوم صفحہ ۱۴۰ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت عروہ لکہا ہے کہ ابوبکر و عمر دفن رسول میں شریک نہیں ہوئے وہ انصار میں گئے ہوئے تھے پس آنحضرت ان دونوں کے آنے سے پہلے دفن ہوچکے تھے۔ مولوی عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب ص ۶۰۰ میں لکہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر سقیفہ سے لوٹے تو سرور عالم دفن ہوچکے تھے اسلئے شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا قلق اُنکو تا مدت العمر باقی رہا (۶) مولوی عبدالرحمن امرتسری المرتضی میں لکہتے ہیں کہ آپکی وفات کی تہوڑی عرصہ بعد جبکہ تجہیز و تکفین ہونیکو تہی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق انصار کی شورش کا حال سُنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلےگئے جہاں رسول اللہ کی جانشینی کی تجویز ہورہی تہی۔ اور وہاں اُنکے تنازع میں ایسے مصروف ہوئے کہ دہر کا خیال ہی نہ رہا اس نازک حالت میں تجہیز و تکفین کا کام علی مرتضی نے بنی ہاشم کی امداد سے انجام دیا (۷) تاریخ صغیر بخاری ص ۲۳ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے۔ حدیث فی کم کفنتم النبی کی شرح میں کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو اُنہوں نے عائشہ سے پوچہا کہ کتنے رسول خدا کو کے پارچہ میں کفن دیا۔ جواب دیا کہ تین پارچہ میں پہر پوچہا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ۔ پس صاحب فتح الباری لکہتے ہیں کہ بعید ہے باوصف قریب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہ ہائے کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو لیکن اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ اُسوقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے۔ لیکن تعیین روز وفات کی بابت اُنکا استفسار کرنا پس ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ حضرت شب چہارشنبہ کو دفن ہوئے تو اُنکو تردد ہوگیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کو ہوا یا سہ شنبہ کو۔

(۸) بیعت سے فارغ ہوکر اصحاب دفن رسول کے واسطے آئے اور آنحضرت منگل کو دفن ہوئے۔ اگرچہ ایک روایت یہ ہی ہے کہ تین دن بے دفن رہے مگر روایت اول صحیح ہے (ابن اثیر)

(۹) ابوالفدا نے قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم کی تاریخ سے لکہا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے ایک گروہ رسول اللہ پر جمع ہوکے ہجوم ہوا اور وہ مضطرب اور پریشان ہوکر کھڑے تھے کہ رسول اللہ فوت نہیں ہوئے بلکہ مثل عیسیٰ کے آسمان پر چلے گئے ہیں اور دروازہ پر منادی کردی کہ حضرت کو دفن نکرنا کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں چنانچہ اسی طرح پر آپ کا جنازہ رکھا رہا

لے مگر دفن ہوا ہے وقت حضرت ابوبکر کی موجودگی ثابت نہیں اس سبب سے یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے صحیح وہی ہے جو صاحب حیات القلوب نے لکہا ہے کہ حضرت علی کی نزدیک سے ادا کیا گیا کہ سب سے پہلے اہلبیت رسول نے اور بنی ہاشم نے پہر اور مردوں نے (حیات القلوب)

دفن نہ کرنے دیا یہانتک کہ آپ کا شکم پھول گیا اُسوقت آپکے چچا عباس تشریف لائے اور کہا قسم خدا کی مجھکو شک نہیں ہے کہ رسول اللہ نے وفات پائی چنانچہ آنحضرت کو چوتھے دن وفات سے دفن کیا گیا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ لوگوں کو سکتہ کا شبہ ہوا تھا۔ (۱۰) طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح مکہ والوں کے قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ زید بن سہل اہل مدینہ کی۔ جب آنحضرت کے واسطے قبر کھودنے کی ضرورت ہوئی تو عباس نے ایک آدمی ابو عبیدہ کے بلانے کے واسطے اور ایک ابو طلحہ کے واسطے بھیجا۔ اور کہا بار آلہا ان دونوں میں سے جسے تو چاہے اپنی نبی کے واسطے اختیار کر پس قاصد پہنچا تو ابو طلحہ موجود تھے انکو بلایا (مگر ابو عبیدہ موجود نہ تھے ورنہ وہ ضرور آتے) اس سے بھی ثابت ہوا کہ اسوقت تک ابو عبیدہ شیخین[۱] ہی کے ساتھ سقیفہ میں سرانجام خلافت میں مصروف تھے۔

بروایت صاحب سیرۃ الحلبیہ جسوقت رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت عمر اور حضرت ابو بکر موجود نہ تھے[۲] انکے بیٹیوں عائشہ اور حفصہ نے آنحضرت کے انتقال کی خبر ان دونوں کو کہلا بھیجی ابو بکر کے بلانے کو سالم بن عبید بھیجا گیا تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت کا انتقال ہوتے ہی صحابہ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران اور ششدر ہو جاتا تھا نہ تو انکے ہوش و حواس باقی تھے جو اُسوقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے۔ اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سنکر جوق جوق چلے آتے تھے۔ ابو بکر اسوقت اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے (جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا) عمر خطاب اور اکثر اجلہ صحابہ موجود تھے عمر خطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر ہو گئے کچھ ہوش و حواس نہیں رہے (بروایت حلبی منہ میں کف بھرے ہوئے) تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے (اور بروایت ابن اثیر تلوار کھینچے ہوئے گھوم رہے تھے) اور آواز بلند سے کہنے لگے بیشک منافقوں کے چند گروہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال کر گئے ہیں حالانکہ وہ نہیں مرے اور بیشک وہ اپنے رب کے پاس گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ گئے تھے اور بیشک وہ واپس آئینگے (جو کوئی کہوگا کہ انتقال ہوگیا میں اس تلوار سے اُسکا سر قلم کر ڈالونگا۔ طبری) اتنے میں ابو بکر بھی آپہنچے اور عمر سے کہا چپ[۳] رہو اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا۔ اے لوگو! جو شخص محمد کی پرستش کرتا رہا ہو پس بیشک محمد مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو پس بیشک اللہ زندہ ہے۔ نہیں مریگا۔ اور نہیں ہے محمد مگر اللہ کے بھیجے ہوئے اُن سے پہلے اور بھی رسول آئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پچھلی عادت کی طرف لوٹ جاؤ گے اور جو شخص لوٹ جائیگا اپنی پہلی عادت پر پس وہ ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچائیگا اللہ کو اور عنقریب اللہ شاکرین کو جزا دیگا (وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین) عمر کہتے ہیں کہ پہلے میں نے ابو بکر کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا تھا لیکن جسوقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں زمین پر گر پڑا اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ اور انمیں سے اکثر یہی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے۔ ابو بکر و عمر

---

۱ تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین دفن رسول بلکہ تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکے اور بعض روایتوں سے ایسا پایا بھی جاتا ہے گو وہ بوجہ اختلاف قابل اعتماد نہیں حضرت عثمان کی شرکت کسی مورخ نے لکھی ہی نہیں احوال سقیفہ کی فصل میں معلوم ہوگا کہ وہ اپنی خلافت کا رنگ الگ ہی جما رہے تھے۔ ۲ اور بروایت طبری ابن اثیر روضۃ الصفا روضۃ الاحباب وغیرہ عمر مسجد نبوی میں موجود تھے اور ابو بکر موجود نہ تھے اپنے گھر محلہ سنح میں گئے ہوئے تھے ۳ مگر عمر نہ مانے اور چپ نہ ہوئے پھر ابو بکر نے عمر سے علیحدہ ہو کر لوگوں کے سامنے
یہ وہ تقریر پڑھی تب تو مانگئے (طبری)

ہے ایک گروہ مہاجرین صحابہ کے اس شور و غل کی روک تھام کو سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور علی اور عباس اور اُنکے دونو لڑکے فضل و قثم اور اسامہ بن زید آنحضرت کی تجہیز و تکفین پر متعین ہوئے - (ابن خلدون طبری - ابن اثیر - روضۃ الاحباب حبیب السیر - مدارج النبوۃ - معارج - ایرونگ وغیرہ) +

ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے "ابو ذویب کہتے ہیں کہ ہم جو مدینہ میں آئے تو تمام مدینہ میں شور ماتم قایم تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے انتقال کیا - مسجد میں گیا تو اُسکو خالی پایا - حجرۂ رسول کیطرف گیا تو وہاں رونے کی آواز بلند تھی اور حضرت لٹائے ہوئے تھے اور صرف آپکے اہل بیت وہاں تھے مینے پوچھا کہ اور لوگ کہاں ہیں کہا کہ سقیفہ میں وہاں گیا تو سب کو پایا - ابو بکر رض عمر رض ابو عبیدہ - سالم اور ایک گروہ قریش کا وہاں موجود تھے +

(۱۲۵) تجہیز و تکفین ابن خلدون لکھتا ہے کہ علی آپ کی پشت کو سہارا دیے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباس اور اُنکے دونوں لڑکے کروٹ پھراتے جاتے تھے اور اُسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب اکابر مہاجرین و انصار کو تحقیق ہو گیا کہ آنحضرت نے وفات پائی - ابو بکر صدیق عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح کو ساتھ لئے ہوئے مہم خلافت کا فیصلہ کرنے کے واسطے سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے - اور مردان اہل بیت نے حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کرکے یمنی چادر کا ایک پردہ ڈالا اور علی مرتضی اور عباس اور عباس کے دونو بیٹے فضل و قثم اور اسامہ بن زید اور صالح آزاد کردۂ رسول جس کا لقب شقران تھا جسد مطہر کو اُن حضرت کے اُٹھا کر پردہ کے اندر لے گئے اور غسل میں مشغول ہوئے - علی مرتضی حضرت کو غسل دینے کے متعہد تھے اور فضل پیرہن حضرت کا اونچا کرتے جاتے تھے اور عباس و قثم کروٹ دلاتے جاتے تھے اور اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے جاتے تھے - ان چھ آدمیوں کے سوا کوئی اور غسل میں شریک نہ تھا - اور بعد غسل جو پانی کے قطرے آنحضرت کے گوشہ چشم اور پلکوں میں جمع ہوئے تھے علی نے چاٹ لئے اور وہ علی کے ازدیاد علم کا باعث ہوئے - بعد غسل حضرت کو ایک سریر پہ لٹا دیا اور آنحضرت کی عترت اور اصحاب عالیمقدار نے آنحضرت پر نماز پڑہی - اصحاب میں دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا اور آخر کو شاہ ولایت کی صلاح سے جسجگہ حضرت کی روح قبض ہوئی تہی فرش کو اُٹھا کر ابو طلحہ نے قبر کھودی - اور نیم شب چہارشنبہ یا صبح چہارشنبہ کو علی مرتضی اور عباس اور فضل و قثم اور عبد الرحمن بن عوف اور بقولے عقیل بن ابیطالب اور اُسامہ اور شقران بہی قبر میں اُترے[لہ] اور حضرت کو دفن کیا - کہتے ہیں آخر شخص جو حضرت کی قبر سے باہر آیا وہ علی مرتضی تھے الغرض مٹی دیکر اور پانی چھڑک کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازہ پر آئے اور پرسا دیا +

(۱۲۶) حلیہ شریف ابو الفدا لکھتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول خدا نہ لانبے تھے نہ ٹھگنے - میانہ قد تہا - سر مبارک بڑا تہا - ڈاڑہی بڑی اور گھندار - ہتیلیاں اور تلوے سخت - تمام اعضائے بدن فربہ - چہرۂ مبارک سرخ - چشم سیاہ - مُو کشادہ - رخسارے نرم - گردن لانبی مثل چاندی کی صراحی کے - انس کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑہی میں صرف بیس بال سفید تھے اور چند یا پر بہی سفید بال تھے - مہندی اور نیل سے خضاب کرتے تھے - دونوں مونڈہوں کے بیچوں بیچ مہر نبوت تہی یہ ایک پارۂ گوشت علیحدہ کبوتر کے انڈے کے برابر تہا رنگ اسکا سرخ تہا اور گرداگرد بال تھے انتہی + مسلمان مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت کا انتقال ہوتے ہی مہر نبوت حضرت کے جسم پر سے غائب ہو گئی +

ایرونگ لکھتا ہے کہ سینہ بہت چکلا تہا - جسم مضبوط - ہاتھ اور پاؤں بڑے - بچپن میں غیر معمولی زبردست اور طاقتور مگر آخر زمانہ میں فربہ زیادہ ہو گئے تھے - سر بہت بڑا اور خوشنما تہا - چہرہ بیضوی - پیشانی بڑی کنپٹیوں کے قریب

[لہ] بروایت روضۃ الصفا یہ لوگ قبر کے قریب تھے +

چوڑی - پیشانی پر رگیں ابروؤں تک آئی ہوئی تہیں جو غصہ کے وقت پھول جاتی تہیں - ناک اُبھری ہوئی نوکدار - آنکھیں سیاہ - بھویں محراب نما جو آپس میں پیوستہ تہیں لچکدار بڑا دہانہ جو فصاحت کا نشان تہا - سفید دانت جو کیقدر چھدرے اور غیر منتظم تھے - سیاہ بال جو گھونگروالے نہ تھے - اور شانہ تک آئے ہوئے تھے - لمبی اور گھندار ڈاڑھی بڑے قایم مزاج تہے مگر کبھی کبھی مزاح بہی کرتے تہے - تاہم زیادہ تر سنجیدہ اور بہاری بہر کم رہتے تھے - مسکراتے تو گویا پھول جھڑتے تہے - چہرہ اس سے زیادہ سرخ تہا جیساکہ عربوں کا ہوتا ہے اور بہت چمکدار +

(۱۲۷) اخلاق واوصاف ابوالفدا لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا سب آدمیوں سے زیادہ تیز عقل - ذی ہوش اور صاحب الرائے تہے - ہمیشہ ذکر خدا کرتے - لغویات آنحضرت سے کبھی سرزد نہ ہوتے - بشاش - ہنس مکھ - چپ چاپ - نرم خو - خوش خُلق رہتے تہے - آپ کے نزدیک قریب بعید - قوی وضعیف اپنے حق میں برابر تہے - مساکین اور غربا سے محبت رکھتے فقیر کو بسبب افلاس کے کبھی حقیر نہ سمجھتے - کسی بادشاہ سے بسبب اُسکی سلطنت اور حکومت کے کبھی نہ ڈرتے - اشراف کی تالیف قلوب فرماتے - اپنے اصحاب سے بہت گھلے ملے رہتے - کبھی اُن سے نفرت نہ فرماتے - جو کوئی شخص حضرت کے پاس آکر بیٹھتا تحمل فرماتے اور کبھی گھبرا کر اُس سے مونہہ نہ موڑتے جبتک وہ خود ہی نہ چلا جاتا - اور جس سے مصافحہ کرتے اول اُسکا ہاتھ نہ چھوڑتے جبتک وہی نہ چھوڑتا - اور جو کوئی اپنی غرض کے لئے حضرت کو کھڑا کر لیتا اُسکے ساتھ کھڑے رہتے جبتک وہی نہ چلا جاتا ہرگز وہاں سے نہ ہلتے - اور اپنے یاروں پر بڑی مہربانی فرماتے - زمین پر بیٹھ کر بھیڑوں کا دودھ دوہتے - اپنی جوتی آپ گانٹھ لیتے - گٹھی ہوئی جوتی اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے - ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے مرتے دم تک تمام عمر میں جو کی روٹی بہی پیٹ بہر کر نہیں کہائی - اور کبھی ایسا ہی ہوا ہے کہ ایک ایک دو دو مہینے متواتر اہلبیت پر ایسی سختی گذرتی تہی کہ چولہے میں آگ تک نہیں سلگتی تھی - کھجوریں کھاکر اور پانی پیکر بیٹھ رہتے تہے - اور رسول اللہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندہ لیتے تہے +

مسلمان مورخین واہل سیر نے لکھا ہی کہ حضرت نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تہا[۱] - مگر حضرت لکھہ پڑھہ سکتے تہے -

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محققین اہل فرنگ نے اپنی تصانیف میں آنحضرت کے اخلاق واوصاف کی بابت کیا رائے قایم کی ہے +   ایروِنگ لکھتا ہے کہ حضرت کے دماغی اوصاف بلاشبہ غیر معمولی اور عجیب قسم کے تہے - بڑے تیز فہم تہے - حافظہ بہت تیز - قوت متخیلہ نہایت چونچال - طبیعت پُر ایجاد - معمولی گفتگو سنجیدہ قلیل الالفاظ - کثیر المعانی ہوتی تہی جو فصاحت اور خوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تہی - بڑے پرہیزگار اور متقی تہے - روزے بہت رکھتے تہے لباس کی شان وشوکت کا کچھہ خیال نہ تہا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے - لباس کی سادگی بناوٹی نہ تہی - بلکہ ایسے خفیف اور بے حقیقت ذریعہ سے اپنے کو ممتاز کرنا درحقیقت بیفائدہ اور فضول سمجھتے تہے - اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے - بعض اوقات یمن کے دہاری دار روئی کے کپڑے - اکثر اُنمیں پیوند ہوا کرتا تہا - عمامہ باندہتے تہے فرمایا کرتے تہے کہ عمامہ فرشتوں کا لباس ہے - شملہ چھوڑتے تہے اور فرماتے تہے کہ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں - صفائی کا بہت ہی خیال تہا اور اکثر غسل کیا کرتے تہے - خوشبو کے بہت شایق تھے - معاملہ میں بڑے منصف - اپنے پرائے امیر غریب قوی ضعیف سب کے ساتھ یکساں انصاف برتتے - جس محبت سے عوام الناس سے پیش آتے تھے اور اُنکی شکایتیں سنتے تھے ہر دلعزیز ہو گئے تھے - اگرچہ پیدائشی زود رنج اور تنک مزاج تھے مگر طبیعت پر ایسے حاوی تہے اور مزاج پر ایسا قبضہ کر لیا تھا

---

[۱] اکثروں کے نزدیک اسی وجہ سے آنحضرت نبی اُمّی کے نام سے مشہور ہیں - مگر اصل میں حضرت کے اُمّی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور ۵۳ برس کی عمر تک مکہ ہی میں رہے اور مکہ کا نام اُم القریٰ ہے - ام القریٰ سے منسوب کرکے حضرت اُمّی مشہور ہیں +

کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان بردبار اور متحمل تھے ۔ حضرت کے خادم انس کہتے ہیں کہ میں (دس برس سے) آٹھ برس
کی عمر سے حضرت کی خدمت میں تھا کسی بات پر مجھے نہیں جھڑکا ۔ اگرچہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا ۔ خودغرض نہ تھے کیونکہ جنگی
فتوحات سے جو غرور و نخوت خودغرضوں میں پیدا ہو جاتی ہے حضرت میں مطلق نہ ہوئی ۔ نہایت عروج اور اقتدار کے
زمانہ میں بھی حضرت ایسے ہی سادے رہے جیسا کہ افلاس اور ادبار کے زمانہ میں ۔ بادشاہی شان و شوکت تو درکنار اگر
کسی کمرہ میں داخل ہوتے وقت کوئی غیر معمولی تعظیم کی جاتی تو حضرت بہت ناراض ہوتے ۔ اگر دنیا کی سلطنت کا خیال
تھا تو اسلام پھیلانے کے خیال سے ۔ دولت جو جزیہ اور خراج اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی مذہبی فتوحات
کی ترقی میں اور مفلس مسلمانوں کی پرورش میں صرف ہوتی تھی ۔ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا ۔ کبھی ایک درہم
نہ بچتا تھا ۔ عمر بن حارثہ کہتا ہے کہ وقت انتقال حضرت نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار ۔ نہ کوئی لونڈی نہ غلام ۔ سوائے
گھوڑی استر دلدل کے اور ہتھیاروں اور زمین کے ۔ جو اپنی بیویوں اور بچوں اور غریبوں میں تقسیم کر دی ۔ دنیا سے مطلق
غرض نہ تھی ۔ ہمیشہ نماز میں مصروف رہتے جو اسلام کا رکن اعظم اور روح کی کلی صاف کرنے والی چیز ہے ۔ مصیبت
اور دل شکستگی کے وقت توکل پر پورا بھروسہ تھا ۔ آخرت کی خوشیاں خدا کے رحم پر منحصر سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ اگر خدا
رحم نہ کرے تو میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ اپنے اکلوتے بیٹے ابراہیم کے بستر مرگ اور وفات پر رضا بقضا
ظاہر فرمائی ۔ اور یہ کہکر تسلی دی کہ بہشت میں پھر دونوں ملیں گے ۔ خود مرتے وقت جبکہ کوئی دنیوی تحریک یا ترغیب مکر
کرنے کے واسطے نہیں ہو سکتی حضرت کی مذہبی سرگرمی بدستور تھی ۔ آخری لفظوں سے جو حضرت کے منھ سے نکلے ثابت ہوتا
ہے کہ انہیں اس بات کا بھروسہ تھا کہ جلد اُن پیغمبروں سے جا کر ملتا ہوں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں ۔ پس ایسے پرجوش
مستقل مزاج والے شخص کو کافر یا کھنڈی نہیں کہہ سکتے اور نہ ایسی بے کھوٹ عالی مرتبہ ۔ بلند پایہ ۔ پُر اخلاق تعلیم کو جیسی
قرآن میں ہے ایسی طبیعت کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جس میں کمینہ پن ہوا و ہوس لبیرالیتی ہو اور صرف دنیاوی ذلیل اغراض
مدنظر رہتی ہو ۔ گبن لکھتا ہے "منصف یقین کرے گا کہ محمدؐ کے اصل ارادے (خیالات) خالص اور اصلی خیرخواہی کے تھے ۔
شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے ۔ گھر کے ادنی ادنی کام کرتے تھے ۔ آگ سلگاتے ۔ جھاڑو دیتے ۔ دودھ دوہتے ۔ اپنی جوتیاں
گانٹھتے ۔ کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے ۔ جو کی روٹی کھاتے مہمانوں کو اچھا کھلاتے اگرچہ آپکے گھر میں اکثر مہینوں
آگ نہ سلگتی ۔ دودھ اور شہد بہت بھاتا تھا ۔ معمولی خوراک کھجوریں اور پانی" ۔ گلمن اپنی تاریخ اسلام میں لکھتا ہے کیا
ہم اُس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو عربوں کی ہوئی جب انہوں نے سنا کہ رسول اللہ نے انتقال کیا ۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں
کہ اُنکی اور اُنکی رسالت کی بابت وہ تہ دل سے کیا کچھ خیال کرتے تھے ۔ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے
اور وہ اُنکی غریب سلیم زندگی کے ہر پہلو سے واقف تھے ۔ اُنکے سادہ لباس سے اُنکی سادہ خوراک سے ۔ نمود نہ کرنے کی
عادت سے اُنکی پرہیزگاری سے اُنکے تقوی سے اُنکے روزہ نماز سے اُنکے نیک مشورہ سے اُنکے حلم و تحمل سے ۔ خوش صحبتی سے
بخوبی واقف تھے ۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح اپنی دائی حلیمہ کے ساتھ جب وہ اُنکی جوانی میں آئی تھی بخششیں کی تھیں ۔ اور
کس طرح اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر روئے تھے جب مکہ سے آتے ہوئے اُنکی قبر کے قریب سے گذرے تھے انہیں محبت کی ہمدردی کے ساتھ
یہ بھی یاد تھا کہ جب اُنکی اُمید اور اُنکی دولت ابراہیم اُنکے ہاتھ سے چھینا گیا تو اُنکو کیسا رنج ہوا تھا ۔ کیا وہ اُنکا وعظ کرنا
بھول سکتے تھے ۔ کیسا لڑکوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبت کرو اُنکی عزت کرو اور اُنسے نرمی سے پیش آؤ ماں کے
پاؤں کے نیچے بہشت ہے ۔ کیسا سمجھاتے تھے کہ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں محبت اور اُلفت میں کیسی
بیویوں کی عزت افزائی کی اُس ذلیل حالت سے نکالکر جو اُن سے پہلے تھی اور تعداد ازدواج کی حد مقرر کر دی کیونکہ

آنحضرت سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جسکا جتنی بیویاں رکھنے کو جی چاہتا تھا کر لیتا تھا کوئی حد نہ تھی) بت پرستی کی
حالت سے عربوں کو کیسی خدا پرست قوم بنا دیا اور اُنہیں بتا دیا کہ وہ ایک ہی کوئی اُسکا شریک نہیں کیا وہ اُنکی
معزز اور عالیمرتبہ صورت کو بھول سکتے تھے جب وہ بازاروں میں سے گذرتے تھے یا مسجد میں آتے تھے
اُنکی غمخوار سیاہ آنکھ جو ایک ہی ملاقات میں مسخر کر لیتی تھی - وضعدار مسکراہٹ یا مسکرانے کی ادا - بڑی ہلتی ہوئی
ڈاڑھی - تیز اور غواص نظر سختی سے ابرو کا بل کیا یہ سب باتیں اُنکے دل پر نقش نہ تھیں - اُنکی دیانتداری ٹکسالی
تھی - آج جو کچھ نقص اُنمیں نکالیں اور اُس سے بھی زیادہ نکتہ چینی یا تنقید کریں جتنی اُنکے مقلدین کر سکتے تھے
وہ ایسے نقص تھے جو اہل عرب کی خصلت اور ساتویں صدی مسیحی میں ہونے بعید نہ تھے - اُنہوں نے ایک اخلاقی
اور تمدنی ضابطہ تیار کیا جسکو وہ آخر دم تک سمجھاتے رہے - کہ خدا کی طرف سے تمام دنیا کو ترقی دیگا - اگرچہ اُس قانون
میں تعدد ازدواج اور غلام بنانیکا نقص موجود ہے مگر پھر بھی ان سے پہلے ان دونوں باتوں میں جو زیادتی تھی اُس میں بہت
کمی کر دی - اور اُنکی حالت میں بہت ترقی دی + کیا ہم محمد میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ اُس نے اللہ کو کریم الرحیم بتایا
اور عرب کے سینکڑوں بتوں کے مقابلہ میں خدا کو وحدہ لاشریک جتایا - کیا اس سے محمد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں
ہوتی کہ اُس نے ایسا اعلےٰ درجہ کا خیال ظاہر کیا - کیا اس سے اُسکی سچائی ثابت نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام
زندگی کے اس بڑے اعلےٰ خیال پر مستقل طور سے جما رہا" مورس اپنی کتاب 'مذاہب الدنیا' میں لکھتا ہے کہ محمدؐ نے ایک
بکھری ہوئی قوم کو جسکا صدیوں سے کوئی خاص معبد یا دارالحکومت نہ تھا جسکو تمام قومیں نفرت اور حقارت کی نظر سے
دیکھتی تھیں اتحاد کی رسی میں باندھ کر ایک کر دیا تھا - اور اُنکو ایسا کھڑا کیا تھا کہ وہ اپنا مال بلکہ جان تک اُسکی مدد میں
قربان کرنے کو تیار تھے - کیونکہ اُن کو دلنشین ہوگیا تھا کہ خدا ہی نے ہمکو اس کام کا حکم دیا ہے +

ڈبلیو - ڈبلیو - آیر لینڈ اپنی کتاب 'بلوٹ اولن دی بریون' میں لکھتا ہے "یہ پرانا خیال کہ محمد صرف ایک دغاباز آدمی
تھا ایسا نا قابل یقین ہے کہ کوئی شخص بھی جو ذرا بھی تاریخی تحقیقات میں شعور رکھتا ہے اس خیال کو نہیں مان سکتا"
ڈاکٹر اوگسٹ ویل لکھتا ہے "بطور مصلح قوم کے جو کہ اصل میں محمد تھا اور ہونا چاہتا تھا وہ ہماری تعریف و توصیف کا
مستحق ہے وہ رسول کے نام کا شایاں ہے" اے - لنے فری مین اپنی تاریخ فتوحات اسلام میں لکھتا ہے - "اسمیں
کوئی شک نہیں کہ سوائے سچے راستبازی کے ارادوں کے جو اُسکے دل میں تھے محمد ہرگز ایسا مستقل استوار اور ثابت
قدم نہیں رہ سکتا تھا بغیر اسکے کہ کبھی ڈگمگاتا یا لغزش کرتا" جان ڈیون پورٹ - اپنی کتاب 'اپالوجی فور محمد'
میں لکھتا ہے "محمد کی صداقت اور خلوص کا یہ پکا ثبوت ہے کہ سب سے اول جو ایمان لانے والے ہیں وہ اُسکے گھر
والے اور اُسکے ہمدم دوست ہیں - یہ سب اُسکے خانگی طریق زندگانی سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے
اگر اُس میں خلوص نہ ہوتا تو وہ ضرور اُن اختلافات کو پکڑتے جو ہمیشہ کم و بیش ریاکار فریبیوں کے دعووں اور
اُن کے خانگی کاموں میں ہوا کرتے ہیں" + اعجاز التنزیل میں ہے سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ "کتب مقدسہ سماویہ میں
انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک کے آپ سا عالیمرتبہ و جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا" سیل مقدمہ ترجمہ قرآن میں کہتا
ہے کہ میں نے کبھی کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ خدیجہ کو محمد کی رسالت کے دعوی میں کبھی شبہ ہوا ہو یا اُسکو فریبی اور مکار سمجھتی ہو"
ٹامس کارلائل لکھتا ہے کہ "صحرا کا غواص طبیعت والا باشندہ (محمد) اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور کھلی صاف
ملنسار اور وسیع روح (عقل) کے ساتھ ملنسار نظری اور ہیاہو کے سوا [illegible] خیالات رکھتا تھا کہ سخن گمبھیر
بڑے اعلےٰ درجہ کی روح وہ ضرور نہایت سرگرم پرجوش لوگوں میں سے تھا - جنکو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ

پیدا کیا ہے - اور لوگ تو قاعدوں اور سُنی سنائی باتوں پر چلتے ہیں اور اُنپر قناعت کرتے ہیں یہ شخص قانون اور قواعد پر قناعت نکرتا تہا بلکہ اپنی روح کو چیزونکی اصلی ماہیت پر متوجہ کرتا اور اُسپر غور و فکر کرتا تہا ہستی کا بڑا بھید اپنے خوفوں اور شوکتوں کے ساتھ اُسپر کھل گیا تہا - اس قسم کا خلوص سچ مچ کوئی چیز خدا کی طرف سے ہے - ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے - انسان اسکو سنتا ہے اور ضرور ہے کہ سُننے اور سوا اسکے کچھہ نہ سنے اسکے مقابلہ میں اور سب ہوا ہے - اپنے سفروں اور صحرا کے زمانہ میں مدتوں سے ہزار ہا خیالات اس شخص کے دل میں تہے - یعنے میں کیا چیز ہوں؟ یہ تمام چیز کیا ہے جس میں مَیں رہتا ہوں جسکو لوگ عالم کہتے ہیں؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ مَیں کس چیز کا یقین کروں یا کس پر ایمان لاؤں؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کوہ حرا اور کوہ طور کی چٹانوں نے اور ریتیلے بنجر ویرانوں نے اسکا جواب نہیں دیا اور نیلے آسمان نے جو سر پہ تھا اور اُسکے ستاروں نے جواب نہیں دیا - کوئی جواب نہ ملا - اُس آدمی کی اپنی روح نے اور خدا کے الہام نے جواب دیا - محمدؐ نے جو صرف ایک سیدھا سادہ عرب تہا - اپنے ملک کی بکہری ہوئی چھدری ننگی بھوکی قوموں کو ایک ٹھوس مستحکم اور زبردست جتہا بنا دیا - اور دنیا کی قوموں میں اُنکو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا - تیس برس سے کم میں اس منصوبے اور نظام نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو شکست دی - ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کیا - شام - عراق - عرب اور مصر کو فتح کر لیا اور بحیرۂ خزر سے ظلمات تک فتوحات کو پھیلا دیا اور بارہ صدی سے ابتک سوائے سپین کے ان حدود میں برابر اسلام کی سلطنت چلی آتی ہے اور اسلام شمالی ایشیا - وسط افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل گیا - اور پھیلتا چلا جاتا ہی +

اگسٹ ولیبان فرانسیسی مورخ کی رائے - آنحضرت - قرآن اور اسلام کی بابت - آنحضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تہی آپ نہایت غور پسند، کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے - آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا - اسکے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے - تمام عمر میں اور اسوقت میں بہی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوئے تھے حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام دوسرے سے نہیں لیا - حضرت میں محنت و مشقت اُٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تہی جس درجہ آپ متعد تھے اُسیقدر صابر و شاکر بہی تھے - جنگ میں نہایت جری تہے - خطرہ سے کبھی نہ بہاگتے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالتے - آپ میں اسدرجہ دور اندیشی تہی کہ وہ بے انداز تہور و جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی تہی آپ میں نہ تہی آپ متحمل بہی انتہا درجہ کے تھے - گو کہ اُمی تھے مگر حضرت میں اعلی درجہ کی عقلمندی تہی جو ہمیں حضرت سلیمان کے اُس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جسکا ذکر کتب یہود میں ہے - اگرچہ حضرت نے ۱۵ انکاح کئے مگر یہ تعداد حضرت سلیمان کی تعداد ازواج سے بہت کم ہے - حضرت بے انتہا صاحب الرائے تھے +

حضرت نے چاند کے دو ٹکڑے کئے - آفتاب کو غروب سے عود کرایا تاکہ حضرت علی کی نماز قضا نہ ہو جاے -

یہ کہنا کہ حضرت دہوکہ باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بہی نہیں ٹہیر سکتا -

اس میں شک نہیں کہ حضور صلعم نے ملک عربستان میں وہ نتایج پیدا کئے جو کوئی مذہب قبل اسلام جن میں مذہب یہود و نصاری دونوں شامل ہیں پیدا نہ کر سکا تھا حضرت نے عربوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا +

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُنکے کاموں سے کیا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ آنحضرت رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گذرے ہیں - قدیم مورخوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے اُنکے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی - لیکن فی زمانا خود مورخین نصاری انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں - موسیو بارتھلیمی سینٹ ہیلیر جو اس زمانہ کے مشہور مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارہ میں یوں لکھتے ہیں " حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں

سب سے زیادہ تیز فہم زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے آپ نے جو کچھہ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی - جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ بنگیا" اگرچہ قرآن من جانب اللہ نازل ہوا لیکن اُسکے اجزا میں بہت کم تناسب ہے عبارت تو اُسکی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اسمیں اکثر مفقود ہیں - قرآن فی الحقیقت دن بدن اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوتا رہا حضرت جبرئیل کی وساطت سے جب کوئی ضرورت پڑتی یا کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو ایک نئی وحی نازل ہوتی - اور اشکال کو رفع کردیتی اور یہ وحی فوراً شریک قرآن ہو جاتی - قرآن شریف کی ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی اپنی حین حیات میں خود آپ ایک ہی آیت کا کئی طرح سے پڑہا جانا جائز رکھتے تھے لیکن خلیفہ ثالث نے مختلف روایتوں اور قرأتوں کا جو صحابہ میں جاری تہیں مقابلہ کرنے کے بعد ایک آخری نسخہ قرار دیدیا - قرآن میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہمدردی ہے یہود و نصاریٰ اور اسلام ایک ہی درخت کی تین ٹہنیاں ہیں - اسلام ایک قسم کا مذہب عیسائی ہے مشکلات اور پیچیدگیوں سے نکلا ہوا - تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُسنے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی دنیا میں اشاعت کی - اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے - اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی +

اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ اور پُرزور جوش ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ پھر اُسمیں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی + اسلام کا ملکی اور تمدنی اثر فی الواقع بے حد و بے پایاں ہے - زمانۂ جاہلیت میں عرب بلان کا ملک چھوٹے چھوٹے خود مختار صوبوں اور قبیلوں میں منقسم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے ظہور پیغمبر اسلام سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچگیا تہا اور اُن تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم جلوہ فگن تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جسکے اعتقادات کو مسائل علوم طبیعی کے ساتھہ پورا توافق ہے اور ان اعتقادات کا خاصہ یہ ہی کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں +

بعض مورخین کا یہ خیال کہ اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت اس سبب سے ہوئی کہ اس مذہب میں شہوات نفسانی کی باگ ڈہیلی کر دی گئی ہے اور علاوہ اسکے یہ مذہب بزور شمشیر پہیلایا گیا ہے - نہایت آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ بالکل غلط ہے - ہاٹنگر نے ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلاخوشامد مذہب اسلام کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولات سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہو سکتا +

یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیلسکتا جسوقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا اُسوقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا - لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا - چین میں اگرچہ عربوں نے گز بہر زمین پر بہی قبضہ نہیں کیا تاہم اسوقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ نفوس[1] سے زیادہ ہے +

[1] چین کی مسلمانوں کی ایمانداری بالکل مسلم ہے اُنیں حق پرستی اور دیانتداری کا نہایت درجہ خیال ہے اُنیں سے جو سرکاری ملازم ہیں اُن سے رعیت خوش ہی ہی اور اُنکی عزت ہی کرتی ہے - اور جنہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے وہ نہایت نیکنام ہیں - اصول مذہبی نے اُنکو مخیر بنا دیا ہے دوسرے مذاہب کے مقابل میں پورا تحمل خیال کی آزادی ہر ایک رسم و رواج و قانون و اعتقادات کی پوری ہمدردی اور عزت کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے چینی مسلمانوں کے لئے وہی حقوق پیدا کر دیے ہیں جو اور چینیوں کو حاصل ہیں - وہ ملک میں عامل بھی ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی فوجی خدمات پانیکے بھی مجاز ہیں یہانتک کہ وہ خود شاہنشاہ کی درباری خدمات سے بہی ممتاز ہو سکتی ہیں (تمدن عرب - گستاؤ لیبان)

فصل چہارم ازواج آنحضرت

حضور صلعم کی تمام بیویاں سوائے حضرت عایشہ کے ثیبہ تہیں یعنی سب کا پہلے کسی اور سے نکاح ہوچکا تہا۔ حضور کی بیویوں کی دو پارٹیاں تہیں ایک پارٹی کی سرگروہ عایشہ تہیں اور حفصہ بنت عمر اور سودہ وصفیہ اُن کے ساتھ تہیں اور دوسری پارٹی میں باقی ازواج جنکی سرگروہ ام سلمہ تہیں (روضۃ الاحباب) +

(۱) خدیجہ بنت خویلد (بن اسد بن عبد العزّیٰ بن قصی بن کلاب) کنیت اُمّ ہند۔ انکی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن عامر بن لوی کی نسل سے۔ خدیجہ کے پہلے شوہر کا نام عتیق بن عایذ بن عبد اللہ مخزومی تہا اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُسکے بعد ابو ہالہ مالک بن النباش بن زرارہ تمیمی کی زوجیت میں آئیں اُس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ہالہ اور ہند۔ ابو ہالہ کے مرنے کے بعد حضور کی زوجیت میں آئیں +

خدیجہ بڑی فاضلہ۔ عاقلہ اور حازمہ تہیں اور زمانہ جاہلیت میں اُنکو طاہرہ کہتے تہے۔ نسب عالی اور مال وافر رکہتی تہیں + حضرت کا اول نکاح خدیجہ ہی سے ہوا اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت کی ۲۵ سال تہی ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑہا + جتنی اولاد آنحضرت کی ہوئی خدیجہ سے ہوئی سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تہے۔ نکاح مکہ میں ہوا۔ انکی حیات میں حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا +

دنیا بھر میں سب سے پہلے خدیجہ حضرت پر ایمان لائیں اور تصدیق کی۔ اُنہوں نے سب سے پہلے اپنے مال سے حضرت کی مدد کی۔ حضرت فرمایا کرتے تہے کہ چار عورتیں بہشت میں سب سے بزرگ ہیں۔ مریم بنت عمران مادر عیسیٰ۔ خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم زن فرعون +

حضرت عایشہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر ایسا حسد نہیں آیا جتنا خدیجہ پر۔ اگرچہ جب میں حضرت کے نکاح میں آئی خدیجہ زندہ نہتیں کیونکہ حضرت اُنکے مرنیکے بعد اُنکو اکثر یاد کیا کرتے تہے کبہی ایسا کیا کرتے تہے کہ گوسفند ذبح کرکے اُسکے پارچے خدیجہ کی سہیلیوں کو بہیجا کرتے تہے اور میں مارے حسد کے حضرت سے کہتی تہی کہ گویا سوائے خدیجہ کے کوئی عورت دنیا میں ہے ہی نہیں۔ جواب میں آنحضرت فرماتے تھے اُس میں بہت سی عمدہ صفتیں تہیں اور میرے اولاد اُسی سے پیدا ہوئی۔ ایک دفعہ حضرت نے خدیجہ کو یاد کیا مینے رشک سے کہا کہ اُس قریش کی بڑھیا کو یاد کئے جاؤ گے کہ بڑھاپے سے اُسکے دانت بھی منہ میں نہ رہے تھے۔ اور اپنی عمر گذار چکی تہی اور حقتعالی نے اُسکی عوض میں اُس سے بہتر آپ کو عنایت کی ہے۔ حضرت ایسے غضبناک ہوئے کہ پیشانی کے بال ہلنے لگے اور فرمایا قسم خدا کی کہ اُس سے بہتر کوئی عورت خداوند تعالی نے مجھے نہیں دی۔ وہ مجھپر ایمان لائی جبکہ تمام لوگ کافر تھے اور میری تصدیق کی جب کہ سب مجھے جھٹلاتے تھے اور (اپنے مال سے) میری مواساۃ کی اسوقت جبکہ سب لوگ مجھے محروم رکھتے تھے اور خدا نے مجھے اُس سے فرزند عطا کئے۔ عایشہ کہتی ہیں اُسوقت سے مینے اپنے دل میں بچار لیا کہ آیندہ کبہی خدیجہ کو بدی سے یاد نکرونگی + خدیجہ نے ماہ رمضان سال دہم بعثت میں وفات پائی اور مقبرہ حجون میں دفن ہوئیں اسوقت انکی عمر ۶۵ سال کی تھی آنحضرت کمال ملول و محزون ہوئے (روضۃ الاحباب)

(۲) سودہ بنت زمعہ (بن قیس بن عبد الشمس بن عبد ود) از نسل عامر بن لوی۔ کنیت ام الاسود۔ انکی والدہ شموس بنت قیس از نسل لبید خداش + سودہ مکہ میں اوائل بعثت میں مسلمان ہوئی تہیں۔ پہلے اپنے چچازاد سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تہیں اور اُس سے ایک بیٹا مسمی عبد الرحمن جنی تہیں جو جنگ جلولا میں شہید ہوا۔ سودہ نے سکران کے ساتھ حبشہ میں ہجرت بہی کی تہی۔ بعد مدت مکہ میں آکر رہنے لگیں جب اُنکا شوہر مرگیا تو دسویں سال بعثت میں خدیجہ کی وفات کے بعد (عایشہ کے نکاح سے پہلے) سودہ سے آنحضرت نے نکاح کیا

اور آٹھویں سال ہجری میں طلاق دینے کا ارادہ کیا سودہ نے عاجزی کی اور کہا کہ مجھ سے آپ کچھ سروکار نہ کیجئے مجھے اب شوہر کی خواہش نہیں رہی ہے آپ میری باری میں بھی عائشہ ہی کے پاس رہا کیجے مگر طلاق نہ دیجے تاکہ قیامت کے روز آپ کی زوجات میں محشور ہوں۔ حضرت اپنے ارادہ سے باز رہے۔ ان سے ۵ حدیثیں مروی ہیں (روضۃ الاحباب)

(۲۳) **عائشہ بنت ابوبکر** کنیت ام عبداللہ۔ انکی ماں کا نام امّ رومان بنت عمیر۔ بڑی علامہ فقیہہ۔ فصیحہ۔ فاضلہ اور عقلمند تھیں۔ حضرت کی محبوبہ تھیں۔ مکہ میں ۶ برس کی عمر میں شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ہجرت سے ۳ سال پہلے آنحضرت سے نکاح ہوا اور ۹ برس کی عمر میں زفاف واقع ہوا۔ اور ابھی تک گڑیاں کھیلتی تھیں۔ آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنے عہد میں دیگر زوجات کا دس دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار کیونکہ وہ حضرت رسول کی سب سے زیادہ محبوبہ تھیں۔ انکی مرویات کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں۔ صحابہ و تابعین میں سے اکثر لوگ عائشہ سے روایت کرتے ہیں +

وفات شب سہ شنبہ ہفتدہم ماہ رمضان ۵۸ھ ہجری جبکہ عمر ۶۶ سال کی تھی۔ بقیع میں دفن ہوئیں[ل] (روضۃ الاحباب) مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں منقول ہے کہ ۵۶ھ میں معاویہ بن ابوسفیان یزید کی بعیت لینے کیواسطے مدینہ گیا اور حسین بن علی اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو رنج پہنچایا صدیقہ نے زبان ملامت و اعتراض اسپر کھولی۔ معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا اور اسکا منہ خاشاک سے بند کیا اور کرسی آبنوس اُسپر رکھی پھر صدیقہ کو اپنے یہاں دعوت میں بلایا اور اُس کرسی پر بٹھایا یہانتک کہ وہ کنوئیں میں جا پڑیں اور معاویہ نے کنوئیں کا منہ چونے سے مضبوط کر دیا اور مدینہ سے مکہ چلا گیا[ع] +

اسماء الرجال مشکوۃ میں ہے کہ نکاح کے ۱۸ مہینہ بعد ماہ شوال ۲ھ میں مدینہ میں زفاف واقع ہوا۔ مگر اسپر سبکا اتفاق ہے کہ وقت زفاف ۹ برس کی عمر تھی اور ۹ برس حضرت کے ساتھ رہیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی ۵۸ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی جبکہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا (رجال مشکوۃ)

نوٹ حضرت عائشہ میں رشک اور کھساہٹ کی عادت تھی۔ خدیجہ سے تو اسقدر حسد کہ اگرچہ خدیجہ خود زندہ تھیں مگر خدیجہ کی بیٹی فاطمہ اور داماد علی سے ہمیشہ نفرت اور کراہت رکھتی تھیں۔ تمثیلاً۔ تاریخ الخمیس اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ درمیان دولتخانہ جناب سیّدہ و جناب رسولخدا جسمیں عائشہ رہتی تھیں ایک کھڑکی تھی اور اس راہ سے اکثر آنحضرت بھی آیا جایا کرتے اور ہر دفعہ خیریت حسنین و جناب سیّدہ و جناب امیر دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آدھی رات کو بی بی عائشہ اس کھڑکی سے جناب سیدہ کے ہاں آئیں اور لڑائی لڑنے لگیں اس گفتگو سے جناب سیدہ کو اسقدر ملال ہوا کہ خود رسول اللہ سے عرض کیا یا حضرت اس دریچہ کو بند کرا دیجے پس آنحضرت نے وہ دریچہ بند کرا دیا۔

شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ نے اسماء بنت عمیس سے وصیت کی کہ عائشہ کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا +

ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الصلوۃ میں لکھتے ہیں (اس حدیث کی شرح میں کہ عائشہ نے کہا کہ رسول خدا عباس اور ایک شخص پر تکیہ کرکے مسجد میں تشریف لائے) کہ وہ دوسرا شخص علی تھا اور یہ کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ عائشہ کا دل ذکر خیر علی سے خوش نہیں ہوتا تھا۔ اور زہری کی روایت ہے کہ عائشہ اسکی

ل کتاب المعارف میں ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ "وفات کے وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپکو رسول اللہ کی قبر کے قریب دفن کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا نہیں میں نے حضور انور کے بعد بعض نئی باتیں (احداث) کی ہیں اس لئے مجھکو میری بہنوں کے پاس دفن کرنا چنانچہ وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔ عبداللہ بن زبیر اُنکے وصی تھے۔ ع اوکلی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی مضمون لکھا ہے۔ پہلی روایت میں ہے کہ بقیع میں دفن کیگئیں اور دوسری میں ہے کہ معاویہ نے ایک

کنوئیں میں زندہ درگور کر دیا۔ یہ اختلاف اسطرح رفع ہو سکتا ہے کہ پہلے عائشہ کسی بیماری میں مبتلا ہوئیں قریب بمرگ پہنچ گئی ہونگی اُسوقت بقیع میں دفن [illegible]

قدرت نہیں رکھتی تہیں کہ علی کو بخیر یاد کریں اسکا نتیجہ جنگ جمل وغیرہ کے واقعات ہیں۔ جب حضرت علی کی وفات کی خبر عایشہ کو پہنچی تو علامہ دمیری حیات الحیوان میں لکھتے ہیں کہ عایشہ نے اس شعر کو پڑہا فالقت عصاہا فاستقر بہا النوی کما قر عینا بالایاب المسافر ۔ (معنی) ڈالدیا اُس نے اپنا عصا اور جا ئے اطمینان ملگئی جیسا کہ مسافر کا دل منزل پر پہنچ جانے کے بعد خوش ہوتا ہے۔ علامہ دمیری کہتے ہیں کہ القا عصا سے کنایہ ہے حصول اطمینان سے محاورہ عرب ہو کہ جب کوئی جای اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور کل امور اُسکے درست ہو جاتے ہیں تو اُسکو القی عصا کہتے ہیں کہ عصا اپنا ڈالدیا ۔

پس اس شعر سے مسروری جناب عایشہ کی ثابت ہوئی - ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامہ اور تاریخ ابو الفدا - اور روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام حسن کے واسطے ایک قبر رسول اللہ صلعم کی قبر کے قریب کہو دیگئی اور جنازہ اُن جناب کا اُسپر لاکر رکھا گیا مگر دفن کرنے سے پہلے حضرت عایشہ کو اس بات کی خبر لگ گئی وہ ایک خچر پر سوار ہوکر اُس مقام پر پہنچیں جناب امیر کے شیعہ غل کرنے لگے اور کہا کہ کبھی تو اونٹ پر بیٹھکر جناب امیر سے لڑتی ہو اور کبھی خچر پر سوار ہوکر پیغمبر خدا کے نواسے کے جنازہ پر جھگڑتی ہو اور دفن نہیں کرنے دیتیں - بہت کوشش کی مگر مفید نہ ہوئی کیونکہ لوگ دو گروہ ہوگئے اور ایک دوسرے کیطرف تیر پھینکنے لگے یہانتک کہ چند تیر جنازہ میں بھی لگے اسوقت جناب امام حسین اُس وصیت کے موافق جسکا پہلے ذکر ہوا جنازہ کو گورستان بقیع میں لیگئے -

مدارج النبوۃ میں بذیل قصہ تزویج اسما بنت النعمان بن ابی الجون درج ہے کہ جب حضرت رسول اللہ نے اُن سے عقد کیا اور دولتسرا ئے میں لائی گئیں تو ازواج کو بڑا رشک ہوا کیونکہ نہایت حسین وجمیل تہیں - اُنکے حسن وجمال کا آوازہ تمام مدینہ میں مشہور ہوگیا تہا - اُسوقت ان ازواج نے یہ ترکیب سوچی کہ اُنکو رم پٹی دیکر فریب دینا چاہیے - چنانچہ پہلے اُنہوں نے حضرت کے سامنے بڑی خوشی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مطمئن کیا بعدہ اُس نوعروس کے ساتھ محبت کا برتاؤ شروع کیا جب ہر طرح اُسپر اپنی محبت جتائی تو بی بی عایشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم انکے مہندی لگاؤ ہم کنگہی چوٹی کرتے ہیں اس حالت میں بکمال دردمندی وخیر خواہی یہ تعلیم کیا کہ جب حضرت تشریف لاویں اور قصد کریں تو تم اعوذ باللہ منک کہنا اس سے حضرت بہت خوش ہونگے چنانچہ جب حضرت اندرون حجرہ تشریف فرما ہوئے تو اُس سادہ لوح نے بنا بر تعلیم ہر دو معلمہ کاملہ عایشہ و حفصہ وہی لفظ کہے جسپر حضرت فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بڑی پناہ مانگی جا اپنی قوم وقبیلہ سے ملحق ہو اور ابو اسید سے کہا اسے پہنچا آؤ - بعد اسکے لوگوں نے خبر دی کہ یا حضرت ان ازواج عایشہ وحفصہ نے یہ فکر کیا ہے حضرت نے فرمایا انہن صواحب یوسف وان کیدہن عظیم یعنے یہ عورتیں حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی ساتھیوں سے ہیں اور انکا کید بڑا عظیم ہے انتہی ۔

(۴) **حفصہ بنت عمر** (بن خطاب) ماں کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب - حفصہ پہلے خنیس بن حذافہ کی بیوی تہی خنیس مہاجرین حبشہ اور حضار غزوہ بدر سے تھے - خنیس نے واقعہ بدر یا واقعہ احد کے بعد وفات پائی - رسول صلعم سے سال دوم یا سوم میں نکاح ہوا - آنحضرت سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان سے انکا نکاح کرنا چاہا تھا مگر اُنہوں نے نامنظور کیا تہا - نقل ہے کہ کسی افشای راز پر آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تہی - بعد میں حضرت عمر کے کہنے سے) رجعت کی - ولادت حفصہ ۵ سال قبل از بعثت - وفات میں اختلاف ہے ۴۱ یا ۴۵ یا ۴۷ یا ۵۰ ہجری کی روایت ہے - عمر ۶۰ سال - انکی مرویات کتب متداولہ میں ۶۰ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۵) زینب بنت خزیمہ بن الحارث - پہلے طفیل بن حارث بن عبد المطلب کی زوجہ تہیں اس نے طلاق دی تو اُسکے بہائی عبیدہ بن حارث نے اُن سے شادی کرلی - عبیدہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے اور قول مرجح یہ ہے کہ

عبداللہ بن جحش نے ان سے شادی کی وہ بھی جنگ احد میں شہید ہوئے۔ پس رمضان سال سوم ہجرت میں آنحضرت نے نکاح کر لیا ۳ یا ۸ ماہ حضرت کے گھر میں رہ کر ربیع الثانی سال چہارم ہجری میں وفات پائی ام المساکین انکا لقب ہے (روضۃ الاحباب)

(۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ حذیفہ یا سہل بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی | انکا اصل نام ہند تھا آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ پہلے ابو سلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد کی بیوی تھیں اور یہ حضرت کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا ثویبہ کا دودھ آنحضرت اور ام سلمہ دونوں نے پیا تھا۔ ابو سلمہ سے ام سلمہ کے چار بچے تھے۔ زینب۔ سلمہ۔ عمر۔ درہ۔ ابو سلمہ اور ام سلمہ نے حبشہ کی بھی ہجرت کی تھی اور وہاں سے آکر مدینہ میں ہجرت کی تھی۔ ابو سلمہ نے جنگ احد میں ایک زخم کھایا تھا جس کے باعث بعد مدت وفات پائی ابو سلمہ کے انتقال کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اُن سے خواستگاری کی ام سلمہ نے منظور نکیا شوال سال چہارم ہجرت میں حضرت نے ان سے عقد کیا۔ زینب بنت خزیمہ کا مکان (جسمیں انہوں نے وفات پائی تھی) رہنے کو ملا۔ ازواج رسول میں سب سے آخر انہوں نے عہد یزید میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سنہ ۶۱ھ میں وفات پائی۔ جب خبر قتل امام حسین پہنچی تو اہل عراق پر لعنت کی بقیع میں دفن ہوئیں عمر ۸۴ سال۔ مرویات ۳۷۸ +

(۷) زینب بنت جحش بن رئاب | اصل نام برہ تھا حضرت نے زینب نام رکھا۔ کنیت ام الحکم۔ ماں کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب جو پھوپھی تھیں رسول اللہ کی۔ انکا اول نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ چونکہ اُن بن رہتی تھی زید نے انکو طلاق دیدی اور ماہ ذیقعدہ سنہ ۵ھ میں آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا۔ اسی موقع پر آیہ حجاب نازل ہوئی +

(نوٹ) زید کو حضرت نے متبنیٰ کر لیا تھا اور حضرت ہی نے زینب کا نکاح زید سے کیا تھا۔ درخواست کے وقت زینب نے چاہا تھا کہ حضرت اپنے واسطے درخواست کی ہے مگر بوقت نکاح اگرچہ حضرت کے سمجھانے سے مان گئیں تاہم بظاہر زید کے ساتھ اَن بن رہی۔ کئی دفعہ اُس نے طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر حضرت نے روک روک دیا ناچار جب کسی طرح گذارا نہ ہوا تو زید نے طلاق دیدی اور بعد گذرنے عدت کے آنحضرت نے زید کی معرفت اپنا پیام دیا اور نکاح ہو گیا

ڈیونپورٹ انگریزی مورخ اپنی کتاب اپولوجی فور محمد میں لکھتا ہے۔ "اصل حقیقت یہ ہے کہ اشاعت اسلام سے بہت پہلے سے اہل عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہدیتا تھا تو پھر اُس سے جماع نہیں کر سکتا تھا۔ یا اگر کسی لڑکے کو بیٹا کہدیتا تھا تو اُس لڑکے کو اصلی بیٹے کے حقوق حاصل ہوجاتے تھے۔ اب قرآن نے ان دونوں رسموں کو منسوخ کر دیا۔ محمد اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ایسا ہی اپنے آزاد کردہ زید بن حارثہ کو جسے متبنیٰ کیا تھا بہت چاہتے تھے۔ زینب کی شادی زید سے کردی تھی۔ چونکہ دونوں میں موافقت نہ تھی زید نے طلاق دینی چاہی محمد نے بہت کچھ سمجھایا کہ ایسا نکرے مگر آخر زید نے طلاق دے ہی دی۔ محمد کو خیال ہوا کہ مینے ہی زینب کی شادی زید سے کی تھی اور اس طلاق کا الزام مجھ ہی پر رہیگا پس زینب کو روتا پیٹتا دیکھکر صرف یہی علاج مناسب سمجھے کہ اُس سے خود نکاح کر لیں۔ حالانکہ حضرت کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اہل وطن اپنی رسم کے موافق مجھپر اعتراض کرینگے مگر سوا اسکے چارہ بھی نہ تھا + تعدد ازواج کے بارہ میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ شہوت رانی کا زور بعد چالیس برس کے نہیں رہتا۔ آنحضرت نے جتنے نکاح اور کئے ہیں وہ سب خدیجہ کی وفات کے بعد جب حضرت کی عمر پچاس برس کی ہوچکی تھی اسلیئے حضرت کا متعدد نکاح کرنا بنظر شہوت پرستی نہ تھا بلکہ بغرض خاص مصلحتوں کے خدا کے حکم سے تھا" +

عائشہ کہتی ہیں کہ کوئی عورت زینب سے زیادہ دین میں خیر اور متقی اور سچی اور صلہ رحم بجا لانیوالی اور زیادہ صدقہ دینے والی نہیں ہوئی۔ وفات سنہ ۲۰ھ میں عمر ۵۳ سال۔ مدفن بقیع۔ حضرت کے بعد آپ ہی نے وفات پائی

سب سے پہلے انہوں ہی نے وفات پائی - مرویات ۱۱ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۸) جویریہ بنت الحارث بن ابوضرار | اصل نام برّہ حضرت نے جویریہ نام رکھا - پہلے اپنے چچازاد مسافع بن صفوان کی بیوی تھی - جب وہ جنگ مریسیع میں مارا گیا مسلمانوں نے قید کر لیا پھر آزاد کیا - حضرت نے شعبان سال پنجم یا رمضان سال ششم ہجری میں ان سے عقد کیا وفات مدینہ میں سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۶ھ میں عمر ۶۵ سال مرویات ۷ حدیث

(۹) ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ | اصل نام رملہ یا ہند - ماں کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس - عثمان بن عفان کی پھوپھی ام حبیبہ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھی اوائل اسلام میں دونوں نے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی - وہیں حبیبہ انکی لڑکی پیدا ہوئی - اور وہیں عبیداللہ عیسائی ہو گیا - اور سنہ ۶ھ میں شراب پیتا مر گیا تھا حضرت نے معرفت نجاشی بادشاہ حبشہ کے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا اور سنہ ۷ھ میں ام حبیبہ مدینہ میں آکر شرف مصاحبت حضرت سے ممتاز ہوئی سنہ ۴۲ھ یا سنہ ۴۴ھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی - مرویات کتب متداولہ میں پینسٹھ ۶۵ حدیث +

(۱۰) صفیہ بنت حیّ بن اخطب | یہود بنی نضیر سے نسل ہارون علیہ السلام سے تھیں اول سلام بن مشکم کی بیوی تھیں جب دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے اپنی زوجیت میں لیا - کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا یہ قید ہو کر آئیں حضرت نے اپنی زوجیت میں لیا - منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا - اسوقت انکی ۱۷ سال کی عمر تھی - عائشہ اور حفصہ انکو ستاتی رہتی تھیں آنحضرت نے دونو کو دھمکا دیا - صفیہ کی وفات سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۲ھ میں ہوئی - مدفن گورستان بقیع - مرویات دس حدیث +

(۱۱) میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن حزم | ماں کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حرب بنی حمیر سے یا بنی کنانہ سے - اصل نام برّہ حضرت نے بدلکر میمونہ رکھا - میمونہ کی بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ - عباس عم پیغمبر کی زوجیت میں تھی - یہ دونو حارث سے تھیں - میمونہ کے ماں نے اول شوہر جو کیا تھا - عمیس خثعمی اُس سے ایک اسماء بنت عمیس تھی کہ اول جعفر بن ابوطالب کی اور اُنکے بعد ابوبکر کی اور ابوبکر کے بعد حضرت علی کی زوجیت میں آئی - اور دوسری سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ کی زوجیت میں تھی اور تیسری زینب بنت عمیس شداد بن الہاد کے بیوی تھی - میمونہ زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمر ثقفی کے بیوی تھی دونو میں مفارقت واقع ہوئی اور ابورہم بن عبد العزیٰ یا حویطب بن عبد العزیٰ یا عبدیالیل بن عمرو کے نکاح میں آئی اور شوہر ثانی کی وفات کے بعد میمونہ ذیقعد سال ہفتم ہجری میں عمرۂ قضاء سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت کی زوجیت میں آئیں اور منزل سَرِف میں[1] جو مکہ کے قریب ہے زفاف واقع ہوا بعد میں اسی مقام پر میمونہ کا انتقال بھی ہوا اور وہیں دفن بھی ہوئیں[2] - سنہ وفات سنہ ۶۳ھ یا سنہ ۵۱ھ ہے یا سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۶ھ پس اگر سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۲ھ میں وفات ہوئی تو سب سے آخر زوجات میں سے انکا انتقال ہوا نہ کہ ام سلمہ کا - مرویات ۷۶ احادیث +

ان گیارہ عورتوں سے حضرت نے نکاح کیا ہے اسپر سب کا اتفاق ہے - ان میں سے خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ حضرت کی حیات میں اور باقی ۹ بعد میں مریں - نوٹ علاوہ ازیں آنحضرت نے اسماء بنت النعمان ابی الجون الکندیہ سے نکاح کیا مگر زفاف سے پہلے اُسکے قبیلہ میں واپس بھجوا دیا - یہ نہایت خوبصورت تھیں انکے باپ نے انہیں حضرت کے پاس مدینہ بھجوایا تھا - وہ اہل کندہ کا سردار تھا امہات المومنین کے رشک نے انکو طلاق دلوائی تھی جیسا حضرت عائشہ کے حال میں لکھا جا چکا ہے (دیکھو مدارج النبوت و روضۃ الاحباب) +

[1] مکہ سے دس میل پر [2] میمونہ کی ایک بہن ام خالد لبابہ صغریٰ ولید بن مغیرہ کے نکاح میں تھی +

علاوہ ان ۱۱ ازواج کے ۴ کنیزیں بہی حضرت کی زوجیت میں تہیں +

(۱) ماریہ[1] قبطیہ بنت شمعون کہ مقوقس بادشاہ اسکندریہ مصر نے بطور ہدیہ حضرت کو بہیجی تہی - ان سے ابراہیم پیدا ہوئے وفات ماریہ سنہ ۱۶ ہجری میں - مدفن گورستان بقیع (روضۃ الاحباب)

(۲) ریحانہ بنت زید بن عمرو - بنی نضیر یا بنی قریظہ کی بندیوں میں آئی تہیں - حضرت نے سنہ ۶ھ میں آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا بعض اُن کو کنیزوں میں اور بعض ازواج میں داخل کرتے ہیں - وفات بقول حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں اور بقول خلافت حضرت عمر میں - پہلے قول کو ترجیح ہے - مدفن بقیع (روضۃ الاحباب)

(۳) ایک کنیزک جمیلہ نام جو بندیوں میں آئی تہی + (۴) ایک کنیزک جو زینب بنت جحش نے آنحضرت کو دی تہی +

فصل پنجم اولاد[2] آنحضرت

حضرت کے تین بیٹے تھے اور ۴ بیٹیاں - سوائے ابراہیم کے کہ ماریہ قبطیہ سے تہے باقی سب اولاد حضرت خدیجہ سے تہی +

قاسم[3] بعثت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے دو سال کی عمر میں مرگئے - حضرت کا پہلوٹھی کا لڑکا - اسی کے نام سے حضرت کی کنیت ابو القاسم ہوئی - عبد اللہ[4] جو طیب و طاہر کے نام سے مشہور ہیں مکہ میں قبل بعثت پیدا ہوئے طفولیت ہی میں مرگئے - ابراہیم[5] مدینہ میں سنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے - پیدائش کے ساتویں دن حضرت نے عقیقہ کیا بکرا ذبح کیا سر مُنڈوایا - بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کی - ڈیڑہ سال کی عمر میں سنہ ۱۰ ہجری میں ابراہیم کا انتقال ہوگیا - قبر بناکر اُسپر پانی ڈالا گیا اسلام میں یہ اول قبر ہے جسپر پانی ڈالا گیا +

زینب[6] سنہ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئیں اپنی خالہ ہالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد الشمس سے قبل بعثت بیاہی گئیں - بعد بعثت اگرچہ اسلام اُس کافر سے زینب کو علیحدہ کرتا تہا مگر حضرت مکہ میں مغلوب تہے جدا نکرسکے ابو العاص کو جنگ بدر میں مسلمانوں نے گرفتار کیا - زینب نے اُسکی زر خلاصی کے طور پر وہ قلادہ (گلوبند) جو اُنکو خدیجہ نے دیا تہا مکہ سے مدینہ بہیجا - حضرت کو وہ قلادہ دیکہکر خدیجہ یاد آئیں بہت روئے - واپس کردیا اور ابو العاص کو چھوڑدیا مگر کہدیا کہ مکہ جاکر زینب کو ہمارے پاس بہیجدیجو - کہ اسلام اور کفر نے تم دونوں میں جدائی ڈالدی ہے ابو العاص نے مکہ جاکر وعدہ پورا کیا - کچھہ عرصہ کے بعد محبت اسلام ابو العاص کے دل میں پیدا ہوئی مدینہ میں آکر مسلمان ہوا حضرت نے بروایت ابن اثیر اُسی پہلے نکاح پر زینب کو محرم سنہ ۷ھ میں اُسکے حوالہ کیا - اور بقولے تجدید عقد کیا - زینب کے ابو العاص سے ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ نام پیدا ہوئی - علی نے قریب بہ جوانی انتقال کیا - اور امامہ سے جناب فاطمہ کی وفات کے بعد

---

[1] انکے ساتھ انکی بہن سیرین کو بہی بہیجا تہا جسے آنحضرت نے حسّان بن ثابت کو دیا جس سے عبد الرحمن بن حسان پیدا ہوا +

[2] یہ فصل حبیب السیر سے لکہی گئی ہے - صاحب حبیب السیر لکہتے ہیں کہ صاحب اعلام الوریٰ اور بعض دیگر سالکان مذہب امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت کی سوائے جناب فاطمہ کے کوئی لڑکی نہیں ہوئی - زینب اور رقیہ اور ام کلثوم خدیجہ کے ساتھ آئی تہیں اور وہ حضرت کی دختران ربیبہ ہیں - اور ظاہر کلام مولف کشف الغمہ کا (جو شیعہ تھے) اس باب میں موافق مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ جب اُنہوں نے حضرت علی کی بیویوں اور اولاد کو گنایا ہے تو لکہا ہے کہ محمد اوسط کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تہی جو زینب بنت رسول اللہ کے شکم سے تہی اور اسی طرح عتیق بن عائذ مخزومی سے اور ابو العاص سے جو اولاد ہوئی اُسمیں زینب اور رقیہ اور ام کلثوم کا ذکر نہیں کیا والعلم عند اللہ - مولف کہتا ہے کہ شیعہ انکے ثبوت میں یہ بہی پیش کرتے ہیں کہ اگر سب صاحبزادیاں آنحضرت ہی کی ہوتیں تو جس طرح رسول اللہ جناب فاطمہ کی تعظیم کرتے تہے اور لڑکیوں کی بہی کرتے اور جسطرح فرمایا کرتے تہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے دوسری لڑکیوں کو بہی فرماتے اور جسطرح بیشمار فضائل جناب فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کی زبانی کتب فریقین میں مرقوم ہیں اُسیطرح دیگر صاحبزادیوں کے بہی ہوتے حالانکہ نہیں ہیں [3-6] نام بہ نمبر بلحاظ ترتیب پیدائش دیے گئے ہیں +

حسب وصیت جناب فاطمہ حضرت علی نے نکاح کیا - زینب کا انتقال سنہ ۸ھ میں ہوا +
رقیہ[۱] سنہ ۳۳ عام الفیل میں پیدا ہوئیں قبل بعثت - عتبہ بن ابولہب سے بیاہی گئیں - جب آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے تو زفاف واقع ہونے سے پہلے ابولہب نے بیٹے سے کہکر طلاق دلادی اور رقیہ کا بعد میں عثمان بن عفان سے نکاح کردیا گیا اور ان دونوں زن وشوہر نے ہجرت حبشہ کی - اسی ہجرت کے زمانہ میں حبشہ میں عثمان سے عبداللہ پیدا ہوا جب اسکی عمر ۶ سال کی ہوئی تو ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری - اُسکے صدمہ سے بیمار ہوکر ہلاک ہوگیا[۱] - رقیہ کا انتقال سنہ ۲ھ میں ہوا اور ابتک حضرت غزوہ بدر سے مدینہ واپس نہیں پہنچے تھے +
ام کلثوم - اصل نام آمنہ - رقیہ کے بعد سنہ ۳۵ یا سنہ ۳۶ عام الفیل میں پیدا ہوئیں - قبل بعثت عتیبہ بن ابولہب سے عقد ہوا ابولہب نے زفاف واقع ہونے سے پہلے طلاق دلوادی - رقیہ کی وفات کے بعد سنہ ۳ھ میں حضرت عثمان سے بیاہی گئیں - ان سے اُنکے کوئی اولاد نہ ہوئی - ام کلثوم نے سنہ ۹ھ میں انتقال کیا +
فاطمہ زہرا[۲] سیدۃ النساء - تمام علماء وفضلاء کا اتفاق ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کو سب اولاد سے زیادہ عزیز تہیں - کل اولاد سے شرف ذات - محاسن صفات علو مرتبت اور سمو منقبت میں ممتاز ومستثنے تہیں - کشف الغمہ میں لکھا ہے (اور تاریخ الخمیس میں بھی ہے) کہ ابن خشاب نے تاریخ موالید ووفات اہل بیت سید کائنات میں اپنی اسناد سے ابی جعفر محمد بن علی الباقر رض سے نقل کیا ہے کہ پیدایش فاطمہ رض ظہور نبوت اور نزول وحی کے پانچ سال بعد ہوئی اور ۱۸ سال ۷۵ دن کی عمر میں انتقال کیا اور بروایتے سن عزیز اُنکا ۱۸ سال ایک ماہ ۱۵ دن تہا - مکہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۸ سال کی عمر تک رہیں پھر مدینہ میں حضرت کے ساتھ ہجرت کرکے ۱۰ سال تک رہیں - تلقیح ابن جوزی میں مذکور ہے کہ ولادت فاطمہ رض پنج سال قبل از بعثت واقع ہوئی روضۃ الاحباب میں اس باب میں دو روایتیں مذکور ہیں - اول وہی جو تلقیح سے نقل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنہ ۴۱ عام الفیل میں وہ جناب پیدا ہوئیں - اور اس کتاب میں وفات فاطمہ رض شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان سنہ ۱۱ھ کو لکہی ہے پیغمبر صلعم کی وفات کے ۶ ماہ بعد - بقولے تین ماہ اور بروایتے ۷۲ روز - اور ایک فرقے کے نزدیک ۷۵ روز اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ۴۰ روز - اول قول صحیح تر ہے - روضۃ الاحباب کی دونوں روایتوں کی رو سے عمر جناب فاطمہ کی ۲۸ یا ۲۲ سال ہوتی ہے - سنہ ۲ ہجری میں جناب فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح ہوا اسوقت بروایت اہل سیر عمر حضرت فاطمہ کی ۱۵ سال کی تہی

[۱] بعض مورخین نے وقت وفات عبداللہ کی عمر دو ہی سال کی لکہی ہے مگر سنہ وفات عموماً سبنے سنہ ۴ھ ہی لکہا ہے - اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ حبشہ میں پیدا نہیں ہوا تہا سنہ ۲ھ ہم اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ سنی وشیعہ میں متفق علیہ ہے - کشف الغمہ میں سالکان طریقۃ الائمہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شب معراج کو بہشت کے درخت سے ایک خرما میں نے تناول کیا جو مسکہ سے زیادہ نرم تہا اور شہد سے میٹھا - اور اُس خرمے سے نطفہ میری پشت میں بنا جب زمین پر آیا خدیجہ سے نزدیکی کی - اُنکو فاطمہ کا حمل رہا - اس سبب سے جب بہشت کی خوشبو سونگھنی چاہتا ہوں تو فاطمہ کے پاس جاتا ہوں اور اُسے سونگھتا ہوں - ملا کمال الدین حسین واعظ نے روضۃ الشہداء میں روضۃ الواعظین شیخ مفید سے نقل کیا ہے کہ جب خدیجہ کو فاطمہ کا حمل رہا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تو لڑکی جنے گی اُسکا نام فاطمہ رکھنا کہ پاکیزہ اور بابرکت نام ہے - جب وضع حمل کا وقت قریب پہنچا تو اپنے کنبہ کی بعض عورتوں کو بلایا کہ موافق دستور کے بینی میں مدد دیں اُنہوں نے چونکہ خدیجہ سے اس سبب سے کہ ناراض تہیں کہ اُنہوں نے پیغمبر خدا سے نکاح کرلیا تہا آنا منظور نہ کیا - اس سے خدیجہ کو کمال ملال ہوا - ناگاہ چار عورتیں مشابہ زنان بنی ہاشم کے خدیجہ کے پاس آئیں - خدیجہ کو اُن کیطرف سے توہم ہوا اُن میں سے ایک نے کہا ڈرتی کیوں ہے خدا تعالی نے ہمکو تیرے پاس بہیجا ہے اور ہم تیری بہنیں ہیں - میں سارہ (زوجہ ابراہیم) ہوں اور دوسری مریم بنت عمران (مادر عیسی) ہے اور تیسری کلثوم خواہر موسی اور چوتہی آسیہ زن فرعون ہے اور یہ تیری (دیکھو صفحہ ۱۸۰)

بعض کے نزدیک ۵ھ اسقاط اور بعض کے نزدیک آٹھ سال ۹ھ صحاح اخبار میں وارد ہو کہ حضرت عایشہ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے سب سے زیادہ پیغمبر خدا کو کون عزیز تھا جواب دیا فاطمہ رض۔ کہا مردوں میں سے۔ جواب دیا شوہر اُسکا۔ اور نیز حضرت عایشہ منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے فصاحت کلام اور سکینہ اور وقار اور بیٹھنے اور اُٹھنے میں فاطمہ سے کسیکو رسول خدا سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ جب فاطمہ پیغمبر خدا کے پاس آتیں حضرت کھڑے ہو جاتے اور بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اور جب جناب رسالت پناہ فاطمہ کے گھر جاتے فاطمہ اُسی طرح اپنے والد بزرگوار سے پیش آتی تھیں۔ نیز درجہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ فاطمہ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی ومن اغضبہا فقد اغضبنی۔ یعنے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۸۶) بہشت میں رفیق ہونگی۔ پس یہ چاروں داہنے بائیں آگے پیچھے خدیجہ کے بیٹھ گئیں یہانتک کہ فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اور اسوقت اس مولود سے اتنا نور چمکا کہ مکہ کے مکانوں کو اُس نور نے احاطہ کر لیا۔ اور زمین کے مشرق اور مغرب میں کوئی ایسا گھر نہ رہا جو اُس نور سے روشن نہوا ہو پھر دس حوریں خدا تعالی نے جنت سے بھیجیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق (آفتابہ) آب کوثر کا اور ایک طشت تھا جو عورت خدیجہ کے سامنے بیٹھی تھی اُس نے فاطمہ کو اُٹھا کر اُس پانی سے نہلایا اور خوشبودار سفید کپڑا نکالکر اُسمیں فاطمہ کو لپیٹا۔ اور ویسا ہی دوسرا کپڑا ایک بطور مقنعہ سر پر ڈالا اور کہا لے لے خدیجہ۔ وہم نکر۔ کہ برکت اس لڑکی میں ہے اور اسکی نسل میں (اور دوسری عورتوں نے خدیجہ کو مبارکباد دی۔ خدیجہ نہایت خوشی اور بہجت کے ساتھ فاطمہ کو لیلیا۔ جب حضرت پیغمبر خدا آئے تو اُنکی قرۃ العین کو اُنکی گود میں دیا اور حضرت نے فاطمہ نام رکھا۔ اور ام محمد کنیت مقرر کی جناب فاطمہ کے القاب۔ مبارکہ۔ طاہرہ۔ زکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ۔ محدثہ۔ بتول۔ زہرا۔ امام یحیی ناطق جعفر صادق رضو سے مروی ہے کہ حضرت مقدس نبوی نے ایک دن فاطمہ سے کہا اے فاطمہ آیا جانتی ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں ہے؟ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے وجہ تسمیہ کے پوچھنے میں سبقت کی۔ حضرت نے جواب دیا لانہا فطمت ہی وشیعتہا عن النار (اس سبب سے کہ وہ اور اُسکے شیعہ نار جہنم سے الگ ہیں) + اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ بتول کے کیا معنے؟ جواب دیا کہ بتول وہ عورت ہے جسے حیض نہ آتا ہو۔ پس تحقیق حیض مکروہ ہے انبیاء کی بیٹیوں میں + مروی ہے کہ سیدۃ النساء جناب فاطمہ کو زہرا جو کہتے ہیں امام محمد باقر سے سوال کیا گیا پس فرمایا ان اللہ خلقہا من نور عظمتہ فلما اشرقت اضاءت السماوات والارض بنورہا وغشیت ابصار الملائکۃ وخرت الملائکۃ للہ ساجدین وقالوا الہنا وسیدنا ما ہذا النور فاوحی الیہم ہذا نور من نوری اسکنتہ فی سمائی وخلقتہ من عظمتی اخرجہ من صلب نبی من انبیائی افضلہ علی جمیع الخلائق واخرج من ذلک النور ائمۃ یقومون بامری ویہدون الی حقی واجعلہم خلفائی فی ارضی بعد انقضاء وحی۔ یعنی بتحقیق اللہ نے پیدا کیا اسکو (فاطمہ کو) اپنی عظمت کے نور سے۔ پس جب وہ نور طلوع ہوا تو اسکی چمک سے زمین و آسمان روشن ہوگئے اور آنکھیں ملائکہ کی بند ہوگئیں۔ اور گر پڑے ملائکہ سجدہ سے میں اور عرض کی کہ بارالہا اے سردار ہمارے! یہ نور کیسا ہے۔ پس وحی کی اللہ نے طرف اُنکے کہ یہ نور میرے نور میں سے ہے کہ ساکن کیا میں نے اسکو آسمان میں اور پیدا کیا اسکو اپنی عظمت سے نکالوں گا اسکو اپنے ایک نبی کی پشت سے جسے میں تمام خلایق پر افضل کرونگا۔ اور اُس نور سے ایسے امام پیدا کرونگا جو میرے امر کو قایم رکھیں گے (یا میرے امر پر قایم رہیں گے) اور میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور کرونگا میں اُنکو اپنا خلیفہ اپنی زمین میں بعد اسکے کہ وحی منقضی (یعنے بند) ہو جائیگی (حبیب السیر) + تنبیہ اُن اماموں سے جنکا اس حدیث میں ذکر ہے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں جن میں سے سوائے علی ع کے باقی گیارہ حضرت فاطمہ کی اولاد ہیں۔ اُنکے نام یہ ہیں۔ علی ع حسن ع حسین ع۔ زین العابدین۔ محمد باقر۔ جعفر صادق۔ موسی کاظم۔ علی رضا۔ محمد تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری۔ مہدی آخر الزمان علیہم السلام یہی وہ بارہ امام ہیں جن کی پیشین گوئیاں رسالتمآب صلعم سے کتب فریقین میں درج ہیں۔ دیکھو ینابیع المودت۔ مودۃ القربے وغیرہ

لے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب فاطمہ کے لیے خواستگاری کی تھی مگر آنحضرت نے یہ کہکر انکار کیا کہ میں وحی کا منتظر ہوں پھر حسب الوحی حضرت علی سے نکاح کر دیا ۵ھ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔

جس نے اُسے ستایا اُس نے مجھے ستایا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ بعض اخبار میں ایسا آیا ہے ان اللہ لیغضب بغضب فاطمۃ ویرضی لرضاہا۔ بتحقیق اللہ غضبناک ہوتا ہے فاطمہ کے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے اُسکے راضی ہونے سے +

پیغمبر خدا کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ جب خیر البشر کسی سفر کو جاتے تھے تو فاطمہ زہرا سے سب سے آخر میں وداع ہوتے تھے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا بتول عذرا سے ملاقات کرتے تھے + اور کشف الغمہ میں بطریق ابن عرفہ ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی بطنان عرش سے منادی کریگا کہ اے اہل محشر اپنے سر نیچے کرلو۔ اور آنکھیں بند کرلو یہانتک کہ فاطمہ صراط پر سے گذر جائیں۔ پس گذریں گی فاطمہ کے ساتھ ہزار حوریں بطور جاریہ کے۔ اور ابو سعید خدری سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ خیر النساء اہل الجنۃ الا ماکان من مریم بنت عمران (فاطمہ زنان جنت میں سوائے مریم بنت عمران کے سب سے بہتر ہے) اور کتب فریقین میں متعدد طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ جب آیہ کریمہ وآت ذا القربیٰ حقہ (دے قرابت وار کو حق اُسکا) نازل ہوئی تو خواجۂ کائنات سے مزرعۂ فدک کو فاطمہ زہراؑ کو دیدیا۔ اور امیر المومنین ابو بکر نے اپنے اوائل ایام خلافت میں اُس مزرعہ کو مع تمام متروکات سید کائنات کے داخل بیت المال کیا اور پھر جناب فاطمہ کو نہ دیا۔ اور نیز متروکات سید کائنات سے کچھ بھی بتول عذرا کو نہ دیا[2] + ارباب اخبار بیان کرتے ہیں کہ جب فاطمہ علیہا السلام رسول اللہ صلعم کی مصیبت میں گرفتار ہوئیں تو صبح سے شام اور شام سے صبح تک اسقدر گریہ وزاری اور نالہ و بیقراری کرتی تھیں کہ اہل مدینہ اُنکی گریہ سے تنگ آگئے اور عرض کی کہ اے دختر پیغمبر خدا اگر آپ دن کو روتی ہیں تو رات کو چپ رہا کیجئے تاکہ ہم کو بھی آرام پہنچے اور اگر رات کو روتی ہیں تو دن کو خاموش رہا کیجئے کہ ہمیں بھی آسایش حاصل ہو اور امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ فرمایا بہت رونے والے دنیا میں پانچ ہوئے ہیں ۔ا اول آدم کہ بہشت سے نکالے جانے کے بعد اسقدر روئے کہ دو نالیاں اُنکے رخسار و نیز پیدا ہو گئیں۔ دوسرے یعقوبؑ کہ فراق یوسف میں اتنا روئے کہ آنکھونکی بینائی جاتی رہی۔ تیسرے یوسف کہ زندان میں مفارقت یعقوبؑ سے اسقدر روئے کہ قیدی تنگ آگئے تھے۔ چوتھے فاطمہؓ کہ فراق خیر الانام میں اسقدر روئیں کہ اہل مدینہ نے اُنکو پیغام دیا کہ اے قرۃ العینین خواجۂ کونین لقد اذیتنا بکثرت بکائک (بہ تحقیق کہ آپ کے رونے کی کثرت سے ہم ایذا پاتے ہیں) اُسوقت سے بتول عذرا راتوں کو مقابر شہداء میں جاکر رویا کرتی تھیں[3] - پانچویں امام چہارم (حضرت زین العابدین) کہ بسبب مصیبت کربلا کے ہمیشہ آنسو بہاتے تھے۔ یہانتک کہ کبھی کھانا اُس امام عالی مقام کے آگے نہ رکھتے تھے کہ آنسوؤں سے تر نہ ہوتا ہو۔ امام عالی مآثر محمد باقر سے مروی ہے کہ فرمایا بعد وفات حضرت سید الانبیاء کے کسی نے فاطمہ کو مرتے دم تک ہنستا نہ دیکھا +

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم ایک پشم کی چادر اوڑھے ہوئے گئے حسن بن علی پاس آئے اُنکو اُس چادر میں لیلیا۔ پھر حسین ابن علی آئے اُن کو بھی چادر کے نیچے لیلیا۔ پھر فاطمہؓ

[1] بخاری اور مسلم میں سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء المومنین اور مستدرک حاکم میں سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء المومنین و سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء ہذہ الامۃ لکھا ہے دار یح المطالب ص ۴۲۸ [2] قضیۂ فدک کو ہم نے آگے کسیقدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے

[3] حضرت علی نے بقیع میں ایک مکان جناب فاطمہ کے رونے کے واسطے بنا دیا تھا جو بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے اور جہاں جناب سیدہ صبح سے جاکر دن بھر رویا کرتی تھیں اور شام کو حضرت علی اُنکو گھر لے آتے تھے۔ (حبیب السیر و تاریخ المصطفے وغیرہ)

اور علی آئے اُنکو بھی اُس میں لیلیا اور پھر اُن چاروں کی شان میں فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (سوائے اسکے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کئے ہوئے ہے کہ تمسے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اے اہل بیت اور تمکو پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا) اور پھر فرمایا انا حرب لمن حاربہم وسلم لمن سالمہم (جو اُن سے لڑا وہ مجھ سے لڑا جس نے اُن سے صلح رکھی اُس نے مجھ سے صلح رکھی) مروی ہے کہ آنحضرت جناب علی اور فاطمہ کے گھر پر آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا +

ایک دن رسول اللہ صلعم جناب فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا ایک موٹا جامہ پہنے ہوئی بیٹھی ہیں آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ اے فاطمہ آج دنیا میں مشقت اور تنگی پر صبر کرو تاکہ کل قیامت کے دن بہشت کی نعمتیں تمہارے لئے ہوں +۔ شیخ نجم الدین عمر نسفی اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلعم جناب فاطمہ زہرا کے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ فاطمہ محزون وملول بیٹھی ہیں اور روتی ہیں۔ پوچھا کہ محزون وملول کیوں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ بطور حکایت روتی ہوں نہ بطور شکایت تین دن سے ہمارے گھر میں کھانا نہیں ہے۔ حسن اور حسین بیتاب ہو کر مارے بھوک کے روتے تھے مجھے اُنکے رونے پر رونا آیا اور علی بھی روتے تھے۔ اور آپ سے ہمنے پوشیدہ رکھا تھا۔ مگر آج حسن اور حسین سے ایسی بات سُنی کہ مجھے طاقت نہ رہی کہ ضبط کروں، کہنے لگے کوئی بچہ بھی ایسا ہوگا جیسے کہ ہم ہیں یہ سنکر جہاں مجھپر اندھیر ہوگیا۔ بابا جان آپ کیا فرماتے ہیں اگر بندہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مناجات میں گستاخی کرے تو عیب تو نہیں ہے۔ فرمایا نہیں کچھ عیب نہیں ہے۔ اے فرزند خدا تعالیٰ بندوں کی گستاخی کو دوست رکھتا ہے۔ فاطمہ گئیں اور غسل کیا اور ایک گوشہ میں نماز کو کھڑی ہوئیں نماز سے فارغ ہو کر دعا کی اور ہاتھ اُٹھائے۔ اور روئیں اور کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ عورتوں میں پیغمبر کی سی طاقت نہیں ہوسکتی اگر تجھکو میرے باپ کے ساتھ (معاملہ کرنے میں) کوئی بھید ہے مجھکو اُس بھید کی (برداشت کی) طاقت نہیں ہے یا تو مجھے طاقت دے یا اس بلا سے راحت دے یہ کہکر بیہوش ہوگئیں۔ جبریل نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اُٹھو۔ فرمایا کیا ہوا۔ عرض کیا کہ فاطمہ نے فرشتوں کو رُلا رکھا ہے۔ اُسکی خبر لیجے خواجہ عالم تشریف لائے اور بیٹی کو دیکھا کہ بیہوش پڑی ہیں اُنکا سر زمین سے اُٹھایا اور گود میں لیا فاطمہ کو ہوش آیا اُٹھیں اور مثل شرمندہ کے گردن جھکا کر ہو بیٹھیں۔ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ نحن قسمنا پڑھا کرو اور خدا تعالیٰ کو قسام سمجھو تاکہ مشقتیں تمپر آسان ہو جائیں۔ پھر اپنا دست مبارک اُنکے سینہ پر رکھا اور کہا خداوندا اسکو بھوک سے محفوظ رکھ۔ فاطمہ فرماتی ہیں کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کی تکلیف نہ معلوم ہوئی +

نقل ہے کہ جناب فاطمہ چند روز بیمار رہیں جسدن انتقال ہوگا۔ علی مرتضیٰ کسی کام کو باہر گئے ہوئے تھے۔ سلمیٰ سے جو پیغمبر خدا کی آزاد کردہ تھی پانی تیار کرایا اچھی طرح غسل کیا پھر اپنے جامہائے پاک کو طلب کیا اور پہنے۔ بچھونا بچھوا کر قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دایاں ہاتھ منہ کے نیچے رکھکر لیٹ گئیں اور کہا کہ اے سلمیٰ اب میں اس دنیا سے جاتی ہوں مینے غسل کر لیا ہے چاہیئے کہ کوئی مجھکو برہنہ نکرے۔ یہ کہکر انتقال کر گئیں۔ جب علی تشریف لائے تو کمال محزون ہوئے اور اُسی غسل سے دفن کیا۔ محمد بن سعد کاتب واقدی نے اپنی طبقات میں اور صاحب کشف الغمہ نے مسند احمد بن حنبل سے اسیطرح نقل کیا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ بعد وفات اسما بنت عمیس نے حسب وصیت غسل دیا۔ حسنؑ اور حسینؑ پانی لیجاتے اور ڈالتے تھے۔ اور زار زار روتے جاتے تھے +

نقل ہے کہ جب علی مرتضیٰ نے آکر دیکھا کہ فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو فرمایا کہ اے بنت رسول اللہ آنحضرت کی وفات کے بعد

لہ اسی سبب سے ان چاروں کو آل عبا کہتے ہیں۔

تمسے اپنے دل کو تسکین دیتا تہا - اب تمہارے بعد کس سے تسکین دونگا - اُورُ اُنکی مفارقت پر بہت روئے اور یہ دو بیتیں ارشاد فرمائیں - ~~ لکل اجتماع من خلیلین فرقہ - وکل الذی غیر الفراق قلیل + وان افتقادی فاطما بعد احمد دلیل علے ان لا یدوم خلیل + وفات جناب فاطمہ بروز سہ شنبہ پچہتر روز بعد وفات سرور کائنات - بقیع میں بوقت شب دفن کی گئیں - مرویات کتب متداولہ میں ۱۸ احادیثیں +

اولاد - صاحب حبیب السیر نے ابن اسحق اور لیث بن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور علی کے ۷ اولاد ہوئیں حسن - حسین - محسن - زینب - ام کلثوم - رقیہ - انمیں سے محسن اور رقیہ نے صغرسن میں وفات پائی - آنحضرت کی نسل حسن اور حسین سے قایم ہوئی فقط انہیں دونوں کی اولاد کا نام سید ہے +

قضیۂ فدک ~~ فدک ایک قریہ ہے مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے - پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تہا سنہ ہجری میں جو خیبر کے قلعے حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو فدک کے باشندوں نے ڈر کر صلح کی درخواست کی - حبیب السیر و معارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے علی کو بہیجا اور مصالحہ اُن حضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا - اِس طریق سے کہ علی اُنکے خون سے درگذر کریں اور باغہائے دیواری خاص رسول اللہ صلعم سے متعلق رہیں اور چونکہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص رسول اللہ کا مال ہوا - پس جب جبرئیل آیہ وآت ذا القربی حقہ (اے رسول قرابت دار کو اُسکا حق پہنچا دو) لیکر نازل ہوئے تو حضرت نے پوچہا کہ میرے ذوی القربی کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور اُنکا حق باغ فدک ہے - فدک فاطمہ کے حوالہ کر دو - اور جو کچھہ حصہ خدا اور رسول کا اُسمیں ہے وہ بہی فاطمہ کو دیدو - آنحضرت نے جناب سیدہ کو بلایا اور فدک اُنکو عنایت کیا (نیز دیکھو کنز العمال اور در المنثور) اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھدیا کہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تہا + غرضکہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تہا اور وہ فدک پر قابض تہیں - جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے فدک کو ضبط کر لیا اور اموال فی و خمس کو اُنپر بند کر دیا جناب سیدہ نے حضرت ابو بکر سے داد خواہی کی نوشتہ پیش کیا - اُسوقت حضرت عمر بہی حضرت ابو بکر کے پاس تھے دونوں نے جناب فاطمہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور وثیقہ کا خیال نہ کیا - بلکہ حضرت عمر نے اُس وثیقہ کو پہاڑ ڈالا اور جناب فاطمہ سے گواہ طلب کیے - جناب فاطمہ نے اپنی کنیز ام ایمن - جناب علی - حسنین اور ام کلثوم کو پیش کیا - مگر انکی شہادت دربار خلافت میں مقبول نہ ہوئی حسنین اور ام کلثوم بوجہ صغرسنی رد کر دیے گئے - علی اور ام ایمن سے نصاب گواہان پورا نہ ہوا ایک مرد یا ایک عورت کی کسر باقی رہ گئی - جب اسماء بنت عمیس کو شریک کرکے نصاب پورا کیا گیا

ل صاحب روضۃ الاحباب یہ بہی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور تمام اشراف صحابہ حضرت علی پر خفا ہونے لگے کہ ہمیں کیوں خبر نکی جو ہم بہی اُنپر نماز پڑھکر شرف حاصل کرتے - علی نے عذر کیا کہ میں نے اُنکی وصیت کے سبب سے ایسا کیا تہا ~~ محسن کا حمل اسقاط ہو گیا تہا - اسپر علمائے شیعہ کا اتفاق ہے - اور بعض علمائے اہل سنت نے بہی لکہا ہے (دیکھو نزہۃ المجالس) ملل و نحل ص ۵۷ میں شہرستانی نے لکہا ہے کہ نظام کہتا ہے کہ حضرت عمر نے لات ماری بطن فاطمہ علیہا السلام پر یہانتک کہ محسن اُنکے بطن سے نکل پڑے - ~~ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکہا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہائے آب رواں اسمیں جاری ہیں اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اسکے فراوان ہیں - صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے اہل فدک سے ۲۴ ہزار دینار سالانہ پر (جو ایک لاکھہ ۴۴ ہزار روپیہ ہندوستانی رائج الوقت ہوتا ہے) مقاطعہ کیا - مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اسکی آمدنی میں غیر معمولی ترقی ہو گئی تہی - چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت ۴۰ ہزار دینار کو پہنچ گئی تہی ~~ فخر الدین رازی نے لکہا ہے جب فاطمہ نے کہا کہ باغ فدک مجھے رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت مجہکو معلوم نہیں اسکے علاوہ اختلاف الروایات ~~ انسان العیون ~~ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا (دیکھو صفحہ ۱۹۱)

تو حضرت ابوبکر فدک کی واگذاشت پر راضی ہوگئے مگر عمرؓ مانع ہوئے اور کہا فاطمہ ایک عورت ہے اور علیؓ اسکا شوہر ہے اُس نے اپنے فائدہ کے لئے گواہی دی۔ باقی رہیں دو عورتیں اُنکی گواہی اندروے شرع کافی نہیں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی اس بات کو مانا اور یہی جواب فاطمہؓ کو دیدیا پس فاطمہؓ رنجیدہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ تم دونو کی شکایت رسولخدا سے کرونگی۔ اور قریب وفات حضرت علی کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں تاکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آپکے جنازہ پر نہ آنے پائیں۔ یہ روایت تاریخ آل عباس کی صاحب نہج المتین نے نقل کی ہے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھکو دو تو حضرت ابوبکر نے فرمایا النبی لایورث (نبی کا ورثہ نہیں ہوا کرتا) جناب فاطمہ نے فرمایا کیا سلیمان نے داؤد کا ورثہ نہیں پایا"۔ ابوبکر نے غضبناک ہو کر فرمایا نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ پس جناب فاطمہ نے ارشاد کیا "کیا زکریا نے خدا سے یہ دعا نہیں کی فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل داؤد" (پس عنایت کر مجھکو ایک ولی جو وارث ہو میرا اور آل داؤد کا) پس فرمایا جناب ابوبکر نے نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ جناب فاطمہ نے پھر فرمایا "کیا خداتعالیٰ نہیں فرماتا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (اللہ تمکو وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ پسر کا حصہ دختر سے دوگنا ہے) یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ نبی کی اولاد کا ورثہ نہیں ہوتا"۔ حضرت ابوبکر نے پھر یہی جواب دیا کہ نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ القصہ اس قضیہ میں درمیان امیرالمومنین علی و فاطمہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے جیسا کہ بعض کتب مبسوط میں مذکور ہے بہت کچھ گفت وشنید واقع ہوئی اور ابوبکر صدیق نے فدک اہل بیت کو واپس نہ دیا۔ اور نیز متروکات جناب سید کائنات سے کچھ بھی جناب فاطمہ کو نہ دیا اور یہ معاملہ جمہور کے نزدیک نہایت عجیب و غریب ہے +

الغرض جب ہبہ اور ورثہ دونو میں جناب فاطمہ کے کسی دعوی کی سماعت دربار خلافت میں نہ ہوئی تو مقنعہ سر پر ڈالکر اور اپنے کو چادر سے محفوف کرکے چند زنان بنی ہاشم کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف لائیں جہاں مہاجرین اور انصار حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں ڈالدیا گیا۔ اور جناب سیدہ نے مہاجر و انصار کے سامنے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ سنی اور شیعہ دونو نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ اہل تسنن میں سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں درج کیا ہے اور احمد بن طاہر نے کتاب بلاغات النساء میں چند سطریں اسکی دی ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ کے لغت لمہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے اور زمخشری نے فائق لغت ہنبثہ میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں اُسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور شیخ رحمۃ اللہ نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ میں اسکی اصلیت ظاہر کی ہر بوجہ موافقت صحیحین ہے۔ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اسکے چند فقرے نقل کئے ہیں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ علمائے شیعہ سے علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ سے نقل کیا ہے۔ سید مرتضیٰ نے کتاب شافی میں۔ شیخ صدوق نے علل الشرائع میں اور نیز شیخ مفید اور احمد بن ابی طالب طبرسی نے کلاً وجزءً اس خطبہ کو روایت کیا ہے۔ اس خطبہ کے چند فقروں کا ہم ترجمہ لکھتے ہیں +

بعد حمد وصلواۃ آپ فرماتی ہیں "اے بندگان خدا تم مخاطبان امر و نہی اسلام حاملان حلال و حرام دین حجۃ الانام اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۰) خلاف قاعدہ شرع تھا۔ اسلئے کہ جناب فاطمہ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں۔ والقبض دلیل الملک (اور قبضہ ملکیت کی دلیل ہے) اور اس حدیث کے موافق کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے) گواہ حضرت ابوبکر کو لانے چاہیئے تھے کہ وہ مدعی تھے نہ کہ حضرت فاطمہ سے طلب کرنے +

اُمنائے خدا و رسول ہو۔ کہ دین اسلام کو اپنی بعد کی نسلوں اور آیندہ اُمتوں تک پہنچاؤ۔ پس ڈرو خدا سے اور اُسکی اطاعت کو واجب جانو۔ تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ اور بحالت کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہ دختر رسول ہوں نہ جھوٹ کہتی ہوں نہ غلط۔ نہ کوئی فعل میرا خلاف حق ہے۔ پیغمبر خدا میرے باپ تھے نہ تمہاری عورتوں کے۔ میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے نہ تمہارے مردوں کے۔ حضرت نے تبلیغ رسالت کی۔ جہاد کیا بتوں کو توڑا۔ مشرکوں کے سرگروہوں کو ہلاک کیا یہانتک کہ دین حق ظاہر ہوا۔ تم لوگ بسبب کفر و شرک کے جہنم کے گڑھے کے کنارہ تھے اور ذلیل و خوار کہ ہر شخص تمپر حکومت کرنیکا ارادہ کرتا تھا۔ سڑا ہوا پانی پیتے تھے۔ جس میں پیشاب اور مینگنیاں اونٹ کی ملی ہوئی ہوتیں۔ درختوں کے پتے چباتے نہایت ذلت میں بسر کرتے تھے ہر وقت ڈرتے تھے کہ کوئی دھاوا نہ کر بیٹھے۔ خدا نے تمکو ان بلاؤں سے بذریعہ محمدؐ کے نجات دی۔ جب کوئی معرکہ جہاد قایم ہوا حضرت نے اپنے بھائی علی کو بھیجا جنہوں نے مونہہ نہیں موڑا اور آتش فساد کو سرد کیا۔ اُنکے سرکشوں کو پامال کیا اور اعلائے دین خدا میں کسی رنج و تعب کی پروا نہ کی۔ یہ علی وُہی ہیں جو رسول اللہ سے کسیوقت جدا نہ ہوتے تھے جنہوں نے اطاعت رسول پر کمر محکم باندھی تھی۔ اور خلایق کی خیر خواہی پر آمادہ تھے تم لوگ ان حالتوں میں امن سے تھے۔ عیش کرتے آرام مناتے تھے۔ اور ہر وقت ہم لوگوں کی بلا و مصیبت کی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو تمہارے دلوں میں کفر و شقاق کا کانٹا چبھنے لگا۔ آثار عصبیت و نفاق ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ لوگ باتیں سنانے لگے جو تلوار کے خوف سے چھپے تھے چند گمنام جو سب سے زیادہ ذلیل تھے ظاہر ہوئے اور شیطان کی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اُسکے بہکانے سے تم اہل حق پر غضبناک ہو گئے دوسروں کا حق اپنے گھر لیجانے لگے۔ حالانکہ ابھی رسول اللہ قبر میں اُتارے نہیں گئے تھے تم نے بہانہ کیا کہ بخوف فتنہ ایسا کیا۔ حالانکہ خود فتنے میں پڑے۔ اور جہنم محیط ہے کافروں پر۔ افسوس تم اور تدبیر اُمت کرو۔ تم اور دین و ملت کے محافظ بنو۔ دیکھو شیطان تمکو کہاں لیجاتا ہے۔ تم نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا۔ بس اتنا صبر تمنے کیا کہ خلافت باطل تمہاری مضبوط ہو جائے پھر تو آگ لگانا تمنے شروع کیا اور بدعت فتنہ کی چنگاریاں چھوڑنے لگے۔ انوار دین خدا کو بجھانے لگے۔ سنت پیغمبر کو محو کرنے لگے۔ دینداری کے پردہ میں دین کو مٹاتے ہو اور بدعت جاہلیت کو زندہ کرتے ہو۔ اور رسول اللہ کا کینہ اُنکی اہل بیت سے نکالتے ہو ہمارا صبر ایسے حال میں ویسا صبر ہے کہ جیسے کسیکے جگر میں چھری چبھو دو۔ اور نیزہ اُسکے پیٹ میں توڑ دو۔ اور وہ صبر کرے۔ تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ہمکو وراثت نہیں پہنچتی (ترجمہ آیہ) کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو کون ہے خدا سے بہتر حکم کرنیوالا صاحبان یقین کے لئے"۔ کیا حقیقت میری نہیں جانتے۔ ضرور جانتے ہو۔ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ اے مسلمانو! کیا میں محروم کردی جاؤنگی وراثت سے اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا خدا کی کتاب میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ (ترجمہ آیہ) عجب افترا باندھا ہے تونے خدا پر کیا قصداً تونے کتاب خدا پر عمل کرنا ترک کیا۔ کیونکہ خدا تو فرماتا ہے۔ ورث سلیمان داؤد (وارث ہوئے سلیمان داؤد کے) اور قصہ حضرت یحییٰ بن زکریا میں کہتا ہے۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب (میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو) واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ (قرابت مند لوگ اولی ہیں بعض اُنکے بعض سے کتاب خدا میں) اور فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (خدا تمکو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کے لئے مثل حصہ دو عورتوں کے ہے) اور دوسری آیہ میں فرماتا ہے کہ اگر مال چھوڑے تو وصیت

اور والدین اور قرابت مندوں کے لئے ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ میرا کوئی حصہ نہیں باپ کی وارث نہیں کیا خدا نے تمکو کسی آیہ میراث سے خاص کیا ہے اور ہمکو اور ہماری باپ کو اُس سے نکالدیا ہے۔ کیا میں اپنے باپ کے مذہب پے نہیں۔ یا تمکو عام وخاص قرآن کا علم میرے باپ اور میرے ابن عم (علی) سے زیادہ ہے۔ اے ابوبکر آجکی دن میرا حق بغیر کسی جھگڑے کے بیفکری سے لیلے تو بروز حشر خدا اُس کا تجھ سے حساب لے۔ اور محمد باز پرس کریں۔ قیامت میں تو زیانکار ہوگا اور ندامت نفع نہ دیگی (آیہ) ہر بات کے واسطے ایک قرارگاہ ہے اور عنقریب جانلوگے کہ کس پر عذاب ہوگا۔ عذاب رسوا کرنے والا اور نازل ہوگا عذاب دردناک"۔ اسکے بعد انصار کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے بہادرو کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا کہ ہر شخص کی رعایت اُسکی اولاد میں کرو۔ کتنا جلد تم بدعت اور احداث پر راضی ہوگئے ہم پر ظلم وستم ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔ اے بنی قبیلہ کیا میراث میری ہضم ہو جائیگی۔ تمہارے پاس ہتھیار موجود ہیں کیوں مشرک ہو بعد ایمان کے۔ (آیہ) "کیوں نہیں لڑتے ہو اُس قوم سے جس نے عہد توڑ دیا۔ قصد کیا کہ رسول کو نکالدیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ابتدائً قتال کی تھی۔ کیا ڈرتے ہو ان سے۔ خدا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر ہو ایمان والے" +

جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ اب تم میں راحت پسندی آگئی مستحق خلافت کو نکالکر چین سے بیٹھے ہو علم دین جو گلے تک پہنچا تھا اُسکو تم نے تھوک دیا۔ (آیہ) "پس اگر کافر ہو جاؤ تم یا جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب (تو کچھ پروا نہیں) خدا غنی وحمید ہے" + میں جانتی ہوں تم میری مدد نہ کروگے۔ دلمیں درد والم کے بخارات جمع تھے اسوجہ سے مینے ظاہر کیا اسقدر کہکر حجت کو بتمام تمام کیا کہ قیامت کے دن کوئی عذر نکرو۔ لیلو۔ لیجاؤ میرے حق کو جس سے دائمی ننگ وعار اور غضب خدائے قہار کے مستحق ہو۔ خدا تمہاری کرتوتوں کو دیکھتا ہے (آیہ) اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ کس جگہ اُلٹے پلٹے جائیں گے"۔ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ ہم بھی جو حق سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اور انتظار کرو عذاب کا جیسا ہم انتظار کرتے ہیں ثواب کا"۔ (یہ خلاصہ مطلب ہے خطبہ لمہ کا جو کشف الغمہ سے ترجمہ کیا گیا ہے) +

الغرض بعد اختتام خطبہ جناب ابوبکر نے جواب میں فرمایا کہ تم سیدۃ النساء اور دختر خاتم الانبیاء ہو۔ نیکبخت ہر وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت ہے وہ جو تم سے دشمنی کرے وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر وہی حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث مانع استرداد فدک بتاکر کہا کہ مینے اسکی آمدنی کو بصلاح واتفاق مسلمین تجہیز لشکر اور سامان حرب جہاد کے لئے رکھا ہے۔ تم کو ہرگز نہیں دیسکتا۔ ہاں میرا مال موجود ہے اُسپر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو۔ تمہارے باپ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا فدک نہیں دیسکتا۔ جناب فاطمہ نے فرمایا "یہ سب تمہارا مکر وفریب ہے کہ سب جمع ہوگئے ہو اور رسول اللہ پر تہمت لگاتے ہو مگر تمہارے نفسوں نے تمہیں کو فریب دیا ہے پس صبر کرنا ہی بہتر ہے اور اس امر پر جو تم بیان کرتے ہو خدا ہی مستعین ہے"۔ (اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ فدک نہ دینے پر فاطمہ غضبناک ہوگئیں ابوبکر سے اور مرتے

ف علمائے شیعہ لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں جناب سیدہ کی یہ تمام کد وکاوش اس غرض سے تھی کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ کمال ستم رسیدہ ہیں ورنہ وہ مال وجائداد کی اپنے یا اپنی اولاد کے واسطے کچھ پروا نہ رکھتی تھیں وہ تو تنگی وفاقہ ... بسر کرنیکی عادی تھیں۔ اسیطرح حضرت علی کو جسقدر قلق خلافت نہ ملنے پر ہوا وہ سب درد دین سے تھا اور اپنی مظلومیت ومحرومیت ظاہر کر کے لئے محبت اور طلب استعانت کرتے تھے۔ وہ حضرت کمال شوق ورغبت ہدایت خلق کی رکھتے اور ہدایت کی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پاکر یا ممکن چاہتے تھے اور جنگ وجدل سے استکراہ اسلیئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ چنانچہ بروایت استیعاب علی مرتضی خود فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول ہمنے خیال کیا کہ ہم حضرت کے اہل بیت اور اُنکے ولی ہیں کوئی حضرت کی سلطنت میں ہم سے منازعت نکریگا مگر ہماری قوم نے غیروں کو خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ پڑجانے کا خیال نہ ہوتا اور یہ کہ کفر عود کر آئیگا اور دین غیروں کا ہو جائیگا (تو ہم بتادیتے) پس ہمنے اس سختی پر صبر کیا (استیعاب جلد اصٹ)

دم تک اُن سے بات نہ کی) بعد ازاں رسول خدا کے روضہ پر تشریف لائیں اور قبر انور پر جاکر اپنے تئیں گرا دیا اور بروایت مسعودی اشعار درد آگین بادل حزین پڑھتی تھیں کہ ایک شعر اُنمیں کا یہ ہے ؎ انا فقدناک فقد الارض وابلہا - واختل قومک فاشہد فقد نکبوا ٭ (اے پدر بزرگوار آپ کا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہی جیسا کہ زمین سے باران رحمت کا دور ہونا - تمہاری قوم و قبیلہ میں خلل و خرابی نے راہ پائی - آؤ اور اُنکو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے) بعدہ اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی +

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ مشکل ترین قضایا قضیہ فاطمہ زہرا ہے - کیونکہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جاہل تھیں اس حدیث (نحن معاشر الانبیاء) سے جو ابوبکر نے بیان کی تو بعید ہے فاطمہ سے - اور اگر ہم یہ التزام کریں کہ شاید فاطمہ کو آنحضرت سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ابوبکر سنکر اور صحابہ کی شہادت اُسپر ہونے پر کس لئے قبول نہ کی - اور غضبناک ہوئیں - اور اگر اُنکا غضبناک ہونا اس حدیث کے سننے سے پہلے تہا تو سننے کے بعد غصہ کیوں نہ جاتا رہا - یہانتک طول کھینچا غصہ نے کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت کی + مؤلف کہتا ہے کہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال (مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے) اور جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے بقیۂ عمر مہاجرت کی - دونوں میں سے کسکو کیا کہیں - بڑا مشکل معاملہ ہے +

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ مینے علی بن فارقی شافعی مدرس مدرسہ غربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہ راستگو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں - مینے کہا ابوبکر نے پھر فدک کیوں نہیں دیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں - یہ سُنکر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اُسکے جواب میں کہا حالانکہ صاحب ناموس و متدین شخص تہا اور مزاح و تمسخر اُسکے مزاج میں کمتر تہا وہ کلام لطیف یہ ہے کہ "اگر ابوبکر آج اُنکے دعوی کی تصدیق کرکے فدک اُنکے حوالہ کر دیتے تو کل وہ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی کرتیں - اور اُن کو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتے کس دلیل سے اُنکے دعوی کو رد کرتے کسلئے کہ جب فدک کے بارے میں اُنکا دعوی بغیر گواہوں کے قبول کر لیتے تو ان کا تمام دعوی بلا گواہ قبول کر لینے پڑتے اور سب جگہ اُنکی صداقت کا قائل ہونا پڑتا" انتہی +

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق اور صحیح ہے - ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے +

؎ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک جناب فاطمہ کو نہ دیا - جب عمر خلیفہ ہوئے اور ملک مسر فتح ہوئے اور مسلمانوں کو تونگری حاصل ہوگئی تو حضرت عمر نے اپنے اجتہاد سے فدک وارثان رسول اللہ کو ہبہ کر دیا پس علی اور عباس میں اُسکی بابت جھگڑا ہوتا تہا علی تو کہتے تہے کہ رسول اللہ نے فاطمہ کو ہبہ کیا ہے اور عباس اس سے انکار کرتے تہے اور کہتے تہے کہ وہ رسول اللہ کی ملکیت ہے اور میں اُسکا وارث ہوں یہ دونو حضرت عمر کے سامنے اپنا مقدمہ لاتے تہے حضرت عمر اُنکا فیصلہ چکانے سے انکار کرتے اور فرماتے تہے تم دونو ہی اپنا حال خوب جانتے ہو مینے تو وہ تم دونو کے حوالہ کر دیا پس تم دونو میں سے ایک قلت معرفت سے جو کچھہ ہی دیکھ وہ دوسر الیلے (حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو بروایت ابو الفدا فدک مروان کو جاگیر میں دیا پس فدک آل مروان کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ) جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اپنے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کے حوالہ کر دیا جائے پس عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فدک اولاد فاطمہ (امام محمد باقر وغیرہ) کے قبضہ میں رہا - یزید بن عبدالملک نے ضبط کر لیا اسوقت سے بنی اُمیہ ہی کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوا اور اُس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے حوالہ کر دیا جو اُسکی آمدنی اولاد علی میں تقسیم کر دیا کرتے تہے - منصور خلیفہ ہوا اور بنی حسن نے اُسپر خروج کیا تو اُس نے ضبط کر لیا - مہدی بن منصور نے پھر بحال کر دیا موسی ہادی خلیفہ ہوا تو ضبط کر لیا یہانتک کہ مامون خلیفہ ہوا اور اولاد علی نے اپنا قاصد طلب فدک میں اُسکے پاس بھیجا - پس بروایت معجم البلدان جلد ششم صفحہ ۳۴۳ اور فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۰ سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ فدک بنی فاطمہ کو دیا جائے باقی صفحہ ۱۹۵

باقی صفحہ ۱۹۵

فصل ششم

(۱) کاتبان آنحضرت صلعم — صاحب حبیب السیر روضۃ الاحباب سے لکھا ہے کہ حضرت کے ۴۳ کاتب تھے۔

(۱) علی ابن ابیطالب۔ کاتب وحی۔ صلح ناموں کا لکھنا خاص حضرت علی سے مخصوص تھا کسی اور سے نہ لکھواتے تھے۔

(۲) عثمان بن عفان۔ کاتب وحی۔

(۳) ابی بن کعب — حضرت علی اور حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں ان دونوں میں سے کسی سے وحی لکھواتے تھے۔
(۴) زید بن ثابت — اور اگر ان چاروں میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تھا تو کتاب اصحاب میں سے جو کوئی حاضر ہوتا تھا اس سے لکھواتے تھے

علاوہ انکے زبیر بن العوام و جہیم بن الصلت کاتب اموال و صدقات کیلئے مقرر تھے ہمیشہ لکھتے تھے کہ زکوۃ کہاں سے حاصل ورکس طرح صرف ہوئی۔ حذیفہ بن الیمان کاتب خرص نخیلات تھے۔ اور مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے۔ اور زید بن ارقم بادشاہوں کے نام مکتوب لکھا کرتے تھے۔

(۲) عمال جنکو سپرد کیا گیا تھا صدقات — (۱) عبدالرحمن بن عوف ۔۔۔ صدقات بنی کلب پر (۲) عدی بن حاتم صدقات بنی طے پر۔ (۳) عیینہ بن الحصین صدقات تمیم پر (۴) ایاس بن قیس اسدی بنی اسد پر (۵) ولید بن عقبہ بنی مصطلق پر۔ (۶) حارث بن عوف مزنی بنی مرہ پر (۷) مسعود بن رخیل اشجعی اشجع پر (۸) عبداللہ بن غطفان بنی عبس پر۔ (۹) عجم بن سفیان عذرہ پر (۱۰) سلامان ذبلی و جہینہ (۱۱) وعباس بن مرداس بنی سلیم پر (۱۳) لبید بن الحاجب قبیلہ دارم پر (۱۴) عامر بن مالک بن جعفر بنی عامر بن صعصعہ پر (۱۵) سعد بن مالک و عوف بن مالک النضری وضحاک بن سفیان کلابی بنی کلاب پر۔

(۳) خادم — ۲۷ تو مرد ۱۱ عورتیں۔ انمیں سے مشہور یہ ہیں (۱) انس بن مالک دس سال حضرت کی ملازمت میں رہے (۲) ربیعہ بن کعب۔ آب وضو کی ترتیب ان سے متعلق تھی (۳) عبداللہ بن مسعود۔ صاحب نعلین و مسواک و تکیہ و عصا۔ (۴) عقبہ بن عامر سفر میں حضرت کے اشتر کو کھینچتا تھا (۵) بلال حبشی مؤذن (۶) سعد آزاد کردہ ابوبکر (۷) ذومخمر جنکو ذومخیر بھی کہتے ہیں خواہرزادہ نجاشی (۸) بکیر بن شداخ لیثی (۹) ابوذر غفاری (۱۰) اسود بن مالک اسلمی (۱۱) ایمن بن ام ایمن صاحب مطہرہ (۱۲) ثعلبہ بن عبدالرحمن انصاری (۱۳) حر بن مالک۔

خادمہ۔ برکہ یعنی ام ایمن۔ امۃ اللہ بنت زربیہ۔ خولہ جدہ حفص۔ زربیہ۔ ام علیہ۔ سلمیٰ۔ ام رافع۔ میمونہ۔ ماریہ۔

(۴) موالی — مرد ۵۹ جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

(۱) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کہ سریہ موتہ میں امیر تہا اور وہاں شہید ہوا۔ (۲) اسامہ بن زید بن حارثہ۔ (۳) ابوکبشہ کہ موسوم بہ سلیم یا اوس تھا (۴) صالح ملقب بہ شقران (۵) ابورافع مسمیٰ بہ اسلم (۶) سلمان فارسی۔

(۵) موالیات — ۹ نفر۔ مشہور سلمیٰ۔ ام رافع۔ امیمہ۔ ماریہ۔ شیرین خواہر ماریہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۴) دیدیا جائے اور اپنے مدینہ کے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اُسکے وارثوں کے حوالہ کردو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فدک اپنی بیٹی جناب فاطمہ کو عطا کر دیا تھا اور یہ امر ظاہر و مشہور تھا آنحضرت صلعم کی آل میں کسی کو اسمیں اختلاف نہیں ہے بہر یہ بہی ہے کہ فاطمہ ع ایسا ہمیشہ دعوی کرتی رہیں میری رائے میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو واپس دیدینا چاہئے جب مامون کے حکم کے موافق فدک محمد بن یحیی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابیطالب اور محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کے سپرد کر دیا گیا جو اپنی قلمیت میں اُسکی آمدنی انکے حقداروں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن جعفر متوکل (ناصبی) خلیفہ ہوا تو اُس نے پھر ضبط کر لیا از حبیب السیر و روضۃ الاحباب۔

فہرست مضامین تاریخ اسلام جلد دوم

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

علم تاریخ کی تعریف اور فائدے

علم تاریخ وہ علم ہے جس سے طوائف بنی آدم اُن کے شہروں اُنکی رسموں۔ عادتوں۔ صنایع۔ انساب اور اُنکے وفیات وغیرہ کے حالات کی معرفت حاصل ہوتی ہی۔ موضوع اسکا اشخاص ماضیہ انبیاء و اولیاء۔ علما۔ حکما۔ شعرا اور ملوک و سلاطین وغیرہ کے حالات ہیں اور غرض اس سے احوال ماضیہ کی معرفت ہے۔ اور فائدہ اُسکا اس احوال سے انقلاب زمانہ کو دیکھکر عبرت اور نصیحت اور ملکہ حصول تجارب ہی۔ کہ نقصان دینے والے امور سے پرہیز کرے اور نفع پہنچانیوالی باتوں سے فائدہ اُٹھاوے اور یہ علم جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے پڑھنے والے کے لئے ایک دوسری عمر ہے اور گھر بیٹھے اُن باتوں سے فائدہ اُٹھانا جو لوگوں نے عمریں گذار کر اور سفر و سیاحی کی مشقت عظیم اُٹھا کر حاصل کی ہیں +

پس علم تاریخ عبرت ہے عبرت پانے والے کے لئے اور نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے کیونکہ وہ باری تعالی کی صنعت ہائے ماضیہ سے خبر دیتا ہے کہ وہ اپنی قدرت اور ارادہ سے زمانہ گذشتہ میں کیا کیا کر چکا اور اپنی مخلوقات میں مختلف زمانوں میں اپنے عدل و احسان کو کس طرح جاری فرما چکا ہے۔ پس جو کوئی اخبار گذشتگان کو اس حال نظر سے ملاحظہ کرے گا وہ عجیب عجیب باتیں دیکھیگا اور جو بادشاہوں کے حالات اور انقلاب زمانہ پر غور و تامل کی نظر ڈالیگا اگر ذی ہوش ہوگا تو ضرور عبرت حاصل کریگا۔ بعض مفسرین نے آیہ سیروا فی الارض کی تفسیر میں کتب سیر و تواریخ ماضیہ کا مطالعہ ہی شامل کیا ہے۔ علم تاریخ میں دینی اور دنیوی دونوں فائدے ہیں۔ دنیوی فائدے۔ اول تو یہ کہ حالات گذشتگان کو پڑھکر گویا وہ اُنکے زمانہ میں موجود ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ اور حکام جب اہل جور و عدوان کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ لوگ اُن حالات کو نقل کرتے چلے آتے ہیں اور یہ کہ اُنکے ظلم اور جور کی وجہ سے اُن کے نام پر بدنامی کا دھبہ رہ گیا اور ملک ویران بندگان خدا تباہ و ہلاک اور مال ضایع و برباد اور حال بدحال ہوگئے تو وہ ظلم و جور کو برا سمجھینگے۔ اور اُس سے اعراض کرینگے اور جب منصف و عادل حکمرانوں کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ اُن کا نیکنام باقی رہگیا۔ اُنکی مملکت آباد و معمور ہوئی اور اُنکے اموال میں زیادتی ہوئی تو عدل و احسان کو اچھا سمجھینگے اور اسکی طرف رغبت کرینگے اور اُسکے خلاف کو ترک کردینگے۔ علاوہ اسکے اُنکو بہت سی نیک رائیں اور ترکیبیں ایسی معلوم ہوجائینگی جن سے وہ دشمنوں کے مکر و کید کی مدافعت کرتے تھے مہلکوں سے خلاصی پاتے اور بڑے بڑے شہروں اور ملکوں کو بچاتے تھے اور یہ ایسا فخر ہے کہ اگر اُسکے سوا کوئی اور فائدہ ہی نہ ہوتا تو بھی بہت کافی تھا اس سے آدمی کو تجربہ اور معرفت حوادث کا علم حاصل ہوتا ہے اور انجام کار سے واقفیت ہوتی ہے کیونکہ کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ وہی یا اُس جیسا پہلے واقع نہ ہوا ہو پس اس سے عقل بڑھتی ہی کیونکہ عقل دو طرح کی ہوتی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع۔ عقل مطبوع تو عقل غریزی ہوتی ہے جو خدا نے انسان کے واسطے پیدا کی ہے۔ اور عقل مسموع وہ تجربہ ہے جس سے عقل غریزی کو زیادتی حاصل ہوتی ہے اور وہ گویا عقل ثانی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن جب عقل مطبوع نہ ہو تو عقل مسموع سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا جس طرح اندھے کو سورج سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ امام سخاوی لکھتے ہیں کہ "جس نے تاریخ کو یاد کیا اُسکی عقل زیادہ ہوئی۔ اور جس نے زمانہ کے واقعات پر نظر کی اسے مصیبت آسان معلوم ہونے لگی"۔ تاریخ کا اور فائدہ یہ ہے کہ مجلسوں اور محفلوں میں جب کوئی تاریخ داں کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو لوگ اُسی کی طرف متوجہ اور دل اُسکی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ صفدی کہتا ہے کہ تاریخ زمانہ کا آئینہ ہے۔ پس وہ واقفیت ہے حالات امم سابقہ اور انقلاب زمانہ سے۔ اس سے ملکہ تجربہ کا اور زمانہ کے کاروبار سے بچنے کا حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالی نے خود اپنے رسول کو تسلی دینے کی غرض سے انبیائے سلف کا حال بیان کیا ہے اور ہماری عبرت کے واسطے امم سابقہ کے حالات سے خبر دی ہے یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی شخص زمانہ قدیم کا کوئی واقعہ بیان کرے اور تمکو اُس واقعہ سے بذریعہ تاریخ اچھی طرح واقفیت ہے تو تمہیں اُسکے سچ اور جھوٹ کا حال معلوم ہوجائیگا۔ لیکن سب فوائد کا آخر یہ ہے کہ عاقل لبیب جب تاریخ میں فکر کریگا اور اہل دنیا کے انقلاب کو دیکھے گا اور یہ کہ چھوٹے بڑے کس طرح فنا ہوگئے اُنکی جان و مال سب ضایع ہوگئے۔ امیر و غریب بادشاہ فقیر کوئی بھی اُسکے تکدر سے اچھوتا نہ رہا تو وہ زہد اختیار کریگا اور زاد آخرت بہم پہنچانے پر آمادہ ہوگا۔ اور اُس گھر کی طرف رغبت کرے گا جو ان منغصوں سے منزہ ہے۔ علاوہ زہد کے